دین و دُنیا

تاج کمپنی لمیٹڈ
لاہور — کراچی — راولپنڈی
پاکستان

D/

دین و دُنیا

ناشران

تاج کمپنی لمیٹڈ

کراچی ــــــــ لاہور ــــــــ راولپنڈی

دین اور دُنیا

دین کیا ہے ؟ ——— یہ کہ مسلمان جان لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کیا تعریف فرمائی ہے ، مسلمان کی علامتیں کیا بتلائی ہیں، ریاضت عبادت اور مجاہدہ کے حدود کیا مقرر فرمائے ہیں، تقویٰ کی منزل تک پہنچنے کے کون کون سے وسیلے تعلیم فرمائے ہیں، اسلامیت اور للہیت کی کیوں کر تعیین فرمائی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عملی زندگی کا نمونہ اُمت اور دُنیا کے سامنے کیا پیش فرمایا ؛ غرض ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

دنیا کیوں کر بسر کی جائے ——؟ اسلام نہ رہبانیت کا مذہب ہے ، نہ برہمچاریہ کا، اسلام ترکِ دُنیا کی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ اصرار کرتا ہے یہ حکم دیتا ہے ، کہ دنیا کو برتو ، وہ کہتا ہے دین کا کام درپیش ہو تو یہ سمجھو ، موت ابھی آجائے گی ۔ اور کار دنیا سامنے ہو تو یہ سمجھو ، موت کبھی نہیں آئے گی ——— پھر یہ کیوں کر ممکن تھا، کہ وہ یہ نہ بتاتا، کہ دُنیا میں کس طرح رہا جائے ——— دنیا کے مسائل کیوں کر حل کیے جائیں ——— معاملات اور مسائل کیوں کر برتے جائیں ——— اس نے یہ سب بتایا ہے ۔ اور اسی کا نام فِقہ ہے ۔ آپ فِقہ کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب آپ کی پوری مدد کرے گی ؛

فہرست عنوانات

باب ۴۱

باب ۴۲

باب ۴۳

باب ۵۳

باب ۵۷

باب ۵۸

سببِ تالیف

گذشتہ سے پیوستہ سال جناب شیخ عنایت اللہ صاحب مینجنگ ڈائرکٹر تاج کمپنی لمیٹڈ، حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے ، خانۂ کعبہ کی زیارت، روضۂ رسول کا دیدار، خاکِ حجاز پر ناصیہ سائی، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے لئے ہر حساس مسلمان کا دل تڑپتا ہے، شیخ صاحب کے خلوصِ نیت نے یہ نعمتیں حاصل کرلیں ——— یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

اب تک تاج کمپنی قرآنِ پاک کے علاوہ اُردو زبان کی ہر صنف سے متعلق کتابیں شایع کرتی تھی۔ ناول اور ڈرامے بھی، افسانے اور کہانیاں بھی تاریخ اور سوانح بھی، سب ہی کچھ، لیکن حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد شیخ صاحب کا دل بھی بدلا، اور عمل کا راستہ بھی بدل گیا۔ سب سے بڑی تبدیلی شیخ صاحب میں یہ ہوئی کہ ان کا نقطۂ نظر یکسر مذہبی ہوگیا۔ انہوں نے طے کرلیا کہ قرآنِ پاک کے علاوہ اُردو زبان میں اب جتنی کتابیں شایع کرینگے وہ مذہبی ہوں گی خواہ تفسیر ہو یا حدیث، یا فقہ، یا کلام، یا محاضرات و مقامات، یا روایات و حکایات!

شیخ صاحب عملی آدمی ہیں، ان کے عمل کا زندۂ جاوید کارنامہ تاج کمپنی کا وجود ہے۔ جب کبھی تاج کمپنی کی داستان شایع ہوگی۔ وہ ایک ہی حقیقت کی آئینہ دار ہوگی۔ یعنی اقبالؒ کے الفاظ میں ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی

جس تاج کمپنی کی ابتدا یوں ہوئی تھی۔ کہ بے سروسامانی کے سوا کوئی توشہ نہیں تھا آج وہ ایک کروڑ روپیہ کے محدود سرمایہ کی کمپنی ہے جس کے مطبوعات عالمِ اسلامی کے ایک ایک گوشہ میں پھیلے ہوتے ہیں اور جس کی ساکھ اس وقت کسی بڑی سے بڑی ملکی یا غیر ملکی کمپنی سے کم نہیں ہے۔ ہاں تو شیخ صاحب نے جب فیصلہ کیا کہ اب صرف اسلامی مطبوعات ہی تاج کمپنی سے شایع کریں گے تو اس ارادہ کے ساتھ عمل کی بنیاد بھی ڈال دی۔

یعنی حجاز ہی سے عربی زبان کی متعدد نادر اور گرانمایہ کتابیں، جو اسلامیات کے موضوع سے تعلق رکھتی تھیں رقم خطیر صرف کر کے لے آئے۔

تہنیت حج پیش کرنے جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ازراہ کرم نادر عربی مطبوعات کا ذخیرہ بھی میرے سامنے ڈھیر کر دیا —— سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھ دیا!

ان کتابوں سے کئی کتابیں تلخیص و ترجمہ کے لئے میں نے پسند کیں اور شیخ صاحب نے وہ کتابیں فوراً مجھے عنایت کر دیں۔ ان ہی کتابوں میں ایک گرانمایہ کتاب "جواھر البخاری" تھی۔ اسکے مؤلف "مصطفےٰ محمد عمارہ" ہیں۔ یہ کتاب اپنی افادیت اور معنویت کے اعتبار سے اسکی مستحق تھی۔ کہ ہر مسلمان اس سے مستفید ہوتا اصح الکتب بعد کتاب اللہ، اس میں صحیح بخاری کی ۷۰۰ کے قریب حدیثیں فقہی و غیر فقہی ابواب کے ماتحت منتخب کر کے درج کی تھیں۔ جن حالات و معاملات سے تقریباً ہر آدمی کو سابقہ رہتا ہے وہ سب انہی ابواب کے ماتحت جمع ہو گئے تھے۔ احادیث کے ساتھ ضروری اشارات و تعبیرات کا بھی اضافہ تھا۔ میں نے چاہا یہ کتاب اردو زبان میں منتقل ہو جائے۔ مجھے بھی اجر ملے گا اور پڑھنے والوں کو بھی ثواب اور ہدایت کی نعمت حاصل ہو گی۔

ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ ترجمہ کرنے بیٹھا۔ تو سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ اس انتخاب کا انتخاب کیا۔ مکررات کو حذف کر دیا —— ہم مفہوم حدیثوں کو بھی انتخاب میں نہ لایا۔ پھر بھی تعداد ۴۰۰ کے قریب پہنچ گئی۔ ترجمہ کا کام جب ذرا آگے بڑھا تو ایک دشواری اور محسوس ہوئی۔ یعنی فاضل مؤلف نے عربی داں قارئین کی لیاقت اور استعداد کے پیش نظر اشارات و تعبیرات کا اضافہ کیا تھا۔ اردو داں پبلک کی اہلیت اور استعداد کو دیکھتے ہوئے یہ اشارات و تعبیرات، کہیں تشنہ نظر آئے کہیں زائد از ضرورت، کہیں بالکل نامکمل اور کہیں مغلق اور پیچیدہ، لہٰذا میں نے انہیں

پیشِ نظر رکھ کر اس سلسلہ کی دوسری معروف و متداول کتب شرح و تفسیر بھی اپنے سامنے رکھیں۔ اب ان اشارات و تعبیرات نے لفظی اور معنوی حیثیت سے باقاعدہ شرح کی صورت اختیار کر لی۔ اب منزل سامنے تھی۔ اور قلم کا مسافر تیزی سے اس کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

کام آدھے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ کہ دفعتاً ذہن ایک خلجان میں مبتلا ہو گیا۔

دو باتیں شدت کے ساتھ ذہن سے ٹکرا رہی تھیں۔

(۱) بغیر ضروری اور مختصر تفسیر کے صرف قرآن کا ترجمہ بھی میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سے کم سواد لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے نہ کہ احادیث کا، پھر احادیث میں ایک دشواری یہ بھی ہے کہ مختلف مواقع سے مختلف حدیثیں تعلق رکھتی ہیں حدیث کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مواقع سے بھی واقف ہو۔ ورنہ سیدھے رستے پر چلنے کے بجائے غلط راستہ پر جا پڑے گا۔

(۲) احادیث زیر بحث زیادہ تر کسی دینی یا دنیاوی کام کے فضائل و مناقب، یا رذائل و سیئات سے متعلق تھیں یعنی یا کسی کام کی ترغیب تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ یا ترہیب تھی کہ اس سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی جائے لیکن فقہی طور پر صورت مسئلہ واضح نہیں کی گئی تھی۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ فقہ کی تدوین کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ لہٰذا فقہ کو حدیث کے مطابق ہونا چاہیئے۔ حدیث فقہ کی تابع نہیں ہو سکتی۔ میں نے سوچا یہ کتاب بالکل نامکمل رہے گی۔ اور اس کا فائدہ بہت کم ہو جائے گا۔ اگر حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کے مسائل ضروریہ بھی زائد نہ کئے جائیں۔

ایک مرتبہ کام پھر رک گیا۔

اور اب احادیث کے ساتھ ساتھ مسائل فقہیہ کی جمع و ترتیب کا کام بھی شروع

ہو گیا۔ یہ کام بڑا دشوار اور کٹھن تھا۔ عربی اور فارسی میں فقہ پر سینکڑوں طویل و ضخیم مجلدات موجود ہیں۔ لیکن اردو زبان میں فقہ اسلامی پر کوئی ایسی جامع و مانع کتاب نہیں جو جملہ مسائل فقہیہ پر حاوی ہو۔ ضرورت تھی کہ اردو زبان میں بھی فقہی مسائل و احکام سے متعلق ایک ایسی کتاب موجود ہو کہ وہی ایک کتاب انسان کی تمام فقہی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اس کا مطالعہ اس قسم کی تمام دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دے۔ میں نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا۔ کئی ماہ کی مسلسل محنت اور لگاتار مطالعہ کے بعد خدا کے فضل سے اس کام کو بھی کسی نہ کسی طرح پورا کر لیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر فقہی مسائل جامع و مانع طور پر زائد نہ کئے جاتے تو احادیث کے ترجمہ کا یہ مجموعہ کم سواد لوگوں کے لیے موجب ضلالت ہو سکتا تھا۔ اور بالغ نظر اصحاب کے لئے تشنہ ———

آپ اس مجموعہ احادیث میں بھی مثلاً یہ دیکھیں گے کہ نماز کی یہ فضیلت ہے۔ روزہ کے یہ فضائل ہیں۔ حج کے یہ برکات ہیں۔ جہاد کی یہ اچھائیاں ہیں، نکاح کی یُوں ترغیب دی گئی ہے، خلع کی یُوں اباحت وارد ہوئی ہے طلاق کا یوں جواز موجود ہے، زکوٰۃ کی یُوں تاکید کی گئی ہے۔

لیکن یہ کہ نماز کس پر فرض ہے، کن حالتوں میں ملتوی کی جا سکتی ہے، کب قصر کیا جائے؛ روزہ کے احکام کیا ہیں، شرائط کیا ہیں؛ نواقض کیا ہیں؛ حج کے ارکان کیا ہیں؛ فرائض کیا ہیں؛ سُنن کیا ہیں؛ جہاد کے موجبات کیا ہیں؛ کس سے جہاد کیا جا سکتا ہے؛ کس سے نہیں کیا جا سکتا؛ جہاد میں کون کون سے کام جائز ہیں؛ کون کون سے ممنوع؛ اسیرانِ جنگ سے کیا سلوک کیا جاتا ہے؛ ممنوعاتِ جہاد کیا ہیں؛ نکاح کس طرح منعقد ہوتا ہے، کس طرح ٹوٹتا ہے؛ خیارِ بلوغ کیا چیز ہے؛ ولی کے حقوق کیا ہیں؛ واجبات نکاح کیا ہیں؛ کس سے نکاح کیا جا سکتا ہے؛ کس سے نہیں کیا جا سکتا؛ خلع کن حالات میں جائز ہے؛ اس کے حدود کیا ہیں؛ شرائط

کیا ہیں، طلاق کی وجہ جواز کیا ہے، شرائط کیا ہیں، ممنوعات کیا ہیں؟ مہر کی نوعیت کیا ہے؟ ادائیگی کب پوری ہوتی ہے، کب نصف، کب کچھ نہیں، زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، مقدار کیا ہے، کن لوگوں پر واجب ہے، کون لوگ مستثنٰی ہیں، جانوروں کی زکوٰۃ کیا ہے، چاندی کی کیا ہے، سونے کی کیا ہے، اور اسی طرح کی دوسری شقیں، یہ اور اسی طرح کے دوسرے صدہا مسائل آپ کو حدیث میں مرتب اور منظم طور پر نہیں مل سکتے - صرف فقہ میں ملیں گے - لہٰذا ضروری تھا کہ میں احادیث کے اس مجموعہ میں فقہ کا بھی اضافہ کرتا - اب صورت یہ ہے کہ آپ احادیث میں اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر پائیں گے، کسی کام کی اجازت یا ممانعت، فضیلت یا مذمت، تعریف یا تنقیص، اور پھر فوراً ہی فقہی تفصیل بھی آپ کے سامنے آجائے گی - گویا بیک وقت آپ حدیث اور فقہ دونوں کو سمجھ لیں گے - لہٰذا، نہ غلطی کا احتمال ہے نہ غلط رَوی کا، نہ غلط فہمی کا، اُردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے - اور مجھے یقین ہے - کہ اُردو داں طبقہ کی یہ بہت سی دینی ضرورتوں کی کفیل ہوگی ؂

ایک بات اور عرض کر دوں ________ !

میں نے جو مسائل اور احکام اس کتاب میں درج کیے ہیں - وہ فقہ حنفی کے مطابق ہیں لیکن اگر کسی جگہ کوئی مسلک امام شافعیؒ، یا امام احمد بن حنبلؒ، یا امام مالکؒ کا نسبتاً قوی نظر آیا ہے تو اس کا ذکر بھی حنفی مسلک کی صراحت کے ساتھ ساتھ کر دیا ہے تاکہ صورتِ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے -

فقہ اسلامی چار مسالک پر مشتمل ہے :-

۱ :- فقہ حنفی

۲ :- فقہ شافعی

۳ :- فقہ حنبلی

۴:۔ فقہ مالکی۔

روایت وحدیث کو مؤخر الذکر تین مسالک نے زیادہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور فقہ حنفی اپنے تدبّر اور تفقّہ میں، روایت وحدیث کے امتزاج کے ساتھ ساتھ مشہور رہے۔ دُنیا کے مسلمان زیادہ تر مسلک احناف کے پیرو ہیں میں نے بھی اوّلیت اسی کو دی ہے۔ لیکن اگر کہیں دوسری فقہ کا مسلک زیادہ قوی نظر آیا، تو اس کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

خدا کرے میری یہ سعی مشکور ہو، اور مسلمان اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔

محترمی شیخ عنایت اللہ صاحب مینجنگ ڈائرکٹر تاج کمپنی اسلامی درد رکھنے والے طبقہ کی طرف سے بیش از بیش شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ "ادبِ لطیف" کے اس دور میں مذہبی لٹریچر پیش کرنے پر مُصر ہیں۔

رئیس احمدؐ جعفری

۲۔ جولائی ۱۹۵۱ء

مطابق ۲۶۔ رمضان ۱۳۷۰ھ

کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

باب (۱)

آغازِ وحی

(۱) عن عائشة اُمّ المؤمنین رضی الله عنها۔ ان الحارث بن هشام رضی الله عنه۔ سئل رسول الله صلی علیه وآله وسلم فقال یارسول الله کیف یأتیك الوحی۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده علیّ فیفصم عنّی وقد وعیت عنه ما قال واحیانا یتمثّل لی الملك رجلًا فیکلمنی فاعی ما یقول قالت عائشة رضی الله عنها ولقد رأیته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه وانّ جبینه لیتفصّد عرقا۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "یارسول اللہ آپ پر وحی[۱] کس طرح نازل ہوتی ہے"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ کبھی میرے پاس وحی اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی بج رہی ہو۔ اور (وحی) آنے کی یہ صورت دوسری صورتوں کے مقابلہ میں) مجھ پر زیادہ سخت اور گراں گذرتی ہے[۲]۔ پھر کچھ دیر بعد یہ کیفیت مجھ سے دور

---

[۱] وحی۔ کی اصل اور حقیقت اعلام خفی ہے۔ کلام، کتابت، رسالہ اور اشارہ کے ذریعہ جو بات، وجدان میں آئے اُسے بھی اصطلاح میں وحی کہتے ہیں۔ شرح کی اصطلاح میں وحی اللہ کا وہ کلام ہے، جو نبی پر نازل ہوتا ہے۔ رویائے صادقہ اور الہام بھی وحی کے ذیل میں آتے ہیں ☆ [۲] جرس چھوٹا۔ ناقوس گھنٹی۔

دُور ہو جاتی ہے (اور) میں وحی کے الفاظ) اخذ کر لیتا ہوں[3] ــــــ اور کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ فرشتہ[4] آدمی کی صورت میں متشکل[5] ہو کر میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے میں محفوظ کر لیتا ہوں؛

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں "میں نے کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے دنوں میں آپؐ پر وحی اُترتے اور یہ حالت دُور ہوتے دیکھی[6]۔ اور دیکھا کہ (نزولِ وحی کے وقت) آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے گرنے لگتے تھے[7]؛

روایت عائشہ رضؓ

وَعَنْهَا اَیْضًا رضی اللہ عنہا انہا قالت: اوّل ما بدئ بہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وَسَلَّمَ من الوحی الرّؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لایری رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح ثم حبّب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنّث فیہ۔ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزوّد لذٰلک ثم یرجع الٰی خدیجۃ (رضی اللہ عنہا) فیتزوّد لمثلھا حتّٰی جاء الحق وھو فی غار حراء فجاء الملک فقال اقرأ قال ما انا بقارئٍ قال فاخذ نی فغطّنی حتّٰی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئٍ فاخذ نی فغطّنی الثانیۃ حتّٰی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئٍ فاخذ نی فغطّنی الثالثۃ حتّٰی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربّکَ الّذی خلق خلق الانسان من علق

---

[3] وعیتُ :۔ میں نے حفظ کر لیا، یاد کر لیا؛ [4] جبریل علیہ السلام کو اس جگہ فرشتہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے؛ [5] تمثیل :۔ صورت پذیری؛ [6] یفصم :۔ اس جگہ مراد فرشتہ (جبریل) کی مفارقت سے ہے؛ [7] ینفصّد :۔ تفصّد کے معنی سیلان یعنی بہنے کے ہیں؛ وحی کے وقت آپکی جبین مبارک سے پسینے کے قطرات اس لئے ٹپکنے لگتے تھے کہ دوران وحی میں آپ پر جو بوجھ پڑتا تھا اس سے آپؐ تکان محسوس کرنے لگتے؛

اقرأ وربك الاكرم - فرجع بها رسول الله صلى الله عليه وسلم يرجف فؤاده فدخل على خديجة بنت خويلد (ام المؤمنين رضى الله عنها) فقال زملونى زملونى فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال لخديجة واخبرها الخبر لقد خشيت على نفسى فقالت خديجة له (صلى الله عليه وسلم) كلا والله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزّى ابن عم خديجة وكان امرء قد تنصر فى الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبرانى فيكتب من الانجيل بالعبرانية ماشاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمى فقالت له خديجة يا ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة يا ابن اخى ماذا ترى فاخبره رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خبر ما رأى، فقال له ورقة هذا الناموس الذى نزل الله على موسىٰ يليتنى كنت فيها جذعا يليتنى أكون حيا اذ يخرجك قومك فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم او مخرجى هم قال نعم لم يأت رجل بمثل ما جئت به الا عودى وان يدركنى يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفى وفتر الوحى ؛

---

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ: "سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی وہ رؤیا رصالحہ (اچھے خواب) کی صورت میں نازل ہوئی آپ کو خواب میں جو کچھ دکھائی دیتا تھا، وہ سپیدۂ سحر کے مانند ظاہر ہو جاتا تھا ۵،

---

۵ سپیدۂ سحر سے مراد روشنی ؛

——— پھر آپ کو خلوت پسندی[9] مرغوب ہوئی چنانچہ آپ غارِ حرا[10] میں خلوت گزین رہا کرتے تھے۔ وہاں آپ لگاتار کئی راتوں[11] تک عبادت[12] میں مصروف رہا کرتے تھے اور گھر واپس نہیں جاتے تھے چند دنوں کا توشہ لے جاتے۔ جب آپ کا توشہ[13] ختم ہو جاتا تو آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے، اور اتنا ہی توشہ پھر اپنے ساتھ لے جاتے، یہاں تک کہ آپ کے پاس سچائی[14] آگئی (اس حالت میں کہ) آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ فرشتہ آیا اس نے کہا (اے محمدؐ) پڑھ! آپ نے فرمایا: "میں پڑھنا نہیں جانتا" (رسول اللہ کا بیان ہے) پھر مجھے فرشتے نے پکڑ لیا، بھینچا، مجھے تکلیف[15] سی محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا: "پڑھ!" میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا" پھر اس نے مجھے پکڑ لیا، اور دوسری مرتبہ بھینچا، جس سے مجھے تکلیف سی محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا[16] "پڑھ!" میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا" پھر اس نے مجھے پکڑا، اور تیسری مرتبہ بھینچا۔ پھر مجھے چھوڑتے ہوئے (یہ آیت پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے) کہا: "پڑھ! اپنے خدا کے نام کے ساتھ جس نے (ہر چیز) پیدا کی، بندھے ہوئے خون سے انسان کو پیدا کیا، پڑھ (جان لے)

---

[9] لوگوں سے ترک تعلق کر کے کسی الگ گوشہ میں بیٹھ جانا۔ [10] حرا ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مکہ سے تین میل کی مسافت پر واقع ہے۔ [11] تحنث: کہتے ہیں گناہوں بدیوں اور برائیوں سے محفوظ رہنے کو۔ [12] منصب نبوت پر فائز ہونے سے پیشتر شرع سابق یعنی حضرت نوحؑ یا ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، موسیٰؑ یا عیسیٰ علیہم السلام کی شریعتوں میں سے کسی پر عمل۔ [13] زاد: توشہ وہ سامان جو کسی خاص مقصد ——— سفر، عبادت، ریاضت ——— وغیرہ کے لئے فراہم کیا جائے۔ [14] سچائی سے مراد اس جگہ وحی ہے۔ [15] یعنی بوجھ، تکلیف، گرانی۔ [16] ارسلنی یعنی اطلقنی یعنی مجھے چھوڑ دیا۔ [17] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بسملہ یعنی کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" کا پڑھنا ضروری ہے۔

تیرا رب بہت بڑا کریم[18] ہے۔ پھر ان (آیتوں) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں واپس ہوئے کہ آپؐ کا قلب کانپ[19] رہا تھا۔ پھر آپ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھا[20] دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ خدیجہؓ نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وحشت[21] آپؐ کے دل سے دور ہوگئی۔ پھر آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا۔ "مجھے اپنی جان کا خوف[22] ہے۔" خدیجہؓ نے کہا:۔ "نہیں، خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ خدا آپ کو رسوا[23] کرے۔ اس لئے کہ آپ صلہ رحم[24] کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ[25] اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت[26] کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں۔ مہمانداری[27] کرتے ہیں۔ اور راہ خدا میں) مصائب[28] برداشت کرتے ہیں ——— پھر خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے کر آئیں۔ یہ (ورقہ) حضرت خدیجہؓ کے ابن عم تھے، ورقہ نے (بت پرستی ترک کرکے) عیسائی مذہب[29] اختیار کر لیا تھا اور عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق انجیل کو عبرانی (زبان) میں رقم کیا کرتے تھے،

---

[18] بہت زیادہ کرم اور شفقت کرنے والا۔ [19] یعنی آپؐ کا دل اس اچانک اور اہم واقعہ سے گھبرا گیا۔ [20] تزمیل کے لفظی معنی ہیں کمبل اوڑھانے کے۔ [21] روع۔ دہشت، اضطراب، گھبراہٹ۔ [22] اس واقعہ کا آپؐ پر اتنا گہرا اثر پڑا تھا کہ آپ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی تسلی اور دلدہی کی جس سے آپ کا دل ٹھہر گیا۔ [23] خزی۔ رسوائی مراد اس جگہ یہ ہے کہ خدا آپؐ پر لوگوں کو استہزاء کا موقع نہیں دے گا۔ [24] قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ [25] دوسروں کے کام آنا، ان کی مشکلیں آسان کرانا۔ ان کی دشواریوں کو سہل بنانا آپؐ کا شعار تھا۔ [26] لوگ آپؐ سے وہ پا لیتے ہیں جو آپ کے سوا دوسروں سے نہیں مل سکتا۔ [27] مہمانوں کی خاطر داشت کرتے ہیں انکی عزت کرتے ہیں۔ [28] لوگ جن مصائب اور حوادث کا شکار ہوتے ہیں آپ ان میں ان کی دستگیری فرماتے ہیں۔ [29] ورقہ نے بت پرستی محض اپنی بصیرت اور فراست کی مدد سے ترک کردی تھی اور عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔

بہت بوڑھے ہو چکے تھے، آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

خدیجہ رضؓ نے کہا: "اے ابنِ عم سُن، تیرا برادر زادہ[۳۰] کیا کہتا ہے؟" ورقہ نے کہا، اے ابن اخی (میرے بھائی کے بیٹے) کیا بات ہے؟ آنحضرتؐ نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ ورقہ نے کہا:- یہ وہ ناموس[۳۱] ہے جسے اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس زمانے[۳۲] میں جوان[۳۳] ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم[۳۴] تمہیں نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟"

ورقہ نے کہا:- "ہاں جس شخص نے آپ کی طرح کی باتیں کیں، اس سے یوں ہی عداوت[۳۵] کا برتاؤ کیا گیا۔ اگر مجھے آپ کا زمانہ مل گیا، تو میں آپ کی کسی قسم کی مدد سے دریغ نہیں کروں گا۔" لیکن ورقہ کی زندگی[۳۶] نے وفا نہ کی اور اُن کی (کچھ عرصہ بعد) وفات ہوگئی اور (اس اثناء میں) وحی کے نزول کا سلسلہ بھی (کچھ عرصہ کے لیے) رُک گیا[۳۷]۔

شرح و تفصیل

آنحضرتؐ پر اللہ کی حفاظت احاطہ کئے ہوئے تھی۔ عنایاتِ خداوندی سے آپ بہمہ وجوہ بہرہ ور تھے۔ حکمتِ ربانی کا الہام آپ کا راہ نما تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ

---

[۳۰] ورقہ کے پردادا آنحضرتؐ کے پردادا کے بھائی ہوتے تھے۔ [۳۱] ناموس۔ صاحب السر۔ راز داں۔ محرم راز۔ [۳۲] یعنی آپؐ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد جب نبوت کا دعویٰ فرمائیں گے۔ اور لوگ اپنی سیاہ بختی سے مخالفت کریں گے۔ [۳۳] جوان، توانا، تندرست۔ [۳۴] یعنی مکہ کے لوگ جب آپ کو ہجرت پر مجبور کردیں۔ [۳۵] حق و صداقت کے داعیوں کے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک ہوتا رہا ہے۔ [۳۶] زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے۔ [۳۷] تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ پھر اسکے بعد جاری ہوا۔ اور آخر تک جاری رہا۔

کو خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے چن لیا تھا۔

کرمانی کا قول ہے :۔

"نبوت کی ابتدائی خصلتوں میں صدق رؤیا کی کرامت شامل ہے نیز گوشہ نشینی کی طرف رغبت، عبادت و ریاضت کی جانب میلان، صبر و تحمل کا رجحان، یہ سب چیزیں بھی خصائل نبوی کے مبادیات میں شامل ہیں

سچے خواب

رؤیائے صالحہ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی حالتِ خواب میں قلب و حواس کے اندر ان چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے جو حالتِ بیداری میں رونما ہونے والی ہوتی ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ اپنی کسی قدرت کے لیے خواب یا بیداری کا پابند نہیں ہے وہ چاہے تو خواب کی حقیقت اور حقیقت کو خواب بنا سکتا ہے اسکی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ لیکن عام طور پر قدرت و حکمت الٰہی کا ظہور نوامیس اور قواعدِ فطرت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح بارش سے پہلے بادلوں کا ہجوم ضروری اور ناگزیر ہے کہ یہ علامت ہے ابر رحمت کے تراوش کی اسی طرح نزولِ وحی سے پہلے سچے خواب بھی ضروری ہیں تاکہ قوائے بشریہ، فرشتہ وحی کے ظہور کا تحمل کر سکیں۔ یہ خدا تعالٰی کی اپنے بندے پر بہت بڑی رحمت ہے کہ اُس نے پہلے سچے خواب دِکھا کر طبیعت میں استعداد اور آمادگی پیدا کی۔ پھر جبریل امین کو بھیج کر نزولِ وحی کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ اور رؤیائے صادقہ کے بغیر فرشتۂ وحی دفعتہً نمودار ہو جاتا تو قوائے بشریہ کیلئے اس ناگہانی حادثہ کا تحمل ناممکن ہو جاتا۔

خدا کا احسان

اللہ سبحانہ و تعالٰی کی ایک اور نوازش اپنے محبوب بندے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہوئی کہ آپ کی طبیعت بت پرستی کی طرف بعثت سے قبل بھی کبھی مائل نہیں ہوئی۔

چنانچہ آپ نے اپنی ابتدائی زندگی کے دور میں بھی صنم پرستی نہیں کی۔ آپ کی طبیعت شروع ہی سے، بتوں سے اور بُت پرستی سے نفور تھی۔ آپ کا قلب ہمیشہ اس کھوج میں رہتا تھا کہ اِس دنیا کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ چاند، یہ ستارے، یہ چمکتا ہوا سُورج، یہ وسیع زمین، یہ بل کھاتی ہوئی ندیاں، یہ پُرشور سمندر، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت، یہ بلند و بالا پہاڑ، یہ ہرے بھرے درخت، یہ انسان، یہ جانور، اور یہ حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کس کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہیں؟ اسی کھوج میں آپؐ ویران اور سنسان مقامات میں نکل جاتے۔ پھر آپؐ نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ حرا پہاڑ کے غار میں معتکف ہو جاتے تھوڑا سا توشہ ساتھ ہوتا اور وہاں آپ اطمینان اور جمعیتِ خاطر کے ساتھ اپنے نادیدہ خدا سے لو لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس کی معرفت کے جلوے مشاہدہ فرمایا کرتے۔

انبیاء سابقہ کی پیروی

جب تک آپ پر سچائی (وحی) نازل نہیں ہوئی۔ آپ انبیاء سابقہ (سیدنا نوحؑ، سیدنا ابراہیمؑ، سیدنا اسمٰعیلؑ، سیدنا موسیٰؑ، سیدنا عیسیٰ علیہم السلام) میں سے کسی کے دین کے مطابق عبادت و ریاضت کرتے رہے، مگر بُت پرستی کی جانب آپؐ نے توجہ نہیں فرمائی۔

جبریل امین نے آنحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگا کر جو بھینچا تھا۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ آپ پورے انشراحِ قلب اور یکسوئی کے ساتھ، حالِ وحی کی طرف ملتفت ہو سکیں، حضرت جبریلؑ نے تین مرتبہ جو اسی حرکت کا اعادہ کیا۔ اس کا مقصد بھی بجز تثبّت کے کچھ نہ تھا۔ کہ آپؐ کا حضورِ قلب اور زیادہ محکم اور استوار ہو جائے۔ کہ معلّم کے لئے، یہ ضروری ہے کہ وہ متعلم کے انتباہ، اور حضورِ قلب اور یکسوئی طبع کا زیادہ سے زیادہ خیال اور لحاظ رکھے۔ مُربّی کی حکمت اور دانش کا مقتضاء یہی ہے۔

دہشت کی کیفیت

جبریلؑ کی پہلی ملاقات کے بعد آپؐ پر خوف اور دہشت کی جو کیفیت طاری ہوئی تھی وہ بالکل فطری تھی۔ قاضی عیاض کا قول ہے کہ پہلی مرتبہ جب آپؐ نے فرشتۂ وحی حضرت جبریلؑ کو دیکھا تو اس کیفیت اور حالت کی مقاومت نہ کر سکے، اور وحی کا بارِ گراں آپؐ اوّل اوّل برداشت نہ کر سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؐ نے محسوس فرمایا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے چنانچہ آپؐ کو اپنی جان کی طرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا:

حضرت خدیجہؓ کی فراست

اس موقع پر حضرت خدیجہؓ نے جس طرح آپؐ کی دلجوئی کی۔ آپؐ کی ہمّت بندھائی، آپ کو تسلّی دی، وہ بھی اس ساری تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ انہوں نے ایک محبّت کرنے والی اور وفادار بیوی کی طرح اپنی تمام توجہ آپ کو مطمئن کرنے میں صرف کر دی۔ حضرت خدیجہؓ نے کتنے تیقن اور جوش کے ساتھ کہا تھا:۔

"نہیں، ہرگز نہیں، خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا، کہ اللہ آپ کو رُسوا کرے!"

اِن الفاظ میں کتنا زور ہے؟ کتنا جوش ہے، صداقت، ایمان اور ایقان کا کتنا مضبوط عقیدہ ہے؟ ———— لیکن اس مضبوط عقیدہ کا پس منظر کیا ہے اس کی بنیاد اور اساس کیا ہے؟ اتنے یقین کے ساتھ ایسے پُرزور الفاظ (خدا آپؐ کو ہرگز رُسوا نہیں کرے گا) کیوں خدیجہؓ کے مُنہ سے نکلے؟

اس کی وجہ یہ تھی کہ خدیجہؓ کے سامنے ایک آئینہ کی طرح آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ روشن تھی۔ اس میں نور اور صفا اور ضیا کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ آپ کی رفیق حیات تھیں۔ آپ کی خلوت اور جلوت کی ساتھی تھیں۔ آپؐ کی زندگی کا کوئی رُخ، کوئی پہلو، کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا، وہ جس کی امین نہ ہوں جس کا مشاہدہ نہ کر چکی ہوں۔ وہ جانتی تھیں، وہ دیکھتی تھیں۔ آپؐ کی زندگی کتنی سعید اور مطہر ہے، جس کی زندگی

اتنی پاکیزہ ہو، اُسے خدا کسی طرح بھی رسوا نہیں کرسکتا۔ یہ تھا وہ یقین جو خدیجہؓ کی زبان سے الفاظ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ کہ العاقبۃ للتقویٰ۔

خلاصۂ حیات

غور کیجئے، خدیجہ رضؓ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے جو الفاظ آپ کے اخلاق و عادات سے متعلق استعمال کئے، وہ درحقیقت آپ کی زندگی کا نہایت جامع و مانع، صحیح و مستند خلاصہ تھے۔ وہ فرماتی ہیں:۔

(۱) "آپؐ صلۂ رحم کرتے ہیں!"

یعنی وہ لوگ جو آپ سے قرابت اور قرب رکھتے ہیں۔ اُن کی آپؐ مال سے مدد کرتے ہیں، وہ بیمار پڑتے ہیں تو آپ اُن کی تیمارداری کرتے ہیں اُنہیں ضرورت ہوتی ہے تو آپ ان کی کسی خدمت سے دریغ نہیں فرماتے۔ خود بڑھ کر اُن سے ملتے ہیں سلام تک میں پیش قدمی کے منتظر نہیں رہتے بلکہ خود اقدام فرماتے ہیں۔

(۲) عاجزوں کے کام آتے ہیں!

یعنی جو عاجز اور مجبور خستہ اور درماندہ ہوتا ہے۔ آپؐ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ دستگیری کرتے ہیں۔

(۳) آپ سے دُوسروں کو وہ ملتا ہے جو کسی اور سے نہیں مل سکتا!

یعنی اور لوگ اگر کسی کی مدد کرتے ہیں، تو اپنا آگا پیچھا دیکھ کر، اپنے جیب و دامن کا اندازہ کرکے۔ مگر آپ کی شان یہ تھی کہ خود فاقہ کرتے تھے، دُوسروں کو کھلاتے تھے۔ خود تنگدستی کے عالم میں زندگی بسر فرماتے تھے۔ مگر دوسروں کے لئے گھر کی آخری پونجی بھی قربان کر دیتے تھے۔ گھر میں جلانے کے لئے چراغ، کھانے کے لئے روٹی، ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک درم بھی نہ ہو، یہ آپ کو منظور تھا۔ لیکن آپ کسی کے کام نہ آسکیں، یہ کسی طرح بھی گوارا نہ تھا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپؐ نے

قرض لے کر، دوسروں کا احسان اُٹھا کر حاجتمندوں کی حاجت روائی کی ہے۔ اور ان کا دُکھ درد دُور کیا ہے۔

(۴) مہمان داری کرتے ہیں!

یہ آپ کی خصوصیت خاصہ تھی۔ کہ آپ مہمانداری میں بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ یہ آپؐ کو کسی طرح گوارا نہ تھا کہ مہمان آئے اور مایوس جائے۔ آپؐ اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے تھے، اور اس کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

(۵) حق کی مدد کرتے ہیں!

یعنی جو بر سرِ حق ہو۔ آپؐ اُس کی امداد کرتے ہیں۔ جو حق کے خلاف برسرِ پیکار ہوں، آپؐ اُن سے پُوری قوت وطاقت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔

سچّی تصویر!

اُوپر کی سطروں سے اندازہ ہوا ہو گا، کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے آنحضرت صلعم کے اخلاق وعادات، اور کردار و سیرت کی کتنی مختصر، لیکن کتنی مکمل تصویر کھینچی ہے، حضرت خدیجہ رضؓ کے ان الفاظ سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ فراستِ ایمانی اور دانشِ نورانی سے کس درجہ بہرہ ور تھیں۔ اُن کی رائے کتنی جچی تلی اور ان کی نگاہ کتنی عمیق تھی۔

وہ جانتی تھیں کہ آپؐ کے محامد و محاسن کا پایہ کیا ہے ؛ لہٰذا اُنہوں نے فیصلہ صادر کر دیا کہ اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ آپؐ کو رُسوا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خصالِ خیر کا نتیجہ اور انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان بدی اور بُرائی سے محفوظ رہے۔ مکارم، مکارہ کو دفع کرتے ہیں۔ ان کا سبب نہیں بنتے۔

علم محکم!

یہی وہ علمِ محکم تھا جس کی بنیاد پر ایک طرف تو خدیجہ رضؓ نے آپ کے صدق و امانت،

حُسنِ معاملت اور حسنِ معاشرت کے پیشِ نظر آپؐ کو اچھے انجام کی بشارت دی۔ اور دوسری طرف آپؐ کو لے کر ورقہ کے ہاں پہنچیں کہ وہ اپنے پایۂ علمی کے اعتبار سے مشہور اور یگانہ تھے، اور ایک اہلِ کتاب قوم کے رُکن بن چکے تھے یعنی بُت پرستی ترک کر کے عیسائیت کا مذہب اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ورقہ نے آپؐ کو ناموس اکبر یعنی جبریل امین کی خوشخبری دی، آپؐ کی نبوت کا اعتراف کیا۔ آپ کو آنے والے واقعات سے باخبر کیا۔ اور اس عزم کا اظہار کیا کہ آپ کے دعوئے نبوت کے وقت تک اگر میں زندہ رہا تو دل وجان سے آپ کی مدد کروں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ورقہ زندہ نہ رہے۔ لیکن حضرت خدیجہؓ کی مصلحت اور حکمت نے کس طرح آنحضرتؐ کے دل کو مطمئن کیا۔ یہ دیکھیے اور اس پر غور کیجیے۔

باب ۲

تقویٰ اور ہدیٰ

ارکانِ اسلام اور امورِ دین

---

(۲) قال ابن عمرؓ لا یبلغ العبد حقیقة التقوٰی حتیٰ یدع ما حاك فی الصدر۔

(۳) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انسان تقوٰی کی اصل اور حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہر اس چیز کو نہ چھوڑ دے جو دل میں

خلش اور کھٹک پیدا کرتی ہو۔

اسلام کی بنیاد

(۴) عن ابن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ، وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ قال اللہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ البقرۃ آیت ۱۷۷

(۴) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام[۲] کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس امر کی گواہی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز کا قیام (۳) زکوٰۃ[۳] کی ادائی (۴) حج[۴] (۵) رمضان کے روزے[۵] رکھنا ——— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا رُخ مغرب اور مشرق کی جانب کرو۔ بلکہ نیک وہ ہے جو اللہ پر، روز قیامت

---

[۱] الحیاک:۔ لفظی معنی ہیں۔ دل میں کسی خرخشہ کا پیدا ہونا۔ تیمی کہتے ہیں "حاک الصدر" کے معنی ہیں کسی بات کا دل میں جم جانا [۲] اسلام کے معنی ہیں اطاعت وانقیاد [۳] مستحقوں پر اپنے مال کا ایک خاص حصہ صرف کرنا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ [۴] بیت الحرام کا حج۔
[۵] حتی الامکان پابندی کے ساتھ۔

پر، فرشتوں پر، قرآن پر، اور انبیاء پر ایمان لاتا ہے اور اللہ کی محبت[6] میں اپنے حاجتمند قرابتداروں، یتیموں[7]، مسکینوں، مسافروں[8] اور گداگروں[9] کو اپنا مال دیتا ہے (نیز) غلاموں[10] کو آزاد کرانے میں مال صرف کرتا ہے۔ جو نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ[11] ادا کرتا ہے، اور وہ لوگ (نیک ہیں) جو ایفائے وعدہ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو مصیبت[12] اور تنگی (نیز) خوف[13] کے وقت صبر کرتے ہیں۔ یہی لوگ[14] سچے اور یہی لوگ متقی ہیں[15] —— (پھر قرآن میں وارد ہوا ہے) (وہ) مسلمان کامیاب ہیں، جو نماز میں خشوع اور عاجزی سے کام لیتے ہیں۔ بے[16] ہودہ افعال سے باز رہتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور سوا جائز[17] عورتوں کے دوسروں سے اپنی شرمگاہوں[18] کی حفاظت کرتے ہیں)۔

ایمان کی شاخیں

(۵) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال الايمان بضع وستون شُعبة والحياء شعبة من الايمان۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان ساٹھ[19] سے زائد شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور حیا[20] ایمان کی ایک شاخ ہے۔

---

[6] یعنی صرف رضائے خدا کیلئے [7] یعنی بے وارثے بے سہارے [8] عربی میں ابن السبیل کہتے ہیں [9] جو اپنی عسرت کے باعث دست سوال دراز کرتے ہیں [10] خرید کر رہا کرنا۔ یا معاوضۂ رہائی ادا کرنے کے لئے غلام کو کام پر لگانا [11] زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض ہیں [12] بیماری یا غربت کے عالم میں صابروشاکر رہنا [13] میدان جنگ میں اور جہاد کے موقعہ پر راضی برضا رہنا [14] یعنی حق کی پیروی کرنیوالے اور نیکی کی تلاش کرنیوالے [15] جو تمام رذائل اور ہر قسم کے کفر سے دور ہیں [16] غیر شرعی مکروہ اور حرام [17] بیویوں [18] باعصمت رہتے ہیں [19] بضع - عربی میں "بضع" کا لفظ آیا ہے جو چار سے نو تک کے عدد پر بولا جاتا ہے اس سے مراد لیتے ہیں کسی خاص عدد پر غیر معین اضافے اور زیادتی کو [20] یعنی فعل قبیح سے اجتناب و احتراز۔

باب ۳

مُسلم کامل

دوستی اور دشمنی صرف خدا کے لئے

(۶) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ قال المسلم من سلم المُسلمون من لسانہٖ و یدہٖ والمھاجر من ھجر مانھی اللہ عنہُ۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُسلمان[۱] وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ[۲] سے مسلمان[۳] ایذانہ پائیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے۔

حدیث کا مفہوم

اِس حدیث سے مُراد یہ ہے کہ زبان، غیبت، چغلخوری سازش ایک دوسرے کے خلاف بغض وحسد کی آگ بھڑکانے اور ایک دوسرے کے دل جُرے کرنے کی عادت سے محفوظ رہے۔ اور ہاتھ چوری، اذیت رسانی، ظلم وجور، تعدی، جھوٹ

---

[۱] یعنی کامل مسلمان [۲] ہاتھ سے پہلے زبان کا ذکر یُوں فرمایا۔ کہ اپنی کاٹ میں زبان ہاتھ پر ترجیح رکھتی ہے زبان سے جو ایذا اور تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے وہ ہاتھ سے ناممکن ہے خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎ جراحات السنان لھا التیام ولا یلتام ماجرح اللّسان یعنی:۔ نیزہ کا زخم مُندمل ہوسکتا ہے۔ مگر زبان کا گھاؤ نہیں اچھا ہوسکتا۔ ہاتھ کا ذکر یوں فرمایا کہ قطع وبُرید، مار پیٹ اور ہر قسم کی ایذارسانی ہاتھ ہی سے ہوتی ہے۔ [۳] "مُسلمون" سے اس جگہ مسلمان مرد، مسلمان عورت اور ذمّی سب مراد ہیں۔

کے لکھنے، سودی معاملات کے تحریر کرنے اور دوسری مفسد چیزوں کی آلودگی سے محفوظ رہے۔
سچ پوچھئے تو شر و فساد کی ساری کائنات ان ہی دونوں چیزوں
زبان اور ہاتھ کی کارفرمائی پر منحصر ہے۔ اگر انسان کی زبان قابو میں ہو اور ہاتھ بس میں ہو تو اس سے کوئی برائی سرزد نہیں ہو سکتی۔ وہ اسلام کی روح اور حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اسکے لئے دین بھی سراپا خیر و برکت ہے اور دنیا بھی، یہاں بھی وہ عافیت کی زندگی بسر کرے گا اور وہاں بھی، نہ دنیا اسکے لئے مصائب کا گہوارہ بن سکتی ہے، نہ عاقبت اسکے لئے ہلاکت اور بربادی کا مسکن ثابت ہو گی۔ یہ دو ایسی چیزیں ہیں کہ ان پر اگر ضبط و قدرت حاصل ہو جائے تو انسان کے کردار میں وہ استعداد اور صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جو ایک مسلمان کی شان ہے اور جس کا تقاضا اسلام ایک مسلمان سے کرتا ہے۔

باب ۴
اسلام کی علامت

(۷) وَعَنْه اَيْضًا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ اَىُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ ؎

(۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کھانا[1] کھلاؤ اور سلام[2] کرو، خواہ تم اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں[3]!

---

[1] یہ ترغیب ہے مہمانداری کی [2] یہ ترغیب ہے، اخلاق اور تواضع کی [3] سلام کرنے میں پیشقدمی ضروری ہے، اس میں خورد و کلاں، اور پست و بلند کا امتیاز روا ہے ؎

مفہوم و مقصد

اِس حدیث میں جُود و سخا، مکارمِ اخلاق، تواضع اور سیر چشمی، اولوالعزمی اور مہمان نوازی کی تعلیم دی گئی ہے، اخلاق کی یہ بلندی اور اجماعِ قلوب میں بہت مفید اور مُمد ہوتی ہے، اس سے بھائی چارہ بڑھتا ہے انس اور یگانگت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے لئے دِل میں جگہ پیدا ہوتی ہے۔

سلام میں سبقت

اِسی طرح سلام میں سبقت کرنے سے تکبّر اور غرور کا مادہ زائل ہوتا ہے۔ انکسار اور فروتنی کی رُوح پیدا ہوتی ہے، مُساوات اور رَواداری کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ اسی لئے اسے شعارِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔ سلام کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے، نہ سابقہ شناسائی کی، نہ دوستی اور تعلقات کی نہ امارت و دولت کی، نہ عزت اور حشمت کی۔ ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے صاف صاف فرما دیا ہے کہ سلام ہر شخص (مسلمان) کو کرو، خواہ تم اُسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو، اس سے ایک دوسرے کی سلامتی، ایک دوسرے کی مرتبہ شناسی مقصود نہیں ہے یہ طریقہ مساوات، اخوت اور مودت کا سب سے بڑا مظہر ہے، اسلام میں پیش قدمی کرتے ہی انسان کا غرور ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی انانیت مَر جاتی ہے اور اس کا پندار روپوش ہو جاتا ہے اور انسان صرف ایک سادہ اور مخلص مسلمان بن کر رہ جاتا ہے، اور اسلام کا یہی مقصد ہے۔ وہ ہرگز طبقات اور درجے قائم کرنا نہیں چاہتا۔ نہ اُس کی یہ مرضی ہے کہ مسلمان کہیں ہوں اور ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہیں۔ اگر ایسا ہو تو یہ چیز اسلام کے اصُول اور روایات کے بالکل خلاف ہوگی۔

مؤمنِ کامل کی شناخت

(۸) عن انس بن مالك رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه

وَآلِہٖ وسلّم قال لا یؤمن احدکم حتّٰی یُحِبّ لاخیہٖ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ۔

(۸) حضرت انسؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم میں کوئی مومن کامل کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی[1] کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے[2] لئے پسند کرتا ہے۔

حدیث کا مطلب

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تکمیل ایمان منحصر ہے دوسرے مسلمان کے لئے اسی خیر کی طلب و تمنا کے ساتھ جو خود اپنے لئے روا رکھی جائے یہ اخوت کا وہ رشتہ ہے جس کی مثال صرف اسلام ہی میں مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ) "مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"، صرف اس لفظ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ضرورت ہے اس کی معنویت پر غور کرنے کی، اس کی روح تک پہنچنے کی جس طرح ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ایک مسلمان جو کچھ اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند کرے۔ اسی طرح ایمان کی نشانی یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرے، اس جگہ محبت سے مراد وہ میل و رجحان ہے جو کسی کے دل میں پایا جاسکتا ہے امام نووی کہتے ہیں :۔ میل سے مطلب ہے، خیر کی باہمی طلب اور مضار کا باہمی انسداد۔

خیر کے معنی

خیر ایک جامع اور مانع لفظ ہے، یہ عام لفظ ہے اس کے اندر، طاعات اور مباحات دنیوی و اخروی سب آجاتے ہیں، اور منہیات خارج ہوجاتے ہیں، اسلئے

[1] مسلمان مرد اور عورت دونوں مراد ہیں [2] اسی طرح جو بات اپنے لئے ناپسند کرتا ہے وہ دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

کہ خیر و شر کی ضد ہے اور منہیات و منکرات کا شمار خیر میں نہیں کیا جاتا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: خیر کی باہمی طلب کا اتمام نہیں ہو سکتا جب تک بغض، عداوت، دشمنی وغیرہ خصائل مذمومہ کو یکسر ترک نہ کر دیا جائے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے خیر کا طلبگار اسی وقت ہو سکتا ہے، جب اس کا دل آئینے کی طرح صاف ہو۔ گردِ کدورت دور ہو چکی ہو، اور وہ بغض و حسد، عداوت اور دشمنی کے جذبات سے معرا ہو چکا ہو۔ اس حدیث کا مقصد مسلمان میں اسی کیفیت اور روح کا پیدا کرنا اور استوار کرنا ہے۔!

رمزِ اخوت

اگر کوئی شخص ایسا ہے، جو اپنے تئیں مسلمان تو کہتا ہے، لیکن اپنے مسلمان بھائی کے لئے جذبہ خیر اپنے دل میں نہیں رکھتا، بلکہ اس کی برائی چاہتا ہے۔ اس کی بھلائی میں دلچسپی نہیں لیتا، اس کے لئے وہ پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دل خوفِ خدا سے خالی ہے —— اس کا ایمان کمزور ہے، اور وہ اسلام کی روح اور اسلام کے پیام کو اب تک صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا ہے۔ کیونکہ اپنے تئیں مسلمان کہنا، اپنے اسلام کا اقرار کرنا، اس بات کو متلزم ہے کہ وہ اسلام کی قائم کی ہوئی مساوات اور اخوت کا رمز شناس ہے۔ اگر وہ اسلام کی روح کا رمز شناس ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ مسلمان اور مومن رہتے ہوئے اتنے صاف اور صریح حکم کی خلاف ورزی کرے اور دوسرے مسلمان کے لئے جذبۂ خیر سے دست بردار ہو کر، اپنے اسلام اور ایمان ہی کو خطرہ میں ڈال دے +

باب ۵
حُبِّ رسُول !

(۹) وَعَنۡهُ اَيۡضًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَوَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

(۹) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں کوئی مومن[۱] کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکی نگاہ میں اس کے باپ[۲] اور اسکی اولاد سے زیادہ بلکہ تمام لوگوں[۳] سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں

مفہُومِ حدیث

کامل ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچا جا سکتا جب تک رسول اللہؐ کی محبت اور منزلت، ہر رشتہ ہر تعلق اور پسندیدگی سے بالا اور برتر نہ ہو۔
اِس حدیث سے مردِ مومن کی اصل معلوم ہوتی ہے کہ وہ کہاں تک اپنے رسُولؐ سے محبت کرتا ہے؟ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قلبِ مومن میں ایمان جاگزین نہیں ہوسکتا جب تک یہ اعتقاد استوار، اور محکم نہ ہوجائے کہ رسول اللہ کی ذات جان مال، ماں، باپ، بھائی بہن، دوست، محسن، رفیق، ساتھی، سب سے ماوراء ہے۔
رسول اللہؐ نبی رحمت بن کر نمودار ہوئے پس ضروری اور لازمی ہے کہ اُن کی محبت، جمیع عالم سے زیادہ ہو۔

---

[۱] کامل مسلمان [۲] مراد والدین [۳] نگاہِ مؤمن میں، ہر محبوب اور پسندیدہ چیز سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ذات رسالت مآب ہونی چاہیئے بعدہٗ اور!

ایک سوال

سوال پیدا ہو سکتا ہے، رسول اللہؐ کی ذات اس قدر زیادہ، اور غیر معمولی محبت کی مستحق کیوں ہے؟ جواب بالکل صاف اور واضح ہے کیا وہ رسول اللہؐ کی ذاتِ گرامی نہیں تھی جس نے باطل پرستوں کو حق کی طرف بلوا دیا؟ جس نے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لا کھڑا کیا؟ جس نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے اور صاف راستے پر گامزن کر دیا؟ جس نے نافہموں کے سامنے حکمت اور معرفت کے دریا بہا دیئے تاکہ سعادت اور سیادت کے مرحلے آسان ہو جائیں۔ یہ دشوار گذار منزل آسان سے آسان تر ہو جائے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں، ایمان کی حقیقت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک مومن کے ایمان کا جزو محبتِ رسولؐ نہ بن جائے۔ جب تک ماں، باپ اور تمام رشتوں کے تعلق پر حبِ رسول کا رشتہ بھاری نہ ہو جائے۔ اگر کسی مسلمان میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو اس کا ایمان ناقص اور اس کا اسلام نامکمل ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث نفسِ امّارہ اور نفس مطمئنہ کی پردہ کشا ہے اگر انسان نفسِ امارہ کی طرف مائل ہے تو پھر وہ اپنے اہل وعیال سے زیادہ محبت رکھے گا۔ اور اگر اس کا میلان نفس مطمئنہ کی جانب ہے تو ظاہر ہے، کوئی چیز بھی رسول کے مقابلہ میں اس سے عزیز اور محبوب نہیں ہو سکتی۔

محبت کی قسمیں!

ابن بطال کا قول ہے کہ محبت کے تین اسباب اور تین قسمیں ہیں :۔

(۱) اجلال وعظمت، جیسے باپ کی محبت!

(۲) شفقت ورحمت :۔ جیسے اولاد کی محبت!

(۳) استحسان واستلذاذ :۔ جیسے تمام انسانوں کی محبت!

پس جس شخص کا ایمان کامل ہے وہ تمام دُنیا کے مقابلہ میں رسُولِ خداؐ سے محبّت کرنے پر مجبور ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ ہدایت کا راستہ دکھایا اور گمراہی کے شر سے محفوظ کر لیا۔

حضرت عمرؓ کو جواب

عبداللہ بن ہشام کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :۔

"یارسُول اللہؐ! آپ مجھے دُنیا کی ہر شئے سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ مگر ایک چیز مستثنیٰ ہے، اور وہ میری ذات ہے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

"خدا کی قسم، جب تک تیری ذات سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں، تیرا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا :۔

"اَب بیشک آپ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"اے عمر! اب تیرا ایمان کامل ہوا۔

خطابی کا قول ہے :۔ یہاں محبّت سے مراد، محبّت اختیاری ہے نہ کہ محبت طبعی، یعنی جہاں تک انسان کے عزم و ارادہ کا تعلق ہے اُس کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہستی، آنحضرتؐ کی ہونی چاہیئے۔ طبعی محبّت جس میں انسان بے بس ہوتا ہے الگ چیز ہے، وہ قابلِ مواخذہ نہیں، کیونکہ وہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے اُس میں وہ بے بس ہے، بلکہ مجبور محض!۔

باب ۶
ایمان کی حلاوت

(۱۰) عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار ؏

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ تین[۱] باتیں جس کسی میں[۲] ہوں گی وہ حلاوت ایمان کا لذت چشیدہ ہوگا۔

(۱) خدا اور رسولؐ اس کے نزدیک ان دونوں کے ماسوا[۳] سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوں۔

(۲) اس کی محبت صرف[۴] خدا کے لئے ہو!

(۳) اور کفر میں واپس[۵] جانے کو وہ ایسا بُرا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے[۶] کو!

حدیث کا مفہوم

تین خصائل ہیں جن کے اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور یہ خصائل اگر کسی شخص میں جمع ہو جائیں تو اس کا ایمان کامل سمجھا جائے گا۔

یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں حب فی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکی اور پاکیزگی کے راستے پر گامزن ہو۔ برائی اور بدی کے راستے سے دُور رہے۔

اسی مفہوم کو قرآن مجید میں بھی ذکر فرمایا گیا ہے سُورۂ نساء میں اللہ جل شانہ تعالیٰ فرماتا ہے

---

[۱] خصلتیں [۲] جس مسلمان میں [۳] تمام دُنیا اور دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ [۴] کوئی دنیاوی مقصد شامل نہ ہو [۵] مُرتد ہونے اسلام ترک کر دینے [۶] امام مالکؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی سے محبت کرنا مواجبات اسلام میں سے ہے اور یہ اولیاء اللہ کی شان ہے۔

آیت قرآنی

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔

یعنی :۔ "جو اللہ اور اُسکے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (اور) وہاں ہمیشگی کی زندگی بسر کرے گا یہی بڑی کامیابی ہے اور جو خدا اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا (اور وہاں) ہمیشگی کی زندگی گذارے گا ۔ اور اس کے لئے بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔"

باب
بیعتِ رسولؐ

(۱۱) عن عبادة بن الصامت رضی اللّٰہ عنه وکان شهد بدرا وهو احد النقباء لیلة العقبة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا باللّٰہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف فمن وفیٰ منکم فاجره علی اللّٰہ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا۔ فعوقب فی الدنیا فهو کفارة له وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثم ستره اللّٰہ فهو الی اللّٰہ اِنْ شَآءَ عفا عنه وان شآءَ عاقبه فبایعناه علیٰ ذٰلک ۔

(۱۱) عبادہ بن صامت سے (جو بدریین اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے تھے) مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک مرتبہ[1]، جب آپ کے ارد گرد صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت[2] کرو، کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ نہ ایسی تہمت[3] کسی پر لگانا جو دیدہ و دانستہ تم نے وضع کر لی ہو۔ کسی اچھی بات میں خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی نہ کرنا، پس جو کوئی تم میں سے اس عہد کو پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ[6] ہوگا اور جو کوئی ان باتوں میں سے کسی بات میں مبتلا[7] ہو جائے اور دنیا میں اسے اس کی سزا[8] مل جائے گی۔ تو یہ سزا اس کا کفارہ[9] بن جائے گی، اور جو کوئی ان بری باتوں میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ کے حوالے[10] ہے چاہے تو اسے معاف[11] کر دے اور مرضی ہو تو عذاب[12] دے، عبادہ کہتے ہیں، ہم نے اس بات پر بیعت کر لی۔

حدیث کی شرح!

سیدنا عبادہؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں تھا۔ آپ نے کئی غزوات میں شرکت کی۔ آپ کشیدہ قامت اور حسین و خوبرو شخصیت کے مالک تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کو قاضی اور معلم بنا کر شام بھیجا۔ آپ نے حمص میں اقامت اختیار کی۔ پھر فلسطین چلے آئے اور یہیں ۳۴ھ میں وفات ہوئی۔ بیت المقدس میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ انصار کے ان نقباء میں ہیں جنہوں نے حضرت رسولؐ کے لئے لیلۃ العقبہ کو منیٰ کے مقام پر بیعت کی یہ کل بارہ نفوس تھے۔

---

[1] کسی موقعہ پر [2] عہد کرو [3] جیسے زنا [4] عیب چینی کی ممانعت [5] نیک بات [6] جنت میں جائیگا [7] سوائے شرک کے کہ وہ معاف نہ ہوگا [8] یعنی حد شرعی جاری ہو جائے [9] پھر آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا [10] اجر و عتاب خدا کے ہاتھ میں ہے [11] رحمت معاف کر سکتی ہے [12] عدل کے ساتھ احتساب

دعوتِ اسلام

کرمانی کا قول ہے :۔

"رسول اللہؐ ہر موسم میں قبائلِ عرب کے سامنے پہنچتے تھے، ایک مرتبہ آپؐ عقبہ میں تھے کہ خزرج کی ایک جماعت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔

آپؐ نے فرمایا :۔

"کیا تم نہیں بیٹھو گے کہ تم سے کچھ باتیں کروں"

لوگوں نے کہا :۔ "ہاں ہم بیٹھتے ہیں"!

پھر وہ بیٹھ گئے ۔ آنحضرتؐ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی، اللہ کی طرف بلایا، اور اسلام پیش کیا، پھر کچھ آیتیں قرآن مجید کی تلاوت کیں ۔

اِن لوگوں نے یہود سے سُن رکھا تھا کہ ایک نیا نبی ظہور پذیر ہونے والا ہے بعض نے ایک دوسرے سے سرگوشی کے طور پر کہا :۔

یقیناً یہ وہی نبی ہے جس کے آنے کی بشارت ہم کو مل چکی ہے، ایسا نہ ہو یہود ہم پر سبقت لے جائیں اور اس پر ایمان لے آئیں ۔

انصار کا قبول اسلام

یہ سوچ کر یہ لوگ ایمان لے آئے ۔ جب یہ لوگ اپنے وطن پہنچے، اور اپنے لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آنحضرتؐ کا چرچا پھیلنے لگا ۔ دوسرے سال انصار کے بارہ آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اِن ہی میں عبادہ بھی تھے ۔ یہ لوگ رسول اللہؐ سے عقبہ میں ملے (عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں) اور اسلام لے آئے ۔ یہ بیعت ـــــ بیعتِ عقبہ اُولیٰ کہلاتی ہے ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے ۔ دُوسرے سال حج کے موقعہ پر ساٹھ آدمی انصار کے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حاضری کا واقعہ کعب بن مالکؓ یوں بیان کرتے ہیں، کہ جب رات ہو گئی ۔

تو ہم رات گذارنے کے لئے اپنے لوگوں کے پاس لیٹ گئے۔ جب سب لوگ گہری نیند سو گئے تو ہم اپنے فرش سے کھسکے، اور عقبہ میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ؐ اپنے چچا حضرت عباس رضؓ کے ساتھ تشریف لائے۔ آنحضرت ؐ کی رفاقت میں اس وقت حضرت عباس رضؓ کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ عباس رضؓ نے کہا:۔

عباس رضؓ کی تقریر

"اے گروہ خزرج! محمد ؐ ہمارے آدمی ہیں، جیسا کہ تم جانتے ہو، وہ اس وقت مشکل میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کی قوم انہیں پریشان کر رہی ہے، وہ تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ اگر تم اپنے عہد کو نبھا سکتے ہو تو تم جانو اور تمہارا کام، ورنہ تم ان کو یہیں رہنے دو ——!

پھر آنحضرت ؐ نے اسلام کی طرف دعوت دی، اللہ کی طرف بلایا، اور اسلام پیش فرمایا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ایمان کی دعوت کے آگے سر جھکا دیا، ہم نے عرض کیا:۔

"دستِ مبارک بڑھایئے تا کہ ہم بیعت کر لیں!"

یہی بیعت —— بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے ——!

تیسری بیعت رسول اللہ ؐ نے حدیبیہ کے مقام پر لی تھی جسے "بیت الرضوان" کہتے ہیں۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ جب آنحضرت ؐ مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضؓ کے قتل کی افواہ مشہور ہو گئی تھی:

باب ۸

تین شرطیں

اسلام کی ایک خاص علامت

(۱۲) عن عمار بن یاسرؓ قال ثلاث من جمعهن فقد جمع الایمان الانصاف من نفسك و بذل السّلام للعالم والانفاق من الاقتار۔

(۱۲) عمارؓ بن یاسرؓ[1] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص نے یہ تین باتیں جمع کرلیں اس نے گویا ایمان[2] کو جمع کرلیا۔

(۱) اپنے نفس[3] کے ساتھ انصاف۔

(۲) سب کو سلام کرنا[4]

(۳) غربت کے عالم میں خرچ کرنا[5]۔

حدیث کی شرح

اِس حدیث سے ہمیں جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، یہ ہیں :۔

(۱) عدل وانصاف کی پیروی — تاکہ ابرار واخیار کے راستہ پر رہ روی آسان ہوجائے اور فسق وفجور، معاصی ومحارم، منکرات ومنہیات سے احتراز دشوار

---

۱ مشہور صحابی جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے جنگ صفین میں وفات پائی یہ واقعہ صفر ۳۷ھ کا ہے۔

۲ کمال ایمان ۳ غیر جانبداری ایسی کہ آدمی اپنے آپ کو بھی معاف نہ کرے۔ ۴ ہر مسلمان کو سلام کرنا مستحسن اور موجب ثواب ہے۔ ۵ جو شخص غربت کے عالم میں راہِ خدا میں خرچ کرے گا وہ فارغ البالی کے زمانہ میں اور زیادہ اولعزمی اور دریادلی اور سیر چشمی کے ساتھ رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے گا۔

نہ رہے۔ جب تک انسان اپنے ساتھ عدل نہیں کرے گا دُوسرے کے ساتھ بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک اپنے آپ کا احتساب نہیں کرے گا کسی اور کا بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا ضروری ہوا کہ سب سے پہلے، آدمی اپنے آپ کو دیکھے، اپنا جائزہ لے۔ پھر دُوسری منزلیں خود بخود اس کے لئے آسان ہو جائیں گی۔

(۲) سلام میں سبقت — سلام میں سبقت کرنا جہاں ایک طرف انسان میں تواضع اور انکساری کا جذبہ پیدا کرتا ہے، وہاں دُوسری طرف باہمی موانست اور یگانگت کے دروازے کھول دیتا ہے جو لوگ آپس میں خلوص اور صفائی اور سچائی کے ساتھ ایک دُوسرے کو سلام کرتے ہیں یعنی ایک دوسرے پر سلامتی بھیجتے ہوں یا دوسرے الفاظ میں ایک دوسرے کی سلامتی کے جویا اور متمنی رہتے ہوں، ممکن نہیں کہ وہ آپس میں دُشمنی کریں یا ایک دوسرے کا بُرا چاہیں۔ ان کا جو قدم بھی اُٹھے گا۔ وہ باہمی صلاح و فلاح کی طرف اُٹھے گا۔ باہمی عداوت اور بغض کی طرف نہیں اُٹھ سکتا۔

(۳) مفلسی اور تنگدستی کے عالم میں خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ خدا کے بندوں کی مدد کرنا، اپنے جیسے انسانوں پر رحم کرنا، اخلاق و کردار کی بڑی فضیلت ہے۔ انسان کے خلوص کی اس سے بڑھ کر کوئی اور کسوٹی نہیں ہو سکتی۔ کہ جیب کی آخری پائی بھی اپنے لئے نہ رکھے، اپنے خدا کے لئے صرف کر دے۔ شیطان، انسان کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ جو انسان شیطان کے بہکاوے میں نہ آئے "دُور اندیشی" کو پسِ پشت ڈال دے اور اپنے آپ کو نظر انداز کر کے جو تھوڑا بہت پاس ہے اس میں بھی خدا کے دُوسرے بندوں کو شریک کرے وہی مومن کامل ہے، یہ ہے ایمان اور ایمان کی پرکھ۔

مجموعۂ خیر!

ابوالزناد کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ چند مروی الفاظ خیر کا مجموعہ ہیں اگر تم نے اپنے ساتھ پورا پورا انصاف کر لیا، تو تم نے اپنے اور اپنے خالق کے مابین

اپنے اور دوسرے لوگوں کے درمیان، جو اصل غایت ہے وہ پالی، اسکے معنی یہ ہوئے کہ خدا کی طرف سے عائد شدہ ہر ذمّہ داری تم نے پُوری طرح انجام دے لی۔ اب نہ بندوں کا تم پر کچھ واجب ہے۔ اور نہ خدا کا کچھ ایسا حق ہے جو تشنۂ تکمیل ہوا۔

مغز اور رُوح

اِس حدیث کا مغز اور اس کی روح یہ ہے کہ:۔

(۱) انسان کی تہذیب نفس مکمل ہو جائے۔

(۲) خدا کی اطاعت اور رسولؐ کی محبت استوار ہو جاتے،

(۳) ظلم، طغیان، تعدّی اور شرور سے نجات مِل جائے!

باب ۹
اَمرِ جاہلی

(۱۳) قال ابو ذر رضی اللہ عنہ انی ساببتُ رجلاً فعیرتہ بامّہ فقال لی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یا اباذر أعیرتہ بامّہ انک امرءٌ فیک جاھلیۃ ھٰؤلاءِ اخو تکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخُوہُ تحت یدہٖ فلیطعمہ مما یأکل ولیُلبسہ ممّا یلبس ولا تکلفوھُم مایغلبھُم فان کلفتموھم فاعینوھم ۔

(۱۳) حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک[۱] شخص کو رنجیدہ کیا کہ اُسے اس کی ماں سے عار[۲] دلائی (یہ سُنکر) رسول اللہؐ نے فرمایا: اے ابوذر، کیا تو نے اُسے اس کی ماں سے عار دلائی ہے؟ ابھی تک تم میں جاہلیت[۳] کا اثر باقی ہے۔ تمہارے غلام!

---

[۱] غلام کو [۲] یعنی ایسی بات کہی جو غیرت کو اُبھارنے والی تھی [۳] یعنی کفر و شرک کا دور ۔

تمہارے بھائی ہیں[۴]۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے قبضہ میں دیا ہے پس جس شخص کا بھائی اسکے قبضہ میں ہو ضروری ہے کہ جو خود کھائے وہی اسے بھی کھلائے جو خود پہنے وہی اسے بھی پہنائے۔ اپنے غلاموں سے اس کام کو نہ کہو جوان پر گران گذرے[۵] اور اگر ایسے کام کی انہیں زحمت دو تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ[۶]۔

شرح حدیث

اس حدیث میں غلاموں کو گالیاں دینے اور اُن سے بُرا برتاؤ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ ان کا دل رکھا جائے۔ ان سے کوئی سخت کام لیا جائے تو انہیں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ بلکہ آقا خود غلام کا ہاتھ بٹائے تاکہ اسلام کی اصل روح ـــــ مساوات ـــــ قائم رہے۔ اسلام کا اصل پیام ـــــ اخوت ـــــ مٹنے نہ پائے۔

اسلام میں فضیلت کا معیار، دولت و ثروت نہیں۔ آقائی اور خواجگی بھی نہیں۔ صرف تقویٰ ہے۔ اگر غلام متقی ہے، تو خواہ کتنا ہی حقیر اور کم مایہ کیوں نہ ہو اسلام کی نگاہ میں اور اسلام کے خدا کی نظر میں اس کا درجہ اُونچا ہے وہ برتر اور عالی ہے اور آقا اور خواجہ یا دولت و ثروت، صرف سگِ دُنیا ہے متقی نہیں، خدا سے نہیں ڈرتا، اسلام کے احکام کی پیروی نہیں کرتا۔ اسلام کی رُوح کو اپنے عمل میں جذب نہیں کرتا تو اس کی دولت رائیگاں جائے گی۔ اپنی دولت سے وہ سب کچھ خرید سکتا ہے لیکن تقویٰ نہیں خرید سکتا اور اگر تقویٰ سے محروم ہے تو کسی برتری اور فضیلت کا بھی مستحق اور سزاوار نہیں چنانچہ قرآنِ کریم میں وارد ہوا ہے:۔

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"

---

[۴] تمہارے کاموں کی سربراہی کرتے ہیں۔ انہیں ٹھیک کرتے ہیں، ہموار بناتے ہیں [۵] جو طاقت سے باہر ہو اس حکم میں غلام، خادم، سواری کے جانور سب آجاتے ہیں۔ [۶] تاکہ غلام کا دل نہ ٹوٹے۔ اور تم ظالم نہ کہلاؤ۔

یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ اور برتر وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس راہ میں حسب و نسب، خاندان اور نسل، دولت اور جاگیر بے معنی چیزیں ہیں۔ خدا کی بارگاہ میں صرف ایک ہی چیز کی قدر ہے اور وہ ہے تقویٰ، صرف تقویٰ"!

ابوذرؓ اور بلالؓ

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابوذرؓ نے بلالؓ کی اسی طرح توہین کی تھی۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلوم ہوئی، تو آپ نے فرمایا: "اے ابوذرؓ میں نہیں جانتا تھا کہ تمہارے سینہ میں ابھی جاہلیت کا کبر و غرور موجود ہے!"۔

یہ سُن کر ابوذرؓ زمین پر گر پڑے اور اپنے رُخسار مٹی سے ملنے لگے اور کہا: "خدا کی قسم! میں اپنے رخسار اس مٹی سے نہیں ہٹاؤں گا۔ جب تک بلالؓ میرے رخسار کو پاؤں تلے روند نہ ڈالیں"!

باب ۱۰

اچھا اسلام

(۱۴) عن ابی سعیدؓ الخدری رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یقول اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ یکفر اللہ عنہ کلّ سیئۃ کان زلفھا و کان بعد ذٰلک القصاص الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف والسیئۃ بمثلھا الّا ان یتجاوز اللہ عنھا۔

(۱۴) حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ میں نے سُنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب غلام[1] مسلمان ہوجاتا ہے اور اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا رہتا ہے تو اللہ اسکے تمام

---

[1] یا لونڈی؛

گناہوں کو معاف[1] کر دیتا ہے، اسکے بعد ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اور برائی کا پورا پورا بدلہ دیا[2] جاتا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ خدا کسی لغزش اور غلطی کو معاف فرمادے!

شرح حدیث

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص عبادت کا پھل کتنا شیریں اور خوشگوار ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ خدا کی اطاعت حسنات کو کھینچتی ہے اور سیئات کو دفع کرتی ہے نیکیاں آتی ہیں اور برائیاں دور ہو جاتی ہیں، اچھائی باقی رہ جاتی ہے اور کوتاہی محو کر دی جاتی ہے۔

اصلی مدعا

امام نووی رح کہتے ہیں کہ: "اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا" رہنے کا مدعا یہ ہے کہ اسلام کو اچھی طرح سمجھ کر تحقیق کے ساتھ قبول کیا جائے۔ جو ہر طرح کے شک اور شبہ سے پاک صاف ہو، جو دل میں جڑ پکڑ چکا ہو، اور پھر کسی وسوسہ اور خرخشہ کا شکار نہ ہو۔

ایسا شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد نہ اس کا کوئی گناہ (عام طور پر) معاف ہوتا ہے نہ اس کی کسی اچھائی کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ برائی کی پوری پوری سزا ملتی ہے اور اچھائی اور نیکی کا زیادہ سے زیادہ انعام اور اجر بارگاہ رب العلمین سے ادا کیا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے، کہ انعام استحقاق سے زیادہ بھی مل جاتا ہے، اور برائی کا بدلہ پورا پورا ملتا ہے، زیادتی کا سوال نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے:-

---

[1] اسلام قبول کرنے سے پہلے کے گناہ [2] لیکن بدلہ ثواب کی طرح زیادہ نہیں ہوتا۔ غلطی اور لغزش کی معافی بھی مل سکتی اور کار نیک کا اجر یقینی ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا "

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس گنا تک مل سکتا ہے، اور برائی کا بدلہ اتنا ہی ملے گا، جتنے کی وہ مستحق ہے۔

باب ۱۱

مسلمان کا برتاؤ

(۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔

(۱۵) حضرت عبداللہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مسلمان کو گالی[۱] دینا فسق[۲] ہے۔ اور مسلمان کو قتل کر دینا کفر[۳] ہے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں ایک مسلمان کی عزت، آبرو اور ایمان و اسلام کی کیا قیمت ہے، کسی مسلمان کو (بغیر کسی جائز وجہ کے) قتل کر دینا، کفر کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے، اور کسی مسلمان کو گالی دینا یا اس کی عزت آبرو پر حرف لانا انسان کو فاسق اور فاجر بنا دیتا ہے۔

کفر اور فسق

یہ بات بھی اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کفر اور

---

[۱] انسان کو کوئی ایسا عیب لگانا جو اسکی غیرت کو بھڑکا دے ۱۲ [۲] اطاعت خداوندی کے دائرہ سے باہر نکل جانا [۳] ابن بطال کہتے ہیں کہ کفر سے مراد ملتِ اسلامیہ کے حلقہ سے باہر نکل جانا نہیں ہے، بلکہ حقوق مسلمین کا کفران ہے:؛

فسق سے دُور ہے اگر وہ واقعی دُور رہنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ یہ بھی محسوس کرے اور جان لے کر دوسرے مُسلمان کے ساتھ اُسے کس طرح پیش آنا ہے اسکے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا ہے، اس کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کرنی ہے، اگر وہ یہ نہیں جانتا، یا جانتا ہے مگر عمل نہیں کرتا تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ وہ جان بوجھ کر اسلام کا راستہ ترک کر دیتا ہے، اور اس راستے پر چلتا ہے جو فسق اور کفر کا راستہ ہے، جسے اسلام سے، اسلامی تعلیمات سے، اور اسلام کی رُوح سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں

باب ١٢

ایمان، اسلام، احسان

(١٦) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه واٰله وسلّم بارزا یوما للناس فاتاه رجل فقال ما الایمان قال الایمان ان تؤمن بالله وملٰئکته وبلقائه وبرسله وتؤمن بالبعث، قال ما الاسلام، قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به وتقیم الصلٰوة وتؤدی الزکٰوة المفروضة وتصوم رمضان۔ قال ما الاحسان، قال ان تعبد الله کانك تراه فان لم تکن تراه (سبحانه وتعالٰی) فانه یراك قال متی الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وسأخبرك عن اشراطها، اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنیان وقال خمس لا یعلمهن الا الله ثم تلا النبی صلی الله علیه واٰله وسلّم ان الله عنده علم الساعة الاٰیة ثم ادبر فقال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلّم ردوا فلم یروا شیئا فقال

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ھٰذا جبریل جاء یعلم
الناس دینھم ٭

(١٦) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ لوگوں کے سامنے[1] بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپؐ کی خدمت میں ایک شخص[2] حاضر ہوا، اس نے آپؐ سے پوچھا "ایمان کیا ہے؟" آپ نے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ تم اللّٰہ پر[3] اور اس کے فرشتوں[4] پر (قیامت کے دن) اللّٰہ کے دیدار[5] پر اور اللّٰہ کے پیغمبروں[6] پر ایمان لاؤ، اور یوم قیامت کا یقین کرو[7]۔"

اس شخص نے پھر پوچھا۔ "اسلام کیا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا:۔ اسلام یہ ہے کہ تم اللّٰہ کی عبادت کرو۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز پڑھو[8]، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان[9] کے روزے رکھو۔
اس شخص نے پھر دریافت کیا۔
"احسان کیا ہے؟"
"آپؐ نے فرمایا:۔ اللّٰہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ محسوس ہو کہ تم اُسے[10] نہیں دیکھ رہے ہو تو، یہ خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے[11]!"
اس شخص نے پھر سوال کیا۔ "قیامت کب ہوگی؟"

---

[1] باہر کھلی جگہ پر [2] فرشتہ بصورتِ انسان [3] یعنی اللّٰہ کے وجود اور صفات پر ایمان [4] اجساد علویہ نورانیہ جس شکل کو چاہیں اختیار کرلیں [5] قیامت کے دن [6] اسکی تصدیق کہ وہ خدا کی طرف سے جو پیام لائے سچ ہے [7] اسکی تصدیق کہ قیامت برپا ہو گی، مردے اُٹھیں گے صراط میزان جنت اور دوزخ کے مرحلوں سے گذریں گے۔ [8] خضوع و خشوع کے ساتھ نماز مکتوب ادا کرو [9] حج کا ذکر (غالباً) راوی کے فہم سے رہ گیا ہے [10] یعنی پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ عبادت کرو [11] یعنی خدا ہر وقت نگران ہے۔

آپؐ نے فرمایا: سوال جس سے کیا جارہا ہے وہ خود بھی سائل سے یعنی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اسکی علامتیں[۱۱] بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے سردار[۱۲] کو جنے۔ اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے جرمی اُونچی عمارتیں بنانے لگیں[۱۴] ——— اور فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آنحضرتؐ نے

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ

پوری آیت تلاوت فرمائی۔

اسکے بعد وہ شخص پیچھے پھرا، تو آپؐ نے فرمایا "اس کو میرے پاس لاؤ" لوگ واپس بلانے گئے۔ مگر وہاں کسی کو نہ دیکھا[۱۷] تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ جبرئیلؑ تھے۔ لوگوں کو دین[۱۸] کی تعلیم دینے آئے تھے ——— !

حدیث کا مفہوم

اس حدیث میں وہ تمام باتیں بیان کردی گئی ہیں جنہیں خلاصۂ دین کہا جاسکتا ہے جن پر عمل کرکے انسان اپنے اسلام کو کامل کرسکتا ہے، اور کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت جبرئیلؑ کی اس ملاقات اور سوال وجواب سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں، یہ ہیں:۔

(۱) ایمان باللہ ——— یعنی اللہ پر مکمل ایمان، ڈرا جائے، تو اس سے مانگا جائے تو اس سے فریاد کی جائے تو اس سے گڑگڑایا جائے تو اسکے حضور میں دستِ سوال دراز کیا جائے تو اسی کے دربار میں، نیز یہ اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہر کمال سے متصف ہے اور ہر نقص سے بری ہے۔ نیز یہ کہ اللہ اور اسکے ملائکہ پاک ہیں، انبیاء معصوم، خاتم النبیین آنحضرت

---

[۱۱] قبل از وقوع [۱۲] کنایہ ہے فساد احوال کا [۱۴] پست کا سر بلند ہونا [۱۵] یعنی۔ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے [۱۶] یعنی سائل [۱۷] کوئی اثر نہ دیکھا پتہ نہ پایا [۱۸] دین کے ارکان و قواعد۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُن کی سُنّت پر عمل کرنا موجب کامرانی ہے، اُن کی لائی ہوئی شریعت کو ماننا اور اُس پر عمل کرنا عین ایمان ہے۔

(۲) اسلام ——— خطابی کہتے ہیں ایمان کی اصل تصدیق اسلام ہے اور اسلام کی اصل استسلام ہے!

(۳) احسان ——— یعنی اخلاصِ عمل اور اخلاصِ نیّت۔

اِن اصولوں پر عمل کرنے کے بعد ہی صحیح اسلام کے در تک رسائی ہو سکتی ہے، اور انسان صحیح معنی میں اپنے تئیں مؤمن اور مسلم کہلا سکتا ہے۔

باب ۱۳

حرام، حلال اور مشتبہات

(۱۷) عن عامر قال سمعت النعمان بن بشير رضى الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشتبهاتٌ لا يعلمها كثيرٌ من الناس فمن اتقى المشتبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك ان يواقعه الا وان لكل ملك حمىً الا وان حمى الله فى ارضه محارمه الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب۔

(۱۷) عامرؓ کہتے ہیں نعمان بن بشیرؓ کو میں نے کہتے سُنا کہ رسول اللہ فرماتے تھے کہ حلال بیّن[۱] ہے اور حرام بھی بیّن[۲] ہے، ان دونوں کے مابین مشتبہات[۳] ہیں۔ جن کو اکثر

[۱] صاف واضح غیر مشتبہ [۲] جس پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا [۳] جسکی تعین واضح نہیں شک کا پہلو نکل سکتا ہے۔

لوگ نہیں جانتے[۴] پس جو شخص ان مشتبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین[۵] اور آبرو کو بچالیا - اور جو شخص ان میں مبتلا ہو جائے - اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سلطانی چراگاہ کے قریب جانور چراتا ہو، اور قریب ہے کہ اس میں ان کو گرادے - اے لوگو ہوشیار ہو جاؤ کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ[۷] ہے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اسکے محارم ہیں[۸] خبردار ـــ بدن میں ایک ٹکڑا[۹] گوشت کا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے - اور ہاں وہ (گوشت کا ٹکڑا) قلب[۱۰] ہے!

حدیث کی شرح

اس حدیث سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد و منشا یہ ہے کہ مسلم کامل کی رہنمائی حرام و حلال کے بارے میں پورے طور پر کر دی جائے تاکہ محارم سے کامل اجتناب برتا جائے حلال چیزوں سے پورا استفادہ کیا جائے، اور شک و شبہ کی وادی کی طرف جانے سے گریز کیا جائے تاکہ دین و ایمان اور آبرو کی سلامتی میں فرق نہ آئے۔

امام نووی رح اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اشیاء کی تین قسمیں ہیں[۱۱]

---

۴ جن کی حقیقت اور ماہیت سے لوگ ناواقف ہیں ۵ اس کی عزت پر حرف نہیں آسکتا ۶ غلط فہمی یا غلط روی کے باعث ۷ سرسبز قطعہ زمین جو صرف مویشیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جس سے بغیر اجازت فائدہ اٹھانا تعزیر اور عقوبت کا موجب ہوتا ہے ۸ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں مثلاً زنا، سرقہ وغیرہ ۹ لوتھڑا ۱۰ قلب کا اس لئے ذکر کیا کہ وہ میرِ بدن ہوتا ہے - اگر امیر کا چال چلن ٹھیک ہے، تو رعیت کا بھی ٹھیک ہوگا اور اگر امیر فساد پر مائل ہے تو رعیت بھی فساد سے نہیں بچ سکتی - اعضائے انسانی میں سب سے اشرف و اعلیٰ دل ہے اور تمام جوارح اسکے خادم ہیں ۱۱ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے جس پر اسلام کا مدار ہے ؎

(۱) حلال واضح ——— جس کی حلّت کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں، جیسے روٹی، میوے، بات چیت، چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ،

(۲) حرام واضح ——— جس کی حرمت شک و شبہ سے بالا ہے جیسے شراب، قمار، خون، زنا اور جھوٹ وغیرہ۔

(۳) مشتبہات ——— جس کی حلت و حرمت واضح نہیں۔ شک کا پہلو غالب ہے۔ ایسے موقع پر ایک متورع اور متقی مسلمان کا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ اپنے اسلام اور ایمان کو بچانے کے لئے وہ حلّت کے پہلو کو نظرانداز کر دے، اور حرمت کے پہلو کو اختیار کر لے یعنی اس کا استعمال نہ کرے۔

چراگاہ کی مثال

اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے چراگاہ کی جو مثال دی ہے وہ بہت بڑی ہے۔ یعنی شاہی چراگاہ میں بغیر اجازت جانے والا سزا و عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔ جو محتاط ہوتا ہے، وہ ایسی خطرناک جگہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو قدم اندر پڑ جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں اللہ کی چراگاہ ممنوعہ محارم و معاصی ہیں جس کا ایمان کامل ہے وہ ان محارم و معاصی کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ جس کا ایمان کمزور ہے وہ جائے گا اور کیفر کردار کو پہنچے گا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصلاح نیت اور صفائی باطن کی ترغیب بھی دی ہے۔ کہ بغیر اسکے ایمان اور اسلام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

باب ۱۴

دین نصیحت ہے

(۱۴) عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلّم علیٰ اقام الصّلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنُّصح لِکُلِّ مُسلِمٍ۔

(۱۸) حضرت جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان[1] کی ہوا خواہی کرنے کے اقرار پر بیعت کی ہے۔

حدیث کا مفہوم

ہوا خواہی، یعنی نصیحت ایک فرض کفایہ ہے، جسے بقدر طاقت ادا کیا جانا چاہیئے، جب یہ یقین ہو کہ نصیحت رائیگاں نہیں جائے گی، تو اس فرض کی بجا آوری اور ضروری ہو جاتی ہے۔ کوئی چیز فروخت کی جا رہی ہے اور اس میں کوئی عیب ہے تو ضروری ہے کہ خریدنے والے کو اس عیب سے مطلع کر دیا جائے۔ امتثالِ اوامر، اور اجتناب نواہی ہر مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے، بلکہ اسی کو اصل کسوٹی ہونا چاہیئے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس جگہ نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ان کی شہرت عام کی بنا پر کر دیا گیا ہے۔ صوم وغیرہ کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ وہ سمع وطاعت کی ذیل میں آ ہی جاتا ہے!

نصیحت سے مُراد

ابن بطال کا قول ہے کہ اس حدیث میں نصیحت سے مُراد دین شرع اسلام ہے دین کی بنیاد اَمر پر بھی ہوتی ہے اور قول پر بھی، حضرت جریرؓ جب کوئی چیز خریدتے یا فروخت کرتے تھے تو سامنے والے آدمی سے صاف صاف کہہ دیتے تھے۔ جو کچھ ہم تم سے لے رہے ہیں وہ اس کے مقابلہ میں جو ہم تمہیں دے رہے ہیں، ہمارے لئے زیادہ پسندیدہ ہے اب جیسا تمہارا جی چاہے کرو، جریرؓ کی روایت ہے، کہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا وقتِ وفات قریب آیا، تو انہوں نے حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

"خدا سے ڈرو وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، وقار اور سکینہ کا دامن اس وقت تک نہ چھوڑو جب تک امیر نہ آجائے۔"

---

[1] اور ہر مسلمہ؛

اُنہوں نے وقار اور سکینت کی نصیحت اِس لئے کی تھی، کہ وہ دوڑتے تھے کہ کہیں انتخابِ امیر میں انتظار، فتنہ و اضطراب کا سبب بن جائے اور ہرج مرج پیدا ہو جائے۔

باب ۱۵

قیامت کب آئے گی؟

(۱۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی مجلس یحدّث القوم جاءہ اعرابی فقال متی السّاعۃ فمضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یحدث فقال بعض القوم سمع ما قال فکرہ ما قال وقال بعضھم لم یسمع حتّی اذا قضیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم حدیثہ قال این السّائل عن السّاعۃ قال ھا انا یا رسول اللہ، قال صلی اللہ علیہ وسلّم فاذا ضیّعت الامانۃ فانتظر السّاعۃ، قال کیف اضاعتھا قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اذا وسّد الامر الی غیر اھلہ فانتظر السّاعۃ۔

(۱۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں لوگوں سے کچھ بیان[۱] فرما رہے تھے[۲] کہ ایک اعرابی[۳] آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا، قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ نے اُسے جواب دیئے بغیر) اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا، بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا۔ کہ گو آپؐ نے اُس کی بات سُن لی۔ مگر ارشاد بدم گراں گزری[۳] اسلئے جواب نہ دیا۔ بعض نے یہ گمان کیا کہ آپ کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی ہی نہیں[۴] مگر جب آپ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو فرمایا[۵] ۔ قیامت کے بارے میں سوال

---

[۱] کچھ نصیحت کی باتیں ارشاد فرما رہے تھے [۲] دیہاتی گنوار [۳] ناگوار ہوئی [۴] آپ گفتگو میں مصروفیت کے باعث اس کی بات نہ سُن سکے [۵] اصل سوال کی طرف متوجہ ہوئے۔

کرنے والا کہاں ہے؟" سائل نے عرض کیا۔"میں یہ رہا" آپؐ نے فرمایا:۔"جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے پوچھا:۔"امانت کس طرح ضائع ہوگی" فرمایا:۔"جب (ذمہ داری کے) کام[1] نااہلوں کے سپرد کردیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔

حدیث کی شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کا فوراً جواب نہیں دیا۔ اس سے مقصد ادبِ معلم تھا یعنی اگر کوئی عالم یا استاد گفتگو یا درس میں مشغول ہو تو سوال کرنے یا بات پوچھنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔

قیامت کا جواب

ایک اور موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔"قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک خائن کو امانت نہ سونپی جائے۔ مطلب یہ کہ جب تک اچھائی پر برائی کا غلبہ نہ ہوجائے، قیامت نہیں آسکتی۔ قیامت اسی وقت آئے گی۔ جب اہلِ حق ضعیف ہوجائیں گے، اور اہلِ باطل سربلند اور سرفراز ہونگے۔

ہم اپنے آج کل کے زمانہ میں کیا دیکھ رہے ہیں؛ کیا اہلِ حق ضعیف اور مغلوب نہیں ہیں؛ کیا خائن امانت کے مرتبے پر فائز نہیں ہیں — کیا جہل کی گرم بازاری نہیں ہے؛ کیا نفاق کی کارفرمائی نہیں ہے، کیا خیانت عام نہیں ہوگئی ہے؛ کیا حیا کی جگہ بے حیائی نے نہیں لے لی ہے، کیا کذب و دروغ اور جُبن کا چلن بڑھتا اور فروغ پاتا نہیں جارہا ہے، کیا ثقہ اور پاکباز لوگ کم نہیں ہوتے جارہے ہیں؛ کیا اطمینان اور سکون روز بروز عنقا صفت نہیں ہورہے ہیں اگر یہ سب باتیں ہیں، تو پھر ان سے بڑھ کر قیامت کی علامت اور نشانی اور کسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

---

[1] مثلاً خلافت، قضا، افتا وغیرہ کے مناصب!

کتاب وسنت

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ کو سمجھنے اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں ممکن ہے اس طرح خدائے تبارک وتعالیٰ، احوال کی اصلاح کر دے کہ یہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، کہ عُسر کو یُسر سے بدل دے مصیبت کے اس دور کو ختم کر دے۔ اِنَّهٗ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ط

باب ۱۶

ہدایت بآواز بلند

(۴۰) عن عبد اللّٰه بن عمرؓ قال تخلف عنا النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی سفرة سافرناها فادرکنا صلی اللّٰه علیه وسلم وقد ارهقتنا الصلوٰة ونحن نتوضأ فجعلنا نمسح علیٰ ارجلنا فنادیٰ باعلیٰ صوته ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا۔

(۴۰) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر[1] کیا۔ آپ ہم سب سے پیچھے رہ گئے۔ پھر اس حالت میں ملے کہ ہم سے نماز میں دیر[2] ہو گئی تھی اور ہم وضو کر رہے تھے ہم اپنے پاؤں پر مسح[4] کرنے لگے، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے بآواز بلند دو یا تین مرتبہ فرمایا:۔ "دوزخ میں جانے والے پاؤں پر افسوس"[5]۔

حدیث کی شرح

صحابہ کرامؓ ایک مرتبہ سفر پر جا رہے تھے۔ کچھ دور کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے اور ساتھ ہو لیے۔ نماز کا وقت ہو رہا تھا یعنی ایک نماز کا وقت جا رہا تھا اور

---

[1] ایک مرتبہ [2] مکہ سے مدینہ تک [3] نماز عصر [4] یعنی ہم نے جلدی کی وجہ سے پاؤں ایسی رَوا روی میں دھوئے گویا مسح کر لیا [5] یعنی ان لوگوں پر افسوس ہے جو پاؤں دھونے میں بے پروائی سے کام لیتے ہیں۔

دوسری کا آرہا تھا - لہٰذا جلدی جلدی وضو کرنے لگے - اس پر آنحضرتؐ نے ٹوکا - اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں -

امور ماخوذہ

(۱) یہ کہ کسی کی غلط روی اگر مذہبی قسم کی ہو اور اس سے اُسے ضرر پہنچنے کا احتمال ہو تو با آوازِ بلند اُسے ٹوکا جا سکتا ہے، ہدایت کی جا سکتی ہے!

(۲) یہ کہ وضو میں پاؤں کا دھونا ضروری ہے -

ابن بطال کہتے ہیں، اس نماز میں صحابہ کرام سے تاخیر یوں ہوئی، کہ وہ اس اُمید میں بیٹھے رہے کہ شاید رسول اللہؐ تشریف لے آئیں تو انہیں کی امامت میں نماز ادا کی جائے، یہاں تک کہ اسی انتظار میں وقت تنگ ہو گیا اور اندیشہ ہوا، کہیں قضا نہ ہو جائے، تو جلدی جلدی وضو کرنے لگے - اور وضو کے سلسلہ میں جو احتیاط برتی جانی چاہیئے اُسے نظر انداز کر گئے، اتنے میں سرکارؐ تشریف لے آئے - آپؐ نے یہ غلطی دیکھی تو ٹوک دیا!

باب ۱۷
عِلم

(۲۱) عن انس بن مالك رضی الله عنه يقول بينما نحن جلوس مع النبی صلی الله عليه وسلم فی المسجد دخل رجل علی جمل فاناخه فی المسجد ثم عقله ثم قال لهم ايكم محمد والنبی صلی الله عليه وسلم متكئ بين ظهرانيهم فقلنا هذا الرجل الابيض المتكئ فقال له الرجل يا ابن عبد المطلب - فقال له النبی صلی الله عليه وسلم قد اجبتك - فقال الرجل للنبی صلی الله عليه وسلم انی سائلك فمشدد عليك فی المسألة فلا تجد علی

فی نفسك فقال سل عما بدالك قال بربك ورب من قبلك آ الله ارسلك الی الناس کلهم فقال اللهم نعم قال أنشدك بالله آ الله امرك ان تصلی الصلوات الخمس فی لیوم و اللیلة قال صلی الله علیه وسلم نعم قال أنشدك بالله۔ آ الله امرك ان تصوم هذا الشهر من السنة قال (علیه الصلوٰة والسلام) اللّٰهم نعم، قال أنشدك بالله آلله امرك ان تأخذ هذه الصدقة من اغنیائنا فتقسمها علی فقرائنا فقال النبی صلی الله علیه وسلم اللّٰهم نعم فقال الرجل امنت بما جئت به وانا رسول من ورائی من قومی وانا ضمام بن ثعلبة اخو بنی سعد بن بکر۔

(۲۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے، کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا۔ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد[1] میں لاکر بٹھا دیا، پھر اُسے باندھ کر صحابہؓ سے پوچھا: "تم میں محمد کون ہے؟"
آنحضرتؐ صحابہؓ کے درمیان تکیہ لگائے جلوس فرما تھے، ہم نے کہا: "یہی کھلتے ہوئے رنگ والے جو تکیہ لگائے (بیٹھے) ہیں"
اُس شخص نے آپؐ سے کہا ۔۔۔ "اے عبدالمطلب کے بیٹے!" آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں تیری بات سُن رہا ہوں" وہ بولا: "میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، اور اس پوچھنے میں کچھ سختی بھی کروں گا، آپ ناراض تو نہ ہوں گے فرمایا جو تیرا جی چاہے[2] پوچھ! کہنے لگا: "میں آپؐ کو آپؐ کے[3] اور آپ سے پہلے لوگوں[4] کے پروردگار کی قسم دیتا ہوں، کیا (واقعی) اللہ نے آپ کو تمام انسانوں پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے"؛

---

[1] صحن مسجد میں [2] یعنی کہے جا جو کچھ تجھے کہنا ہے [3] آپ کو گراں تو نہ گذرے گا [4] خفگی اور ناراضگی کا کوئی سوال نہیں۔ انبیاء سابقہ وصالحین سلف۔

فرمایا:۔ "ہاں خدا کی قسم۔" پھر اس نے کہا:۔ "میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ نے آپؐ کو شب و روز میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے"؟ فرمایا:۔ "ہاں، بخدا!" پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے مال و دولت میں سے صدقہ لیں اور ہمارے غرباء پر تقسیم کر دیں؟" فرمایا:۔ "ہاں!" اس کے بعد وہ کہنے لگا:۔ میں اس پر ایمان لایا، جو آپؐ لائے ہیں، اور میں اپنی قوم کے ان لوگوں کا جو میرے پیچھے ہیں بھیجا ہوا ہوں۔ میں ضمام بن ثعلبہ ہوں، بنی سعد بن بکر کا بھائی!

رسول اللہؐ کا خط

(۲۲) عَنْ عبد اللّٰہ بن عباس اخبرہ اَنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بعث بکتابہ رجلاً وَاَمرہٗ ان یدفعہ الٰی عظیم البحرین فدفعہ عظیم البحرین الٰی کسرٰی فلمّا قرأہٗ مزقہ فحسبت ان ابن المسیّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَیْہِمْ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلّم ان یمزقوا کُلّ ممزق!

(۲۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنا ایک خط ایک شخص کے ہاتھ بھیجا اور اسے یہ تاکید کی کہ اسے بحرین کے حاکم کو دے آئے۔ حاکم بحرین نے اسے کسرای شاہ ایران تک پہنچایا۔ کسرٰی نے اسے پڑھ کر چاک کر ڈالا، ابن مسیب نے کہا:۔ اس پر آنحضرتؐ نے ان کو بد دعا دی کہ یہ بھی

ے واقعی میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں ے واقعہ یہی ہے ے شریعت کی رہ گئے ہیں یہاں نہ آسکے۔
ے یعنی ابن بکر بن ہوازن ے عبد اللہ بن حذافتہ السہمی ے اسے عظیم کے لقب سے بھی یاد کرتے تھے۔
ے ایران کا مطلق العنان فرمانروا کسریٰ یعنی قیصر ے اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد پورا ہوا صرف کسریٰ ہی نہیں، اسکی ساری قوم، اس کی حکومت، اس کی سطوت، عزت اور عظمت سب چیزیں پارہ پارہ ہو گئیں۔ ایران اپنے وقت کی ایک بہت بڑی تہذیب کا خالق اور خاص تمدن کا نمائندہ تھا لیکن ایسا گرا کہ پھر سر نہ اٹھا سکا۔

ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

شرح حدیث

قاضی عیاض فرماتے ہیں ، اس حدیث سے متعدد باتیں معلوم ہوتی ہیں :۔

۱ :۔ اس مسلک کی صحت اور صداقت کہ مقلد عوام کا ایمان درست ہے ۔کیونکہ تقلید کے باوجود، ان کا ایمان غیر متزلزل ہوتا ہے ، اس میں شک و ریب کو ذرا بھی دخل نہیں ہوتا ـــــ علماء کے ایک بڑے گروہ کا مسلک یہی ہے !

۲ :۔ اگر کسی جماعت یا گروہ کا سردار مجلس میں تکیہ لگا کر بیٹھے تو اُسے فعل ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ یہ جائز اور مباح ہے ۔

۳ :۔ آدمی کا تعارف اس کی "صفت" سے بھی کرایا جاسکتا ہے ۔مثلاً اس کے رنگ سے، قد سے ، شکل و شمائل سے !

۴ :۔ یقین حاصل کرنے کے لئے استحلاف بھی جائز ہے !

۵ :۔ عہد جاہلیت میں بھی آنحضرتؐ کے صدقِ مقال کی اتنی شہرت تھی کہ عہدِ اسلام میں بھی بعض غیر مسلم جب آپؐ کا دعوئے نبوت سنتے تھے تو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے !

ملوک فارس

ملوک فارس (ایران) کو کسریٰ (قیصر) کہتے تھے ۔اکاسرہ میں سے جس کسریٰ نے، نامۂ مبارک کو پھاڑنے کی گستاخی اور جسارت کی تھی ۔اس کا نام ـــــ پرویز بن نوشیرواں تھا۔

"دُعا" کا صلہ جب علی سے آتا ہے ۔مثلاً "دُعا علیہ" تو یہ شر او بددُعا کے معنی دیتا ہے ، اور جب "دُعا" کا صلہ "ل" سے آتا ہے مثلاً "دُعا لہ" تو اسکے معنی دُعاءِ خیر کے آتے ہیں ۔

آنحضرتؐ کی بددعا پورے طور پر صادق آئی۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ پرویز کو اسکے بیٹے شرویہ نے ہلاک کر دیا۔ اس نے باپ کا پیٹ چاک کر دیا، اور اس کی جان لے لی۔ لیکن خود بھی اس سفاکی کے بعد چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ آنحضرتؐ کی اس بددعا کے وقت سے فارس۔ کے تختِ حکومت کا زوال وادبار شروع ہو گیا، اور حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ آغاز اپنے انجام کو پہنچ گیا، جب حضرت سعد بن وقاص فاتحانہ شان سے عراق کی طرف بڑھے۔

خاص خاص باتیں

اس حدیث سے جو خاص خاص باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ کفار کو تحریری طور پر بھی اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے۔

۲۔ بددعا کا جواز، جب کفار کی طرف سے دعوت کا جواب اہانت اور گستاخی اور سوءِ ادب کے ساتھ دیا جائے:

۳۔ معاصی سے نعمت کا زوال شروع ہو جاتا ہے اور کفران سے ادبار و ہلاکت کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

۴۔ خدائے بزرگ و برتر، اپنی نعمت کا سلسلہ اس وقت تک بند نہیں کرتا۔ جب تک کوئی قوم خود ہی اپنے تئیں نعمت الٰہی کے سلسلہ میں غیر مستحق اور نااہل نہ ثابت کر دے، جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے:۔ اگر تم (میرا) شکر کرو گے تو انعام کے مستحق کہلاؤ گے، اور اگر کفر یعنی انکار کرو گے، تو (یاد رکھو) میرا عذاب بہت شدید ہے"۔

۵۔ جو اللہ سے ڈرتا، اور صبر سے کام لیتا تو اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا:

باب ۱۸

موعظت اور علم!

(۲۳) عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة فی الایام کراھة السآمة علینا ؎

(۲۳) حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ وعظ و نصیحت[1] روزانہ نہیں فرماتے تھے کہ ہمیں گراں نہ گذرے[2] (یعنی بعض دن کرتے تھے بعض دن نہیں)

شرح حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربی تھے، مہذب تھے، یعنی تہذیب سکھاتے تھے نفس اور قلب کے طبیب تھے، آپؐ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہ ہوتی تھی، آپؐ اندھا دھند نصیحت نہیں فرماتے تھے۔ ہمیشہ اس وقت تذکیر و نصیحت کا سلسلہ شروع فرماتے تھے جب دیکھ لیتے تھے کہ صحابہ نشاطِ قلب کے ساتھ سنیں گے، اور اگر اس کا ذرا بھی اندیشہ ہوتا تھا کہ اس وقت صحابہؓ کو نصیحت اور موعظت کی بات گراں گذرے گی، تو آپؐ نصیحت کو کسی اور مناسب اور موزوں وقت کے لئے ملتوی کر دیتے تھے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اُمت کا اور اپنے پیروؤں کے جذبات اور احساسات، اور میلانات و رجحانات کا کتنا خیال رہتا تھا؛ آپؐ نہیں چاہتے تھے کہ وہ دل تنگ ہوں، اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوتا تھا، کہ صحابہؓ گوش ہوش سے آپؐ کی نصیحتیں سنتے تھے اور صدق دل سے اُن پر عمل کرتے تھے!

سُنّتِ رسولؐ

اس حدیث کے پیش نظر ہمارے ناصحوں کو اسی سنتِ رسولؐ پر عمل کرنا چاہیئے۔ کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اچھی سے اچھی بات سُننے پر طبیعت مائل نہیں ہوتی اور

---

[1] یعنی تذکیر و موعظت ؎ [2] نصیحت کی تکرار

ایسا وقت بھی آتا ہے کہ انسان کے دل کے کان کھل جاتے ہیں۔ اور وہ توجہ سے خبر اور نصیحت کی باتیں سنتا ہے، ان پر غور کرتا ہے، ان میں سے سچائی اور صداقت کو انتخاب کرلیتا ہے، اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ ان پر عمل کرتا ہے تذکیر و موعظت اور نصیحت میں ہمیشہ اس بنیادی حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

باب ۱۹

علم و حکمت

(۲۴) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفقّھوا قبل ان تُسوّدوا ؛

(۲۴) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سردار بننے سے پہلے علم سیکھ لو[1]؛

شرح و تفسیر

حقیقت یہ ہے کہ کسب علم وفن کا بہترین زمانہ وہ ہے جب کہ دل معلم نہیں متعلم ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے کو سب سے اعلیٰ نہیں، کمتر اور ہیچ میرز سمجھتا ہے۔ جب اُسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ بڑا ہے اور دُوسرے اس سے چھوٹے ہیں، وہ حاکم ہے اور دوسرے اسکے محکوم ہیں، وہ افسر بالا ہے، تفوق اور برتری کا حامل ہے اور دوسرے صرف اسلئے ہیں کہ اس کی اطاعت کریں اس کی پیروی کریں۔ بسر و چشم اس کے احکام وفرامین بجالائیں۔

یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے، کہ انسان سرداری، اور امارت حاصل کرنے کے بعد

---

[1] اس لئے کہ یہ انسان کی فطرت ہے، کہ وہ رئیس اور سردار بننے کے بعد، علم حاصل کرنا، کچھ پوچھنا، کسب فن کرنا اپنی توہین سمجھنے لگتا ہے اس کا کبر و احتشام مانع ہوتا ہے کہ وہ کسی کا شاگرد بنے، کسی سے کچھ سیکھے ؛

کچھ نہیں سیکھ سکتا، سیکھنے اور معلوم کرنے کا وقت وہی ہے جب انسان سیادت اور امارت کے منصب پر فائز نہیں ہوتا۔ پس لازم آیا، کہ سیاست اور ریاست کا منصب حاصل کرنے سے پہلے انسان جو کچھ سیکھنا ہے سیکھ لے۔

سیادت اور ریاست

ابن بطال کہتے ہیں کہ جو شخص سیادت اور ریاست کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، وہ پھر اس سے شرمانے لگتا ہے کہ شاگرد اور متعلم کی جگہ پر بیٹھے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو دوسروں یعنی اپنے ماتحتوں اور حاشیہ برداروں کی نظر میں سبک ہوتا ہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں، کہ "جس نے سیادت حاصل کرنے میں عجلت کی۔ اس نے علم کثیر کھو دیا۔" کہا گیا ہے کہ سیادت علم سے حاصل ہوتی ہے۔ علم جتنا زیادہ ہوگا سیادت اتنی ہی پختہ ہوگی۔

علم کی حقیقت

جن قوموں اور ملتوں نے علم کی اس حقیقت اور افادیت کو سمجھ لیا ہے وہ علم حاصل کرنے میں عمریں صرف کر دیتی ہیں اُن کے بڑے ہمیشہ طالبِ علم ہی رہتے ہیں، ان کی علمی اور فنی ایجادات و اختراعات سے دنیا کو غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے مجھے سینہ سے لگا لیا اور دعا کی:۔ "اے خدا اسے کتاب (قرآن) اسکھا دے۔" یہ دعائے نبوی مقبول ہوئی اور ابن عباسؓ حبر الامت، بحر العلم، رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن بن گئے۔

چند نکتے

اس حدیث میں متعدد نکتے واضح ہوتے ہیں:۔

(۱) تعلیم قرآن کی ترغیب!

(۲) کسی کے لئے خدا سے دعا کرنے کا جواز۔

(۳) ترقی اور وسعت کی طرف میلان!

(۴) ذمہ داری کا منصب حاصل کرنے سے پہلے نفس کی تربیت، خیال کی اصلاح اور علم کا حصول!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں علم کی اہمیت کتنی زیادہ ہے!

باب ۲۰

سیکھنا اور سکھانا

(۲۵) عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدیٰ والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکان منھا نقیۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بھا الناس فشربوا وسقوا وزرعوا واصاب منھا طائفۃ اخریٰ انما ھی قیعان لا تمسک ماءً ولا تنبت کلاءً فذٰلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذٰلک رأسا ولم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ۔

(۲۵) حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا[۱] اس علم اور ہدایت کی مثال، جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے بارش کی طرح ہے، جو زمین پر برستی ہے۔ پس جو زمین صاف ہوتی ہے، پانی کو جذب کر لیتی ہے۔ سبزہ اور گھاس کو اگاتی ہے اور جو زمین سخت[۲] ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ اس کا پانی پیتے ہیں، جانوروں کو پلاتے[۳] ہیں۔ زراعت[۴]

---

[۱] یہاں تک فرمایا [۲] جہاں سبزہ نہیں اگتا [۳] تاکہ وہ تروتازہ رہیں [۴] تاکہ غلہ اگے۔

کرتے ہیں۔ بارش زمین کے ایسے حصّہ پر بھی ہوتی ہے، جو چٹیل میدان[۵] ہوتا ہے۔ نہ پانی کو روک سکتا ہے۔ نہ سبزی اُگاتا ہے۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو دین الہٰی کا فقیہ[۶] (عالم) ہو جائے۔ اور جس چیز کے ساتھ مجھے خدا نے بھیجا ہے، اسے سیکھے[۷] اور سکھائے ایسی ہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اس طرف توجہ ہی[۸] نہ کی اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا، جسے لے کر میں مبعوث ہوا[۹] ہوں۔

حدیث کا مفہوم

اِس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو ہدایت قبول کرے، علم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے، اس کی مثال اس زمین کی سی ہے جو اپنی سرسبزی اور روئیدگی سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہے اور خود بھی تروتازہ رہتی ہے۔ ایسا شخص مصدرِ خیر اور منبع برکات بن جاتا ہے۔ اس کی سیرت پاک اور پاکیزہ بن جاتی ہے۔ اس کا وجود، نعمت اور رحمت بن جاتا ہے۔

دُوسرا وہ شخص ہے جو ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے وہ زمین کا ایک ایسا ٹکڑا بن جاتا ہے، جو نہ اپنے لئے مفید ہے، نہ دُوسروں کے لئے جو نہ خود فائدہ حاصل کرتا ہے نہ دوسروں کو کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

تشبیہ کا سبب

رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ اپنی ذاتِ گرامی کو بارش سے اِس لئے تشبیہ دی کہ وہ مایوسی میں امید کی کرن ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: "وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ"

امام نووی کہتے ہیں اِس تمثیل سے معلوم ہوتا ہے جس طرح زمین کی تین قسمیں ہیں اسی طرح انسان بھی تین قسموں پر منقسم ہیں۔

---

۵ جس سے کوئی فلاح کا کام نہیں لیا جا سکتا ۶ رمز شناس ۷ خلق خدا کو فائدہ پہنچائے ۸ غایت تکبر سے ۹ یعنی دین اسلام

(۱) زمین کی پہلی قسم وہ ہے جو بارش سے منتفع ہوتی ہے۔ گویا موت کے بعد زندہ ہوتی ہے۔ پہلے خشک اور بے سبزہ وگیاہ بھی اب تروتازہ ہوگئی سبزہ پھوٹ آیا، پھول کھل اٹھے، فصل پکنے لگی، اب اس سے آدمی بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جانور بھی، اسی طرح وہ انسان جو ہدایت کا رستہ پالے، علم سیکھے اور اُسے ازبر کر لے، اپنے قلب کو زندہ رکھے، جو کچھ سیکھا ہے اس پر عمل کرے۔ جو سیکھا ہے اُسے دوسروں کو بھی سکھائے۔ پس، وہ خود بھی فائدہ میں رہتا ہے اور دوسرے بھی اس سے فیض اُٹھاتے ہیں، فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(۲) زمین کی دوسری قسم وہ ہے، جو خود کو تو کوئی فائدہ بارش سے از قسم روئیدگی وغیرہ نہیں اٹھاتی۔ لیکن پانی کو روک کر دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس کے جمع کئے ہوئے پانی سے آدمی اور جانور، نفع حاصل کرتے ہیں اسی طرح وہ انسان ہے جو قلب کا مالک تو ہے لیکن ذہن ثاقب سے محروم ہے، رسوخ فی العلم کی دولت سے مالامال نہیں، احکام کا استنباط نہیں کرسکتا معنی کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔ اجتہاد فی العمل کی قوت بھی اسکے پاس نہیں لیکن جو پڑھا ہے وہ یاد ہے، جو سیکھا ہے وہ ازبر ہے، اس کے پاس اہلِ علم آتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو کچھ اس سے سیکھتے ہیں اس سے خود بھی منتفع ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتے ہیں۔

(۳) زمین کی تیسری قسم وہ ہے جو نہ پانی کو جذب کرتی ہے، نہ اُسے روکتی ہے، نہ سرسبز ہوتی ہے۔ نہ کچھ اُگاتی ہے۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو قلب اور ذہن سے محروم ہے۔ فہم اور عقل کی دولت اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اُسے علم کی سماعت کا موقع ملتا ہے، نہ اُسے یاد رکھتا ہے نہ اُسے دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی محروم رہتا ہے، اور دوسرے بھی اُس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے ؛

خُلاصۂ اقسام

اِن تین قسموں کا خُلاصہ یوں ہوا کہ:۔

(۱) پہلی قسم اس شخص کی ہے جو منتفع اور نافع ہے!

(۲) دوسری قسم میں وہ شخص داخل ہے جو غیر منتفع ہے لیکن نافع ہے۔

(۳) تیسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو نہ منتفع ہیں، نہ نافع۔

پہلی سے مُراد علماءِ اُمت ہیں، دُوسری سے مُراد اصحاب نقل ہیں۔ تیسری سے وہ مُراد ہیں، جو علم و نقل دونوں سے محروم ہیں!

یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے ہم کون سی قسم اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ ہم جو کچھ بننا چاہتے ہیں وہ بن سکتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ جو کچھ کریں اخلاصِ قلب اور صدقِ نیت کے ساتھ کریں!

باب ۲۱
عِلم و جہل

(۲۶) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم ويثبت الجهل و يشرب الخمر ويظهر الزناء وتكثر النساء ويقل الرجال حتّٰى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد

(۲۶) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ قیامت کی شرطیں[1] ہیں

(۱) علم[2] اُٹھا لیا جائے!

(۲) جہل عام ہو جائے!

---

[1] علامتیں [2] عالم دُنیا کے پردہ سے اُٹھ جائیں گے قبروں میں جا سوئیں گے یہ نہیں کہ علم سر سے محو کر دیا جائے گا۔

(۳) شراب خوب پی جائے!

(۴) زنا[۳] علانیہ ہونے لگے!

(۵) عورتیں بڑھ جائیں گی مرد[۴] کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کفیل[۵] ایک مرد ہو گا۔

حدیث کا مفہوم

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو سینوں سے چھین نہیں لے گا بلکہ علم اس طرح اٹھے گا کہ عالم باقی نہیں رہیں گے، سرداری کا بار جاہلوں کے دوشِ ناتواں پر آجائے گا، اور یہ بغیر علم کے اپنے جہل کے بل بوتے پر غلط سلط رائے دیں گے، خلاف شرع فتویٰ دے ڈالیں گے خود گمراہ ہوں گے، دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

شرع اسلامی کی تعلیم

شرع اسلامی کی تعلیم ہے :۔ سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، زہد کی زندگی بسر کرنا، قناعت اختیار کرنا، عصمت کو اپنا شعار بنانا، اور استقامت کو اپنا کردار بنالینا، حیا کو اختیار کر لینا، اگر تم دیکھتے ہو، کہ یہ خصائل ماند پڑ گئے ہیں تو سمجھ لو کہ دین میں نقص پیدا ہو گیا، ایمان کمزور پڑ گیا، اسلام ضعیف ہو گیا، اور یہی علامت قربِ قیامت کی ہے، اور ایسے وقت میں انسانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے، قحط آئے گا اور بار بار آئے گا سیلاب آئینگے اور اپنے ساتھ بے شمار تباہیاں لائیں گے، بارش کم ہو جائے گی۔ زمینیں خشک ہو جائیں گی، کھیت برباد ہو جائیں گے۔ اموات کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا، جانور بھی تیزی کے ساتھ موت کے گھاٹ اترنے لگیں گے، آتش زدگی کے واقعات بکثرت ہوں گے، غرقابی کے حوادث

---

[۳] ایک اور روایت میں "یظھر الزنا" کے بجائے "تکثر الزنا" آیا ہے یعنی زناکاری بڑھ جائے [۴] فتن کے باعث [۵] کفیل "قیم" یعنی سر دھرا۔

میں بھی اضافہ ہو جائے گا، برکت اُٹھ جائے گی۔ نحوست طاری ہو جائے گی، گناہ بڑھ جائیں گے، گناہوں پر جرأت بھی بڑھ جائے گی۔ فسق و فجور عام ہو جائے گا۔ عورتیں نمود و نمائش کے مرض میں بُری طرح مبتلا ہو جائیں اور یہ سب کچھ وقوعِ قیامت سے قبل اس لئے ہوگا کہ لوگ اپنے افعالِ بد کی سزا دُنیا ہی میں بھگت لیں (کما قَالَ النسفی)

علم اور قیامت

لہٰذا سمجھ لینا چاہیئے کہ جب تک علم قائم ہے قیامت دُور ہے، اور جب علم اُٹھ جائے اور جہل ہو جائے تو کوئی وبال ایسا نہیں ہے جس سے دوچار نہ ہونا پڑے اور کوئی مصیبت ایسی نہیں جو نازل نہ ہو، پھر ان سب کیفیات کے بعد قیامت اپنی پوری ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کے ساتھ نمودار ہوگی۔

باب ۲۲

مومن اور مرتاب

(۲۷) عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللّٰہ عنھا قالت اتیت عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا وھی تصلی فقلت ماشأن الناس فاشارت الی السماء فاذا الناس قیام فقالت سبحان اللّٰہِ قالت اٰیۃ فاشارت براسھا ای نعم فقمت حتی علانی الغشی فجعلت اصب علی راسی الماء فحمد اللّٰہ عزوجل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واثنی علیہ ثم قال مامن شیٔ لم اکن اریتہ الا رأیتہ فی مقامی حتی الجنۃ والنار فاوحی الی انکم تفتنون فی قبورکم مثل او قریبا لا ادری ای ذٰلک قالت اسماء من فتنۃ المسیح الدجال یقال ما علمک بھذا الرجل فاما المؤمن او

الموقن لا ادری ایھما قالت اسماء فیقول ھو محمد رسول اللہ
جاءنا بالبیّنات والھدی فاجبناہ واتبعناہ ھو محمد ثلاثا
فیقال نم صالحاً قد علمنا ان کنت لموقنا بہ۔ واما المنافق
او المرتاب لا ادری ایّ ذٰلک قالت اسماء فیقول لا ادری ایّ ذٰلک
قالت اسماء فیقول لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلتہ۔

(۲۷) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے، کہ میں ایک روز حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے؟[۱] انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا،[۲] اتنے میں لوگ کھڑے[۳] ہو گئے تو عائشہؓ نے کہا، سبحان اللہ! میں نے کہا یہ گرہن کیا کوئی علامت[۴] ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے کہا، ہاں؛ پھر میں بھی کھڑی ہو گئی، یہاں تک کہ مجھ پر غشی[۵] طاری ہونے لگی۔ پھر رسول اللہؐ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ جو چیز اب تک مجھے نہیں دکھائی گئی تھی، اُسے اس وقت میں نے یہیں دیکھ لیا، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔ میری طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ قبروں[۶] میں تمہاری آزمائش ہو گی، مسیح دجال کے فتنہ کی طرح، یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز، کہا جائے گا تجھے اس شخص[۷] سے کیا واقفیت ہے؟ تو مومن جواب دے گا یہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس معجزے اور ہدایت لیکر آئے تھے، ہم نے ان کی بات مان لی، ان کی پیروی کی، یہ محمد ہیں، یہ محمد ہیں[۸] ـــــ اچنانچہ اس سے کہہ دیا جائے گا، تو آرام سے سو جا، بلاشبہ ہم نے جان لیا کہ تو محمدؐ پر ایمان رکھتا ہے، لیکن منافق اور مرتاب[۹] کہے گا میں نہیں جانتا، ہاں لوگوں کو ان کی بابت جو کچھ کہتے سنا، وہی میں نے بھی کہہ دیا![۱۰]

---

[۱] یعنی اس قدر پریشان کیوں نظر آتے ہیں [۲] یعنی سورج گرہن کی طرف [۳] نماز کسوف کے لئے [۴] بری خراب [۵] جب نماز ہو چکی [۶] بھی [۷] مراد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [۸] تین مرتبہ [۹] شک کرنے والا ایمان و اسلام میں [۱۰] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر جو شک کرے وہ کافر ہے ⁂

حدیث کی شرح

سیدہ اسماء حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہمشیر کا نام ہے، یہ حضرت عائشہؓ سے دس سال عمر میں بڑی تھیں۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مومن کی آزمائش ہوگی، جو اپنی زندگی میں احکام شرعی پر عامل رہا ہوگا، اور جس نے صدق دِل سے رسولِ اکرم کی دعوت قبول کی ہوگی وہ ٹھیک ٹھیک جواب دے گا کہ وہ محمدؐ کی ہر ہر بات پر ایمان لایا، اور یہی کہے گا، کہ یہ ہیں محمدؐ! — لیکن جو بظاہر اسلام لے آیا ہو، اور جس کا دِل شک کے دریا میں غوطے لگاتا ہو، وہ اس آزمائش میں پورا نہیں اترے گا۔ اسلیے کہ یہ شخص یا تو کافر تھا یعنی اسلام کا منکر، یا مرتاب و منافق تھا یعنی بظاہر مسلمان تھا لیکن حقیقتاً اسلام سے دُور تھا اسلیے شرع اسلام کے احکام پر کبھی عمل نہیں کیا، اس نے خدا کی وحدانیت کو کبھی نہیں مانا، لہٰذا یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہے گا۔

چند باتیں

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

(۱) خدا سے ضرورت اور مصیبت کے وقت التجا، نیز طلب حاجات، اور فکِ عُسرات مصیبتیں دُور کرنے کے لیے تضرع اور بارگاہ خداوندی میں زاری!

(۲) خدا کی اطاعت عذاب سے نجات دیتی ہے۔

(۳) عذابِ قبر، منکر نکیر کے سوال و جواب خروج دجّال کا اثبات۔

(۴) سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا۔

(۵) دوران نماز عورتوں کے لئے تسبیح کی اجازت اور جواز۔

علاماتِ ایمان و نفاق

اس حدیث کی روشنی میں، مردِ مومن اور بندۂ فاسق و منافق کی علامات اچھی طرح واضح

ہو گئی ہیں - یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ جس کا ایمان کامل اور صادق ہے، وہ ہر قسم کے گزند سے محفوظ رہے گا! اور جس کے ایمان و اسلام میں ضعف ہے وہ کسی طرح بھی عقاب و عذاب سے نہیں بچ سکے گا -

---

باب ۲۳
وفد عبد القیس

(۲۸) قال مالك بن الحويرث قال لنا النبي صلى الله عليه وسلم ارجعوا الى اهليكم فعلموهم، وقد أتى وفد عبد القيس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مرحبًا بالقوم او بالوفد غير خزايا ولا ندامى قالوا انا نأتيك من شقة بعيدة بيننا وبينك هذا الحي من كفار مضر ولا نستطيع ان نأتيك الا في شهر حرام فمرنا بامر نخبر به من وراءنا فندخل به الجنة فامرهم باربع ونهاهم عن اربع امرهم بالايمان بالله عز وجل وحده، قال هل تدرون ما الايمان بالله وحده، قالوا الله ورسوله اعلم قال، شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وتعطوا الخمس من المغنم ونهاهم عن الدباء والحنتم والمزفة، قال شعبة ربما قال النقير وربما قال المقير قال احفظوه واخبروه من وراءكم -

(۲۸) حضرت مالک بن حویرث رض فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ص نے فرمایا، اپنے لوگوں میں واپس جاؤ اور انہیں سکھاؤ[۱] - قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - رسولِ خدا نے وفد کو مرحبا[۲] کہا - وفد نے عرض کیا - ہم دور دراز مقام سے حاضر خدمت

---

[۱] دین اسلام کی تعلیم دو [۲] خیر مقدم کیا؛

ہوئے ہیں، ہمارے اور آپؐ کے مابین کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے، ہم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، کہ شہر حرام کے سوا کسی اور وقت حاضر ہوسکیں۔ ہمیں کوئی ایسا حکم[۳] دیں کہ ہم ان لوگوں کو خبردار کردیں جو ہم سے پیچھے ہیں، اور جس پر عمل کرکے ہم جنت میں داخل ہوسکیں۔ آنحضرتؐ[۴] نے چار باتوں کے کرنے کا حکم دیا[۵] اور چار باتوں کے کرنے سے منع[۶] فرمایا حکم دیا کہ اللہ کے ایک ہونے پر ایمان لائیں، فرمایا، کیا تم جانتے ہو، ایک خدا پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟ وفد نے کہا؛ اللہ اور اسکے رسول کو زیادہ علم ہے، فرمایا اس بات کی شہادت، کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اسکے رسول ہیں۔ نیز نماز کا پڑھنا، زکوٰۃ کا دینا رمضان کے روزے رکھنا مغنم[۷] میں سے خمس[۸] کا ادا کرنا (یہ وہ[۹] چار چیزیں ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم دیا) پھر آپؐ نے حسب ذیل چیزوں سے منع فرمایا، ایک تو دبا[۱۰] سے دوسرے حنتم سے تیسرے مزفت[۱۱] سے، چوتھے نقیر[۱۲] سے۔ آپؐ نے فرمایا، ان باتوں کو یاد کرلو[۱۳] اور اپنے پیچھے والوں کو ان کی اطلاع دو۔

شرح حدیث

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم دین حاصل کرکے دوسرے دوستوں، عزیزوں رشتہ داروں اور واقف کاروں میں اس کی تبلیغ کرنا، اسے پہنچانا جائز اور مستحسن ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص علم دین سیکھے، لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کو سکھائے جو نہیں جانتے۔

---

[۳] بات سکھایئے [۴] امر و نہی [۵] جواب میں عرض کیا [۶] مال غنیمت [۷] پانچواں حصہ [۸] بیت المال میں [۹] شراب سازی کے برتن [۱۰] یا مقیر سے، یہ بھی شراب کا برتن ہوتا ہے [۱۱] شراب تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ ان الفاظ کے الگ الگ معنی یہ ہیں:۔ (الف) دبا، پیالہ کدو سے تیار کردہ۔ (ب) حنتم:۔ گھڑا، یا سبز روغن سے کاٹی ہوئی صراحی (ج) مزفت:۔ روغنی برتن تارکول سے رنگا ہوا (د) نقیر:۔ لکڑی کا تراشا ہوا لگن کی قسم کا برتن، یہ سب شراب سازی کے کام آتے ہیں۔

باب ۲۴

رسُول پر تہمت

(۲۹) عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقول علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہٗ من النار ؛

(۲۹) سلمہ بن الاکوع رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جو میرے بارے میں وہ[1] بات کہتا ہے جو میں نے نہیں کہی۔ اُسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے !

غلط نسبت

(۳۰) عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکذبوا علیّ فانہ من کذب علیّ فلیلج النار ؛

حضرت علی ابن ابی طالب رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر جھوٹ نہ بولو[2]، جو میرے بارے میں جھوٹ کہے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا !

حدیث کی شرح

(۳۰) نبی کریمؐ مسلمانوں کو سچ بولنے کی ہدایت کرتے تھے اور جھوٹ بولنے سے منع کرتے تھے۔ اسلئے کہ کذب صدق کی ضد ہے۔ وہ واقعہ کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ہوتا ہے، جب عام حالات میں جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے تو رسولِ خداؐ پر کذب و دروغ کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے ؟

واعظوں کی غلط روی

واعظ اکثر اپنی تقریروں میں بغیر کسی تحقیق اور کتب صحیحہ کے حوالہ کے غلط سلط

---

[1] غلط بات منسوب کرتا ہے [2] غلط بات کی نسبت نہ کرو ؛

حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں اُنہیں اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے اور دورانِ وعظ میں کوئی ایسی حدیث نہیں بیان کرنی چاہیئے جو معتبر اور مستند نہ ہو۔

امر اور زجر

مذکورہ دو حدیثوں میں سے ایک کے راوی حضرت علیؓ ہیں ـــــ خطابی کہتے ہیں، اس حدیث کا ظاہر امر ہے اور معنی زجر یعنی اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو جہنم کا ایندھن بنائے گا جو آنحضرتؐ پر جھوٹ بولنے کی جسارت کریں گے۔

حضرت علیؓ کی شخصیت کی جلالتِ شان سے ہر مسلمان واقف ہے، رسول اللہؐ نے آپؓ سے ایک موقع پر فرمایا تھا:۔ "اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ"۔ یعنی تم دُنیا اور عقبےٰ میں میرے بھائی ہو۔ آپ سیّدۃ نساء العلمین حضرت فاطمہ زہراؓ کے شوہر تھے۔ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے والد محترم تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک آپؓ بھی تھے۔ عشرہ مبشرہ سے۔ عشرہ مبشرہ سے مراد وہ دس جلیل القدر صحابہ کرام ہیں، جنہیں دُنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ آپؓ رسول اللہؐ کے ساتھ ہر جہاد میں (سوائے تبوک کے) شریک ہوئے۔ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ غزوۂ تبوک میں آنحضرتؐ نے آپ کو حرم کی حفاظت پر مامور کیا تھا۔ اسلئے آپ نہ جا سکے لیکن آپؓ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا تھا۔ آپ نے عرض کیا: "یا رسول اللہؐ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو ہارونؑ موسیٰؑ کے تھے، وہی تم میرے بن جاؤ؟"

یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی امور کی تبلیغ اور ترویج ازروئے شریعت مناسب اور مستحسن ہے۔

باب ۲۵
علم اور شرم

(۳۰) قال مجاهد بن جبیر التابعی لا یتعلم العلم مستحی ولا مستکبر وقالت عائشة نعم النساء نساء الانصار لم یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین ؛

(۳۰) حضرت مجاہد بن جبیر تابعی رحؒ فرماتے ہیں کہ شرم کرنے والا علم نہیں حاصل کرسکتا، نہ متکبر[1] علم حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ عورتوں میں انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں کہ وہ دین کے معاملہ پوچھ گچھ[2] کرتی ہوئی شرماتی نہیں ہیں!

عورت کا غسل

(۳۱) عن ام سلمة قالت جاءت ام سلیم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان اللہ لا یستحیی من الحق۔ فهل علی المراٴة من غسل اذا احتلمت، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا رأت الماء فغطت ام سلمة یعنی وجهها، وقالت یا رسول اللہ، او یحتلم المرأة؟ قال نعم: تربت یمینك فبم یشبهها ؛

(۳۱) ام سلمہ کہتی ہیں کہ ام سلیم رضؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، کہنے لگیں یا رسول اللہؐ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت اگر محتلم ہو تو اس پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا:۔ ہاں جب وہ منی دیکھے۔ ام سلمہ رضؓ نے (شرم سے) منہ چھپا لیا۔ اور کہا

---

[1] جو علم حاصل کرنا اپنی شان کے منافی سمجھتا ہو [2] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بات دریافت کرتیں بلا جھجک کرتیں ؛

یارسول اللہ کیا عورت بھی محتلم ہوتی ہے؟ فرمایا، ہاں، ورنہ[1] اولاد ماں سے مشابہت بچہ کیوں رکھتی ہے!

فوائد حدیث

اس حدیث سے متعدد فوائد مرتب ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) طلب حقائق سے حیا کو مانع نہیں ہونا چاہیئے!

(۲) عورت بھی محتلم ہو سکتی ہے!

(۳) علماء دین سے عورت مذہبی امور دریافت کر سکتی ہے اور سوال وجواب کر سکتی ہے!

(۴) خدا تعالیٰ کے اس قول کی تائید کہ "اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر جنبی ہو تو طہارت (غسل) کر لو!

(۵) امرِ شرعی کے دریافت کرنے میں شرمانا مذموم ہے، اور رُوحِ دین کے خلاف ہے!

اِن فوائد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین میں تفقہ حاصل کرنے کا جتنا حق مردوں کو ہے اتنا ہی عورتوں کو بھی ہے جس طرح مرد علماء دین سے مسائل دریافت کر سکتے ہیں، فتوٰی لے سکتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی علماء دین کے پاس جا سکتی ہیں ان سے مسائل دریافت کر سکتی ہیں، فتوے لے سکتی ہیں اور دین کے معاملات میں ہر قسم کے معلومات حاصل کر سکتی ہیں!

باب ۲۶

نماز اور طہارت

(۳۲) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله

---

[1] لڑکا ماں سے مشابہت اسی لئے رکھتا ہے کہ عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہوتی ہے جب انزال منی مجامعت کے وقت ہو سکتا ہے تو احتلام کی صورت میں کیوں نہیں ہو سکتا!

علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ من احدث حتّٰی یتوضأ قال رجل من حضرموت ما الحدث یا ابا ھریرۃ قال فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ!

(۳۲) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کہ اس شخص کی نماز نہیں قبول ہوگی، جو حدث[1] کا مرتکب ہو، جب تک وہ وضو نہ کرلے۔ حضرموت[2] کے ایک شخص نے پوچھا: "اے ابوہریرہؓ حدث کسے کہتے ہیں، حضرت نے جواب دیا، فساء[3] اور ضراط[4] کو۔

چند مسائل

فقہ حنفیہ کے مطابق ذیل میں چند ضروری اور اہم مسائل نماز سے متعلق درج کئے جاتے ہیں، یہ ایسے مسائل ہیں، جن سے ہر مسلمان کو واقف ہونا ضروری ہے، کہ بغیر ان کے علم اور واقفیت کے نماز کے فرض سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں:

اوقاتِ ممنوعہ

حسب ذیل اوقات میں فرض، واجب اور نفل نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے:۔

(۱) طلوعِ آفتاب

(۲) وقتِ استوا۔ یعنی نصف النہار سے زوال آفتاب تک!

(۳) غروبِ آفتاب (عالمگیری)

اوقاتِ ذیل میں نوافل کا پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱) نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک۔

---

[1] حدث کی دو قسمیں ہیں (۱) حدث اکبر، مثلاً جنابت وحیض وغیرہ (۲) حدث اصغر:۔ مثلاً اخراج ریاح وغیرہ، پہلی صورت میں غسل اور دوسری صورت میں وضو کی تجدید واجب ہے! [2] حضرموت یمن کا ایک شہر ہے

[3-4] ریاح خارج ہونے کی کیفیتیں:۔ حدث ایک مطلق لفظ ہے، اس میں پیشاب، ریاح، پاخانہ وغیرہ سب شامل ہیں کل ما یخرج من السبیلین:

(۲) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک

(۳) ہر فرض نماز کی اقامت کے وقت

(۴) خطبات کے وقت۔

(۵) عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن، آفتاب نکلنے کے بعد نماز عیدین تک! (در مختار)

نماز مکروہ!

مقامات ذیل میں نماز کا پڑھنا مکروہ ہے:-

(۱) کعبہ کی چھت۔

(۲) عام گذر گاہ۔

(۳) عیدگاہ میں سوا نماز عیدین کے۔

(۴) ہر جگہ، جہاں کی طہارت مشکوک اور مشتبہ ہو! (در مختار)

فجر کی سُنّت

فجر میں فرض سے پہلے کی سُنّت بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا کوشش ہونی چاہیئے کہ یہ سُنّت قضا نہ ہونے پائے۔

احناف کے نزدیک تو یہاں تک ہے کہ اگر فجر کی نماز امام نے شروع کر دی، پھر بھی آدمی پہلے سُنّت پڑھ لے، پھر جماعت میں شریک ہو "ولو ادرك التشهد" علامہ شامی نے امام طحاوی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ

عن ابن مسعودؓ انه دخل المسجد واقيمت الصلوٰة فصلّى ركعتى الفجر فى المسجد الى اسطوانة وذلك محضر ابى حذيفة وابى موسىٰؓ

یعنی۔ حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں داخل ہوئے، جماعت (فجر) کھڑی ہو گئی۔ لیکن حضرت موصوف نے ممبر کے قریب جا کر۔ جماعت سے ہٹ کر۔ پہلے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں (پھر جماعت میں شریک ہوئے) اس موقعہ پر حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری

(جیسے جلیل القدر صحابہ رضؓ) بھی موجود تھے (مگر کسی نے اعتراض نہ کیا) فجر کی سنّت اگر قضا ہو جائے تو پھر دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی ۔ (شامی)

سجدۂ سہو

واجبات نماز میں سے کوئی ایک یا چند، اگر بھول سے دوران نماز ادا ہونے سے رہ جائیں، تو پھر سجدۂ سہو واجب ہے، سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ٹھیک ہو جاتی ہے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ سجدۂ سہو کی صورت یہ ہے کہ آخری رکعت میں صرف التحیات پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر لیجئے، پھر دو سجدے کیجئے۔ پھر التحیات و درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیجئے۔

بیمار کی نماز

نماز ایک بہت بڑا فریضہ ہے، اسے حتی الامکان ہر حالت میں ادا کرنا چاہیئے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ میدان جنگ تک میں نماز معاف نہیں ہے۔ البتہ بیمار کو سہولتیں دی گئی ہیں اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ وضو نہ کر سکے تیمم کر لے، تیمم بھی نہ کر سکے تو دوسرے سے کروا لے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو کپڑے سے نجاست صاف کر لے، مگر نماز قضا نہ کرے۔ نجاست صاف کرانے کی، ماں، باپ، بھائی بہن، وغیرہ سے بھی حتی الامکان خدمت نہیں لینی چاہیئے۔ شوہر بیوی کا، اور بیوی شوہر کا بدن دیکھ سکتی ہے۔ کسی اور کو یہ جائز نہیں ـــ بالکل مجبوری کی اور بات ہے۔ یعنی جب کوئی چارۂ کار نہ ہو، اور جان کا خطرہ ہو تو ہر ایک سے احتیاط کے ساتھ خدمت لی جا سکتی ہے!

نماز قصر

سفر اور جنگ کی حالت میں نماز کو مختصر (قصر) کرنے کی اجازت ہے، اجازت نہیں حکم، اگر کوئی قصر نہ کرے تو کفرانِ نعمت کا موجب ہوگا، تارکِ امر ہوگا۔ ظہر اور عصر اور عشاء

کی نماز چار رکعتوں کے بجائے دو دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں، اگر دو کے بجائے چار پڑھ لیں تو گویا چار کے بجائے چھ پڑھ لیں، نماز غلط ہو گئی۔ پھر سے پڑھے۔ البتہ امام کی اقتدا کی صورت میں چار پڑھے۔ خود امام ہو تو دو پر نماز ختم کر دے مقتدی اپنی بقیہ دو خود پوری کرلیں گے۔ یعنی وہ مسافروں کے ساتھ سلام نہیں پھیریں گے، اپنی بقیہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیریں گے۔ فجر اور مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے ان کی علی الترتیب دو اور تین رکعتیں پڑھی جائیں گی۔ مسافرت کے عالم میں اگر عمداً چار رکعتیں پڑھیں تو گناہ کیا، اور سہواً پڑھ لیں تو زائد رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ لیکن سجدۂ سہو ضروری ہے۔

مسافر وہ ہے جو تین منزل ——— ۴۸ میل ——— کے سفر پر نکلے سفر خواہ پیدل ہو یا ریل پر، یا ہوائی جہاز پر، قصر کی رعایت آبادی سے باہر نکلتے ہی شروع ہو جائے گی بشرطیکہ سفر میں قیام کی نیت پندرہ ۱۵ روز سے کم کی ہو اگر پندرہ روز کی نیت ہو، یا اس سے زیادہ کی ہو تو سفر، سفر نہیں، اقامت بن جائے گا۔ لہٰذا سہولتیں ساقط، پندرہ روز سے کم قیام کا سفر کے دوران میں ارادہ ہو، لیکن ہر روز مدت بڑھتی رہے تو خواہ ساری عمر گذر جائے مگر سفر کی رعایت (قصر نماز) قائم رہے گی۔

مفسدات نماز

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے مختصراً یہ ہیں :۔

(۱) کلام کرنا۔

(۲) اپنے امام کے سوا کسی اور کو لقمہ دینا یعنی اسکی غلط قرآت پر اس کی اصلاح کرنا۔

(۳) قرآن شریف سے دیکھ کر نماز پڑھنا۔

(۴) ،، قرآن پڑھنا۔

(۵) حالت نماز میں کھانا، پینا، چلنا، لکھنا، رونا، ہنسنا۔

(۶) غیر نمازی کا کہنا ماننا، نماز پڑھنے والے سے کسی غیر نمازی نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ وہ پیچھے ہٹ گیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

(۷) امام نماز کی حالت میں حدث کے باعث مقتدیوں میں سے کسی کو آگے بڑھا کر اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے جو اس کی جگہ امامت کرے گا اگر یہ خلیفہ قابلِ امامت نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی یا امام خلیفہ بنائے بغیر مسجد سے چلا جائے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نماز کا توڑنا

نماز کا توڑنا، بغیر کسی معقول عذر کے سخت ممنوع ہے۔ لیکن ذیل کے عذرات کے باعث نماز کا توڑ دینا واجب ہے۔

(۱) پاخانہ، پیشاب کی شدت کی صورت میں، (۲) فریاد رسی کے لئے۔ (۳) ڈوبتے ہوئے اور جلتے ہوئے آدمی کی مدد کے لئے (۴) اندھے یا معذور کو کنوئیں میں کرتے ہوئے دیکھتے وقت

حسب ذیل صورتوں میں نماز کا توڑنا واجب نہیں مگر جائز ہے:۔

سانپ بچھو مارنے کے لئے، کسی خاص نقصان کے اندیشہ کے باعث مثلاً تھان پر بندھا ہوا گھوڑا بھاگا جا رہا ہے۔

مکروہات نماز

نماز کے خاص مکروہات یہ ہیں:۔

(۱) دورانِ نماز میں کوئی غیر ضروری کام (۲) ادھر ادھر دیکھنا (۳) ایسے کپڑوں کا استعمال جس میں جاندار کی تصویریں ہوں! (۴) مسجد میں اپنے لئے کسی خاص جگہ کا مقرر کرنا۔ (۵) خوشبو کا سونگھنا (۶) انگڑائی لینا۔ (۷) ہر عمل کثیر:۔

نماز فرض ہونے کے شرائط

نماز فرض کے شرائط یہ ہیں:۔

(۱) نمازی کا مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) وقت کا ہونا۔

عذرات شرعی

(۱) حیض (۲) نفاس (۳) بیہوشی (۴) غشی (۵) نسیان (۶) دیوانگی (۷) دورانِ نیند،

شرائط صحت

نماز صحیح ہونے کی یہ شرطیں ہیں:۔

(۱) نمازی کا پاک ہونا، یعنی با طہارت ہونا، جسم ہر قسم کی آلائش اور نجاست سے پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) جس جگہ نماز پڑھی جائے وہ پاک ہو (۴) استقبال قبلہ، اگر سمتِ قبلہ نہ معلوم تو گمان غالب، (۵) نیت (۶) سترِ عورت یعنی بحالتِ نماز وہ حصّہ جسم کپڑوں سے ڈھکا ہے جس کا ظاہر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

ارکانِ نماز

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرأت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد جس میں التحیات پڑھی جاتی ہے،

سُترہ!

نمازی کے آگے سے نہ گذرنا چاہیئے، نمازی کے سامنے سے گذرنا معصیت ہے، نماز اگر میدان یا کھلی جگہ پر پڑھی جائے تو سامنے کوئی لکڑی یا کوئی اور چیز کھڑی کر دی جائے۔ اس کی لمبائی ایک ہاتھ اور موٹائی ایک بالشت کم سے کم ہونی چاہیئے، سُترہ کے بعد اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گذرے، تو کوئی ہرج نہیں ہے، نماز میں امام کے آگے سُترہ ہو اور اسکے پیچھے خواہ کتنی ہی لمبی صفیں ہوں اور مقتدیوں کی تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ ہو یہ سُترہ سب کے لئے کافی ہوگا۔

قضا نماز

جس طرح نماز فرض ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی عذر کے باعث قضا ہو جائے تو اسکی قضا بھی فرض ہے اگر نمازی باقاعدگی کے ساتھ نماز کا پابند ہو تو قضا میں اُسے ترتیب ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ یعنی پہلے قضا پڑھے۔ پھر اس وقت کی نماز جس کا وقت ہو، اگر قضا نمازیں زیادہ ہوں تو ترتیب کی پابندی ضروری نہیں رہے گی۔ یا یہ یاد نہ رہا ہو کہ کونسی نماز قضا ہوئی تھی تب بھی ترتیب کا سوال نہیں پیدا ہوگا، یا نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، اندیشہ ہے کہ اگر قضا پہلے پڑھی گئی تو وقت نکل جائے گا۔ ایسی صورت میں ترتیب کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ پہلے اس وقت کی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

صلوٰۃ مکتوبہ کے ماسوا

فرض نمازوں کے علاوہ بھی کچھ نمازیں تھیں جنہیں رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے جن کا پڑھنا موجبِ ثواب و رحمت ہے اور جن کے پڑھنے کی آپؐ صحابہؓ کو تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ان نمازوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے:

نمازِ تہجد!

یہ نصف شب کو پڑھی جاتی ہے دو دو رکعتیں کر کے آٹھ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، قرآن مجید میں اور احادیثِ صحیحہ میں اس نماز کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوتی ہیں:

جو شخص تہجد کا عادی ہو اُسے چاہیئے کہ عشاء کی نماز کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔

نمازِ وتر

وتر، طاق کو کہتے ہیں۔ چونکہ وتر میں تین یا پانچ یا سات رکعتیں تک پڑھی جاتی ہیں اس لئے اسے وتر کہتے ہیں۔ اسے عشاء کی نماز کے بعد پڑھنا چاہیئے اور جو تہجد کا عادی ہو اُسے عشاء کے بعد سو رہنا چاہیئے اور تہجد کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ احناف کے ہاں وتر کا شمار صلوٰۃ واجبہ میں ہے وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی صورت ملائی جائے پھر دعائے قنوت پڑھی جائے جسے دعائے قنوت یاد نہ ہو، وہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" یا اگر تین مرتبہ "اللّٰھم اغفرلی" کہہ لے تو بھی کافی ہے۔

وتر کی نماز حنفی مسلک کے اعتبار سے تین رکعتوں میں پڑھنی چاہیئے امام شافعیؒ کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے!

نمازِ تراویح

یہ سنت مؤکدہ ہے رمضان شریف میں یہ نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے جس روز رمضان کا چاند دیکھا جائے، اس دن سے شروع کی جاتی ہے، نماز وتر، جو لوگ تہجد کے عادی نہ ہوں انہیں چاہیئے کہ تراویح کے بعد پڑھ لیں، ورنہ مؤخر کر دیں اور تہجد کے بعد پڑھیں:

تراویح کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں یہ بیس رکعتیں دو دو کر کے پڑھی جاتی ہیں۔

نماز اشراق

اشراق کی دو یا چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ طلوع آفتاب کے معاً بعد پڑھی جاتی ہے اسکی بھی بڑی فضیلتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار، سورہ اخلاص سات بار دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد والشمس، تیسری میں والسما والطارق چوتھی میں آیۃ الکرسی ایک بار۔ قل ہو اللہ احد تین بار:۔

چاشت کی نماز

چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں مستحب ہے، بعض لوگ زیادہ رکعت کے بھی قائل ہیں لیکن عام معمولی رکعات اربعہ ہے، آفتاب نکل آنے کے بعد سے زوالِ آفتاب سے پیشتر تک یہ پڑھی جاسکتی ہے۔

صلوٰۃ الاوّابین!

یہ بھی مستحب ہے، مغرب کے بعد اسے پڑھتے ہیں۔ کل چھ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ دو دو رکعتیں کر کے۔ اس نماز کی بھی آنحضرتؐ سے بہت سی فضیلتیں منقول ہیں۔

تحیۃ المسجد

یہ عبدیت اور نگوں ساری کی نماز ہے مسجد خدا کا گھر ہے خدا کے گھر میں داخل ہونے کے بعد تعظیم مسجد کے خیال سے دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ نماز پڑھا کرتے تھے، اولیاء صوفیا اور علماء حق کا بھی ہمیشہ یہ معمول رہا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

یہ مستحب نماز ہے، آثار و اخبار سے اس کی بڑی فضیلتیں ثابت ہوتی ہیں یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت عباسؓ کو تعلیم فرمائی تھی، اور فرمایا تھا۔

اے چچا! اسکے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ہوسکے تو ہر روز، ورنہ ہفتہ میں ایک بار ورنہ مہینہ میں ایک دفعہ، ورنہ عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھنی چاہیئے، اِس نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں جو چار ایک ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور دو دو کر کے بھی: — سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ کر — سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ پھر حسبِ معمول اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنی چاہیئے۔ اور سورہ فاتحہ معہ کسی سورت کے بعد ازاں مذکورہ تسبیح دس بار۔ پھر رکوع سے اُٹھ کر سجدہ میں جانے سے پیشتر دس بار اسی تسبیح کا اعادہ کیا جائے۔ پھر سجدہ میں حسبِ معمول سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان دس دس بار اُسے پڑھے، اسی ترکیب سے دُوسری تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے پس صلوٰۃ تسبیح ہو گئی۔

نماز استخارہ

نماز استخارہ کی دُعا اس کتاب میں کسی دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے، اس کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

صلوٰۃ حاجت

یہ بہت اہم نماز ہے اگر کسی شخص کو کوئی کام اہم درپیش ہو۔ اور وہ اُسے پُورا کرنا چاہتا ہو، خواہ حاجت وہ الٰہی خدا سے مقصود ہو، یا کسی بندے سے تو چاہیئے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر درود شریف پڑھے اور حمد و ثنا کے بعد یہ دُعا پڑھے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا

دیناً الا قضیتہ ولا حاجۃً لک فیہا رضی الا قضیتہا

یا ارحم الرّاحمین!

یعنی:۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، جو علیم و بردبار ہے۔ کرم کرنے والا ہے۔ پاک ہے۔ وہ خدا جو عرشِ عظیم کا مالک ہے، ہر تعریف خدا کے لئے ہے، جو دنیا کا پالنہار ہے۔ میں تجھ سے (اے خدا) ان چیزوں کی دریوزہ گری کرتا ہوں، جو تیری رحمت کی موجب ہیں اور تیری مغفرت کے جذبہ کو ابھارتی ہیں۔ ہر نیکی کا حصل، اور گناہ سے سلامتی کا جویا ہوں۔ اے میرے معبود کوئی میرا گناہ نہ چھوڑ، جسے تو بخش نہ دے، نہ کوئی غم جسے دور نہ کر دے۔ نہ کوئی قرض جسے تو ادا نہ کر دے اور نہ کوئی حاجت جس میں تیری خوشی شامل ہو پوری کر دے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد خضوع و خشوع کے ساتھ خدا کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے۔ اس دعا کے تیر بہدف ہونے اور اس نماز کے کارگر ہونے کی بہت سے بزرگوں اور ولیوں نے تصدیق کی ہے۔

جمع بین الصلاتین

سفر کی حالت میں جمع بین الصلاتین، یعنی دو وقت کی نماز ایک وقت پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔

شوافع اور دوسرے ائمہ کے ہاں، ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کی، اور مغرب کی نماز کے ساتھ عشاء کی قصر کرتے ہوئے پڑھی جا سکتی ہے لیکن حنفیہ نے یہ نقطہ پیدا کیا ہے کہ نمازیں جمع اس طرح کی جائیں کہ جب ایک نماز کا وقت جا رہا ہو تو وہ پڑھ لی جائے اور جب دوسری کا شروع ہو رہا ہو، فوراً وہ پڑھ لی جائے۔ لیکن اس طریقہ پر عمل میں سہولت کے بجائے دشواری زیادہ ہے، اور جمع کی جو مصلحت ہے، وہ مکمل طور پر پوری نہیں ہوتی۔ جو لوگ مسلک حنفیہ کے پیرو ہیں وہ اسی آخری مسلک پر عمل کرتے ہیں اور جو دوسرے ائمہ کے مسلک کو بھی حجت مانتے وہ جمع بین الصلاتین صوری کرتے ہیں۔ یعنی

ظہر کے ساتھ عصر کی اور مغرب کے ساتھ عشا کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔

بعض اکابر کے نزدیک جمع بین الصلاتین بغیر سفر کے بھی جائز ہے لیکن معمول بہ اور مفتی بہ مسلک یہی ہے کہ صرف سفر کی حالت میں یہ سہولت خدا نے مرحمت فرمائی ہے۔

باب ۲۷

وضو کی فضیلت

(۳۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال انی سمعت النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان امتی یدعون یوم القیٰمۃ غرّا محجّلین من اٰثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرّتہ فلیفعل

(۳۳) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت کے لوگ قیامت کے دن[۲] پُر نور[۱] کہہ کر پکارے جائیں گے۔ پس تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا نور زیادہ ہو[۳] اُسے چاہیئے کہ وضو کرے[۳]!

وضو کی اہمیت

شرع اسلامی میں وضو کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ وضو کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ خواہ آدمی طاہر اور پاک ہی کیوں نہ ہو۔ اب ہم ذیل میں وضو سے متعلق چند نہایت اہم اور ضروری مسائل درج کرتے ہیں:-

فرائض وضو

وضو کے فرائض حسب ذیل ہیں!

(۱) منہ دھونا،

(۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔

۱؎ غرّا محجلین ۲؎ قیامت کے دن ۳؎ صحیح طور پر +

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔
(۴) دونوں پاؤں ٹخنے سمیت دھونا۔ (تنویر العباد)

سُنن وضو

سُنن وضو حسب ذیل ہیں :-

(۱) نیت کرنا۔
(۲) حمد اور بسملہ (بسم اللہ کہنا) سے آغاز کرنا۔
(۳) ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنا، پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔
(۴) مسواک۔
(۵) کلی۔
(۶) ناک میں پانی ڈالنا۔
(۷) ہر عضو کو تین دفعہ دھونا۔
(۸) ڈاڑھی کے اندر خلال کرنا۔

مستحبات وضو

وضو کے مستحبات یہ ہیں :-

(۱) قبلہ رُخ ہونا۔
(۲) اُونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔
(۳) درود شریف پڑھنا۔

نواقضِ وضو

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ ہیں :-

(۱) پیشاب، پاخانہ یا اخراج ریاح۔
(۲) خون یا پیپ کا جسم کے کسی حصّہ سے نکل کر بہنا۔

(۳) ٹیک لگا کر سونا۔

(۴) منہ بھر کے قے کرنا۔

(۵) بے ہوشی۔

(۶) مباشرت۔

مکروہات وضو

وضو کے مکروہات یہ ہیں :۔

(۱) پانی کا ضرورت سے زیادہ یا ضرورت سے کم استعمال کرنا۔

(۲) بلا ضرورت زیادہ باتیں کرنا۔

(۳) کلی بائیں ہاتھ سے کرنا۔

(۴) کسی برتن کو وضو کے لئے خاص کرلینا۔ (درمختار)

باب ۲۸

تیمم اور مسح

اگر آدمی کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی نہ ہو، اور نہ آس پاس کہیں دستیاب ہو سکتا ہو۔ نہ کسی آدمی سے کہیں قریب پانی کا سراغ لگ سکتا ہو تو تیمم جائز ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ایک میل کے اندر اندر پانی موجود ہے تو اس کا تلاش کرنا واجب ہے۔ شرع کا میل موجودہ میل سے کچھ زیادہ ہوتا ہے یا پاؤ میل کا نصف اور ایک میل، یہ ہوا شرعی میل۔

مسائل متفرقہ

(۱) اگر کنواں پاس موجود ہے لیکن پانی نکالنا ممکن نہیں، تو بھی وضو کے بجائے تیمم کر لیا جائے۔

(۲) اگر بیمار ہے اور پانی نقصان رساں ہے یا پانی گرم ہے، اور گرم پانی علاج کے باعث استعمال کرنا ممنوع ہے۔ یا پانی ٹھنڈا ہے اور ٹھنڈا پانی بیماری کے سبب استعمال نہیں کیا جا سکتا، تو بھی تیمم جائز ہے۔

(۳) تیمم جس طرح وضو کا قائم مقام ہے۔ ضرورتاً غسل کا بھی قائم مقام ہے۔ جتنی پاکیزگی شرعاً غسل اور وضو سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمم سے بھی ہو جاتی ہے۔ تیمم کی کوئی مدت معین نہیں، حسب ضرورت عمر بھر کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اگر پانی قیمتاً بکتا ہو اور اتنی قیمت پر خریداری کی استطاعت نہ ہو تو بھی تیمم جائز ہے۔

(۵) نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ پانی تو یہیں قریب ہی موجود تھا، تو تیمم اور نماز دونوں درست ہیں، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۶) ہر نماز کے وقت یا غسل کی ہر ضرورت کے وقت تیمم کی تجدید ضروری ہے، وضو ایک دفعہ کا کئی وقت چل سکتا ہے، اگر قائم نہ رہے اور نہ ٹوٹے، لیکن تیمم نہ ٹوٹے تو بھی ہر نماز کے لئے از سر نو کرنا چاہیئے۔

(۷) سفر کے دوران میں کسی اور وقت آدمی کے پاس پانی ہے۔ لیکن اتنا کم، کہ اگر صرف ہو گیا تو پیاس کے وقت سخت تکلیف ہو گی، اور دستیاب نہ ہو سکے گا تو بھی تیمم درست ہے۔

(۸) غسل اور وضو کے لئے ایک ہی تیمم بیک وقت کافی ہے۔

نیت اور طریقہ

تیمم کرتے وقت نیت کرنا ضروری ہے۔

طریقہ تیمم یہ ہے۔

دونوں ہاتھ پاک مٹی پر ماریئے۔ پھر انہیں جھاڑ کر منہ پر ملئے۔ دوسری مرتبہ دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ملئے۔ بس تیمم ہو گیا۔

انگوٹھی وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز ہو تو اُسے اُتار لیجئے تاکہ کوئی حصّہ باقی نہ رہ جائے۔ تیمم مٹی پر ہی ہونا چاہیئے۔ کسی اور چیز پر نہیں۔ راکھ پر بھی تیمم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ریت، چونے، پتھر وغیرہ پر بھی نہیں۔

مسح

چمڑے کے موزے پر مسح جائز ہے! بایں صورت کہ:۔

(۱) وضو کر کے چمڑے کا موزہ پہن لیا۔ پھر وضو کی ضرورت ہوئی تو اب موزے پر مسح کر سکتے ہیں۔

(۲) سفر کی حالت میں تین دن، اور تین رات تک مسلسل چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔

(۳) قیام کی حالت میں ایک شب و روز۔

اس مدت کے بعد پھر وضو کرے، اور اسکے بعد پھر اجازت مسح کی جاری ہو جائیگی!

(۴) غسل کی اگر ضرورت ہو تو موزہ اُتارنا پڑیگا۔ غسل میں موزے پر مسح نہیں کیا جاسکتا

(۵) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان چیزوں سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ موزے اگر اُتار دیئے جائیں، تو فوراً مسح باطل ہو جائے گا، اب پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں لیکن صرف پاؤں دھو ڈالے جائیں تو وضو قائم رہے گا۔

(۶) کسی وجہ سے موزے کے اندر اگر پانی چلا جائے تو مسح جاتا رہے گا۔ خواہ ایک میں، یا دونوں میں، اب دونوں پیروں کا دھو لینا ضروری ہے۔

(۷) اگر موزہ پھٹ جائے کہ پاؤں کی تین انگلیوں کے برابر کھل جائے، تو اس پر مسح جائز نہیں

(۸) اگر سیون کھل جائے اور پاؤں نہ دکھائی دیتا ہو تو مسح جائز ہے۔

(۹) جراب یعنی سوتی موزے پر مسح کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر وہ اتنے سخت ہوں کہ کسی چیز سے باندھے بغیر تین چار میل کی مسافت طے کی جاسکتی ہو، تو ان پر مسح کرنا درست اور جائز ہے۔

باب ۲۹
شک اور یقین

(۳۴) عَنْ عبادِ بن تمیم عن عمہ عبداللہ بن زید أنہ شکیٰ إلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی یخیل الیہ أنہ یجد الشیٔ فی الصلاۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفتل او لا ینصرف حتی یسمع صوتًا او یجد ریحًا!

(۳۴) عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی کیفیت عرض کی جسے یہ گمان ہوجاتا تھا کہ دورانِ نماز میں کسی چیز[1] کو وہ محسوس کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے نماز توڑنے کی ضرورت نہیں جب تک وہ آواز[2] نہ سُن لے یا بُو نہ سونگھ لے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہم وگمان اور ظن وتخمین کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں، اعتبار جو کچھ ہے وہ حقیقت اور واقعہ کا ہے۔

اگر ایک شخص کو یہ وہم ہونے لگتا ہے، کہ دورانِ نماز میں اس کی ریاح خارج ہوگئی، یا پیشاب کا قطرہ نکل گیا، یا کوئی اور ناقض وضو یعنی وضو کو توڑ دینے والی حرکت سرزد ہوگئی، تو اس وہم کی شریعت کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں جب تک وہ شخص اپنے وہم کو حقیقت نہ محسوس کرلے، مثلاً اگر وہ اخراج ریاح کی آواز سنتا ہے اس کی بُو محسوس کرتا ہے یا پیشاب کے قطرہ کی نمی دیکھتا ہے۔ تو بیشک اُسے ازسرِنو طہارت کرنی پڑے گی۔ لیکن اگر وہ نمی نہیں دیکھتا، آواز نہیں سنتا بُو نہیں محسوس کرتا تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی، نہ اُسے وضو کرنے کی ضرورت نہ نماز کے توڑنے اور دوہرانے کی۔

---

[1] ریاح [2] ریاح کی۔

باب ۳۰
نجاست اور طہارت

(۳۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعًا

(۳۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔ اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کتّا پانی پی لے[۱] تو چاہیئے کہ اُسے سات[۲] مرتبہ دھولے۔

مفہوم و مطلب

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نجس جانور، مثلاً کتّا اگر پانی پی کر کسی مُسلمان کے برتن کو ناپاک کردے تو اس کو کس طرح پاک اور طاہر کیا جاسکتا ہے۔

باب ۳۱
استجمار

(۳۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا توضأ احدکم فلیجعل فی انفہ ماءً ثم لینثر ومن استجمر فلیوتر واذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل ان یدخلھا فی وضوئہ فان احدکم لایدری این باتت یدہ

(۳۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی[۱] وضو کرے تو اُسے چاہیئے[۲] کہ اپنی ناک میں پانی ڈالے اور اُسے صاف کرے اور جو پتھر سے استنجا کرے تو چاہیئے کہ طاق[۳] پتھر سے کرے اور جب تم میں سے کوئی سو کر اُٹھے

---

[۱] منہ ڈال کر [۲] تاکہ نجاست دُور ہوجائے [۱] مسلمان صاحب ایمان [۲] ضروری ہے [۳] یعنی ۳ یا ۵ یا ۷، پتھروں سے کرلے۔

تو چاہیئے کہ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات اسکے ہاتھ[1] نے کہاں گذاری۔

نماز میں اونگھنا

(۳۷) عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتّٰی یذھب عنه النوم فانّ احدکم اذا صلّٰی وھو ناعس لایدری لعله یستغفر فیسبّ نفسهٗ۔

(۳۷) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ نماز کی حالت[2] میں اگر کوئی شخص اونگھ جائے تو اُسے چاہیئے کہ لیٹ[3] رہے، یہاں[4] تک کہ نیند دور ہو جائے۔ کیونکہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے اور اونگھ جاتا ہے تو ممکن[5] ہے وہ مغفرت طلب کرنا چاہتا ہو مگر اپنے آپ کو گالی دیتا ہو۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز میں حضور قلب نہ حاصل ہو یعنی آدمی پورے طور سے اس طرف متوجہ نہ ہو تو وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی توجہ ہٹا لے۔ پھر جب وہ کیفیت دور ہو جائے اور یکسوئی طبع حاصل ہو جائے تب نماز پڑھ لے، کیونکہ غفلت کے عالم میں نماز پڑھنا نماز سے مذاق کرنا ہے۔

باب ۳۲

پاکی سے بے پروائی

(۳۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انه قال مرّ النبی

---

[1] جگہ بے جگہ ہاتھ کہاں پڑا۔ [2] دورانِ نماز میں [3] آرام کرلے [4] تاکہ [5] عالم مدہوشی میں

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلّم یعذبان وما یعذبان فی کبیر۔ ثم قال بلیٰ کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان الاٰخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین فوضع علیٰ کل قبر منھما کسرۃ فقیل لہ یا رسول اللّٰہ لم فعلت ھٰذا قال صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لعلّہ ان یخفف عنھما مالم تیبسا۔

(۳۸) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ ایک احاطہ کھینچے ہوئے باغ کی طرف سے گذرے[1] (مدینہ میں یا مکہ میں) آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سُنیں جن کو قبر میں عذاب دیا جارہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا، ان پر عذاب کیا جارہا ہے مگر کسی بڑی[2] بات پر نہیں۔ پھر فرمایا ہاں[3] بڑی بات بھی ہے) ان دونوں میں ایک شخص تو اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا عادی تھا پھر آپؐ نے کھجور کی ایک تر و تازہ شاخ منگوائی، اور اسکے دو ٹکڑے کئے، اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہؐ یہ آپؐ نے کیوں کیا؟ فرمایا! شاید اس کے خشک[4] ہونے تک عذاب میں تخفیف ہوجائے۔

چوہے کا گھی میں گرنا

(۳۹) عن میمونۃ امّ المؤمنین رضی اللّٰہ عنھا اَنّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سئل عن فارۃ سقطت فی سمن فقال القوھا

---

[1] یہ واقعہ مکہ شریف کا ہے یا مدینہ کا، راوی کو یہ یاد نہیں! [2] گناہ کبیرہ عام لوگوں کے نزدیک نہ تھا، [3] ایک اعتبار سے یہ گناہ کبیرہ بھی ہے یعنی خدا کی نظر میں، یہ گناہ کبیرہ ہے اگرچہ عام لوگ اسے کبیرہ نہ سمجھیں۔ [4] دست نبویؐ کی برکت کے باعث! ۱۲

وَمَا حولها فاطرحوه وكلوا سمنكم!

(۳۹) ام المومنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ سے چوہیا کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر گئی تھی، آپؐ نے فرمایا:۔ "اس کو نکال ڈالو، اور اسکے قریب جتنا گھی ہو اُسے پھینکؒ دو اور پھر اپنا گھی کھاؤ۔

حدیث کی شرح

شرفادی کہتے ہیں کہ عذاب دیئے جانے والے لوگوں کا نام آپ نے اس لئے نہیں لیا کہ آپ اُن کی رسوائی نگاہ عام میں نہیں چاہتے تھے، آپؐ کی یہ عادت مبارک تھی کہ لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے تھے، اپنی اُمت پر آپؐ کی شفقت بہت زیادہ تھی۔

یہ گناہ (پیشاب کی نجاست کو نظر انداز کرنا اور چغلی کھانا) اگرچہ عرف عام میں کوئی بہت بڑا گناہ نہیں تھا۔ لیکن خدا کی نگاہ میں اسکی اہمیت بہت زیادہ تھی۔

اُمور واضحہ

اس حدیث سے متعدد پہلو واضح ہوتے ہیں:۔

(۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ استنجا واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ترک پر عذاب قبر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(۲) عذابِ قبر کا اثبات۔

(۳) نجس کپڑے استعمال نہ کرنے کی ترغیب۔

(۴) ازالۂ نجاست کا جواز۔

دین کی اصل نظافت اور پاکیزگی ہے، اللہ تعالیٰ خود پاک ہے، وہ پاکی کو پسند کرتا ہے۔ آنحضرتؐ پاکی اور طہارت کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

ؒ بشرطیکہ جما ہوا ہو، — اس پر تیل وغیرہ کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

اسی طرح گھی میں چوہیا گرنے کا مسئلہ بھی ہے - امام زہری رح کہتے ہیں - اگر پانی میں گر پڑے، لیکن اُس کے ذائقہ رنگ اور بُو میں فرق نہ آیا ہو تو اسکا استعمال جائز ہے -

---

باب ۳۳

پانی کی طہارت اور نجاست

پانی کی طہارت اور نجاست ایک اہم مسئلہ ہے اسے ہم ذرا وضاحت کے ساتھ درج کرتے ہیں تاکہ صورتِ مسئلہ صاف ہو جائے -

پانی کی قسمیں

پانی کی دو قسمیں ہیں :-

(۱) ماء جاری -

(۲) ماء راکد -

ماء جاری وہ ہے جو رواں ہو، مثلاً دریا وغیرہ اور ماء راکد وہ ہے، جو رکا ہوا ہو، مثلاً حوض وغیرہ -

جاری پانی کی نجاست

آب جاری کے ناپاک ہو جانے کی صورت یہ ہے :-

(۱) اس کا رنگ بدل جائے ،

(۲) یا، بُو میں تبدیلی آجائے -

(۳) یا، ذائقہ تبدیل ہو جائے -

یہ پانی اسی وقت پاک اور طاہر ہو سکتا ہے جب اس میں دوسرا پاک پانی اتنی زیادہ مقدار میں شامل ہو جائے کہ وہ مذکورہ شرائط سہ گانہ کو کالعدم کر دے یعنی نہ رنگ بدلا ہوا رہے، نہ بُو اور نہ ذائقہ، اب یہ پانی پھر آب جاری بن جائے گا اور اس کا عام استعمال جائز ہو گا -

رُکا ہوا پانی

ماء راکد یعنی رُکے ہوئے پانی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قلیل۔

(۲) کثیر۔

دونوں کی الگ الگ تشریح یہ ہے :۔ کہ

کثیر سے مُراد وہ پانی ہے جس کی ایک طرف کی نجاست دُوسری طرف نہ پہنچے، ایسا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے اور قلیل وہ ہے جو کثیر سے کم ہو۔ یہ پانی معمولی نجاست سے بھی ناپاک ہو جائے گا معمولی نجاست وہ ہے جس کے گرنے سے پانی متحرک ہو جائے، کنوئیں کے بھی وہی احکام ہیں جو حوض کے ہیں۔ یعنی کنواں اگر اتنا بڑا ہے کہ اس کا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے تو اسکے احکام بھی وہی ہیں جو ذکر ہو چکے ہیں اور اگر کم ہوگا تو اسکے احکام بھی بدل جائیں گے۔

کنوئیں کے احکام

(۱) انسان یا چوپایہ کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

(۲) مذکورہ چیزیں اگر مر کر گری ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔

(۳) پیشاب، پاخانہ، سور کے بال کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) جوتے میں اگر گندگی لگی ہے تو سارا پانی نکالا جائے گا، ورنہ نہیں،

جانوروں کی دو قسمیں ہیں :۔

(۱) دَموی۔

(۲) غیر دَموی۔

دموی وہ ہیں جن کے بدن کے اندر خون جاری رہتا ہے، مثلاً بلی، یا پرندے اور غیر دموی وہ ہیں جن میں خون جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً بھڑ وغیرہ!

غیر دموی جانوروں کے گرنے سے کوئی ناپاکی نہیں ہوتی، دموی جانوروں کے گر مرنے کی حسب ذیل صورتیں ہیں:-

کبوتر اور بلی - ۴۰ سے ۶۰ ڈول

چوہا اور چڑیا - ۲۰ سے ۳۰ ڈول

کسی برتن میں کوئی جانور مر جائے، اور وہ پانی یا اس کا معمولی سا جزو یعنی ایک قطرہ بھی کنوئیں میں ڈال دیا جاتے یا گر پڑے تو اب یہ سمجھا جائے گا گویا وہ جانور کنوئیں میں گرا ہے، اس جانور کے کنوئیں میں گرنے سے جتنے ڈول نکالے جاتے ہیں اتنے ہی نکالے جائیں گے۔

(۴) ناپاک آدمی اگر کنوئیں میں گر کر یا اُتر کر زندہ نکل آئے، تو چالیس ڈول نکالنا مناسب ہے، یہی حکم مرغی اور بلی کا بھی ہے۔

(۵) چوہا اگر نکل آئے تو ۲۰ ڈول نکالنا مناسب ہے۔

باب ۳۴

جانداروں کا جھوٹا - پاک اور ناپاک کا سوال

اِس سلسلہ میں سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جس چیز کی ناپاکی کا کوئی ثبوت یا شہادت موجود نہ ہو، وہ پاک ہے، نیز انسان کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، حائضہ کے جھوٹے میں بھی مضائقہ نہیں۔ وہ بھی پاک ہے۔ ہاں اگر آدمی کے منہ میں کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہو تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا۔

ناپاکی (نجاست) دو طرح کی ہوتی ہے:-

(۱) نجاست حکمی ——— مثلاً حدث و جنابت، کہ یہ ناپاکی آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ مگر شرعاً ناپاکی ہے۔

(۲) نجاست حقیقی ــــ مثلاً پاخانہ، پیشاب وغیرہ، کہ اُسے آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

حرام

جو جانور ناپاک ہیں، یا جن کے چھونے سے بھی چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں:-

(۱) کُتّا

(۲) سؤر

(۳) شیر

(۴) بھیڑیا

(۵) بندر

(۶) گیدڑ

(۷) ہاتھی۔

غرض اصول یہ ہے کہ جو جانور، درندوں کی صف میں آتے ہیں یعنی کاٹتے، پھاڑتے ہیں، ان سب کا چھونا چیز کو نجس کرتا ہے۔

کُتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ وہ برتن دھولیا جائے پاک ہوجائیگا۔ خواہ وہ برتن مٹی کا ہو یا کسی دھات کا۔

مذکورہ جانوروں کا پسینہ بھی نجس اور ناپاک ہے۔

مکروہ

مکروہ، اس جھوٹے کو کہتے ہیں جو ویسے تو پاک ہے لیکن اس کے استعمال میں کراہت ہے یعنی استعمال نہ کرے تو بہتر ہے۔

بلی کا شمار ایسے ہی جانوروں میں ہے، جن کا جھوٹا پاک ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔

دوسرے جانور جن کا جھوٹا مکروہ ہے یہ ہیں:-

(۱) مُرغی

(۲) شِکرا

ان کا جھوٹا کھانے میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ اگر مجبوری ہو تو کھایا جا سکتا ہے۔ ان جانوروں کا پسینہ بھی مکروہ ہے، چوہے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

حلال

حلال جانوروں کا جھوٹا بھی حلال ہے۔ مثلاً

(۱) مینڈھا،

(۲) بکری،

(۳) گائے،

(۴) بھینس،

(۵) ہرن،

(۶) گھوڑا،

(۷) خچر ـــــ وغیرہ

اصول یہ ہے کہ وہ تمام جانور، جو حلال ہیں، خواہ چوپائے یا پرند چرند سب کا جھوٹا حلال ہے۔ سوائے نجس کھانے والی مرغی اور گائے کے۔

احتیاط

غیر مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یعنی جائز تو ہے، لیکن کراہت کے ساتھ۔ بشرطیکہ اُسے علم نہ ہو، اور اگر انجان پنے میں کسی غیر آدمی کا جھوٹا کھایا پیا جائے تو کراہت کا کوئی سوال نہیں پھر جائز ہے۔

مسائل متفرقہ

(۱) دودھ دوہتے وقت اگر بکری کی مینگنی دودھ میں گر جائے تو صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مینگنی سالم ہے، تو دودھ ناپاک نہیں، اگر گھل گئی تو ناپاک ہو گیا۔

(۲) چوہے کی مینگنی اگر گیہوں کے ساتھ آٹا بن جائے، تو اگر اس کا مزہ غالب

آجائے تو وہ آٹا ناپاک ہے، ورنہ نہیں!

(۳) کافروں کے استعمال شدہ کپڑے پاک ہیں۔ البتہ لباس زیریں (پاجامہ شلوار وغیرہ) کو دھو لیا جائے تو بہتر ہے۔

باب ۲۵
مسواک

(۴۰) عن حذیفۃ رضؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یشوص فاہ بالسواک۔

(۴۰) حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں رسول اللہ جب رات[1] کو اٹھتے تھے[2] تو اپنے دندانِ مبارک مسواک سے صاف کرتے تھے۔

حدیث کا مفہوم

مسواک پیلو، یا کسی اور درخت کی اس لکڑی کو کہتے ہیں جس سے دانت صاف کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اسکے استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دانت صاف ہوں اور منہ پاک رہے، دانتوں کی گندگی اور زردی دور ہو جراثیم سے منہ اور دانتوں کا تنقیہ ہو جائے جسم صحیح بن جائے اور تندرستی قائم رہے۔

مسواک کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ طبِ جدید بھی جس چیز پر تندرستی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ زور دیتی ہے، وہ یہی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی طبی معائنہ کے وقت دانتوں کے معائنہ، ان کی صفائی اور صحت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

سنتِ مؤکدہ

ابنِ بطال کہتے ہیں، مسواک سنت مؤکدہ ہے۔ آنحضرت ؐ تہجد کی نماز میں بڑی پابندی

---

[1] تہجد کے لئے [2] تاکہ عبادت کر کے اپنا فرض بجا لائیں۔

سے اس کا التزام رکھتے تھے، اس وقت آپ انسانوں سے بات نہیں کرتے تھے، ملائکہ مقربین سے ہم کلام ہوتے تھے، تلاوتِ قرآنِ کریم کرتے تھے، ان مقدس کاموں کے لئے مُنہ کا صاف ہونا بے حد ضروری تھا۔ آپؐ نے بیماری اور نقاہت کے عالم میں مسواک کا شغل ترک نہیں کیا۔ جب تک آپؐ میں سکت رہی آپؐ نے خود اُسے جاری رکھا۔ جب نقاہت بہت بڑھ گئی۔ تو حضرت عائشہؓ نرم کر کے مسواک آپؐ کو دیتیں اور آپؐ ان کی مدد سے مسواک کرتے۔

باب ۳۶

وضو کر کے سونا!

(۴۱) عَنِ البراءِ بن عَازب رضی اللہ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِی النَّبیُّ صَلَّی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتیت مضجعك فتوضاء وضوءك للصلوٰة ثم اضطجع علی شقك الایمن ثم قل اللّٰھم اسلمت وجھی الیك وفوضت امری الیك والجأت ظھری الیك رغبة ورھبة الیك لا ملجأ ولا منجا منك الا الیك اللّٰھم امنت بکتابك الذی انزلت ونبیك الذی ارسلت فان مت من لیلتك فانت علی الفطرة واجعلھن اٰخر ما تتکلم به۔

(۴۱) براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: "جب تم خواب گاہ میں آؤ[۱] تو نماز کی طرح وضو کرو پھر اپنے داہنے پہلو پر لیٹ رہو اور یہ دُعا پڑھو۔ اے اللہ میں نے تجھ سے آرزومند اور خائف ہو کر اپنا منہ تیری طرف جھکایا۔ اپنا ہر کام تیرے سپرد کر دیا، میں نے تجھے اپنا پشت پناہ بنا لیا، تجھ سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا سوا تیرے

---

[۱] یعنی سونے کا ارادہ کر لو۔

اے اللہ میں اس کتاب[۲] پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے نبی[۳] پر جسے تو نے بھیجا[۴] ہے ـــــ پس اگر تم اس رات مر جاؤ گے تو فطرت[۵] پر مرو گے، اور ان کلمات کو ان تمام باتوں کے بعد کہو جو تم کہنا چاہتے ہو[۶]۔

حدیث کی شرح

امام نووی رح کہتے ہیں :- اس حدیث سے تین سنتیں ظاہر ہوتی ہیں جو بہت اہم اور ضروری ہیں :-

(۱) سوتے وقت وضو کر لینا ـــــ اگر پہلے سے وضو ہو تو کافی ہے، وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی اس حالت میں بستر خواب پر جائے کہ وہ پاک اور طاہر ہو تاکہ اگر رات میں اسے موت آجائے، تو پاک مرے۔ یا اگر خواب دیکھے۔ تو اس طہارت کے باعث اس میں صداقت کا رنگ زیادہ نمایاں ہو، نیز اس طرح وہ شیطانی وسوسوں سے بھی دور رہ سکتا ہے اور خواب میں وسوسۂ شیطانی کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) داہنی کروٹ سونا ـــــ آنحضرت اس معاملہ میں تیامن (داہنے ہاتھ سے کام کرنے، اور داہنے رخ کے اختیار کرنے) کو بے حد پسند فرماتے تھے، یہ آپ کی محبوب ترین عادت تھی۔

(۳) ذکر الٰہی ـــــ تاکہ ہر بات کا اختتام اللہ کے نام پر، اللہ کے بھروسہ کے ساتھ ہو۔

---

[۲] قرآن [۳] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۴] ہدایت کے ساتھ [۵] ایمان و اسلام۔

[۶] یعنی اس دعا کے بعد کسی اور قسم کی گفتگو نہ کرو، بس سو رہو۔

باب ۳۷

مسائلِ غسل —— وضو قبل از غسل

(۴۲) عن عائشة زوج النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا اغتسل من الجنابة بدأ فغسل یدیہ ثم یتوضأ کما یتوضأ للصلوٰۃ ثم یدخل اصابعه فی الماء فیخلل بھا اصول شعرہ ثم یصب علی راسه ثلاث غرف بیدیه ثم یفیض الماء علی جلدہ کلّه۔

(۴۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ؐ جب غسلِ جنابت فرماتے تھے تو پہلے ہاتھ دھوتے تھے۔ پھر جیسے نماز کے لئے[1] وضو کرتے ہیں، اس طرح وضو کرتے تھے پھر پانی میں انگلیاں ڈالتے تھے اور بالوں کی جڑوں میں خلال[2] کرتے تھے۔ پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے تھے پھر سارے جسم پر پانی انڈیل لیتے تھے۔

رسول اللہ کا غسل

(۴۳) عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اغتسل من الجنابة غسل یدہٗ۔

(۴۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ جب غسل جنابت فرماتے تھے تو پہلے[3] ہاتھ دھوتے تھے!

قول رسولؐ

(۴۴) عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما انا فافیض علی راسی ثلاثا واشار بیدیه کلتیھما

---

[1] قبل از غسل [2] تاکہ بالوں کے نیچے کی کھالِ تر ہو جائے [3] یعنی نہانا شروع کرنے سے پہلے۔

(۴۴) حضرت جبیر بن مطعم رضؓ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صؐ نے میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

غسل عریاں

(۴۵) عَنْ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا ایوبؑ یغتسل عریانا فخر علیہ جراد من ذھب فجعل ایوبؑ یحتثی فی ثوبہ فناداہ ربہ یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری قال بلٰی وعزتک ولکن لا غنٰی بی عن برکتک۔

(۴۵) حضرت ابوہریرہ آنحضرتؐ سے روایت فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت ایوبؑ برہنہ حالت میں غسل فرما رہے تھے آپؐ کے اوپر آسمان سے طلائی ٹڈیاں[۴] برسنے لگیں جنہیں وہ اپنے دامن میں سمیٹنے لگے، خدا نے ندا دی، اے ایوب، کیا ہم نے تجھے اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا ہے جسے تو دیکھ رہا ہے؟ فرمایا، ہاں رہیں بے نیاز ہوں، لیکن تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں[۵]۔

وضو بحالت جنابت

(۴۶) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اذا اراد ان ینام وھو جنب غسل فرجہ وتوضأ للصلوٰۃ

(۴۶) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جنابت کی حالت میں جب آپؐ سونے کا ارادہ کرتے تھے تو شرمگاہ کو دھو لیتے تھے۔ پھر وضو[۶] کر لیتے تھے!

---

[۴] طلائی ٹڈیاں حضرت ایوبؑ نے دنیاداری کے لئے نہیں اٹھائیں بلکہ اسلئے اٹھائیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کا عطیہ تھا اس کا قبول نہ کرنا کفرانِ نعمت تھا اور قبول کر لینا اظہار شکر۔

[۵] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ برہنہ ہو کر غسل کر لینا جائز ہے [۶] شرعی وضو جیسے نماز کیلئے کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا سوال

(۴۷) عن عبداللہ بن عمر انہ قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیبہ الجنابۃ من اللیل فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ واغسل ذکرک ثم نم۔

(۴۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ انہیں رات میں جنابت سے دوچار ہونا پڑتا ہے آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: "وضو کرو، شرمگاہ کو دھو لو اور سو جاؤ۔"

وجوب غسل

(۴۸) عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس بین شعبہا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل۔

(۴۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص مجامعت کے لئے بیٹھے اور کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اقسام غسل

غسل چار طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) غسل فرض (۲) غسل واجب (۳) غسل سنت (۴) غسل مستحب۔ (عالمگیری)

---

۸ اس سوال کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وضو کیا جائے تو رات میں تاخیر غسل جائز ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ (۱) بحالتِ خواب موت آجانے کے اندیشہ سے اگر غسل کی بجائے وضو کر لیا جائے تو یہ جائز ہے (۲) غسل جنابت فوراً ہی ضروری نہیں! ۸ امام نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب غسل انزال منی پر مبنی نہیں ہے بلکہ صرف دخول کافی ہے اسکے بعد غسل کر لینا واجب ہو جائے گا۔ علماء کا اس پر تقریباً اجماع واتفاق ہے کہ اگر دخول نہ ہو تو پھر غسل مرد پر واجب ہوتا ہے نہ عورت پر! ۹ مجامعت کی سعی!

غسلِ فرض

جو غسل فرض ہیں، وہ یہ ہیں :۔

(۱) غسل جنابت :۔

جنابت کے لغوی معنی ہیں، بُعد اور دُوری۔ شرح کی اصطلاح میں منی نکلنے، جماع کرنے، یا سعیٔ مباشرت کرنے کے ہیں جس کے بعد آدمی چونکہ عبادت سے (بغیر غسل کے) دُور رہتا ہے، لہٰذا وہ جنبی کہلاتا ہے۔

(۲) غسل حیض (حیض ختم ہونے کے بعد!)

حیض کے دوران میں عورت نماز اور عبادت سے دُور رہتی ہے یعنی اسے نماز اور عبادت کی اجازت نہیں ہے۔ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کر لینا فرض ہے بغیر اس غسل کے وہ نماز نہیں پڑھ سکتی۔

(۳) نفاس کے بعد :۔

نفاس کی مدت ختم ہو جانے کے بعد بھی غسل فرض ہوتا ہے۔ بغیر اسکے نماز اور عبادت نہیں کی جا سکتی۔

غسل واجب

غسل واجب یہ ہیں :۔

(۱) غسل میّت!

(۲) نجاست لگ جانے سے، خواہ سارے بدن پر لگی ہو یا بدن کے کسی حصہ پر!

غسل مسنون

جو غسل سُنت کے ذیل میں آتے ہیں، یہ ہیں :۔

(۱) نماز جمعہ کے لئے۔

(۲) نماز عیدین کے لئے۔

(۳) احرام حج یا عمرے کے لئے،

(۴) وقوف عرفات کے لئے، (عالمگیری)

مستحب غسل

یوں تو تقریباً ۲۳ ہیں، مگر خاص خاص یہ ہیں :۔

(۱) دیوانگی اور غشی دُور ہونے کے بعد۔ (۲) ۱۵ شعبان کو (۳) شب عرفہ میں۔ (۴) مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت (۵) غسل میت کے بعد۔ (۶) سفر سے مراجعت کے وقت، (۷) قبولِ اسلام کے بعد۔ (شامی)

احکامات غسل

غسل میں فرض چیزیں یہ ہیں :۔

(۱) منہ بھر کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا۔ (۳) سارے بدن کا دھونا۔

سننِ غسل

غسل کی سنتیں دس ہیں، خاص خاص یہ ہیں :۔

(۱) نیت کرنا۔ (۲) ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا۔ (۳) شرمگاہ کو غسل سے پہلے دھونا۔ (۴) عریاں حالت میں قبلہ کی طرف رُخ نہ کرنا۔ (۵) ایسی جگہ نہانا، جہاں کوئی نہ دیکھ سکے۔

مستحباتِ غسل

غسل کے مستحبات وہ تمام مستحبات داخل ہیں، جو وضو کے ہیں، سوائے استقبال قبلہ کے۔

اہتمام غسل

غسل میں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی عضو بدن یا بدن کا کوئی حصہ خشک نہ رہنے پائے، حتیٰ کہ اگر انگوٹھی پہنے ہوئے ہو تو اگر وہ کسی ہوئی اور تنگ ہو، تو اُتارلے، اور اگر ڈھیلی ہو، تو اس کا گھمالینا ہی کافی ہے، اسی طرح، اگر ناخنوں میں گندھا ہوا آٹا رہ جائے تو انہیں بھی صاف کرلینا چاہیئے۔

باب ۳۸
مسائلِ حیض

(۴۹) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا، قالت خرجنا لا نرید الا الحج فلما کنا بسرف حضت فدخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وانا ابکی قال مالکِ؟ انفستِ؟ قلت نعم قال ان ھذا امر کتبہ اللہ علیٰ بنات آدم فاقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت، قالت وضحّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عن نسائہ بالبقر،

(۴۹) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں ہم صرف حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب سرف[1] میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی، اتنے میں آنحضرت صلعم تشریف لائے، میں رو رہی تھی،[2] فرمایا: "تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم حائضہ ہو گئیں[3]"؟

میں نے عرض کیا: "ہاں! فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم کے لئے لکھ دی ہے، لہٰذا تم وہ تمام باتیں کرو جو حج میں کی جاتی ہیں۔ مگر طوافِ خانہ کعبہ نہ کرنا۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں آنحضرت صلعم نے اپنی خواتین کی طرف سے گائے کی قربانی کی؛

---

[1] مکہ سے قریب ایک مقام کا نام ہے، [2] حج سے محرومی پر! [3] حیض کے لغوی معنی ہیں سیلان کے۔ یعنی بہنے کے اصطلاح شرعی میں یہ وہ خون ہے جو بلوغ کے بعد اوقاتِ معلومہ میں عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔ استحاضہ اس جریان خون کو کہتے ہیں جو پابند اوقات نہ ہو۔ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً (۱) کسی مالع عبادت مجبوری پر رونا جائز ہے (۲) طواف کی شرط طہارت ہے۔ (۳) یہ کہ ایک گائے کی تمام بیویوں کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے، نیز یہ کہ شوہر بیوی کے لئے قربانی کر سکتا ہے؛

حائضہ کا عمل

(۵۰) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال کنت ارجل رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا حائض!

(۵۰) حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ کے سر مبارک میں کنگھی کر دیا کرتی تھی، درآنحالیکہ میں حائضہ ہوتی تھی[۵]

تلاوت قرآن اور حائضہ

(۵۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یتکی فی حجری وانا حائض ثم یقرأ القرآن۔

(۵۱) حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت ص میرے پہلو کا تکیہ لگا لیتے تھے، درآنحالیکہ میں حائضہ ہوتی تھی پھر آپ قرآن کی تلاوت کرنے لگتے تھے[۶]

مفہوم و مطلب

اس عنوان کے تحت جو حدیثیں پیش ہوئی ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا حائض ہونا اُسے ناپاک اور نجس نہیں بنا دیتا، یہ اور بات ہے، کہ وہ حیض کی حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتی، یا عبادت نہیں کر سکتی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے، جیسا کہ بعض

---

۵ آنحضرت ص جب حالت اعتکاف میں ہوتے تھے، تو اپنا سر مبارک حضرت عائشہ رض کی طرف بڑھا دیتے تھے، آپ کنگھی کر دیتی تھیں اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، یہ ہیں:- (۱) معتکف اگر مسجد سے اپنا کوئی عضو مثلاً ہاتھ، پاؤں، سر وغیرہ کسی ضرورت سے نکالے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا (۲) اعتکاف کی حالت میں بیوی سے خدمت لی جاسکتی ہے: (۳) ابن بطال کہتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حالتِ اعتکاف میں عورت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، یا اس سے ملنا جلنا جائز ہے، قرآن کی آیت:- "وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ" سے مراد مجامعت ہے، نہ کہ نفسِ مباشرت: (۴) حالتِ اعتکاف میں کنگھی کی جاسکتی ہے:

۶ اس حدیث سے امام بخاری رح یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ غیر طاہر مقام کے قریب تلاوتِ قرآن کی جا سکتی ہے:

دیگر ادیان و ملل میں رواج ہے کہ اسے نجس مطلق سمجھا جاتا ہے، عورت کو حائضہ ہونے کی حالت میں، اس قابل بھی نہیں سمجھا جاتا، کہ اس سے کلام کیا جائے۔ یا اس سے کوئی کام لیا جائے، یا اس کے پاس اُٹھا بیٹھا جائے، اسلام یہ نہیں بتاتا۔ وہ عورت کے احترام کا ہر حالت میں اور ہر کیفیت میں خیال رکھتا ہے:۔

چنانچہ مذکورہ حدیثوں میں ہم نے دیکھ لیا کہ خود داعی اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے، اپنے ازواجِ مطہرات سے کام لیا، اُن کے قریب تشریف فرما ہوئے، ان سے کنگھی کرائی، ان کے سامنے بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت فرمائی، اُن کا سہارا لیا اور ٹیک لگا کر کے تشریف فرما ہوئے، صرف یہی نہیں بلکہ تمام مراسم حج ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی حالت میں عورت نجس نہیں بن جاتی، اور ان خیالات کی تردید ہوتی ہے، جو بعض قدیم مذاہب کے پیروؤں نے عورتوں کے بارے میں قائم کر رکھے ہیں۔

حیض کی مُدّت

حیض اس خون کو کہتے ہیں، جو بلا ولادت رحم کے اندر سے آتا ہے اس کی رنگت سُرخ، سیاہ، زرد یا سبز اور خاکستری ہوتی ہے حیض کے زمانہ میں سفید رنگ کے سوا، اور جس رنگ کا بھی خون آئے، وہ حیض ہی مانا جائے گا۔

جس عورت کو حیض آ رہا ہو، اُسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، قرآن پڑھنا یا اُسے چُھونا، مسجد میں جانا، بیت اللہ کا طواف کرنا معاف ہے، ایسی عورت سے ہم بستری نہیں کی جا سکتی۔ باقی اور امور معاشرت سر انجام دیئے جا سکتے ہیں۔

استحاضہ!

یہ ایک قسم کی بیماری ہے اس میں خون رحم میں نہیں آتا، بلکہ اندام نہانی سے متعلق کسی رگ سے خون آنے لگتا ہے۔ استحاضہ کی حالت میں شوہر جماع کر سکتا ہے، اور عورت عام معمولات کے مطابق نماز پڑھ سکتی ہے، روزہ رکھ سکتی ہے۔ طواف بیت اللہ کر سکتی

ہے ۔ روزہ رکھ سکتی ہے ۔ طواف بیت اللہ کر سکتی ہے، تمام مذہبی فرائض، ارکان اور مناسک ادا کر سکتی ہے، البتہ ہر نماز کے بعد مستحاضہ کو وضو کی تجدید کرنی پڑے گی بعض حضرات کے نزدیک استحاضہ کی حالت میں جماع کرنا مناسب نہیں!

استحاضہ ہر وہ خون ہے، جو ایام حیض کے علاوہ، یا عمر حیض کے علاوہ آئے، مثلاً نابالغ لڑکی کو اگر خون آجائے تو وہ استحاضہ ہے ۔ اسی طرح عورت اگر سن یاس کو پہنچ جائے اور اس کی عمر ۵۵ سال سے متجاوز ہو جائے ۔ جبکہ حیض طبعی طور پر ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے، اسے خون آجائے تو یہ بھی استحاضہ ہے ۔ تین شب و روز سے کم مدت تک جو خون آئے اسے بھی استحاضہ ہی کہیں گے ۔ یا دس شب و روز سے زیادہ عرصہ تک جو خون آئے گا وہ بھی حیض نہیں کہلائے گا بلکہ استحاضہ کہا جائے گا ۔

نفاس

یہ وہ خون ہے جو زچگی کے بعد آتا ہے ۔ (تنویر العباد)

"یہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک آتا ہے" (تنویر العباد)

نفاس کی مدت چالیس دن سے کم بھی ہو سکتی ہے ۔ بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے نفاس نہیں آتا ۔ جو پابندیاں عورت پر حیض کی حالت میں عاید ہوتی ہیں، وہی نفاس کے زمانہ میں بھی نافذ ہوتی ہیں ۔ نفاس کی مدت گذر جانے کے بعد عورت پر غسل واجب ہے جس طرح حیض کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اسی طرح نفاس کے بعد بھی واجب ہوتا ہے ۔

نماز اور روزہ

حائضہ اور نفسا یعنی نفاس والی عورت پر حیض و نفاس کے زمانہ میں نماز معاف ہے، اس کی قضا واجب نہیں ۔ روزے اگرچہ اس زمانہ میں نہیں رکھے گی لیکن ان کی قضا لازم آئیگی ۔ یعنی یہ مدت جب ختم ہو جائیگی تو اسے روزے پھر سے رکھ لینے چاہییں ۔ حکمت اس حکم کی یہ ہے تاکہ

اگر نماز کی قضا واجب ہوتی تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوتی، کیونکہ سال بھر میں دس روزے رکھنا کوئی بڑا اور تکلیف دہ کام نہیں ہے، برعکس اس کے اگر نماز کی قضاء ہوتی، تو کئی سو نمازیں سال بھر میں پڑھنا پڑتیں۔ خدا یُسر (آسانی) کو پسند کرتا ہے عُسر (سختی) کو نہیں۔

باب ۳۹

استقبال قبلہ

(۵۲) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله فاذا قالوها وصلوا صلاتنا واستقبلوا قبلتنا واکلوا ذبیحتنا۔ فقد حرمت علینا دماؤهم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله۔

(۵۲) انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے، کہ میں لوگوں[1] سے اس وقت تک مقاتلہ کروں،[2] جب تک وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہدیں، جب یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہمارے قبلہ[3] کا استقبال کریں[4]۔ ہماری طرح نماز پڑھیں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو اُن کا خون اور مال ہم پر سوائے جائز طور[5] کے حرام ہے اور ان کا حساب اللہ کے اُوپر ہے"۔

تعبیر و تاویل

اس حدیث میں جن مشرکین سے مقاتلہ کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کی راہ میں مانع آتے ہیں مسلمانوں کو تکلیف دیتے ہیں اور انہیں اسلام پر قائم رہنے نہیں دینا چاہتے۔ اسلام کو نقصان اور مسلمانوں کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، اسلام کے دشمن ہیں، اسلام کے خدا کے دشمن ہیں۔ اسلام کے قرآن کے دشمن ہیں۔ اسلام کے رسولؐ کے دشمن ہیں۔ اسلام کی تعلیم، اسکے پیام، اسکے فلسفہ، اسکے قائم کئے ہوئے نظام کے دشمن ہیں۔ انہیں کفر و شرک مرغوب

---

[1] مشرکین [2] کرتا رہوں [3] کعبہ [4] ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں [5] یعنی قانونی اور آئینی طور کے سوا۔

ہے، اور یہ اسی پر قائم رہنا چاہتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ خود کفر و شرک پر قائم رہیں، بلکہ انہیں یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی دوسرا کفر و شرک ترک کرے اور توحید و اسلام کو قبول کر لے، اور اگر کوئی ایسا کرے تو یہ اسے باز رکھنے میں محمود اور نا محمود مناسب اور نامناسب جائز اور ناجائز، غلط اور صحیح ذریعہ اختیار کرنے سے نہیں چوکتے۔

ظاہر ہے ایسے لوگ جو دشمن اسلام ہوں، اسلام انہیں کبھی معاف نہیں کر سکتا، ان سے ضرور لڑے گا۔ ضرور مقابلہ کرے گا۔ اور اس وقت تک اپنی تلوار نیام میں نہیں رکھے گا، جب تک ان کی مکمل سرکوبی نہ ہو جائے، ان کا زور نہ ٹوٹ جائے اور ان کی طاقت پارہ پارہ نہ ہو جائے اس شکست اور ہزیمت کے بعد ان کے لئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔

دو راستے

(۱) ایک تو یہ کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئیں۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور جو کچھ کر چکے ہیں اس کی سزا بھگت کر اس دنیا کو اپنے وجود سے خالی کر دیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اسلام قبول کر لیں مسلمان بن جائیں، اور ان تمام حقوق سے بہرہ ور ہوں جو ایک مسلمان کو از روئے شریعت حاصل ہیں۔ پھر انہیں کوئی سزا نہیں ملے گی، کوئی انتقامی برتاؤ ان کے ساتھ نہیں کیا جائے گا کسی قسم کا امتیازی سلوک ان کے ساتھ روا نہیں رکھا جائے گا وہ بالکل اس طرح مسلمان ہو جائیں گے جو ان سے پہلے اسلام قبول کر چکا ہے۔

غیر معاند مشرک و کافر

اسلام دین کے معاملے میں، جبر و جور کو کسی حالت میں پسند نہیں کرتا، چنانچہ خود قرآن میں وارد ہوا ہے:۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (یعنی دین کے معاملہ میں جبر و جور روا نہیں) لہٰذا اسلام اسے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ وہ لوگ جو غیر معاند ہیں یعنی اسلام کے درپے نہیں ہوتے، اور مسلمانوں کو نہیں چھیڑتے۔ وہ اپنے کفر و شرک پر قائم رہیں، تو اسلام ان سے کوئی تعرض نہیں کرے گا، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے گا۔

"لکم دینکم ولی دین" (تمہارے لئے تمہارا دین، میرے لئے میرا دین"۔) اس نکتہ کو جو تاریخی حقائق پر مبنی ہے، اس حدیث کے مطالعہ کے وقت ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

باب ۴۰
خصائصِ نبویؐ!

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمساً لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض مسجداً وطھوراً فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں، کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو کسی[1] اور کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں:۔

(۱) مجھے ایک مہینہ کی مسافت کے خطۂ زمین تک رعب[2] عطا کیا گیا ہے۔

(۲) یہ زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے، پاک کر دی گئی ہے، میری امت کا ہر فرد جب نماز کا وقت آجائے (جہاں چاہے) پڑھ لے[3]:۔

(۳) مالِ غنیمت[4] مجھ پر حلال کر دیا گیا۔ حالانکہ مجھ سے قبل یہ کسی اور پر حلال نہیں تھا۔

(۴) مجھے شفاعت[5] کا حق دیا گیا:۔

(۵) میرے علاوہ تمام نبی اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوئے تھے، میں تمام انسانوں کے لئے بھیجا گیا ہوں

---

[1] نبی کو [2] یعنی دشمنوں کے دل میں آپؐ کی دہشت بیٹھ گئی، خواہ آپؐ اور دشمن کے مابین ایک ماہ کی مسافت کیوں نہ ہو [3] نماز [4] جو کفار سے بحالتِ جنگ حاصل ہو [5] خدا کے حضور میں گناہگار امتیوں کی شفاعت

حدیث کا مفہوم

شفاعت کا حق آنحضرت ؐ کے سوا کسی اور نبی یا پیغمبر کو نہیں دیا گیا، آپ ؐ سے قبل جتنے انبیاء مبعوث ہوئے، وہ صرف اپنی قوم یا اپنے ملک کے لئے مبعوث ہوئے، یہ خصوصیت صرف آپ ؐ کی ہے کہ تمام عالم کے لئے آپ ؐ نبی بنا کر بھیجے گئے خواہ وہ عرب ہو یا عجم، اسود ہو یا احمر! اللہ تعالےٰ کلام پاک میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا) آپ ؐ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے، کہ دوسرے انبیاء کو جو معجزے عطا کئے گئے وہ وقتی اور مقامی تھے جن کا آج کہیں نام و نشان نہیں لیکن آپ ؐ کو قرآن کی صورت میں جو معجزہ عطا کیا گیا وہ لازوال ہے اور تا قیام قیامت زندہ اور پائندہ رہے گا۔

یہ زمین مسجد بنادی گئی اور پاک کردی گئی، کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی مٹی طاہر بنادی گئی۔ اگر پانی نہ میسر آسکے تو اس مٹی سے تیمم کیا جاسکتا ہے، جو وضو کا قائم مقام ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ؒ اور امام مالک ؒ زمین کا تیمم طہارت کے باعث جائز سمجھتے ہیں۔ ان ائمہ کے نزدیک تمام اجزاء ارض سے بوقت ضرورت تیمم کیا جا سکتا ہے لیکن امام شافعی ؒ کے نزدیک صرف مٹی ہی سے تیمم کیا جاسکتا ہے مٹی کے دوسرے اجزاء سے نہیں۔

مُراد و مقصد

زمین کا مسجد ہونے سے مُراد یہ ہے کہ آپ ؐ سے پہلے عبادت صرف کلیسا اور عبادت گاہوں کے اندر ہی ہوسکتی تھی۔ ان مقاماتِ مخصوصہ کے علاوہ کہیں اور عبادت جائز نہیں تھی۔ اب ہر جگہ (بشرطیکہ وہ پاک ہو) نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

مالِ غنیمت کے سلسلہ میں بھی آپ ؐ کو خاص خصوصیت کے مرتبہ پر سرفراز کیا گیا۔ اللہ نے آپ ؐ کو جہاد کی خصوصیت مرحمت فرمائی چند اہم امور یہ ہیں:۔

(۱)، یا تو کفار سے انبیاء کو سرے سے جہاد کی اجازت ہی نہیں تھی، اس صورت میں

مالِ غنیمت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۲) یا اجازت تھی لیکن صورت یہ تھی کہ اگر وہ جہاد میں کامیاب ہو کر مالِ غنیمت حاصل کرتے تھے تو آگ اُسے جلا دیتی تھی۔ ان کے لئے قطعاً جائز نہ تھا کہ اس سے فائدہ اُٹھائیں مگر اُمتِ محمدیؐ کو جہاد کی بھی اجازت ملی اور مالِ غنیمت سے بھی مستفید ہونے کی تھی

باب ۴۱

مسائلِ نماز!

(۵۴) قال ابن عباس یأمرنا یعنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ والصدق والعفاف!

(۵۴) حضرتِ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ہمیں حکم دیا:۔

(۱) نماز کا[1] ——— (۲) صدق کا[2] ——— (۳) عفاف کا[3]

صلوٰۃ رسولؐ

(۵۵) وعن عبد اللّٰہ بن مالک بن بحینۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا صلّٰی فرج بین یدیہ حتی یبد و بیاض البطیہ،

(۵۵) عبد اللہ بن مالک بن بحینہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنے ہاتھ کشادہ[4] کر لیتے تھے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔

مسجد کا اَدب

(۵۶) عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتھا دفنھا۔

---

[1] وہ عبادت جو تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور تسلیم پر ختم ہوتی ہے! [2] قول مطابق واقعہ [3] محارم سے اجتناب، پاکدامانی۔ [4] سجدہ کی حالت میں۔

(۵۶) انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اس کا کفارہ اس کا دفن[۱] کر دینا ہے۔

عملِ رسولؐ

(۵۷) عن کعب بن مالك قال كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم اذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فصلى فيه۔

(۵۷) حضرت کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب سفر سے تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔

نماز کا احترام

(۵۸) عن ابی جهم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم المار بين يدي المصلى ماذا عليه لكان ان يقف اربعين خير اله من ان يمر بين يديه قال ابو النضر لا ادرى أقال اربعين يوماً او شهرا او سنة

(۵۸) ابی جہمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا شخص یہ جان لے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے تو وہ چالیس تک[۱] انتظار کرنے کو نمازی کے سامنے سے گذرنے سے بہتر سمجھے گا ابو لعر کہتے ہیں، "مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے چالیس دن کہا، چالیس مہینے، یا چالیس سال"۔

نماز کا ثواب

(۵۹) عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الملائكة تصلى على احدكم ما دام فى مصلاه الذى صلى فيه مالم يحدث۔ تقول اللهم اغفرله اللهم ارحمه۔

(۵۹) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، تم میں سے جو نمازی جب تک

---

[۱] یعنی اس پر خاک ڈال دینا [۱] قریب ہے، فاصلہ سے اگر گذرنا چاہے تو گذر سکتا ہے۔

اس جگہ جہاں پر اس نے نماز پڑھی رہتا ہے اور جب تک اس سے حدث[1] نہیں ہوتا، فرشتے اسکے لئے یہ دعا کرتے ہیں "یا اللہ اسے بخش دے، یا اللہ اس پر رحم کر،

تین مثالیں

(۶۰) عن ابی واقد اللیثی رضی اللہ عنہ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فاقبل ثلاثۃ نفر فاقبل اثنان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذھب واحد فاما احدھما فرای فرجۃ فجلس واما الاخر فجلس خلفھم واما الاخر فادبر ذاھبا فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اخبرکم عن الثلاثۃ اما احدھم فاوی الی اللہ فاواہ و اما الاخر فاستحی فاستحی اللہ منہ واما الاخر فاعرض فاعرض اللہ عنہ

(۶۰) ابی واقد اللیثی رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم ایک[2] دفعہ مسجد میں رونق افروز تھے کہ تین آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے، دو[1] تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں آگئے اور تیسرا چلا گیا (ان دونوں میں سے) پہلے نے (بیٹھنے کی) جگہ دیکھی، تو بیٹھ گیا، دوسرا سب سے پیچھے بیٹھ گیا، اور تیسرا پیٹھ موڑے ہوئے چلا گیا، جب آنحضرت صلعم فارغ ہوئے[2] تو فرمایا، کیا میں تم کو تین آدمیوں کی خبر نہ دوں ؛ پہلے نے خدا کے دامن میں پناہ ڈھونڈھی سو اللہ نے اسے پناہ دی، دوسرے نے شرم[3] کی، اللہ نے بھی اس سے شرم[4] کی، آخری آدمی نے اعراض کیا، سو اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا[6]،

مومن اور مومن!

(۶۱) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً

---

[1] وضو کو توڑنے والی کوئی حرکت یعنی ریاح کا خارج ہونا [1] میں میں سے [2] خطبہ سے یا دعوت سے یا تعلیم سے! [3] ترک مزاحمت [4] اللہ نے اس پر رحم کیا [5] مجلس رسول سے [6] برہم ہوا ؛

وشبك اصابعه !

(۶۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے بنیاد (کی اینٹ) کی طرح ہے جس کو ایک دوسرے سے تقویت ملتی ہے، پھر آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے سے پیوست کیا۔[1]

نماز کا سُترہ

(۶۲) عن ابی سعید قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم یقول اذا صلی احدکم الی شیء یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان۔

(۶۲) ابی سعید فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور کسی چیز کا سُترہ بنا لے۔ اور کوئی شخص اُسے تجاوز کر کے سامنے سے گذرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اُسے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے مقابلہ[2] کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

عمل مرغوب

(۶۳) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلوٰۃ علی وقتہا قال ثم ای قال بر الوالدین قال ثم ای قال الجہاد فی سبیل اللہ ÷

(۶۳) عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا۔ اللہ کے نزدیک کونسا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، فرمایا "نماز اپنے وقت پر!" پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا: "والدین کے ساتھ نیکی!" پوچھا، اسکے بعد؟ ارشاد ہوا جہاد[3] فی سبیل اللہ!

---

[1] امام بخاری نے اس باب کا عنوان رکھا ہے "باب تشبیک الاصابع فی المسجد" اس سے تشبیک کے جواز کا پہلو نکلتا ہے۔ [2] یعنی سختی سے اُسے حرکت سے باز رکھے! [3] جہاد کی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) جہاد بالنفس! (۲) جہاد بالمال، جو بھی ممکن ہو ÷

نماز سے تنقیہ

(۶۴) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ارأیتم لوان نهرًا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسًا ماتقول ذٰلک یبقی من درنہ قالوا لا یُبقی من درنہ شیئًا، قال فذلک مثل الصلوٰت الخمس یمحو اللہ بہ الخطایا!

(۶۴) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ۔میں نے سُنا رسول اللہؐ فرماتے تھے ۔اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو، پھر کیا کچھ میل کچیل باقی رہ جائیگا، لوگوں نے جواب دیا کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا! فرمایا:۔اسی طرح پانچ وقت کی نماز ہے جس کے بدلے میں اللہ تعالےٰ خطائیں[1] معاف کردیتا ہے۔

نماز عصر کی اہمیت

(۶۵) عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وسلم قال الذی تفوتہ صلوٰة العصر فکانما وُتر اَھلہٗ ومالہٗ ؂

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جس شخص کی نماز عصر فوت ہوجاتی ہے، تو گویا اسکے اہل اور مال ضائع[2] ہو جاتے ہیں۔

حبطِ اعمال

(۶۶) عن ابی الملیح قال کنا مع بریدة فی غزوة فی یومٍ ذی غیم فقال بکروا بصلوٰة العصر فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک صلوٰة العصرِ فقد حبط عملہ۔

(۶۶) ابی الملیح کہتے ہیں، کہ ایک غزوہ میں ہم بریدہ کے ساتھ تھے مطلع ابر آلود تھا، بریدہ نے فرمایا:۔نماز عصر کے لئے جلدی کرو، کیونکہ نبیؐ نے فرمایا ہے جس نے نماز عصر

---

[1] ان کا نقصان ہوتا ہے [2] صغائر معاف ہوں گے کبائر نہیں۔

ترک کردی اسکے اعمال ضائع[1] ہو گئے۔

بعد از وقت اذان

(۶۷) عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ قال سرنا مع النبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لیلۃ فقال بعض القوم لو عرست بنا یا رسول اللہ قال اخاف ان تناموا عن الصلوٰۃ قال بلال انا اوقظکم فاضطجعوا واسند بلال ظھرہ الی راحلتہ فغلبتہ عیناہ فاستیقظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ماقلت قال ما القیت علی نومۃ مثلھا قط قال ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین شاء یا بلال قم فاذن بالناس بالصلوٰۃ فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابیاضت قام فصلی[4]۔

(۶۷) عبد اللہ بن ابی قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک شب نبیؐ کے ساتھ سفر کیا۔ بعض لوگ کہنے لگے، کاش آپ اخیر شب میں ہمارے ساتھ آرام فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "مجھے اندیشہ ہے کہیں تم نماز فجر سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ"؟ بلالؓ نے کہا:۔ میں سب کو جگادوں گا۔" چنانچہ سب لوگ لیٹ[2] گئے اور بلالؓ اپنی پیٹھ کی کجاوا سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ مگر ان کی آنکھوں پر بھی نیند غالب آگئی، اور وہ بھی سو گئے۔ نبیؐ ایسے وقت بیدار ہوئے کہ آفتاب کا کنارا نکل آیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "بلالؓ تمہارے قول[3] کو کیا ہوا"۔ بلالؓ نے کہا:۔ "ایسی نیند مجھ پر کبھی نہ آئی تھی"۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "اللہ نے تمہاری زندگی کو جس وقت چاہا، قبض کر لیا۔ جب چاہا واپس کر دیا، بلالؓ اٹھو، اور لوگوں میں نماز کے لئے اذان[4] دے دو"۔

---

[1] باطل ہو گئے۔ [2] گہری نیند [3] سو گئے [3] کہتے کیا تھے، کیا گیا۔ [4] اس سے معلوم ہوا کہ قضا نماز کے لئے بھی اذان دی جا سکتی ہے، امام احمد کا مسلک یہی ہے، امام نوویؒ کہتے ہیں، قضا نماز کے لئے اذان کی ضرورت نہیں، اقامت بھی نہیں ہے۔ یہی مسلک امام شافعیؒ کا ہے۔

پھر آپؐ نے وضو کیا، اور جب سورج بلند اور سفید ہو گیا، تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔

نماز باجماعت کا وجوب

(۶۸) قال الحسن ان منعته امه عن العشاء فی الجماعة شفقة علیه لم یطعها

(۶۸) حضرت حسن رضؓ کہتے ہیں، اگر ماں محبت اور شفقت کے باعث عشار کی نماز باجماعت سے منع کرے تو اس کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے۔

نماز کی اہمیت

(۶۹) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لقد هممت ان امر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوٰة فیؤذن لها ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرق علیهم بیوتهم ⁂

(۶۹) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ جب وہ جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں، کہ اسکے لئے اذان دی جائے، پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ امامت کرے اور میں لوگوں کی طرف نکل جاؤں، اور ان کے گھروں کو جلا دوںلہ ⁂

نماز کا اجر

(۷۰) عن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال قال النبی صلی الله علیه و اٰله وسلم اعظم الناس اجرا فی الصلوٰة ابعدهم فابعدهم ممشی والذی ینتظر الصلوٰة حتی یصلیها مع الامام اعظم اجرا من الذی یصلی ثم ینام ⁂

(۷۰) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، کہ اجرِ نماز کے اعتبا

لہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی نگاہ میں نماز باجماعت کی کتنی زیادہ اہمیت تھی۔

سے لوگوں میں سب سے بڑے وہ ہیں جن کی مسافت مسجد سے دور ہو، پھر جن کی ان سے دور ہو، اور وہ شخص جو نماز کا منتظر رہے کہ امام کے ساتھ پڑھے[۲] ثواب[۳] کے اعتبار سے اس شخص سے زیادہ ہے جو جلدی سے نماز پڑھ کر سو رہے۔

نماز فجر و عشا کی اہمیت

(۷۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینما رجل یمشی بطریق وجد غصن شوک علی الطریق فاخرہ فشکر اللّٰہ لہ فغفر لہ ثم قال الشھداء خمسۃ المطعون و المبطون و الغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللّٰہ و قال لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستھموا علیہ لاستھموا ولو یعلمون ما فی التھجیر لاستبقوا الیہ ولو یعلمون ما فی العتمۃ والصبح لاتوھما ولو حبوًا

(۷۱) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: "کہ ایک شخص اپنے رستے پر چلا جا رہا تھا کہ اس نے کانٹا پڑا دیکھا اور اسے ہٹا دیا، اللہ نے اس کا اجر یہ دیا کہ اسے بخش دیا۔" پھر آپ نے فرمایا: "شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) جو طاعون[۲] میں مرے ‹› (۲) جو پیٹ[۳] کے مرض میں کرے ‹› (۳) جو ڈوب کر مرے ‹› (۴) جو دب کر مرے ‹› (۵) جو اللہ کے راستے میں شہید ہو ‹›

پھر فرمایا: "اگر لوگ جان لیں، اذان میں اور پہلی صف میں کیا ہے؛ پھر نہ پائے سوائے اس صورت کے کہ قرعہ اندازی کی جائے تو قرعہ اندازی کرتے، اور جان لیں کہ سویرے نماز پڑھنے میں کیا ہے تو اس کے لئے دوڑتے اور اگر جان لیں کہ عشاء[۴] اور صبح کی نماز میں کیا ہے

---

[۱] مسجد کی طرف [۲] باجماعت [۳] عمل خیر اور اسکا انجام ! [۲] وبائی مرض [۳] یعنی استسقاء وغیرہ۔
[۴] منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے زیادہ بھاری تھی کیونکہ پہلا وقت سونے کا اور دوسرا راحت کا ہے۔

تو حضورؐ سر کے بل چل کر آتے ؎

اللہ کا سایہ

(۷۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ، یوم لاظل الاظلہ الامام العادل و شاب نشأ فی عبادۃ ربہ ورجل قلبہ معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجل طلبتہ امرأۃ ذات منصب و جمال فقال انی اخاف اللہ ورجل تصدق اخفی حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ۔

(۷۲) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سات شخصوں کو اپنے سائے[۱] میں لے گا جبکہ اسکے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۱) حاکم عادل[۲]۔

(۲) وہ جوان جو عبادت کی فضا میں پروان چڑھا!

(۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا[۳] ہو۔

(۴) وہ دو شخص جو باہم خدا[۴] کے لئے دوستی کریں جب جمع ہوں تو اُسی کے لئے اور جب جدا ہوں تو اُسی کے لئے!

(۵) وہ شخص جسے کوئی معزز اور صاحب جمال عورت بلائے[۵] اور وہ کہدے میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

(۶) وہ شخص جو مخفی طور پر صدقہ دے، یہاں تک کہ اسکے بائیں ہاتھ کو نہ معلوم ہو کہ اس کا داہنا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے؛

---

[۱] عرش کا سایہ مراد ہے [۲] جو احکام خداوندی کے ماتحت عدل کرے [۳] شوق عبادت [۴] یعنی کوئی ذاتی یا دنیاوی غرض نہ ہو [۵] زنا کے لئے۔

(۷) وہ شخص جو خلوت[1] میں اللہ کو یاد کرے، اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

کھانا اور نماز

(۷۳) عن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدکم علی الطعام فلا یعجل حتی یقضی حاجتہ منہ وان اقیمت الصلوٰۃ۔

(۷۳) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی کھانے پر بیٹھا ہو تو جلدی[2] نہ کرے، جب تک اپنا کام ختم نہ کرلے، اگرچہ نماز شروع ہو چکی ہو۔

اذان و امامت

(۷۴) عن مالک بن حویرث قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفر من قومی فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ وکان رحیما رفیقا فلما رأی شوقنا الی اھالینا قال ارجعوا فکونوا فیھم وعلموھم وصلوا فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم۔

(۷۴) مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے قبیلہ[3] کا ایک وفد لے کر نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم آپؐ کے پاس بیس دن رہے، آپؐ بہت رحیم اور مہربان تھے، جب آپؐ نے ہمارا اشتیاق اپنے گھر والوں[4] کی طرف دیکھا، تو فرمایا:۔ واپس جاؤ اپنے گھر والوں میں رہو، انہیں سکھاؤ[5]، اور نماز پڑھا کرو، جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان دے، اور جو زیادہ معمر[6] ہو، وہ نماز پڑھائے!

تعجیل نماز

(۷۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] خواہ زبان سے خواہ قلب سے۔ [2] اس حالت میں خشوع وخضوع اور حضور قلب کی نعمت حاصل نہ ہوگی اور نماز کا اصل مقصد یہی ہے۔ [3] بنو لیث بن بکر بن عبد مناۃ [4] گھر والوں کی طرف اہل و عیال کی طرف [5] دین کی تعلیم دو [6] جو عمر میں زیادہ ہوگا وہ قدرتاً مذہبی معلومات اور تفقہ میں بھی زیادہ ہوگا۔

قال اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلوٰۃ وعلیکم بالسکینۃ و الوقار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔

(۷۵) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد کیا کہ جب تم اقامت کی آواز سنو، تو نماز کے لئے چل پڑو، سکینت[1] اور وقار کو لازم رکھو، جلدی مت کرو، جتنی نماز ملے پڑھ لو، اور جو رہ جائے اُسے پُورا کرلو۔

انسؓ کی روایت

(۷۶) عن انس بن مالك قال صلیت وانا یتیم فی بیتنا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامی ام سلیم خلفنا۔

(۷۶) انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔ میں نے نماز رسول اللہ کے پیچھے پڑھی (حالانکہ میں کم عمر لڑکا تھا۔ میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے[2] تھیں۔

امام سے سبقت

(۷۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما یخشی احدکم اولا یخشی احدکم اذا رفع راسه قبل الامام ان یجعل اللہ راسه رأس حمار او یجعل اللہ صورته صورۃ حمار

(۷۷) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی امام[3] سے پہلے

---

[1] جلدی اور بھاگ دوڑ وقار کے منافی ہے۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ تنہا عورت ایک صف کے حکم میں آتی ہے۔ نماز کے باطل کرنے والی حسب ذیل چیزیں ہیں:۔

(۱) کلام ــــ (۲) عمل کثیر ــــ (۳) حدث ــــ (۴) حدث اور نجاست ــــ (۵) ستر کا انکشاف ــــ (۶) تغییر نیت ــــ (۷) استدبار قبلہ ــــ (۸) کھانا ــــ (۹) پینا ــــ (۱۰) قہقہہ ــــ

[3] بہت سے لوگ نماز میں امام کی پوری پیروی نہیں کرتے اس سے پہلے رکوع و سجود میں چلے جاتے ہیں اس حدیث میں ان کے لئے بڑا سبق ہے۔

سر اٹھا لیتا ہے تو کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے گا، یا فرمایا اس کی صورت گدھے کی صورت بنا دے گا۔

اطاعت کی ہدایت

(۷۸) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِسمَعُوا واَطِیعُوا وان استعمل حَبَشی ؎

(۷۸) حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی حبشی بھی تمہارا عامل بنا دیا جائے تو اس کی سنو، اور اس کی اطاعت کرو،

نمازیوں کی رعایت

(۷۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال اذا صلّی احدکم للناس فلیخفّف فانّ فیھم الضعیف والسّقیم والکبیر وذوالحاجۃ وَاِذا صلّی احدکم لنفسہ فلیطوّل ماشآءَ

(۷۹) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اُسے چاہیئے کہ نماز مختصر پڑھائے۔ کیونکہ ان میں ضعیف، بوڑھے، حاجتمند، بیمار بھی ہوتے ہیں، اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے، تو جتنی چاہے طویل کرلے۔

صفوں کو برابر رکھنا

(۸۰) عن انس رضؓ قال عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال سوّوا صفوفکم

؎ غلام ؎ رحمت کے ساتھ نہایت شفقت و رحمت کا اظہار رسولِ کریم کی جانب سے!

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت معاذ رضؓ نے امامت کی اور سورۂ بقر پڑھ ڈالی، ایک نمازی نے آنحضرتؐ سے اسکی شکایت کی تو آنحضرتؐ نے حضرت معاذ کو ڈانٹا "یا معاذ افتان انت" (اے معاذ کیا تم فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو؟) تین مرتبہ یہی فرمایا۔

فانّ تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ ۔

(۸۰) حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اپنی صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا اقامت صلوٰۃ میں سے ہے[1]!

نماز میں دیکھنا

(۸۱) عن انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال مابال اقوام یرفعون ابصارھم الی السّماءِ فی صلوٰتھم لینتھن عن ذٰلک او لتخطفن اَبصارُھُم۔

(۸۱) انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو نماز میں آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں انہیں اس سے باز آجانا چاہیئے، ورنہ اُن کی بصارت چھین لی جائے گی[2]۔

نماز میں آمین کہنا

(۸۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال اذا امّن الامام فامّنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وقال ابن شھاب کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول اٰمین

(۸۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب امام آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے کے موافق ہو جائے گا،

---

[1] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی صفوں کو سیدھا رکھنا اور ان میں پیچ وخم نہ آنے دینا کتنا اہم ہے۔

[2] یہ بہت بڑی وعید ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

[3] نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد آمین زور سے کہی جائے یا نہیں؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے شوافع حنابلہ اور حضرات اہلِ حدیث کا مسلک یہی ہے کہ آمین زور سے کہی جائے لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ آمین آہستہ آہستہ کہی جائے۔

اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں۔ ابن شہابؓ کہتے ہیں رسول اللہ آمین کہا کرتے تھے!

حضورؐ کی دُعا

(۸۳) عَنْ عائشۃ رضی اللہ عنہا اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی الصلوٰۃ اللّٰھم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا وفتنۃ الممات اللّٰھم انی اعوذبک من الماثم والمغرم فقال لہٗ قائلٌ:۔ ما اکثر ما تستعیذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف۔

(۸۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نماز میں یہ دُعا فرماتے تھے، یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے، پناہ مانگتا ہوں فتنۂ مسیح دجّال[1] سے۔ پناہ مانگتا ہوں زندگی کے فتنہ سے۔ موت کے فتنہ سے، یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں گناہ سے اور قرض سے، ایک سوال کرنے والے نے پوچھا۔ آپؐ قرض سے پناہ کیوں مانگتے ہیں؟ فرمایا: کوئی شخص جب مقروض ہوجاتا ہے تو جھوٹ بولنے لگتا ہے اور وعدہ خلافی کرنے لگتا ہے[2]۔

نماز میں دُعا

(۸۴) عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انّہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی دعاءً ادعو بہ فی صلاتی۔ قال قُلْ:۔ اَللّٰھم انی ظَلَمْتُ نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذنوب الا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مغفرۃً مِنْ عِنْدِکَ وارحمنی اِنّکَ اَنْتَ الغفور الرّحیم۔

(۸۴) حضرت ابو بکر صدیق[3] رضؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دُعا سکھائیے ... جو میں نماز میں پڑھا کروں، آپؐ نے فرمایا: یہ دُعا

---

[1] دجال کذاب کے فتنہ سے پناہ مانگی جاتی ہے! [2] آنحضرتؐ تو معصوم تھے آپ نے علی السبیل التعلیم یہ ارشاد فرمایا کہ امت اس سے بچے اور اس کی کیفیت سمجھ لے۔ [3] خلیفہ اوّل۔

پڑھا کرو"۔۔۔ "اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا۔ سوائے تیرے کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا، پس میری مغفرت فرما، اپنی جانب سے مغفرت، مجھ پر رحم فرما، بیشک تو غفور اور رحیم ہے"

دعا بعد از نماز

(۸۵) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال جاء الفقراء الى النبی صلى الله عليه وسلم فقالوا ذهب اهل الدثور من الاموال بالدرجات العلى والنعيم المقيم يصلون كما نصلی ويصومون كما نصوم ولهم فضل من اموال يحجون بها ويعتمرون ويجاهدون ويتصدقون قال الا احدثكم بما ان اخذتم به ادركتم من سبقكم ولم يدرككم احد بعدكم تسبحون وتحمدون وتكبرون خلف كل صلوٰة ثلاثا وثلاثين فقال: "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللهُ اَكْبَرُ" حتّٰى يكون منهن كلهن ثلاثا وثلاثين ؞

(۸۵) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس چند فقراء آئے، انہوں نے کہا: "مال و دولت والے لوگ، بلند درجات میں ہم سے آگے بڑھے جاتے ہیں، وہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم رکھتے ہیں لیکن انہیں (ہم پر) تفضل[۱] حاصل ہے مالدار ہونے کے باعث (کیونکہ) وہ اپنی دولت کے برتے پر حج کرتے ہیں، عمرہ سے فراغت حاصل کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں صدقہ ادا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ اگر تم اُسے پکڑ لو[۲] تو ان لوگوں کو پالوگے جو تم سے آگے نکل گئے ہیں۔ اور تم کو کوئی نہیں پاسکے گا۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ اللہ کی تسبیح کرو، یوں کہو:۔ "سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللهُ اَكْبَرُ"۔ ان میں سے ہر ایک کو ۳۳۔۳۳ مرتبہ کہو۔

---

[۱] اگر ہمارے پاس دولت ہوتی تو ہم بھی یہ سب کچھ کرتے [۲] یعنی اس پر عمل کرنے لگو۔

مکتوبِ معاویہؓ

(۸۶) عن ورادٍ کاتب المغیرۃ بن شعبۃ قال املی علی المغیرۃ بن شعبۃ فی کتاب إلی معاویۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لآ إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔

(۸۶) مغیرہ بن شعبہ کے کاتب ورادؓ کہتے ہیں، کہ مغیرہ بن شعبہ امیر معاویہ کو مجھ سے ایک خط لکھوا رہے تھے۔ جس میں لکھوایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز مکتوبہ[1] کے بعد، یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

"خدا کے سوا کوئی معبود[2] نہیں۔

وہ تنہا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں،

وہ ملک کا مالک[3] ہے، اور سزاوار حمد[4] ہے۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اے اللہ!

جو کچھ تو دے اس سے کوئی روکنے[5] والا نہیں جس سے تو منع کرے اُسے کوئی بخشنے والا نہیں، دولت[6] مند کو، اس کی دولت تیرے حضور میں نفع نہیں پہنچا سکتی!"

---

[1] یعنی نماز فرض [2] قابل پرستش [3] بلا شرکت غیرے [4] ہر تعریف اور ہر ثنا کا سزاوار ہے [5] مانع [6] اسے پوری جزا ملے گی!

باب ۴۲
جمعہ کے احکام و مسائل

(۸۷) عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اغتسل یوم الجمعۃ وتطھر بما استطاع من طھر ثم ادھن اومس من طیب ثم راح ولم یفرق بین اثنین فصلی ما کتب لہ ثم اذا خرج الامام انصت غفرلہ ما بینہ وما بین الجمعۃ الاخری۔

(۸۷) حضرت سلمان فارسی رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے روز[1] غسل کرے، خوب اچھی طرح نہائے دھوئے، تیل لگائے یا کوئی خوشبو استعمال کرے[2] اور پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے، اور دو[3] آدمیوں کو درمیان سے الگ نہ کرے پھر نماز پڑھے جتنی اسکے مقسوم میں لکھی گئی ہے جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو وہ خاموش رہے تو اس کے وہ گناہ[4] جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے بخش دیئے جائیں گے۔

راعی اور رعایا

(۸۸) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اھلہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرءۃ راعیۃ فی بیت زوجھا ومسئولۃ عن رعیتھا والخادم راع فی مال سیدہ ومسئول عن رعیتہ۔

---

[1] ثواب کی نیت سے! [2] سنت ہے [3] یعنی گھس بیٹھ کر اپنے لئے جگہ نہ نکالے نہ لوگوں کی گردنوں کو نانگھتا ہوا جائے [4] صغائر۔

(۸۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ فرماتے تھے۔ کہ تم میں سے ہر شخص راعی[1] ہے اور اپنی رعیت کا جوابدہ اور ذمہ دار ہے، امام راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ مرد اپنے گھر کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کا مسئول ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کی جوابدہ ہے، خادم اپنے آقا کے مال کا راعی ہے۔ وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار[2] ہے۔

غسل جمعہ

(۸۹) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للّٰہ تعالیٰ علیٰ کل مسلم حق ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما۔

(۸۹) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سات دن میں (کم از کم) ایک روز[3] (ضرور) غسل کرے۔

جمعہ کی سعادت

جمعہ بڑا مبارک وسعید دن ہے، احادیث صحیحہ میں اس دن کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں آنحضرتؐ جمعرات ہی سے جمعہ کی تیاری فرمانے لگتے تھے، یہ دن دوسرے دنوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بابرکت ہے، دعاؤں کی قبولیت میں بھی اس دن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت آدمؑ جمعہ کے دن پیدا ہوئے اسی دن وفات پائی۔ بعض روایتوں میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ قیامت بھی جمعہ ہی کے دن آئے گی۔

جمعہ کی حکمت

جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ امام طحطاوی کے بقول یہ دن اجتماع کا ہوتا ہے، یوں تو ہر روز، آدمی پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے اور یہ نمازیں مسجد ہی میں جماعت

---

[1] نگہبان [2] ذمہ داری کا بیان، جو ہر شخص پر عاید ہوتی ہے اور جس سے عہدہ برآ ہونا ہر شخص کا فرض ہے۔ کتب حدیث وفقہ میں ملاحظہ کریں [3] یعنی جمعہ کے دن۔

کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور پڑھی جانی چاہئیں لیکن جمعہ کے دن سارے شہر میں حتی الامکان صرف ایک ہی مسجد کے اندر نماز ہونی چاہیئے مجبوری یا معذوری کے باعث ایک سے زائد مقامات پر بھی جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، لیکن اولیٰ اور مستحسن یہی ہے کہ نماز ایک ہی جگہ ہو اور وہیں تمام مسلمان شریک ہوں مصلحت قومی وملی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سارے شہر کے مسلمان اگر ہفتہ میں ایک روز، ایک مقام پر، ایک وقت پر مجتمع ہوں تو ایک طرف تو ان کا اجتماعی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوگا۔ دوسرے ان کے شکوہ ملی کا اثر کافروں اور مشرکوں پر رعب و دہشت کی صورت میں پڑے گا۔

جمعہ کی فرضیت

جمعہ فرض عین ہے!

فرض کے دو قسم ہوتے ہیں۔ (۱) فرض عین :- (۲) فرض کفایہ

فرض عین اس فرض کو کہتے ہیں جو ہر مسلمان پر بلا استثناء فرض ہوتا ہے معذوری اور مجبوری کی دوسری صورت یہ ہے، کہ ہر شخص کو یہ فرض ادا کرنا چاہیئے۔

فرض کفایہ وہ فرض ہے جو اگر نہ ادا کیا جائے تو ساری جماعت گناہگار ہوتی ہے اور اگر ایک آدمی بھی اس فرض کو انجام دے دے تو سب پر سے یہ فرض ساقط ہو جائیگا اور پھر کوئی گناہ گار نہیں ہوگا۔ مثلاً (نماز جنازہ) جمعہ، غلام، عورت، بیمار اور مسافر پر فرض نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنی چاہیئے۔

شرائط جمعہ

جمعہ کے شرائط یہ ہیں :-

(۱) مرد ہونا — (۲) آزاد ہونا — (۳) معذور و مجبور نہ ہونا — (۴) اقامت (عالمگیری)

جمعہ کی صحت یعنی صحیح طور پر جمعہ ادا ہونے کی شرطیں یہ ہیں :-

(۱) شہر — جمعہ کی نماز شہر کے سوا کہیں اور نہیں ہوسکتی۔

(۲) ظہر کا وقت — وقت ظہر سے پہلے، یا بعد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی۔ ضروری ہے۔ کہ ظہر کے وقت ہی اسے ادا کیا جائے!

(۳) خطبہ جمعہ — اس کا سننا بھی ضروری ہے!

(۴) اذن عام — کسی ڈھکی چھپی یا پرائیویٹ جگہ جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی جمعہ کی نماز وہیں ہوسکتی ہے جہاں اذن عام ہو، یعنی ہر آزاد، اور عاقل و بالغ مسلمان کو جانے کی اجازت ہو، اسی اصول پر جیل میں، بادشاہی قلعہ میں، فوجی احاطہ یا اسی طرح کی اور جگہ پر جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کو ساقط کردیتی ہے!

دارالاسلام

جمعہ کے بارے میں ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہیئے یعنی جمعہ کا وجوب دارالاسلام کے ساتھ مشروط ہے، دارالحرب یا دارالکفر میں نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔

دارالاسلام وہ مقام ہے جہاں اسلام کی عملداری ہو۔

دارالحرب وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں اور کافروں کے مابین جنگ کی سی کیفیت قائم ہو اور مسلمان اپنے فرائض اور اوامر و نواہی پر پوری طرح عمل نہ کرسکیں مجبور اور بے بس ہوں۔

دارالکفر — یہ بھی گویا دارالحرب ہی ہے۔ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کفر کا غلبہ ہو۔ کفر ہی کا قانون چلتا ہو، اور اسلام کے احکام و شرائط پر عمل نہ صرف آسان نہ ہو بلکہ ممکن نہ ہو۔

باب ۴۳

عیدین کا ذکر!

(۹۰) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَّہٗ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِیْ اَیَّامٍ اَفْضَلَ مِنْھَا فِیْ ھٰذِہٖ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ ۔

(۹۰) حضرت ابن عباسؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :- "کسی زمانہ میں بھی عبادت کرنا ان دسؔ دنوں سے زیادہ افضل نہیں ہے" صحابہؓ نے دریافت کیا :- "جہاد بھی نہیں"؟ آپؐ نے فرمایا :- "جہاد بھی نہیں"! مگر ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور کسی چیز کو لے کر نہ واپس ہوا !

عید المومنین

(۹۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ

(۹۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا - اگر جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا :- "چپ رہو" جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو تم نے لغو حرکت کا ارتکاب کیا -

تلبیہ و تکبیر

(۹۲) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ الثَّقَفِیِّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا وَنَحْنُ غَادِیَانِ مِنْ مِنًی اِلَی عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِیَۃِ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ یُلَبِّی الْمُلَبِّیْ لَا یُنْکَرُ عَلَیْہِ وَیُکَبِّرُ الْمُکَبِّرُ فَلَا یُنْکَرُ عَلَیْہِ

لہ ایام تشریق ۲ہ جہاد کے لئے ۳ہ دونوں چیزیں قربان کردیں! ہ۴ ابن وہب کہتے ہیں جس نے یہ لغو حرکت کی اسے صرف ظہر کا ثواب ملے گا عید کا نہیں! جمعہ عید المومنین ہے جمعہ کے شرائط حسب ذیل ہیں :-

(۱) وقت :- (۲) جگہ — جمعہ کی نماز صحرا میدان اور خیمہ میں نہیں ہوسکتی ضروری ہے کہ وہ مسجد میں ہو۔

(۳) کم سے کم چالیس آدمی شریک ہوں اور چالیس آدمی آزاد ہوں، غلام نہ ہوں، باعقل ہوں دیوانے نہ ہوں مقیم ہوں مسافر نہ ہوں (احناف کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ہوں تو بھی جمعہ کی نماز ہو جائیگی) (در مختار) (۴) جماعت (۵) حتی الامکان جمعہ جامع مسجد ہی میں ہونا چاہیئے، لیکن بقدر حاجت متعدد مساجد میں بھی جائز ہے (۶) خطبہ :-

(۹۲) محمد بن ابی بکر الثقفی کہتے ہیں۔ کہ میں نے انسؓ سے پوچھا۔ جب ہم منیٰ سے عرفات کی طرف جاتے تھے کہ آپ نبیؐ کے ساتھ کس طرح تلبیہ و تکبیر کیا کرتے تھے، انسؓ نے جواب دیا تلبیہؔ[1] کہنے والا تلبیہ کہہ لیتا اور اُسے روکا نہ جاتا اور تکبیرؔ[2] کہنے والا تکبیر کہہ لیتا اور اُسے منع نہ کیا جاتا۔

عید کے دن گانا

(۹۳) عن عائشةؓ قالت دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَ عندی جاریتان تُغنّیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحوّل وجھہٗ ودخل ابوبکر فانھرنی وقال مزمارة الشیطان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دعھما فلما غفل غمزتھما فخرجتا۔

(۹۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبیؐ تشریف لائے، اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی بعاثؔ[1] کا گیت گا رہی تھیں۔ رسول اللہؐ فرش پر لیٹ رہے اور اپنا روئے مبارک پھیر لیا، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے، اُنہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا۔ شیطان کے ساز، اور آنحضرتؐ کے سامنے؟ رسول اللہؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا:۔ انہیں چھوڑ دو[2]۔ پھر جب وہ غافل ہوئے تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

قربانی

(۹۴) عن البراءؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب

---

[1] لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک یہی تلبیہ ہے۔ [2] اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہ تکبیر ہے۔ [1] بعاث مشہور قلعہ ہے یہاں اوس اور خزرج کی وہ جنگ ہوئی تھی جو سوا سو برس تک جاری رہی تھی۔ یہاں تک کہ اسلام آیا اور رسول اللہؐ کی برکت سے یہ لڑنے والے آپس میں دوست اور بھائی بن گئے [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن اچھا گانا گایا جا سکتا ہے، جو برائی اور لغویت سے پاک ہو۔

فقال :- انّ اول ما نبدءُ من یومنا ھٰذا ان نصلّی ثم نرجع فننحر فمن فعل فقد اصاب سُنّتنا -

(۹۴) حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ خطبہ دے رہے تھے - آپؐ نے فرمایا - آج کے دن کا آغاز ہم یوں کرتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں پھر واپس آتے ہیں اور قربانی[۱] کرتے ہیں جس نے یہ کام کیا، اس نے ہماری سنت پر عمل کیا -

عید الفطر

(۹۵) عن انس قال کانَ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لا یغدُو یومَ الفطر حتّٰی یأکل تمرَاتٍ ؛

(۹۵) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ عید الفطر کے دن جب صبح کرتے تھے تو کھجوریں کھاتے تھے -

دو تہوار (۲)

دُنیا کی دُوسری قومیں اور ملّتیں بڑی دھوم دھام سے اپنے تہوار مناتی ہیں - ان کے یہ تہوار صرف لہوولعب، ناچ رنگ، سرمستی اور نشہ بازی، غل غپاڑہ، اور موسمی تغیّر و تبدل پر مبنی ہوتے ہیں یعنی ان تہواروں میں جو خوشیاں منائی جاتی ہیں وہ صرف دنیاوی سرخوشی اور نشاط و انبساط سے متعلق ہوتی ہیں ان میں سے دین کا کوئی پہلو نہیں ہوتا، رُوح کی غذا کا کوئی سامان نہیں کیا جاتا -

دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام میں دو تہوار ہیں اور یہ دونوں جہاں شکوہ و تجمّل میں دوسرے مذاہب کے تہواروں سے کہیں بالا منزلت ہیں - وہاں یہ مخلوق کے بجائے خالق سے، دُنیا کی بجائے دین سے، جسم کی بجائے رُوح سے تعلق رکھتے ہیں -

عید الفطر کی حیثیت

پہلا تہوار عید الفطر ہے -

---

[۱] نماز سے بیشتر قربانی جائز نہیں ہے -

یہ مسلمانوں کی رُوحانی سرخوشی اور نشاط و انبساط کا تہوار ہے۔ کامل ایک مہینہ تک مسلمان صرف اپنے خدا کی رضاجوئی کے لئے! ٹھٹھرتا ہوا جاڑا ہو، یا آتش افروز گرمی! دن بھر نہ کچھ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں۔ نہ لہو و لعب سے جی بہلاتے ہیں، نہ کسی کی غیبت کرتے ہیں، نہ کسی پر غصّہ کرتے ہیں، نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں سُورج نکلنے سے پہلے سے سُورج غروب ہونے تک ان کا یہی عمل رہتا ہے۔

خدا انہیں آزماتا ہے اور وہ اس آزمائش میں پُورے اُترتے ہیں، وہ پیاسے رہ کر محسوس کر لیتے ہیں کہ پیاس کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے، وہ بھوکے رہ کر جان لیتے ہیں کہ بھوک میں کیا قیامت انسان پر گذر جاتی ہے۔ امیر غریب کی صف میں آجاتا ہے اور غریب امیر کے برابر ہو جاتا ہے، بھوک اور پیاس مساوی ہو جاتے ہیں جس کی جیب خالی ہوتی ہے وہ بھی بھوکا اور پیاسا رہتا ہے جس کی تھیلیاں سیم و زر سے بھرپور ہوتی ہیں اسے بھی پیاس کی زحمت اور بھوک کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے، یہ پورا ایک مہینہ ابتلاء اور مشقت کے عالم میں گذارنے کے بعد عید کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ آزمائش کی گھڑی ختم ہو جاتی ہے، امتحان کی مدّت گذر جاتی ہے اور بندہ اپنے رب اور آقا کے حضور سے کامیابی اور خوش نوائی کی سند لے لیتا ہے۔ پھر اُسے حق ہے کہ خوشی منائے، جھُولے، اور مسرّتِ بے پایاں کا اظہار کرے۔

عید الضحیٰ

مسلمانوں کا دُوسرا تہوار عید الضحیٰ ہے!

یہ بھی ایک بہت بڑی تاریخ کی یادگار ہے — آج سے ہزاروں سال پہلے جب دُنیا پر کفر و شرک کا غلبہ تھا اور خدائے واحد و قیوم کا نام لیوا کوئی نہ تھا۔ خدا کے کچھ بندوں کا ایک مختصر سا کنبہ تھا جو نہ ستاروں کو پوجتا تھا، نہ چاند کو، نہ سورج کو، نہ مٹی کے بنے ہوئے دیوتاؤں کو، نہ پتھروں کی بنی ہوئی مورتیوں کو، نہ درخت کو،

نہ دریا کو، نہ سمندر کو نہ سانپ کو، نہ بندر کو، نہ گائے اور مور کو، بلکہ یہ چھوٹا سا کنبہ اُس خدائے واحد کو پوجتا تھا جس نے اس دنیا کو، اس ساری کائنات کو ہر ہر چیز کو "کُن" کہہ کر پیدا کر دیا تھا، اور یہ دہکتا ہوا سورج، یہ چمکتا ہوا چاند، یہ جھلملاتے تارے یہ لہلہاتے ہوئے کھیت، یہ موسلادھار بارش، یہ موسم کی خوشگوار اور ناخوشگوار تبدیلیاں، یہ بل کھاتے ہوئے دریا، یہ شور کرتا ہوا سمندر، یہ آنکھوں میں کھب جانے والے پھول، یہ بدن میں چبھ جانے والے کانٹے، یہ آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ، یہ بارش کو کھینچنے والے اور بارش کو لانے والے جنگل، یہ شجر و حجر، یہ انسان و حیوان ——— یہ سب کیا ہیں؟ ——— خدائے قادر کی قدرتِ کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ نہیں؟ ——— خدا پرستوں کے اس چھوٹے سے قافلہ کا بوڑھا میر کارواں ——— حضرت ابراہیمؑ ——— خواب میں دیکھتا ہے، کہ وہ اپنے اکلوتے، جوان، اور سراپا سعادت فرزند ——— حضرت اسمٰعیلؑ ——— کو خدا کی راہ میں خدا کی خوشنودی کے لئے قربان کر رہا ہے۔ صبح اُٹھتا ہے تو یہ خواب یاد آتا ہے۔ بیٹے سے ذکر کرتا ہے۔ وہ بغیر ادنیٰ توقف کے جواب دیتا ہے۔

"میں تیار ہوں!"

اور پھر بوڑھا باپ چھری تیز کرتا ہے، اپنے بوڑھے، کمزور اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چھری کا قبضہ استقلال اور مضبوطی کے ساتھ پکڑتا ہے۔ بیٹے کو زمین پر قربان کرنے کے لئے لٹاتا ہے اور پھر اسکے گلے پر چھری پھیر دیتا ہے ——— لیکن چھری کے نیچے اسمٰعیلؑ کے بجائے دُنبے کی گردن ہوتی ہے۔ خدا کو سراپا ایثار باپ اور سراپا اطاعت بیٹے کی یہ ادا پسند آگئی، قرآن میں اسکے بارے میں کہا گیا ہے ——— وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ——— خدا کو اپنے مقبول اور مطیع بندوں کی یہ ادا ایسی بھائی کہ یہ ایک یادگار بن گئی۔ ہر سال اسلام کے پیرو، اپنے نبیؐ

کے حکم کی متابعت میں اسے قربانی کی صورت میں منانے لگے۔

قربانی کا مقصد

سوال یہ ہے کہ اس قربانی کا مقصد کیا ہے ——— ؟
صرف یہ نہیں کہ سال میں ایک خاص دن کسی جانور کو ذبح کر دیا۔ کیا اس طرح کی قربانی دینے والے نہیں جانتے: "لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ (خدا کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اس تک جو چیز تمہاری پہنچ سکتی ہے وہ ہے تقویٰ)

قربانی کرتے وقت یہ پیش نظر نہیں رکھنا چاہیئے، کہ ہم کسی جانور کو قربان کر رہے ہیں۔ یہ پیش نگاہ رکھنا چاہیئے، کہ ہم ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں ہم اپنے اندر وہی ایثار اور قربانی پیدا کرنا چاہتے ہیں، جو ان کا طغرائے امتیاز تھا، اگر ضرورت ہو تو ہمیں بھی ابراہیمؑ بن جانا چاہیئے۔ اور ان کے اسوۂ مبارک پر چلتے ہوئے اپنی عزیز سے عزیز اور قیمتی سے قیمتی متاع حتیٰ کہ اپنی اولاد، اپنی اکلوتی اولاد تک کے گلے پر چھری پھیر سکتے ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی اس قربانی اور فدویت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جس کا مظاہرہ خدا کے ایک مقبول بندے اور رسول اسمٰعیل نے کیا تھا۔ یعنی اپنی جانِ عزیز تک خدا کی راہ میں قربان کر سکتے ہیں۔ زندگی سے بڑھ کر قیمتی کوئی چیز نہیں ہوتی، زندہ رہنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا کیا کچھ نہیں گذرتا۔
خوش وقتے کہ انسان اپنی یہ سب سے گراں بہا متاع بھی ہاتھ میں لے کر خدا کے حضور پہنچ جائے

جمالِ کردار

دوسری قوموں اور ملتوں کے تہواروں پر ایک نظر غائر ڈالیے۔ خوب اچھی طرح سے دیکھیئے ان میں لہو و لعب، ناچ رنگ، شراب اور جوئے کے سوا کیا ملے گا؟
لیکن اسلام کے ان تہواروں میں جمالِ کردار کی جو شان نظر آتی ہے، وہ کہیں اور بھی

مِل سکتی ہے؟ نماز پڑھنا، دُعا کرنا، خدا کے سامنے گڑگڑانا، صدقہ اور خیرات کرنا، گلے مِلنا۔ ایک دوسرے کی بھلائی چاہنا۔ نہانا، دھونا، اچھے ستھرے اور پاک صاف کپڑے پہننا۔ ایک جماعت کی شان سے گھروں سے نکلنا، عیدگاہ میں پہنچنا، پھر جوق در جوق، فوج در فوج، موج در موج عیدگاہ سے شہر واپس آنا، بال بچوں، دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ مسرت اور خوشی کے لمحے گزارنا اپنے امکان و استطاعت کے مطابق اپنی قوم کے ناداروں اور غریبوں کی اتنی مدد کرنا کہ وہ بھی اس خوشی میں سچے دِل سے حِصّہ لے سکیں۔

کیا کردار کا یہ جمال، دُنیا کی کسی قوم، کسی دین اور کسی ملک میں مِل سکتا ہے؟

شرائط نماز

نماز عیدین کی شرائط وجوب، اور شرائط صحت وہی ہیں جو جمعہ کے ہیں۔ صرف دو باتوں میں فرق ہے۔ اسے ضرور ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

(۱) جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنّت!

(۲) جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے اور عیدین میں نماز کے بعد!

سنن عیدین

عید کے دن حسب ذیل باتیں مسنون ہیں یعنی سنّت ہیں:۔

(۱) غسل اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔

(۲) نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے پہننا،

(۳) عیدگاہ میں نماز ادا کرنا،

(۴) راستہ بدلنا یعنی ایک راستہ سے جانا دوسرے سے واپس ہونا تاکہ شکوہ ملّی میں اضافہ ہو

(۵) نماز عید الفطر سے پہلے فطرہ کا ادا کرنا۔

(۶) نماز عید الفطر سے پیشتر کسی میٹھی چیز کا کھانا۔

(۷) عید الضحےٰ میں نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہ کھانا۔

فطرہ

فطرہ ——— صدقہ فطر کو کہتے ہیں۔ یہ تقریباً دو سیر گیہوں کے بقدر ہوتا ہے اس قدر گندم کی قیمت بھی صدقہ میں دی جا سکتی ہے

صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کر دینا چاہیئے اور اگر جو دے تو وہ گیہوں سے دوگنے یعنی چار سیر فی کس ہونے چاہیئں، چنا، جوار، یا کوئی اناج بھی اس مقدار میں دیا جا سکتا ہے جس کی قیمت دو سیر گیہوں کے برابر ہو۔

صدقہ فطر ہر بالغ اور صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، مرد، عورت، غلام، بالغ، نابالغ کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ گھر کے بڑے یعنی صاحبِ نصاب کو بچوں اور ملازموں کی طرف سے صدقہ ادا کر دینا چاہیئے، کیونکہ ملازم بھی بچوں کی طرح اسکے دستِ نگر ہوتے ہیں۔

بیوی خود اپنا صدقہ اپنے پاس سے ادا کرے۔ شوہر کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا صدقہ ادا کرے لیکن اگر ادا کر دے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ صدقہ فطر کا گیہوں یا اس کی رقم عید کی نماز سے پیشتر اپنے علاقہ کے محتاجوں، اور ناداروں، یتیموں اور مسکینوں، مسافروں اور بیواؤں وغیرہ میں تقسیم کر دینی چاہیئے۔

تکبیر تشریق

ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر کی نماز کے بعد سے تیرھویں تاریخ کی نماز عصر کے بعد تک، ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ باآواز بلند تکبیر تشریق کہنی واجب ہے تکبیر تشریق یہ ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

امام اگر فرض نماز کے بعد یہ تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو کہہ لینا چاہیئے۔

قربانی اور قربانی کا گوشت

عید الاضحیٰ کی نماز سے فراغت کے بعد قربانی کر لینا چاہیئے۔ قربانی ہر عاقل و بالغ اور صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔

قربانی حسبِ ذیل جانوروں کی جاسکتی ہے :۔

۱:۔ اونٹ ——— جس کی عمر پانچ سال سے کم نہ ہو۔

۲:۔ گائے ——— جس کی عمر دو سال سے کم نہ ہو۔

۳:۔ بھینس ——— " " " " "

۴:۔ بھیڑ ——— جس کی عمر ایک سال ہو لیکن اپنے قد و قامت سے چھ مہینہ کی عمر میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اُس کی قربانی بھی جائز ہے !

۵:۔ دُنبہ ——— عمر اور قد و قامت کی شرط وہی ہے جو بھیڑ کی ہے۔

۶:۔ بکری یا بکرا ——— کم سے کم سال بھر کی عمر ہو!

ایک گائے، اُونٹ یا بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں!

باقی جانور ایک ہی آدمی کی طرف سے سمجھے جائینگے مثلاً ایک بکری کی قربانی ایک ہی آدمی کر سکتا ہے اس میں سات آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔

قربانی کا جانور، اندھا، لولا، لنگڑا، کانا، بیمار اور بہت زیادہ دُبلا نہ ہو، قربانی کا جانور حتی الامکان خود ذبح کرنا چاہیئے ضرورت ہو تو دوسرے سے بھی کرایا جاسکتا ہے۔

قربانی کا گوشت محتاجوں، مسکینوں، پڑوسیوں، دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دینا چاہیئے، خود بھی اس کا کچھ حصّہ استعمال کیا جاسکتا ہے تقسیم یوں ہونی چاہیئے۔

۱:۔ ایک تہائی ——— مساکین

۲:۔ ایک تہائی ——— دوست، عزیز، ہمسائے وغیرہ

۳:۔ ایک تہائی ——— خود ——— قصاب کی اُجرت الگ دینی چاہیئے

قربانی کی کھالیں کسی نیک اور اجتماعی کام میں صرف کی جائے، اگر اُسے فروخت کیا جائے تو اسکی قیمت کا مصرف بھی یہی ہے۔

مسائل متفرقہ

(۱) مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) نمازِ عید الاضحیٰ سے پیشتر قربانی ناجائز ہے۔ دیہات میں نماز فجر کے بعد کی جاسکتی ہے لیکن شہر یا قصبہ میں نہیں۔

(۳) دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ تک (غروب آفتاب سے پہلے) قربانی جس دن بھی چاہے کی جاسکتی ہے۔

باب ۴۴

علمِ غیب

(۹۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفاتح الغیب خمس لا یعلمھا اِلّا اللہ لا یعلم احد ما یکون فی غدٍ ولا یعلم احد ما یکون فی الارحام ولا تعلم نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارضٍ تموت وما یدری احد متٰی یجیئ المطر۔

(۹۵) حضرت ابن عمر رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں۔ خدا کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔

(۱) کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا[۱] ہوگا؟

(۲) کوئی نہیں جانتا کہ رحم[۲] میں کیا ہے؟

(۳) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے[۳] گا؟

(۴) کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ اس کی موت واقع ہوگی؟

(۵) کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟

---

[۱] کیا پیش آنے والا ہے [۲] رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ [۳] نیکی یا بدی؟

باب ۴۵

جنائز

(۹۶) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال اشتکی سعد بن عبادۃ شکوی له فاتاه النبی صلی الله علیه وعلی اٰله وسلم یعودہ مع عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبد الله بن مسعود رضی الله عنهم فلما دخل علیه فوجدہ فی غاشیة اهله فقال علیه الصلوٰۃ والسلام قد قضی قالوا لا یا رسول الله فبکی النبی صلی الله علیه واٰله وسلم فلما رأی القوم بکاء النبی صلی الله علیه واٰله وسلم بکوا فقال الا تسمعون ان الله لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولٰکن یعذب بهذا واشار الی لسانه او یرحم وان المیت یعذب ببکاء اهله علیه

(۹۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رض بیمار ہوئے تو آنحضرت ص عبد الرحمٰن بن عوف رض سعد بن ابی وقاص رض اور عبد اللہ بن مسعود رض کے ہمراہ ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ جب آپ ص وہاں پہنچے تو انہیں بستر پر لیٹا ہوا پایا، آپ نے فرمایا، کیا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں! پھر آپ ص رو پڑے آپ ص کو روتا دیکھ کر دوسرے لوگ بھی رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا :۔ سنو، بے شک اللہ آنکھ کے آنسو بہانے پر عذاب نہیں کرتا، نہ دل کے رنج پر بلکہ اس (زبان کی طرف اشارہ کیا) کی وجہ سے عذاب[1] یا رحم[2] کرتا ہے اور بیشک میت پر اسکے اقربا کے چیخ کر رونے[3] کے باعث عذاب کیا جاتا ہے۔

عالمِ سکرات

جب سکرات یعنی نزع کا عالم شروع ہو جائے تو منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے نیز اسکے

---

[1] اگر کوئی ناز یبا بات منہ سے نکل جائے تو [2] اور اگر اچھی بات نکل جائے تو رحم ہوتا ہے [3] ناجائز رونے پر

پاس پکار کر شہادتین کی تلقین کریں۔ شہادتین سے مراد ہے:-

۱:- اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ!

۲:- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ!

شہادتین کی تلقین کی جائے لیکن مرنے والے سے ان الفاظ کو دوہرانے کو نہ کہا جائے۔
ایسے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت بھی کرنی چاہیئے، اس سے جان آسانی سے نکلتی ہے۔

مرتے وقت کی توبہ!

مرتے وقت آدمی اگر توبہ کر لے تو اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ — دو صورتیں ہیں:-

۱:- مرنے والا کافر تھا، اور اب کفر سے تائب ہو رہا ہے اور اسلام قبول کر رہا ہے۔

۲:- مرنے والا مسلمان تھا، اب گناہ یاد آئے اور ان سے توبہ کر رہا ہے۔ پہلی صورت میں توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اور دوسری صورت قبول ہو جائے گی۔ اسلام عند الموت مقبول نہیں، کیونکہ اس نے ساری زندگی کفر کی حالت میں گذار دی، توفیق ملی اسلام قبول کرنے کی۔ مگر اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اب کہ موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر رہا ہے، تو وہ عند الناس قبول نہیں ہوگا ممکن ہے عند اللہ قبول ہو جائے۔

ہدایات

میت اور غسل میت کے سلسلہ میں چند باتیں خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھنی چاہئیں:-

(۱) اگر کوئی آدمی ڈوب کر مرے اور نکالتے وقت بہ نیت غسل اسے پانی میں ہلا لیں تو یہ غسل کافی ہوگا پھر مزید غسل کی ضرورت نہیں۔

(۲) میت کو غسل دینے والا وہ ہو جو رشتہ کے اعتبار سے زیادہ قریب ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ کوئی بھی دے سکتا ہے۔

(۳) بیوی شوہر کو غسل میت دے سکتی ہے۔

(۴) شوہر بیوی کو غسلِ میت نہیں دے سکتا، سوائے مجبوری کی صورت کے۔

(۵) میت کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالنی چاہیئے۔ ناف سے گھٹنے تک ایک کپڑا ڈال دینا چاہیئے، اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر استنجا کرانا چاہیئے۔

(۶) اگر میت میں غسل دینے والا کوئی نقص یا عیب دیکھے تو اسکا چرچا ہرگز نہ کرے ؛

(۷) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

(۸) اگر پانی نہ ہو تو میت کو تیمم کرا دیا جائے۔

(۹) غسل دینے والے کو چاہیئے کہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے۔

(۱۰) اگر مرتے وقت کسی کے منہ سے کلماتِ کفریہ نکل جائیں، تو ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا (عالمگیری) اسے سخت حالت اور تکلیف کی شدت پر محمول کیا جائیگا اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو مسلمان کے ساتھ کیا جاتا ہے ؛

نماز جنازہ

جس طرح دوسری نمازوں کے لئے وضو ضروری ہے اسی طرح نماز جنازہ کے لئے بھی وضو ضروری ہے۔ لیکن اگر نماز شروع ہو رہی ہو، وقت کم ہو اور اسکے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم بھی کیا جا سکتا ہے۔

نماز جنازہ جوتا پہنے پہنے پڑھی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ جوتا گندگی سے پاک ہو اور وہ جگہ بھی نجاست سے پاک ہو جہاں وہ کھڑا ہے نماز جنازہ میں مستحب یہ ہے کہ حاضرین کی تین صفیں (کم سے کم) کردی جائیں اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک امام بن جائے تین کی ایک صف بنائی جائے دو کی دوسری اور ایک کی تیسری۔

ترکیب نماز جنازہ

نماز جنازہ کی نیت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر کہہ کے ہاتھ باندھ لیں اور

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

پڑھیں پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر درود پڑھیں جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں مگر ہاتھ نہ اٹھائیں اور بالغ میّت کے لئے خواہ مرد ہو یا عورت یہ دُعا پڑھیں:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

یعنی:۔ "اے خدا ہمارے زندوں اور مُردوں کی حاضر اور غائب کی، چھوٹوں اور بڑوں کی، مرد کی اور عورت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھ اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دے تو ایمان پر موت دے۔

اگر نابالغ بچہ ہو تو یہ دُعا پڑھیے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

یعنی:۔ "اے خدا ہمارے اس بچے کو ہمارا ہراول بنا اُسے ہمارے لئے ذخیرہ اور اجر بنا، اُسے ہمارا شافع بنا اور اس کی شفاعت قبول فرما"

اگر لڑکی ہو تو اِجْعَلْهُ کی بجائے اِجْعَلْهَا اور شَافِعًا اور مُشَفَّعًا کے بجائے شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً پڑھنا چاہیے۔ مقتدی اور امام دونوں یہ دُعا پڑھیں گے۔

مسائلِ متفرقہ

(۱) عورتوں کا جنازہ کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے! "درمختار"

(۲) میّت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

(۳) اگر کسی شخص کو وہ دُعا یاد نہ ہو جو نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہے تو اُسے صرف "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"۔

یعنی:۔ "اے اللہ ایمان والوں اور ایمان والیوں کی مغفرت فرما"۔

تین مرتبہ پڑھ لینا چاہیئے اور اگر یہ بھی کسی وجہ سے یاد رکھنا ممکن نہ ہو تو صرف جنازہ کی چار تکبیروں پر اکتفا کرلے، نماز جنازہ ہو جائے گی۔ کیونکہ نماز جنازہ میں جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہ فرض نہیں ہے۔ (بحر الرائق)

(۴) جنازہ جب دفن ہو چکے اور قبر پر مٹی ڈالی جا چکے تو پھر بغیر کسی خاص مجبوری کے نہ قبر کھودنی چاہیئے نہ میت نکالنی چاہیئے ——— مثلاً جس زمین میں میت کی تدفین ہوئی ہے وہ کسی دوسرے کی ہے اور وہ اس پر راضی نہیں کہ یہ میت یہاں دفن ہو تو ایسی صورت میں قبر بھی کھودی جائے گی اور میت بھی نکالی جائے گی۔

(۵) ایک قبر میں بغیر کسی سخت مجبوری کے ایک سے زیادہ میتیں دفن نہیں کرنی چاہیئیں

(۶) قبر پر اگر کوئی سبز شاخ رکھ دی جائے تو یہ مستحب ہے۔

(۷) اگر قبر کے قریب کوئی درخت اُگ آیا ہو تو اُسے نہیں کاٹنا چاہیئے، ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۸) میت کے اعزہ کو تسکین و تسلی دینا اُنہیں صبر کی تلقین کرنا، نیز میت کی مغفرت کے لئے دُعا کرنا جائز ہے۔

باب ۴۶

وصیّت

کسی معاملہ میں بھی اسلام نے اعتدال کا سر رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے، خواہ وہ زندگی کا معاملہ ہو یا مَوت کا صحت کا یا بیماری کا۔ نہ کسی کا حق کسی کو سوخت کرنے کی اجازت دی ہے جس کا جو حق ہے ملے گا اور بہر حال ملے گا۔

ایک طرف تو قرآن نے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی میراث مقرر کر دی۔ ایک ایک کا حصّہ تشریح و تفصیل کے ساتھ معین کر دیا۔ دوسری طرف اُس نے وصیّت کی اجازت دی۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کی خدمات

اور تعلق سے متاثر ہو کر آدمی انہیں کچھ دینا چاہتا ہے۔ مثلاً وفادار خادم، نادار، اور یتیم پوتا۔

وصیت اور وراثت

وصیت اور وراثت میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ یہ دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں۔ وصیت وراثت کے حدود میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اور وراثت کسی طرح بھی وصیت کی سرحد میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ ایک طرف لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ کہہ کر یہ بتا دیا گیا کہ وارث کے لئے قرآن نے جو حصص مقرر کر دیئے ہیں، وہ قطعی اور آخری ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوسکتی وہ ہر حالت میں ملیں گے۔ خواہ مورث دینا چاہے یا نہ دینا چاہے۔ دوسری طرف غیر وارث اصحاب کے لئے وصیت کی اجازت مرحمت فرمائی، یہ اتنا جامع فیصلہ ہے کہ اسکے بعد نہ کسی کو یارائے تکلم ہے نہ شکایت کا موقع۔

ایک اور بات

اس موقع پر ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے وہ یہ کہ وصیت کبھی اور کسی حالت میں بھی ایک تہائی مال و املاک سے زیادہ پر نافذ نہیں ہوسکتی۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ ایک تہائی سے زیادہ مالیت کی وصیت کر جائے، اور اگر وہ ایسا کر بھی جائے تو شرع اسے تسلیم نہیں کرے گی۔ دو تہائی جائز اور اصل ورثا میں تقسیم کر دی جائے گی اور باقی ایک تہائی کو اس کی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائے گا۔

وصیت کی تعریف

وصیت کی تعریف یہ ہے کہ آدمی تندرستی یا علالت کے زمانہ میں اگر کسی شخص یا کام کے لئے کوئی رقم خاص کر دے یا اپنے مال میں سے کسی شخص یا کام کے لئے کوئی خاص حصہ معین کر دے تو یہ وصیت کہلائے گی۔

تندرستی اور علالت کا فرق یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں تو وہ سب کچھ کرسکتا ہے، اپنے مال و جائیداد کو جس طرح صرف کرے یا اس کا جتنا حصہ چاہے فروخت

کر دے، یا کسی کو دے یہ سب جائز اور نافذ ہو گا، لیکن بیماری میں، جو موت پر ختم ہو جو ہدایت کرے گا وہ وصیت ہو گی اور یہ ایک تہائی سے زیادہ پر نافذ نہیں ہو گی۔

سب سے پہلے قرض

وصیت ہو یا وراثت سب سے پہلے مرنے والے کا قرض ادا کیا جائے گا اگر قرض اتنا زیادہ ہے کہ مرنے والے کی ہر چیز، زر نقد، جائیداد، املاک سب کچھ قرض کے ادا کرنے میں صرف ہو جائے تو بھی قرض ہی ادا کیا جائے نہ وصیت نافذ کی جائے گی نہ وارثوں کو کوئی حصہ ملے گا خواہ وہ اصحاب فرائض ہوں، یا عصبات یا کوئی اور!

مہر کا شمار بھی قرض ہی میں ہے، جس طرح دوسرا قرض، وصیت اور وراثت سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح مہر بھی وراثت اور وصیت سے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اس طرح قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچے گا اس کا ایک تہائی وصیت پر اور دو تہائی ورثاء پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

وصیت کے مسائل

(۱) غیر ادا شدہ زکوٰۃ اور کسی قسم کے کفارہ کی ادائیگی کے لئے بھی وصیت کی جا سکتی ہے۔

(۲) ایسے رشتہ داروں کے لیے جنہیں از روئے شرع کسی قسم کی میراث نہ پہنچتی ہو اگر کچھ وصیت کر دی جائے تو ایسا کرنا شرعاً مستحب ہے۔

(۳) لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ کے اصول کے مطابق ورثاء میں سے کسی کے لئے وصیت نہیں کی جا سکتی۔

(۴) تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ ہونے کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام ورثاء ——— یاد رکھیئے تمام ورثاء ——— برضا و رغبت اجازت دے دیں۔ اور اگر وہ اجازت نہ دیں یا خوشی سے نہ دیں تو بس ایک تہائی۔

(۵) اگر کوئی شخص لاوارث ہو، تو وہ اپنے سارے مال کو وصیت کر سکتا ہے۔ شوہر کا بیوی کے سوا کوئی وارث نہیں تو تین چوتھائی مال کی وصیت کر سکتا ہے۔ یا بیوی کا کوئی

وارث شوہر کے سوا نہیں تو وہ نصف مال کی وصیت کر سکتی ہے۔

(۶) وصیت منسوخ بھی کی جا سکتی ہے ـــــــ یعنی ایک آدمی کچھ وصیت کرتا ہے۔ بعد میں اگر وہ کچھ ترمیم و تغیر کرتا ہے یا اُسے بالکل کالعدم کر دیتا ہے تو ایسا جائز ہے۔ اُسے یہ کرنے کا حق ہے۔

(۷) بیماری اور علالت کی حالت میں آدمی اپنے علاج وغیرہ پر جتنا چاہے خرچ کر دے لیکن کسی کو ایک تہائی سے زیادہ نہیں دے سکتا، اور اگر دے دے تو اس کی وفات کے بعد ورثا رحق رکھتے ہیں کہ اُسے واپس لے لیں۔

(۸) مرض الموت میں آدمی ایک تہائی سے زیادہ، جو حق وصیت ہے کسی کو اپنا قرض بھی معاف نہیں کر سکتا، اور اگر وہ معاف کر دے تو وہ باطل ہے، اسی اصول پر مرض الموت میں بیوی اپنا مہر بھی معاف نہیں کر سکتی، اگر معاف کر دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ دردِ زہ کا شمار بھی مرض الموت میں ہوتا ہے، اگر بچ جائے تو عورت کا دینا یا معاف کرنا جائز ہوگا۔ اگر خدانخواستہ وفات پا جائے تو نہیں۔

(۹) وفات کے بعد آدمی کے مال میں سے اس کا گور و کفن تو کیا جا سکتا ہے، اسکے علاوہ مہمانوں کی مہمانداری پر، صدقہ اور خیرات پر، فقیروں کو اناج تقسیم کرنے پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، وہ میّت کے مال میں سے بغیر ورثاء کی اجازت کے نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ مال اب وارثوں کا ہو گیا۔

باب ۴۷
تہجّد

(۹۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قال ینزل ربنا تبارک وتعالٰی کل لیلۃ الی سماء الدنیا

حین یبقی ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجیب لہٗ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفرلہٗ۔

(۹۷) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے[1] تو خدائے تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے اور کہتا ہے جو مجھے پکارے گا، میں اُسے جواب دوں گا، جو مجھ سے مانگے گا، میں اُسے عطا کروں گا۔ جو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا۔ میں اُسے بخش دوں گا۔

نَافِلَةً لَّكَ

تہجد وہ نماز ہے جو بندہ کو خدا کے بہت زیادہ قریب کر دیتی ہے، تہجد کا وقت ایسا اثر انگیز ہوتا ہے کہ اس وقت حضور قلب بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے، رات کا سناٹا ساری فضا پر ایک عجیب خاموشی کی کیفیت، ایسے موقع پر ایک انسان اگر عبادت کرتا ہے تو اس کا جی بھی بہت زیادہ لگتا ہے اور توجہ الی اللہ کی کیفیت بھی خاص طور پر طاری ہوتی ہے۔

ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

دل سے نکلی ہوئی دعائیں خدا کے دربار تک براہِ راست پہنچتی ہیں، وہ انہیں سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ بندہ جو مانگتا ہے وہ پالیتا ہے کیونکہ یہ قبولیت دعا کا ایسا وقت ہوتا ہے کہ خدا خود آسمان دنیا پر اتر آتا ہے" اور خود فرماتا ہے" جو مجھ سے مانگے گا وہ پائے گا"۔ پھر ان کی خوش قسمتی میں کون شک کر سکتا ہے جو اور نمازوں کے ساتھ تہجد کے بھی پابند ہیں۔

باب ۴۸

عبادت میں تشدّد

(۹۸) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کانت عندی امرأۃ

---

[1] یعنی تہجد کے وقت[1] دنیا سے قریب تر آجاتا ہے۔

من بنی اسد فدخل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال من
ھٰذہٖ قلت فلانۃ لا تنام من اللیل فذکر من صلاتھا فقال مہ علیکم
ما تطیقون من الاعمال فان اللّٰہ لا یمل حتی تملوا ؛

(۹۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ میرے پاس قبیلہ بنو اسد کی
ایک عورت بیٹھی تھی ۔ اتنے میں رسول اللہؐ ہمارے پاس تشریف لائے ۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون
عورت ہے ؟ میں نے عرض کیا " کہ یہ فلاں عورت ہے ، ۔ رات بھر نہیں سوتی (نماز پڑھتی رہتی ہے)
آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو ، صرف ان اعمال کی پابندی کرو ، جن کی تم میں سکت ہے ۔ کیونکہ اللہ
تعالیٰ ملول نہیں ہوتا جب تک تم ملول نہ ہو جاؤ ۔

عبداللہ بن عمر رضؓ سے سوال

(۹۹) عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال قال لی النبی
صلی اللّٰہ علیہ وسلم الم اخبر انک تقوم اللیل وتصوم النہار قلت
انی افعل ذٰلک قال فانک اذا فعلت ذٰلک ھجمت عینک ونفھت
نفسک وان لنفسک حقا ولاھلک حقا فصم وافطر وقم ونم ۔

(۹۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے کہا " مجھے بتایا گیا ہے
کہ تم قائم اللیل اور صائم النہار ہو " میں نے عرض کیا ۔ جی میں یہ کرتا ہوں ۔ فرمایا : جب
تم یہ کرتے ہو تو تمہاری آنکھ بوجھل ہو جاتی ہے ۔ تمہارا نفس تھک جاتا ہے ۔ تمہارے
نفس کا تم پر حق ہے ۔ تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے پس روزہ رکھو اور افطار کرو

۱؎ یعنی حسب طاقت عبادت کرو ۔ طاقت سے زیادہ نہیں جب تک نشاط عمل رہے عبادت کرتے رہو ،
جب تھک جاؤ چھوڑ دو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے ملول نہیں ہو سکتا ۔ جب تک تمہاری عبادت میں مسرت
اور سرخوشی موجود ہے ۔ البتہ تھک کر چور ہو جاؤ ۔ پھر بھی عبادت کئے جاؤ ۔ تو ظاہر ہے تمہارا دل تمہارا ساتھ
نہیں دے گا ۔ عبادت میں فتور واقع ہو گا اور اس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو گا ۔ ۱؎ بیوی ۔

رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔

حکمت و معرفت

آنحضرتؐ کے ارشاد گرامی سے ہمیں بہت بڑا سبق ملتا ہے، بیشک خدا اور اسکے رسولؐ کے نزدیک عبادت سے بڑھ کر کوئی کام اور کوئی شغل محبوب نہیں لیکن خدا اور اسکے رسولؐ کو کوئی ایسا کام ہرگز پسند نہیں جو اگرچہ کتنا ہی عمدہ اور اچھا ہو، مگر اعتدال سے ہٹا ہوا ہو۔ حتّٰی کہ عبادت تک اگر اعتدال کے دائرہ سے نکل جاتی ہے تو آپؐ اُسے بھی پسند نہیں فرماتے تھے، آپؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ آدمی عبادت کرتے کرتے تھک جائے دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جائے۔ اپنی جان ہلکان کر ڈالے اور عبادت کرتا رہے، آپؐ صرف یہ چاہتے تھے اور یہی آپ کی تعلیم بھی تھی کہ عبادت ضرور کی جائے مگر اپنا اور دوسروں کا حق پیش نظر رکھ کر۔ وہ عبادت جو ذاتی اور صفاتی حقوق کو پامال کر کے کی جائے، ہرگز اللہ کو اور اسکے رسولؐ کو پسند نہیں۔

رہبانیّت اور اسلام

دوسرے مذاہب ہیں جن میں رہبانیت اور برہمچریہ ہے۔ یعنی ترک "تیاگ" دنیا سے، اور اس کی رغبتوں سے یکسر کنارہ کشی، یہ لوگ غاروں ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر جنگلوں میں چھپ کر عبادت کرتے ہیں۔ دُنیا میں آتے نہیں دُنیا والوں سے واسطہ نہیں رکھتے، دنیا کی کسی دلچسپی ہیں حصہ لینا گناہ سمجھتے ہیں، دُنیا کے ہر کام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کے رشتہ داروں ہیں سمجھنے لگتے ہیں۔

لیکن اسلام اس عبادت اور ریاضت کا قائل نہیں، وہ کہتا ہے۔ دُنیا میں رہو، دنیا کو برتو، دنیا والوں سے میل جول رکھو، دُنیا کے تمام معاملات میں حصہ لو۔ ترک فرزندوزن کے بجائے فرزندوزن سے محبت کرو، ربط قائم رکھو، اُن کے حقوق خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ پھر عبادت کرو، یہی عبادت صحیح عبادت ہے اور یہی عبادت خدا کی بارگاہ ہیں مقبول ہے۔

اگر تم نے دُنیا کو چھوڑ دیا، تو یہ کوئی کمال نہیں کیا۔ اصل کمال تو صرف یہ ہے کہ دنیا میں رہو اور خدا کو نہ بھولو۔ دُنیا میں اور دُنیا کے کاروبار میں شریک رہو۔ اور خدا کے قوانین پر عمل کرتے رہو، اگر یہ کر لو، تو امتحان میں پُورے اُترے اور تم نے وہ مرتبہ حاصل کر لیا، جو صرف ایک عابد ہی کا حق ہے۔

باب ۴۹
استخارہ

(۱۰۰) عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما قال کان رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کما یعلمنا السورۃ من القراٰن یقول اذا ھمّ احدکم بالامر فلیرکع رکعتین۔ ثم لیقل۔ اللّٰھم انّی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک وَ اَسئلُکَ من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم و انت علام الغیوب۔ اللّٰھمّ ان کنت تعلم ان ھٰذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی وعاقبۃ امری فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شرّ لی فی دینی و معاشی وَعاقبۃ امری فاصرفہ عنّی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہٖ۔

(۱۰۰) حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں معاملات[1] میں استخارہ کی تعلیم اس طرح دیا کرتے تھے، جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔ فرماتے تھے۔ جب تم میں سے کوئی کسی امر[2] کا ارادہ کرے تو اُسے چاہیئے کہ دو رکعتیں[3] پڑھے، اور اسکے بعد یہ کہے :-
"اے اللہ میں استخارہ کرتا ہوں تجھ سے، تیرے علم سے، تیری قدرت سے۔ میں تیرے فضلِ عظیم کا جویا ہوں، تو قادر ہے میں نہیں ہوں، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا۔ تجھے

[1] معاملات دنیاوی اور معاملاتِ ذاتی [2] کوئی کام کرنے کا [3] نماز

غیب کی باتیں معلوم ہیں۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ بات (یہاں حرف مطلب زبان پر لائے) میرے لئے، میرے دین، میرے معاش اور میرے انجام کے لئے بہتر ہے تو اپنی قدرت سے اسے میرے لئے مقدر کر دے، آسان کر دے اسے میرے لئے، اس میں مجھے برکت دے اور اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ امر میرے لئے شر ہے، میرے دین، معاش اور انجام کے لئے شر ہے، تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے ہٹا دے، اور میرے لئے خیر کو مقدر کر دے، جو بھی ہو اور مجھے اس پر راضی کر دے۔

باب ۵۰

اَمر و نہی

(۱۰۱) عن معاویۃ بن مقرن عن البراء رضی اللہ عنھم قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بسبع ونھانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعیادۃ المریض واجابۃ الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم ورد السلام وتشمیت العاطس ونھانا عن آنیۃ الفضۃ وخاتم الذھب والحریر والدیباج والقسی والاستبرق ورکوب المیاثر۔

(۱۰۱) حضرت براء رضؓ کہتے ہیں کہ ہمیں آنحضرتؐ نے سات چیزوں کا حکم دیا، اور سات چیزوں سے منع فرمایا:۔

جن باتوں کا حکم دیا وہ یہ ہیں:۔

(۱) اتباع جنازہ[1] —— (۲) مریض کی عیادت —— (۳) دعوت قبول کرنا۔

(۴) مظلوم کی مدد —— (۵) قسم کا پورا کرنا[2] —— (۶) سلام کا جواب دینا۔

(۷) چھینک کا جواب۔

---

[1] جنازہ کے ہمراہ جانا۔ [2] جو کام پیش نظر ہے اس کا ذکر کرے۔

جن باتوں سے منع فرمایا- وہ یہ ہیں :-

(۱) چاندی کے برتنوں کا استعمال ——— (۲) سونے کی انگوٹھی ———
(۳) ریشم[1] کا استعمال ——— (۴) دیباج[2] کا استعمال ——— (۵) قسی[3] کا استعمال
(۶) استبرق[4] کا استعمال ——— (۷) گدوں پر بیٹھنا ———

اصولِ حیات

اس حدیث کی ابتداء میں جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہوگا۔ وہ زندگی کے ایسے اصول ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے زندگی سنورتی ہے اس میں جمال پیدا ہوتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا وقار پیدا ہو جاتا ہے اور وہ آن پیدا ہو جاتی ہے جو اسلام کا اقتضا اور مسلمان کی شان ہے۔ ان اصولوں پر عمل کرنا اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلمان سے نہ دھوکا کھایا جاسکتا ہے، نہ اُسے دھوکا دیا جاسکتا ہے، نہ اس کی زندگی بگاڑی جاسکتی ہے۔ نہ وہ کسی کی زندگی بگاڑ سکتا ہے۔ جس کے اخلاق کی تعمیر اتنی مستحکم ہوتی ہے کہ اُسے دُنیا کی کوئی قوت متزلزل نہیں کرسکتی۔ وہ ایک مستحکم معیار ہے جہاں کوئی برائی خرابی اور معصیت داخل ہی نہیں ہوسکتی۔

تنعم کی ممانعت

اسلام اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ مسلمان اکلِ حلال پر عمل کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کھائے۔ زیادہ سے زیادہ پیدا کرے، جو کچھ وہ کھاتا اور صرف کرتا ہے اس کا مصرف بھی اسلام نے بتا دیا ہے۔ لیکن پیدا کرنے کی عام اجازت کے باوجود وہ اسے ہرگز پسند نہیں کرتا، کہ مسلمان عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ منعمات اور مزخرفات کو اپنی زندگی کا شعار بنالیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان ایک سپاہی کی سی چوکسی، چوکنی اور محتاط و بے باک زندگی بسر کریں۔ وہ اسے ہرگز پسند نہیں کرتا اور کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا کہ وہ زخارف

---

[1] صرف مردوں کے لئے عورتوں کیلئے نہیں [2] دیبا- ابریشم [3] ریشمی کپڑے کی ایک قسم [4] ایک خاص قسم کا ریشم۔

دنیوی میں پھنس کر، اپنی آن، اپنی شان اور اپنی اسلامیت کو فراموش کردیں مسلمانوں کا زیور تلوار ہے۔ سونے کی انگوٹھی نہیں مسلمان کا لباس فوجی وردی ہے۔ ریشم و پرنیاں اور حریر و دیبا کے زرکار، اور زرنگار ملبوسات نہیں مسلمان کی شان تنگی ترشی، سختی ہر طرح کی زندگی بسر کرلے جانا ہے، یہ نہیں کہ وہ اونچے اونچے محلوں میں رہے۔ شاندار قصور و ایوان کو اپنا نشیمن بنائے۔ پُر تکلف اور قیمتی طرز رہائش اختیار کرے۔ یہ سب چیزیں انسان کو خدا سے غافل کردیتی ہیں اور دنیا کا پرستار بنا دیتی ہیں۔ اسلام اگرچہ اسکا حامی ہے کہ دنیا پوری طرح برتی جائے لیکن اسکے اگر یہ معنی لیئے جائیں کہ وہ شاہانہ اور امیرانہ ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تو یہ نہ اسلام کے ساتھ دوستی ہے نہ اپنے ساتھ۔

مرد اور عورت

جن چیزوں کی بڑی فیاضی اور سیر چشمی کے ساتھ عورتوں کو اسلام نے اجازت دے دی ہے۔ اُن سے اسی شدت اور سختی کے ساتھ اس نے مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ عورت کو حق ہے کہ وہ آسودگی اور تنعم کی زندگی بسر کرے لیکن مرد کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر مرد کو اس کی اجازت دے دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کا وہ خاص نظام جس پر وہ قائم ہے ختم ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان مردوں پر جو عورتوں کی شکل و شباہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مرد بننے کی لباس و وضع میں کوشش کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔

باب ۵۱

آدابِ ماتم!

(۱۰۲) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ مِنَّا مَن لطم الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ ۔

(۱۰۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس[1] نے اپنے گالوں پر طمانچے لگائے اور گریبان پھاڑ ڈالا اور عہد جاہلیت کے سے کلمے مُنہ سے نکالے[2]۔

کتنا صدقہ؟

(۱۰۳) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی عام حجۃ الوداع من وجع اشتد بی فقلت انی قد بلغ بی من الوجع وانا ذومال ولا یرثنی الّا ابنۃ افاتصدق بثلثی مالی۔ قال لا۔ فقلت بالشطر فقال لا ثم قال الثلث والثلث کبیر او کثیر انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس وانک لن تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ الا اجرت بھا حتی ما تجعل فی فی امرأتک ۔

(۱۰۳) حضرت سعد بن وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ حجۃ الوداع کے سال جب کہ بیمار تھا۔ میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، میری حالت[1] یہ ہے اور میں مالدار۔ اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر دوں؟ فرمایاؐ "نہیں" میں نے عرض کیا نصف، فرمایا، نہیں، فرمایا[2] ایک تہائی، اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ بہتر ہے اس سے کہ انہیں تنگدست چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور جو کچھ تم خوشی خوشی اللہ کے لئے خرچ کرو گے اس کا تمہیں ثواب[3] ملے گا۔ یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں دو گے (اس کا بھی ثواب ملے گا)

---

[1] کسی کی موت پر اظہارِ غم کرتے ہوئے۔ [2] ہائے وائے کرنا۔ "ہم میں سے نہیں۔" کا مطلب ہے کہ ہماری سُنت پر عامل نہیں یہ نہیں کہ اسلام ہی سے خارج ہے۔ [1] یعنی تشویش انگیز اور مایوس کُن [2] یعنی ایک تہائی تو صدقہ کر سکتے ہو یہ جائز تو ہے لیکن یہ بھی زیادہ ہے۔ [3] یعنی جو مال تم اپنے اعزاء واقربا پر خرچ کرو گے اس میں بھی ثواب ہے۔

براءت، گناہ سے

(۱۰۴) وجع ابوموسیٰ وجعًا فغشی علیه ورأسه فی حجر امرأة من اهله فلم یستطع ان یرد علیها شیئًا فلما افاق قال انا برئٌ ممن برئ منه رسول الله صلّی الله علیه وسلم ان رسول الله صلّی الله علیه وسلم بری من الصّالقة والحالقة والشاقة۔

(۱۰۴) ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ شدید درد میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ غشی طاری ہوگئی۔ آپ کا سر آپ کے گھر کی کسی عورت کے گود میں تھا۔ جب ذرا افاقہ ہوا تو کہا: میں ان سے بری ہوں، جن سے رسول اللہؐ برأت کا اظہار فرما چکے ہیں آنحضرتؐ نے ان سے برأت کا اظہار کیا تھا۔

(۱) صالقہ[1] سے ——— (۲) حالقہ[2] سے ——— (۳) شاقہ[3] سے ———

جنازہ کا احترام

(۱۰۵) عن عامر بن ربیعة عن النبی صلّی الله علیهِ وآلہ وسلم قال اِذا رأیتم الجنازة فقومُوا حتّٰی تخلفکُم۔

(۱۰۵) حضرت عامر بن ربیعہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "جب تم کسی جنازہ[4] کو (گذرتا ہوا) دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ۔ یہاں تک کہ وہ تم سے دور ہوجائے"۔

مشایعت جنازہ کا ثواب

(۱۰۶) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسُول الله صلّی الله علیه وسلم مَن شهد الجنازة حتّٰی یصلّی علیها فله قیراط ومن شهدها حتّٰی تدفن فله قیراطان قیل وما القیراطان قال مثل الجبلین العظیمین۔

(۱۰۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس نے کسی جنازہ

---

[1] مصیبت میں بلند آواز سے رونے والی عورت [2] میت کے غم میں بال منڈانے والی عورت۔
[3] وہ عورت جو فور غم اور شدت الم سے گریبان پھاڑ ڈالے۔ [4] جنازہ خواہ مسلمان کا ہو یا ذمی کا، کھڑا ہوجانا چاہیے۔

میں شرکت کی یہاں تک کہ اس پر نماز بھی پڑھی تو اُسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا جس نے تدفین[1] میں بھی شرکت کی اُسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ سوال کیا گیا "دو قیراط کتنے ہوتے ہیں ؟" فرمایا :۔ دو بڑے بڑے پہاڑ کے برابر ۔"

بچّہ کا اسلام !

(۱۰۷) وعنہ ایضاً ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلّم قال مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْیُمَجِّسَانِہٖ

(۱۰۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :۔ ہر بچہ فطرت[2] پر پیدا ہوتا ہے ، اس کے والدین اسے یہودی ، یا نصرانی ، یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

مُردوں کی بُرائی

(۱۰۸) عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا قالت قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الیٰ ما قدموا ۔

(۱۰۸) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا :۔ مرے[3] ہوؤں کو برائی سے نہ یاد کرو۔ کیونکہ اُنہوں نے جو کچھ کیا تھا اس[4] میں پہنچ گئے ۔

حکم و مصالح

اس عنوان کے تحت جو حدیثیں مذکور ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ میت کا احترام کس درجہ اسلام نے ملحوظ رکھا ہے ، انسان جب تک زندہ ہے اس وقت تک بھی وہ محترم ہے۔ لیکن جب وہ اس جہانِ فانی سے گذر جاتا ہے تو اس کا احترام کچھ اور بڑھ جاتا ہے اور اس کی عظمت کا اعتراف و اظہار ناگزیر ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد نہ اس کی بُرائی کی جا سکتی ہے نہ اس کی کوتاہیوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ نہ اس پر سبّ و شتم کی جا سکتی ہے

---

[1] یعنی شرکت کرے ، نماز پڑھے ، پھر تدفین میں شریک ہو ۔ [2] اسلام سچائی ۔ [3] مسلمان ۔
[4] اگر نیک کام کیے تو اجر مل گیا ۔ بُرے کیے تو سزا ۔

نہ اسکی معلوم و معروف دیکھی بھالی بُرائیوں کو مشتہر کیا جا سکتا ہے جو کچھ کیا جاسکتا ہے، وہ صرف یہ کہ اس کا ذکرِ خیر کیا جائے۔ اس کی اچھائیاں بیان کی جائیں، اسکے لئے دعا مانگی جائے۔ اُسے قرآن بخشا جائے۔ اُسے ایصالِ ثواب کیا جائے، اور اگر کوئی یہ نہیں کر سکتا تو پھر اُسے چاہیئے کہ خاموش رہے اور مرنے والے کا کوئی ذکر ہی نہ کرے۔

خیالِ عیال

اسلام صدقہ و خیرات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکید کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اجرو ثواب کی بشارت دیتا ہے۔ لیکن وہ اس کا قائل ہے کہ خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے، وہ یہ نہیں چاہتا۔ کہ آدمی خدا کی راہ میں سب کچھ اپنا نثار کردے، جب اُس پر جذبہ طاری ہو تو اسے عیال کی فکر بھی کرنی چاہیئے۔ یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ اسکے بعد اسکے متعلقین ننگے بھوکے نہ پھریں، قوم پر یا اسکے احباب پر بار نہ بنیں، بلکہ وہ اتنا چھوڑ جائے، کہ وہ وقار اور عزت کی زندگی آسودگی اور آسائش کے ساتھ بسر کرسکیں۔

باب ۵۲
زکوٰۃ اور اس کے احکام و مسائل

(۱۰۹) عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی بعمل یدخلنی الجنۃ قال مالہ مالہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارب مالہ تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئاً وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصل الرحم۔

(۱۰۹) حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے، جس کے کرنے سے میں جنت پالوں۔ لوگوں[۱] نے کہا، اسے کیا ہوگیا ہے، آپ صلعم نے فرمایا: "صاحبِ حاجت ہے تو[۲] خدا کی عبادت کر، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ نماز پڑھ،

---

[۱] حاضرین نے کہا [۲] پھر سائل سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی[1] کرے (یعنی قرابت داروں سے اچھا سلوک کرے)

نماز و زکوٰۃ کا فرق!

(۱۱۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکر رضی اللہ عنہ وکفر من کفر من العرب فقال عمر رضی اللہ عنہ کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قالھا فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فواللہ ما ھو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر رضی اللہ عنہ فعرفت انہ الحق ۔

(۱۱۰) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کی وفات[1] ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو عرب کے جو لوگ منکر زکوٰۃ ہو گئے تھے ان سے قتال کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: "آپ ان لوگوں سے کیسے لڑ سکیں گے؟ جب کہ آنحضرتؐ فرما چکے ہیں، کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں سے لڑو، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں پس جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے تو بیشک اُس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے بچا لی مگر بحق اسلام[2]، اب اس کا حساب اللہ پر ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: "خدا کی قسم! میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا، جو

---

[1] آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بعض لوگ مرتد ہو گئے اور بت پرستی کرنے لگے، بعض مسیلمہ کذاب کے پیرو ہو گئے۔ بعض اسلام پر قائم رہے مگر زکوٰۃ سے منحرف ہو گئے۔ [2] یعنی اگر کوئی شخص کسی بے گناہ کو قتل کر دے یا کوئی اور جرم کرے تو مسلمان ہونے کے باوجود سزا پائے گا۔ کیونکہ اسلام کا حکم یہی ہے۔

نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھے۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے[۱]، خدا کی قسم، اگر وہ ایک رسی کا ٹکڑا بھی جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں دیتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں اسکے نہ دینے پر ضرور ان سے جنگ کروں گا[۲]۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں "خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا، کہ یہ بات صرف اس وجہ سے تھی کہ اللہ نے ابوبکرؓ کے سینہ کو کھول دیا تھا، اور میں جان گیا تھا کہ یہی حق ہے۔

مانع زکوٰۃ

(۱۱۱) وعنہ ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اٰتاہ اللہ مالاً فلم یؤد زکوٰتہٗ مثل لہ مالہ یوم القیٰمۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیٰمۃ ثم یأخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا ولا یحسبن الذین یبخلون الاٰیۃ

(۱۱۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ جسے مال دے اور وہ اس مال کی زکوٰۃ نہ دے[۱]، تو اس کا مال قیامت کے دن اژدہا کا ہم شکل کردیا جائے گا جس کے سر میں دو چتیاں ہوں گی وہ اژدہا اس کا طوق بن جائے گا۔ جو اسکے دونوں جبڑوں کو ڈسے[۲] گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ "وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ" الاٰیۃ

حلال روزی سے صدقہ

(۱۱۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ

---

[۱] جس طرح نماز بدن کی زکوٰۃ ہے اسی طرح مال کا حق بھی زکوٰۃ ہے [۲] یہ حضرت ابوبکرؓ کے نور ایمان کا کرشمہ تھا اگر اس موقع پر کمزوری دکھاتے تو اسلام کی سعادت ختم ہوجاتی۔ [۱] مقررہ نصاب پر زکوٰۃ دینا فرض ہے اور نہ دینا ویسا ہی گناہ ہے جیسا کہ نماز نہ پڑھنا۔ [۲] عقوبت کی انتہا۔

الا الطیب وان اللہ یتقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبہ کما یُربی احدکم فلوہ حتّٰی تکون مثل الجبل۔

(۱۱۲) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، جو شخص حلال کی روزی سے ایک کھجور بھی صدقہ دیتا ہے اور اللہ صرف پاک چیز ہی قبول کرتا ہے تو خدا اسکو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ پھر اسکو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا[1] ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو بڑھاتے حتّٰی کہ وہ کھجور[2] پہاڑ کے مثل ہوجاتی ہے۔

صدقہ میں جلدی

(۱۱۳) عن حارثۃ بن وھب قال سمعت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تصدقوا فانہ یأتی علیکم زمان یمشی الرجل بصدقتہ فلا یجد من یقبلھا یقول الرجُلُ لو جئت بھا بالامس لقبلتھا فاما الیوم فلا حاجۃ لی بھا!

(۱۱۳) حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں۔ میں نے سُنا آپؐ فرماتے تھے "صدقہ کرو، کیونکہ تم پر وہ زمانہ آنے والا ہے۔ کہ آدمی صدقہ لے کر چلے گا۔ لیکن اُسے قبول کرنے والا نہ پائے گا (صدقہ لینے والا غریب) اس سے کہے گا۔ اگر کل لاتے تو بیشک میں اسے قبول کرلیتا لیکن آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

کون سا صدقہ افضل ہے

(۱۱۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ای الصدقۃ اعظم اجراً

---

[1] پروان چڑھاتا ہے پرورش کرکے پروان چڑھائے [2] ثواب اور اجر کے اعتبار سے۔

[3] اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کی جائے انتظار نہ کیا جائے۔

قال ان تصدق و انت صحیح شحیح تخشی الفقر و تأمل الغنی ولا تمهل حتّٰی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا و لفلان کذا وقد کان لفلان!

(۱۱۴) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہؐ کون سا صدقہ ثواب اور اجر میں زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اس حال میں صدقہ دے کہ تو تندرست[1] ہو۔ بخیل[2] ہو، محتاجی[3] سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے[4] کی آرزو رکھتا ہو۔ کیونکہ تجھے آئندہ مہلت[5] نہ دی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب جان حلق میں پہنچ جائے گی تو کہے گا اتنا مال فلاں شخص کو[6] دینا اور اتنا فلاں شخص کو، حالانکہ وہ مال فلاں شخص کا ہو چکا۔

عورت کا صدقہ

(۱۱۵) عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفقت المرأة من طعام بیتها غیر مفسدة کان لها اجرها بما انفقت و لزوجها اجره بما کسب و للخازن مثل ذٰلك لا ینقص بعضهم اجر بعض شیئًا۔

(۱۱۵) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے صدقہ دے بایں طور کہ اس کی نیت فاسد نہ ہو تو اجر پائے گی۔ اور اسکے شوہر[1] کو بھی اجر ملے گا اس کی کمائی کے باعث اور خازن[2] کو بھی اجر ملے گا، ان میں سے

---

[1] یعنی بیمار نہ ہو مطلب یہ کہ موت کے ڈر سے صدقہ نہ دے محض اللہ کی رضا کے لئے دے [2] مال کی قدر و قیمت ہو تیری نظر میں [3] کفایت شعار ہو [4] اپنی حالت سدھارنے کا جذبہ موجزن ہو [5] جو مہلت اس وقت حاصل ہے اس سے فائدہ اٹھا [6] بعد از وقت بھلائی کوئی فائدہ نہیں دیتی نہ اسکی نیت کام آتی ہے۔

[1] شوہر [2] کیونکہ اسی کی کمائی سے یہ نیک کام ظہور میں آیا [3] نگہبان۔

ایک دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرے گا۔

حکیم بن حزام کی روایت

(١١٦) عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قال الید العلیا خیر من الید السفلیٰ وابدأ بمن تعول و خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنیً ومن یستعفف یعفہ اللہ و من یستغن یغنہ اللہ تعالیٰ۔

(١١٦) حضرت حکیم حزام رضؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ اُوپر[1] والا ہاتھ نیچے والے[2] ہاتھ سے بہتر ہے۔ صدقہ کا آغاز اس شخص سے کرو جو تمہارے عیال[3] میں ہو اور اچھا صدقہ وہ ہے جو فاضل مال سے دیا جائے، اور جو شخص سوال سے بچے گا اللہ اُسے بچائے گا اور جو شخص مستغنی رہے گا خدا اُسے غنی[4] کردے گا۔

مُنفق اور مُمسک

(١١٧) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قال ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللّٰھم اعط منفقا خلفاً ویقول الاٰخر اللّٰھم اعط مُمسِکا تلفاً۔

(١١٧) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ ہر صبح دو فرشتے اُترتے ہیں۔ اِن میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے[5] کو (اور زیادہ) عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ! ہر کنجوس[6] کو برباد کر۔

بخیل کی مثال

(١١٨) وعنہ ایضاً انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول

---

[1] جس ہاتھ سے صدقہ دیا جائے! [2] جس ہاتھ سے صدقہ لیا جائے [3] یعنی ماں باپ، بہن بھائی پھر دوسرے قریبی تعلق رکھنے والے لوگ [4] قانع [5] خدا کی راہ میں! [6] نیک کام میں بھی کچھ نہ خرچ کرنے والا!

مثل البخیل والمنفق کمثل رجلین علیھما جُبّتان من حدید من ثدیھما الی تراقیھما۔ فاما المنفق فلا ینفق الّا سبغت او وفرت علی جلدہ۔ واما البخیل فلا یرید ان ینفق شیئًا الا لزقت کلّ حلقة مکانھا فھو یوسعھا فلا تتّسع۔

(۱۱۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "بخیل[۱] اور صدقہ دینے والے کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جن کے جسم پر لوہے کے دو جبّے ہوں جو سینہ سے لے کر گردن[۲] تک ہوں۔ سخی جب خرچ کرنا چاہتا ہے، وہ جبّہ کشادہ ہوجاتا ہے۔ یا اس کے جسم پر ڈھیلا ہوجاتا ہے۔ اور بخیل جب خرچ کرنا چاہتا ہے۔ تو اسکے جبّہ کا سارا حلقہ اپنی جگہ جسم جاتا ہے۔ وہ اُسے کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن نہیں ہوتا۔

صدقہ مسلم

(۱۱۹) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال علی کُلّ مُسلم صدقة فقالوا یا نبی اللہ فمن لم یجد قال یعمل بیدہ فینفع نفسہ ویتصدّق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجة الملھوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بالمعروف و لیمسك عن الشرّ فانھا لہ صدقة!

(۱۱۹) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہر مسلمان کو صدقہ دینا چاہیئے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور اگر کوئی مقدرت ہی نہ رکھتا ہو؟ فرمایا اپنے ہاتھ[۳] سے محنت کرے اپنے آپ کو آرام پہنچائے (اس طرح) صدقہ[۴] دے عرض کیا:۔

---

[۱] راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والے لوگ! [۲] مطلب یہ کہ بخیل اگر خرچ کرنا بھی چاہتا ہے تو اس کا دل ساتھ نہیں دیتا، اس کا ہاتھ جیب تک نہیں پہنچتا اور سخی جب دینا چاہتا ہے تو اس کا دل بشاش ہوجاتا ہے۔ جیب خود بخود اسکی انگلیوں کی گرفت میں آجاتی ہے۔ [۳] خود اپنی محنت اپنی ذات کے لئے صدقہ بن سکتی ہے۔ [۴] خود اپنی ذات کے لئے یہ کارِ خیر بھی صدقہ میں شمار ہوگا۔

اگر یہ بھی قدرت سے باہر ہو؟ فرمایا: "حاجتمند مظلوم کی دادرسی کرے۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی بس سے باہر ہو۔ فرمایا: "تو وہ اچھی بات پر عمل کرے، برائی سے اجتناب کرے یہی اسکے لئے صدقہ ہے!

سوال کا ننگ

(۱۲۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال والّذی نفسی بیدہ لان یأخذ احدکم حبلہ فیحتطب علیٰ ظھرہ خیرلہ من ان یأتی رجلاً[1] فیسألہ اعطاہ اومنعہٗ

(۱۲۰) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قسم ہے اسکی ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر کوئی شخص تم میں سے رسّی لے کر لکڑی توڑے اور اُسے اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو اسکے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی کے پاس جائے اور سوال کرے اور وہ اس کو دے، یا انکار کر دے۔

رسولؐ سے عہد

(۱۲۱) عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال سَألتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فاعطانی ثم سألتہٗ فاعطانی ثم سألتہٗ فاعطانی ثم قال یا حکیم ان ھٰذا المال حلو حضر فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورك لہٗ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارك لہ فیہ وکان کالّذی یاکل ولا یشبع والید العلیا خیر من الید السفلیٰ فقال حکیم فقلت یا رسول اللہ والّذی بعثك بالحق لا ارزأ احداً بعدك شیئاً حتی افارق الدّنیا فکان ابوبکر رضی اللہ عنہ

؎ غرض کسی نہ کسی شکل میں مسلمان کو صدقہ دینا ہی پڑے گا، خواہ وہ عمل کا پھل ہو یا دولت کا!۔

[1] مدعا یہ ہے کہ جب تک مسلمان خود کما سکے محنت و مشقت کر کے روزی کمائے صدقہ اور خیرات پر گذر بسر نہ کرے۔

بدعو حکیمًا الی العطاء فیابی ان یقبله منه ثم ان عمر رضی اللہ عنہ دعاہ لیعطیه فابی ان یقبل منه شیئًا فقال عمر انی اشهد کم یا معشر المسلمین علی حکیم انی اعرض علیه حقه من هذا الفیٔ فیابی ان یاخذہ فلم یرزأ حکیم احدًا من الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتّٰی توفی ؛

(۱۲۱) حضرت حکیم بن حزام رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے دے دیا۔ پھر مانگا۔ آپؐ نے پھر دے دیا۔ پھر فرمایا:۔ اے حکیم " یہ مال ایک میٹھی[۱] سبزی[۲] ہے جو شخص اسے بغیر طمع[۳] کے لیتا ہے اُسے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص اُسے طمع[۴] کے ساتھ لیتا ہے اُسے برکت نہیں دی جاتی اور اس کی مثال اس شخص[۵] کی ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو، اور اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حکیم رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا:" یا رسول اللہ قسم ہے اس کی ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں آپؐ کے بعد[۶] کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ یہاں تک کہ دُنیا سے رخصت ہو جاؤں۔"

حضرت ابو بکر رضؓ[۷] نے حکیم کو وظیفہ کے لئے بلایا، مگر انہوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر حضرت عمر[۸] رضؓ نے اُنہیں دینا چاہا۔ حکیم نے پھر انکار کیا، حضرت عمر رضؓ نے فرمایا:" مسلمانو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حکیم کو ان کا حق پیش کیا۔ مگر وہ مالِ غنیمت میں سے اپنا حق لینے سے انکار کرتے ہیں "

غرض حکیم نے آنحضرتؐ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لیا۔ یہاں تک کہ اُن کی وفات[۹] ہو گئی۔ [۱۰]

---

[۱] ذوق میں [۲] منظر میں [۳] ضرورت سے مجبور ہو کر صرف بقدر کفاف لیتا ہے [۴] اسی کو آسان ذریعہ معاش سمجھ کر اختیار کر لیتا ہے [۵] پیٹ بھر جائے مگر نیت نہ بھرے [۶] آپؐ سے سوال کرنے کے بعد کسی سے کچھ نہ مانگوں گا [۷] اپنے عہد خلافت میں۔ تاکہ مالی مدد دیں [۸] منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد [۹] عہد معاویہ رضؓ میں [۱۰] امام نووی رحؒ کہتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر سخت ضرورت اور حاجت کے

(بقیہ صفحہ ۱۹۷ پر)

سوال کی کثرت

(۱۲۲) عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مایزال الرجل یسأل الناس حتّٰی یاتی یوم القیٰمۃ لیس فی وجھہ مضغۃ لحم!

(۱۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال[1] کرتا رہتا ہے قیامت کے دن اسکے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔[2]

معاویہؓ کا سوال

(۱۲۳) کتب معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللّٰہ عنہما الی المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللّٰہ عنہ ان اکتب الیّ بشیٔ سمعتہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم فکتب الیہ سمعت النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انّ اللّٰہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المالِ وکثرۃ السؤالِ۔

(۱۲۳) معاویہ بن ابی سفیانؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو خط لکھ کر درخواست کی کہ آپ نے رسول اللہؐ سے جو کچھ سنا ہو،[3] اس میں سے کچھ مجھے بھی لکھ بھیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری تین باتیں ناگوار ہوتی ہیں!

(۱) قیل وقال[4] ——— (۲) اضاعتِ مال[5] ——— (۳) کثرتِ سوال[6]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶) سوال نہ کیا جائے علماء کا اختلاف جو ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کمانے پر قادر ہے پھر سوال کرتا ہے تو اسکی یہ دریوزہ گری حرام ہے یا حلال؟ ایک گروہ حرام ہونے کا فتویٰ دیتا ہے دوسرا کہتا ہے مکروہ ہے لیکن حلال ہے بشرطیکہ:- (۱) ذلیل ہو کر سوال نہ کیا جائے (۲) سوال میں زیادہ لجاجت نہ ہو۔ (۳) مسئول کو سوال کر کے پریشان نہ کیا جائے۔ ان شرائط میں سے ایک شرط پر بھی عمل نہ ہو تو سوال حرام ہے۔

[1] بھیک مانگتا ہے [2] صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی۔ [3] یعنی آنحضرتؐ کی جو حدیثیں آپ کو یاد ہوں ان میں سے کچھ لکھئے [4] خواہ مخواہ کی باتیں [5] فضول خرچی [6] سوال کی خاطر سوال۔

اولاد اور صدقہ

(۱۲۴) عن زینب بنت امّ سلمۃؓ قالت، قلت یارسول اللہ الی اجران انفق علی بنی ابی سلمۃ انما ھم بنی فقال انفقی علیھم فلکِ اجر ما انفقتِ علیھم ۔

(۱۲۴) حضرت زینبؓ بنتِ ام سلمہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا یارسول اللہؐ کیا مجھے اَجر ملیگا، اگر میں ابی سلمہ کے بیٹوں یعنی اپنے بچّوں پر خرچ کروں، فرمایا: "ان پر خرچ کر، جو کچھ تو ان پر خرچ کرے گی اس کا اجرلہ پائے گی۔

مسکین کون ہے؟

(۱۲۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس المسکین الذی یطوف علی الناس تردہ اللقمۃ واللقمتان والتمرۃ والتمرتان ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسأل الناس ۔

(۱۲۵) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مسکینلہ وہ نہیں ہے جو لوگوں سے سوال کرتا پھرے، اور وہ اُسے ایک لقمہ یا دو لقمے ایک کھجور یا دو کھجوریں دیدیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اس قدر مستغنی نہ ہو کہ قناعت سے کام لے سکے اور اس کا حال بھی لوگوں کو نہ معلوم ہو کہ اُسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرے۔

لہ یعنی اگر خود اپنی اولاد پر ثواب کی نیت سے خرچ کیا جائے تو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں لہ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد پر اگر ثواب کی نیت سے خرچ کیا جائے تو اسکا ثواب بھی ملتا ہے۔ لہ ابطال اسلام کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ وہ سوال کو کس درجہ ننگ و عار کا سبب سمجھتے تھے کیونکہ رسول اللہ کی تعلیم یہی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ ایک مرتبہ اپنے ناقہ پر سوار جا رہے تھے آپکے ہاتھ سے کوڑہ گر گیا، آپ کے اِردگرد بہت سے لوگ کھڑے تھے آپنے اونٹ بٹھایا اور کہا محمدؐ کا ارشاد ہے لوگوں سے سوال نہ کرو اگرچہ وہ تمہارا گرا ہوا کوڑہ ہی کیوں نہ ہو (لا تسأل الناس ولو سقط سوطک)

دو اجر

(۱۲۶) عن زینب امرأۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قالت انطلقت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت امرأۃ من الانصار علی لباب حاجتہا مثل حاجتی فمر علینا البلال فقلنا سل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أیجزئ عنی ان انفق علی زوج وایتام لی فی حجری فسألہ فقال نعم لھا اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ ؛

(۱۲۶) حضرت زینب رض عبداللہ بن مسعود رض کی بیوی روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا، ایک انصاری عورت بھی دروازے پر کھڑی ہے۔ اسکو بھی ضرورت تھی۔ جو مجھے تھی۔ اتنے میں بلال رض ہمارے پاس سے گزرے ہم نے کہا ذرا رسول اللہ صلعم سے دریافت کر دیجئے کہ اگر میں اپنے شوہر اور اپنے زیر تربیت یتیموں پر خرچ کروں تو مجھے اسکی جزا[1] ملے گی ؟ بلال رض نے حضرت صلعم سے پوچھا، آپ نے فرمایا: ہاں اس کے لئے دو اجر ہیں ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

کیسا مال لینا چاہیئے ؟

(۱۲۷) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ھو افقر الیہ منی فقال خذہ اذا جاءك من ھذا المال شئ وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسك !

(۱۲۷) حضرت عمر رض کہتے ہیں، آنحضرت صلعم نے مجھے (جب) کچھ مال عطا فرماتے۔ میں عرض کرتا، اسے مرحمت فرمائیے جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو، آپ فرماتے، تم اسے لے[2] لو۔ جب ایسے مال میں سے تمہارے پاس کچھ آئے جسے نہ تم نے مانگا ہو نہ جس کی تمہیں لالچ ہو تو اسے لے لو۔ اور

---

[1] یعنی اگر شوہر پر خرچ کیا جائے تو اس عمل کا بھی کچھ ثواب ہے؟ [2] بے طلب عطیہ مالی قبول کیا جاسکتا ہے، اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ؛

جو مال ایسا نہ ہو اس کے پیچھے اپنا جی ڈانوا ڈول نہ کرو!

آلِ محمدؐ اور صدقہ

(۱۲۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بالتمر عند جذاذ النخل فیجئ ھٰذا بتمرہ وھٰذا من تمرہ حتّٰی یصیر عندہ کومًا من تمر فجعل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما یلعبان بذٰلک التمر فاخذ احدھما تمرۃ فجعلھا فی فیہ فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخرجھا من فیہ فقال اما علمت اِن اٰل محمد لا یاکلون صدقۃ ؎

(۱۲۸) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ کے پاس خرمے[1] کٹتے ہی آنے لگتے تھے۔ یعنی ادھر ایک شخص اپنے خرمے لئے چلا آرہا ہے ادھر دوسرا شخص اپنے خرمے لئے چلا آرہا ہے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس خرموں کا انبار لگ جاتا، ایک دن حضرت حسن اور حسینؓ ان خرموں کے ساتھ کھیلنے لگے، اور ان میں سے کسی ایک نے خرمہ لے کر اپنے منہ میں رکھ لیا۔ رسول اللہ کی نظر پڑ گئی، آپؐ نے وہ خرمہ ان کے منہ سے نکال لیا اور فرمایا:۔[2] کیا تم نہیں جانتے کہ آلِ محمدؐ کو صدقہ نہ کھانا چاہیئے؎

زکوٰۃ کی حکمت

زکوٰۃ کی حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ اس کی ادائی پر شارع علیہ السلام نے اس قدر زیادہ زور کیوں دیا ہے؟ یہ اور اس طرح کے متعدد سوالات قدرتاً ذہن میں پیدا ہوتے ہیں لیکن اگر زکوٰۃ کی حکمت اور مصلحت نظر کے سامنے ہو، تو نہ صرف ان سوالات کا شافی جواب خود بخود ذہن میں آجائے گا۔ بلکہ دوسرے شکوک و شبہات بھی خود بخود رفع ہو جائیں گے۔

زکوٰۃ کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ:۔

---

[1] کھجوریں [2] یعنی اے فاطمہؓ کیا تو نہیں جانتی؟ یہ خطاب حضرت فاطمہؓ سے تھا کیونکہ وہ سمجھدار تھیں اور حضرات حسنینؓ ابھی کم سن بچے تھے؎

تنقیۂ مال!

(۱) زکوٰۃ مال کو پاک اور صاف کر دیتی ہے اس میں برکت کی موجب ہوتی ہے زکوٰۃ کا ادا کرنے والا خدا کو بھی خوش رکھتا ہے اپنے حاجتمندوں عزیزوں اور رشتہ داروں کی دعائیں بھی لیتا ہے، دوسرے محتاجوں اور مسکینوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور اس طرح خود بخود ان کے دل سے اس کی فلاح و بہبود کے لیئے دُعا نکلتی ہے جو تیر کی طرح سیدھی خدا کے دربار میں پہنچتی ہے۔ اور کامیاب واپس آتی ہے۔ اس سے محبت باہمی بڑھتی ہے، مودت میں اضافہ ہوتا ہے شفقت میں زیادتی ہوتی ہے۔ دوسروں کے دلوں میں حسد اور بغض کے جو جذبات پرورش پاتے ہیں وہ رفتہ رفتہ سَرد پڑ جاتے ہیں ؛

امن و عافیت کی زندگی

(۲) ابناء قوم یعنی محتاج اور مسکین امن و عافیت کی زندگی اس کی بدولت بسر کرنے لگتے ہیں۔ زمانے نے انہیں اُٹھا پٹخا ہے۔ لیکن اُن کے ہم مذہب اُن کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو تھام لیتے ہیں۔ ان کی مدد کرتے ہیں۔ ان کے کام آتے ہیں۔ ان کے دُکھ درد کے شریک ہوتے ہیں اور انہیں بالآخر مصیبت کے بھنور سے نکال لیتے ہیں۔

جرائم میں کمی!

(۳) جرائم میں معتدبہ کمی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بڑی حد تک پیٹ اور روٹی کا سوال حل ہو جاتا ہے۔

اخلاق میں بلندی

(۴) اُمت کے اخلاق و کردار میں بلندی اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے، امن کا دَور دَورہ ہو جاتا ہے اور بے امنی اور انتشار کے امکانات زیادہ سے زیادہ کم ہو جاتے ہیں ؛

اخلاص کا امتحان

(۵) مردِ مومن کے ایمان، یقین اور اخلاص کا امتحان ہو جاتا ہے۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے، وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ روزے رکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا خدا کے لئے

خدا کی خوشنودی کے لئے اپنا مال بھی خرچ کر سکتا ہے؟

زکوٰۃ کس کس چیز پر واجب ہے؟

زکوٰۃ زروع (کھیت، اناج) اثمار (پھل پھلواری) سونا اور چاندی، اور گشتی تجارت یعنی رواں کاروبار پر واجب ہے۔ زکوٰۃ کے شرائط وجوب یہ ہیں:-

الف - اسلام —— (ب) آزادی —— (ج) ملک تام یعنی مکمل مالکانہ حقوق (د) نصاب —— (ہ) تعین مالک —— (و) پورے ایک سال کا گذر جانا۔

یعنی زکوٰۃ کا وجوب اس مالیت پر ہوتا ہے جس کا استقرار یکسالہ ہو۔

نصاب زکوٰۃ

(۱) جو شخص کم از کم ۵۲½ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونا یا مذکورہ مالیت کی نقد رقم رکھتا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(۲) مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے یعنی ڈھائی روپے سینکڑہ۔

شرائط زکوٰۃ

(۱) ملکیت پر ایک سال پورا گذرنا چاہیئے یعنی سال کے شروع اور آخر میں کوئی شخص بقدر نصاب مال کا مالک رہا ہے خواہ درمیان سال میں مال کم ہی ہو گیا ہو تو زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔

(۲) اگر سال کے شروع اور آخر میں کوئی شخص نصاب زکوٰۃ کا حامل نہیں ہے اور وسط سال میں مالک ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(۳) سونے چاندی میں اگر ملاوٹ ہو تو اعتبار اس چیز کا ہوگا۔ جو زیادہ ہے یعنی ملاوٹ زیادہ ہے، یا سیم و زر؟

(۴) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہے۔ مگر نہ ۵۲½ تولہ چاندی ہے۔ ۷½ تولہ سونا۔ تو ان دونوں کی قیمت دیکھی جائے گی۔ اگر وہ بقدر نصاب زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔

(۵) زکوٰۃ پیشگی بھی دی جا سکتی ہے یعنی آدمی چاہے تو دو سال چار سال یا اس سے زیادہ زکوٰۃ بہ مدِ پیشگی دے سکتا ہے۔ لیکن حساب ہر سال کرنا ہوگا کسی سال ادا شدہ زکوٰۃ کی مقدار سے مال بڑھ گیا تو اس اضافہ شدہ مال کی زکوٰۃ الگ سے دینی پڑے گی۔

(۶) سال گذر گیا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت ابھی نہیں آئی تھی کہ مال چوری ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہو گئی۔

(۷) سال گذر گیا اور زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے اُسے ضیاع کر دیا۔ یا کسی کو دے دیا تو زکوٰۃ واجب رہے گی۔ ادا کرنی پڑے گی۔

(۸) سال گذر گیا اور صاحبِ مال نے سارا مال خیرات کر دیا تو زکوٰۃ معاف ہو گئی۔

(۹) سال گذر گیا۔ مال مملوکہ کی نصف رقم خیرات کر دی یا چوری ہو گئی۔ تو زکوٰۃ بقیہ نصف کی واجب ہو گی۔ سابقہ کی معاف۔

(۱۰) جتنا مال ہے اتنا ہی، یا اس سے زیادہ قرض ہے تو بھی زکوٰۃ نہیں دینی پڑے گی۔

(۱۱) زکوٰۃ اسی وقت ادا ہو گی جب نیت کر لی جائے۔ یعنی زکوٰۃ کا روپیہ کسی مستحق کو دیتے وقت نیت کر لی جائے کہ یہ زکوٰۃ کا ہے۔ خواہ زبان سے کہے یا نہ کہے جتائے یا نہ جتائے۔

(۱۲) جو مال ضروریاتِ اصلی سے فاضل ہو یعنی مصارف قیام و طعام لباس و دوا وغیرہ سے، اسی پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

(۱۳) زیور پر آئمہ احناف کے ہاں زکوٰۃ واجب ہے۔ مگر حضرات اہلِ حدیث اور شوافع کے مسلک میں زیور پر خواہ وہ کتنی ہی مالیت کا کیوں نہ ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا شمار استعمالی چیزوں میں ہے۔

(۱۴) اسی طرح جو مکانات کرایہ پر چلتے ہوں خواہ وہ کتنے ہی ہوں ان کی مالیت کتنی ہی ہو، ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(۱۵) زکوٰۃ کی رقم کسی شخص کو دے دی جائے کہ تم ادا کر دو۔ وہ ادا کرتے وقت زکوٰۃ کی نیّت نہ کرے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا اپنے عزیزوں و رشتہ داروں میں تقسیم کر دے تو بھی ہو جائے گی۔ خود نہیں لے سکتا جب تک اُسے یہ نہ کہا گیا ہو، کہ جو چاہو کرو، یا جسے چاہے دے دو۔

مستثنیات زکوٰۃ

زکوٰۃ سے جو چیزیں مستثنےٰ ہیں۔ یعنی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) وہ چیزیں جو سال بھر نہیں ٹھہر سکتیں مثلاً ترکاری، سبزی، پھل وغیرہ۔

(۲) رہنے کے مکان، استعمالی کپڑے، سواری کے گھوڑے، ذاتی خدمت کے غلام۔ نجی ضروریات کے خچر، گدھے وغیرہ۔

(۳) موتی، ہیرے، جواہر ———— (۴) کتابیں۔ ————

(۵) سامانِ آرائش بشرطیکہ مالِ تجارت نہ ہو۔

(۶) جو روپیہ ضروریاتِ اصلیہ کے لئے محفوظ ہو وہ بھی زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہو گا۔

(۷) جو مکان، برتن، یا دوسری چیزیں کرایہ پر دے دی جائیں، ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

زکوٰۃ کا عدم استحقاق

جو لوگ زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے کے مجاز و مستحق نہیں یعنی جنہیں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جا سکتی وہ یہ ہیں:۔

(۱) جو خود صاحبِ نصاب ہو۔

(۲) آلِ محمدؐ یعنی جو لوگ خاندانِ نبوّت سے ہوں، اُنہیں بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ مثلاً سیّد

(۳) کافر کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ البتہ خیرات دی جا سکتی ہے۔

(۴) زکوٰۃ کی رقم سے مسجد نہیں بنوائی جا سکتی۔ یہ رقم صرف مصارف مقررہ میں صرف ہو گی۔ کوئی دوسرا کارِ خیر بھی اس سے نہیں کیا جا سکتا،

(۵) ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ، اجداد کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

مستحقین زکوٰۃ

(۱) ہر غریب اور محتاج ۔

(۲) یا ایسا مالدار جس کی دولت، اسکے اور اسکے اہل وعیال کیلئے کافی نہیں ہے۔

(۳) مقروض ——— (۴) مسافر ——— کوئی دولتمند مسافر، اگر راستہ میں کسی وجہ سے تنگ دست ہوجائے، تو وہ بھی زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے ۔

(۵) بھائی، بہن، چچا، پھوپھا، خالہ، خالو، ماموں، ممانی، اور ان کی اولاد نیز سوتیلے ماں، باپ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ۔

(۶) گھر کے نوکر چاکر بھی زکوٰۃ لے سکتے ہیں، لیکن یہ رقم تنخواہ میں محسوب نہ ہو بطور انعام الگ سے دی جائے ۔

(۷) لاعلمی کے باعث، اگر کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دے، تو زکوٰۃ ہوجائے گی لیکن غیر مستحق کو اگر معلوم ہوجائے، کہ اسے زکوٰۃ کی رقم ملی ہے تو واپس کردینی چاہیئے ۔

(۸) لاعلمی سے اگر کافر کو زکوٰۃ کی رقم دے دی تو زکوٰۃ نہیں ہوگی خیرات ہوگی، زکوٰۃ پھر سے ادا کرنی پڑے گی۔

مصارف زکوٰۃ

قرآن نے زکوٰۃ کے جو مصارف معین کئے ہیں وہ آٹھ ہیں اور حسب ذیل ہیں :۔

(۱) فقراء ——— محتاج (۲) مساکین ——— غریب ۔

(۳) عاملین زکوٰۃ ——— زکوٰۃ وصول کرنے والے کارکن ۔

(۴) مؤلفۃ القلوب ——— نومسلم ۔

(۵) غلام ——— زکوٰۃ کی رقم سے انہیں آزاد کرایا جاسکتا ہے ،

(۶) قرضدار ——— مفلسی کے باعث ۔

(۷) راہ خدا ـــــــ یعنی مجاہد جو مفلسی کے باعث اسلحہ جنگ نہ خرید سکے یا طالب علم جو طلب علم نہ کر سکے۔ ـــــــ (۸) مسافر ـــــــ

زکوٰۃ کی رقم مذکورہ بالا مصارف کے علاوہ کسی اور میں نہیں خرچ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مصارف مخصوص ہیں یعنی قرآن کریم میں وارد ہیں۔ اور قرآن کریم میں جو بات ارشاد فرمائی جائے وہ فرض ہوتی ہے۔ اس کی خلاف ورزی کبھی اور کسی حالت میں جائز نہیں۔ اسلئے بعض اہل علماء نے زکوٰۃ کے روپیہ سے مسجد بنوانے اور دیگر امورِ خیر انجام دینے سے ممانعت فرمائی ہے۔

عشر کیا ہے ؟

سب سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ عشر کسے کہتے ہیں؟ اور عشری زمین کیا ہوتی ہے ؟

عشر کہتے ہیں کسی چیز کے دسویں حصہ کو، اور عشری زمین شرعی اصطلاح میں وہ زمین کہلاتی ہے جو بزور قوت اور بنوکِ شمشیر مسلمانوں نے کافروں سے حاصل کی ہو۔ اب یہاں کے لوگ خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں، یا دوسری جگہ کے مسلمان یہاں آکر آباد ہو گئے ہوں ہر حالت میں اس پر عشر واجب ہو گا اور دسواں حصہ بطور زکوٰۃ وصول کر کے خیرات کر دیا جائیگا۔ یہ زمین نسلاً بعد نسلٍ عشری ہی رہے گی۔ عشری زمین کے مالک نے اگر اپنی زمین کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تب بھی عشر بدستور واجب رہے گا۔

مختلف نوعیتیں

عشری زمین کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں :-

(۱) وہ جسکے کھیت سینچنا نہ پڑیں، صرف بارش کے پانی سے پیداوار ہو جایا کرتی ہو یا دریا کے کنارے کھیت واقع ہو اور بغیر سینچے ہوئے وہاں بھی پیداوار ہوتی ہو۔ تو اس زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کر دیا جائیگا۔ یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر۔

(۲) اگر کھیت کو کسی طرح سے باقاعدہ سینچا جائے تو پھر پیداوار کا بیسواں حصہ خیرات کیا جائے گا۔ یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر۔

(۳) باغ وغیرہ میں بھی یہی حکم نافذ رہے گا۔

کمیت اور کیفیت

عشری زمین کی پیداوار میں کمیت اور کیفیت کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ پیداوار زیادہ سے زیادہ ہو یا کم سے کم، ہر حالت میں اس کا دسواں حصہ یا بیسواں حصہ جیسا موقع ہو خیرات کیا جائے گا۔

پھل اور سبزی

عام طور پر زکوٰۃ پھل پھلاری اور سبزی ترکاری وغیرہ پر واجب نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں سال بھر تک نہیں ٹھہر سکتیں۔ اور وجوب زکوٰۃ کی شرط حولان حول ہے یعنی اس پر پورا سال گذر جائے لیکن عشری زمین میں جو اناج میوہ، پھل، ساگ، سبزی، ترکاری، پھول پیدا ہو اس سب کا دسواں یا بیسواں حصہ خیرات کر دیا جائے گا۔

انتہا یہ کہ اگر عشری زمین کے پہاڑ یا جنگل سے شہد نکالا جائے، تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ بھی حسبِ معمول خیرات کیا جائے گا۔ البتہ اگر گھر کے اندر ایسی کوئی چیز پیدا ہو تو اس پر صدقہ واجب نہیں ہے۔

کافر اور مسلمان

اگر عشری زمین کوئی کافر خرید لے۔ پھر وہ عشری نہیں رہے گی، کیونکہ عشر صرف مسلمانوں پر واجب ہے کافروں پر نہیں۔ پھر یہ کافر، اگر اپنی خرید کردہ عشری زمین کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس مسلمان کو بھی عشر نہیں دینا پڑے گا۔ کیونکہ اس نے یہ زمین "فتح" نہیں کی، خریدی ہے۔ اور وجوب عشر کے لئے ضروری ہے کہ زمین مفتوحہ ہو۔

بٹائی اور ٹھیکہ

کھیت اگر بٹائی پر ہو تو کاشتکار اور زمیندار بحصہ رسدی عشر ادا کرے گا۔ اور اگر ٹھیکہ پر ہو تو عشر وہ دے گا جو پیداوار کرتا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے، کہ یہ عشر ٹھیکہ دار کے

ذمّہ ہے یا زمین کے مالک کے ذمّہ۔ لیکن محتاط مسلک یہی ہے کہ ٹھیکہ کے شرائط طے کرتے وقت پیداوار کرنے والے کو چاہیئے کہ اس اصول اور حساب کو اپنے پیش نظر رکھے۔

سائمہ کی زکوٰۃ

پہلے یہ معلوم کر لیجیے، سائمہ کس جانور کو کہتے ہیں؟ —— سائمہ وہ جانور کہلاتے ہیں جن میں حسب ذیل باتیں پائی جاتی ہوں۔

(۱) سال کا زیادہ حصّہ وہ چر کر بسر کرتے ہوں۔ مالک تھان پر باندھ کر نہ کھلاتا ہو، تو وہ سائمہ ہیں۔ اور اگر نصف سال چرتے ہوں اور باقی آدھا سال مالک تھان پر باندھ کر کھلاتا ہو، خواہ چارہ قیمتاً آتا ہو، یا بلا قیمت تو وہ سائمہ نہیں ہیں۔

(۲) دُودھ کے لئے، یا افزائش نسل کے لئے، یا فربہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہوں تو وہ سائمہ کہلائیں گے۔ اور اگر مذکورہ اغراض میں سے کوئی غرض نہ ہو، بلکہ گوشت، یا سواری کے لئے ہوں تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں، سائمہ جانوروں میں۔

(۱) اونٹ اور اونٹنی —— (۲) گائے اور بیل —— (۳) بھینس اور بھینسا —— (۴) بکری یا بکرا —— بھیڑ یا دُنبہ شامل ہیں ان کی زکوٰۃ واجب ہے۔

دوسرے جانور

جنگلی جانوروں کا شمار سائمہ میں نہیں ہوتا۔ مثلاً ہرن سائمہ نہیں ہے البتہ اگر تجارت مقصود ہو تو زکوٰۃ دی جائے گی۔ دوغلے جانوروں میں ماں کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثلاً ہرن اور بکری سے کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ بکری سمجھا جائے گا۔

وقف کے جانور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ گدھے اور خچر بھی اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہیں۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بھی وہی اصول ہے جو عام طور پر عمل میں آتا ہے یعنی

قیمت لگا کر اُس کا چالیسواں حصّہ ۔

اُونٹ

پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔ پانچ یا پانچ سے زیادہ پر ہے ۔ اونٹ کی زکوٰۃ کا حساب خاصا تفصیل طلب ہے ۔ مگر اس لئے درج نہیں کرتے کہ آج کل ہمارے دیس میں اونٹوں کے رکھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے پھر بھی مختصراً درج ذیل ہے :-

(۱) پانچ اونٹ پر ایک بکری ۔ (۲) دس اُونٹ پر دو بکری ۔

(۳) پندرہ اُونٹ پر تین بکری (۴) بیس اونٹ پر چار بکری ۔

یہ بکری (یا بکرا) ایک سال سے کم عمر نہ ہو ۔

پھر ۲۱ سے ۲۴ اونٹ تک زکوٰۃ کچھ نہیں ہے ۔ البتہ

(۵) ۲۵ اونٹ پر ایک اونٹنی (عمر ایک سال سے کچھ زاید)

پھر ۲۶ سے ۳۵ تک زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔ اور

(۶) ۳۶ اونٹ پر (ایک اونٹنی دو سال سے زیادہ عمر والی)

پھر ۳۷ سے ۴۵ اونٹ تک کچھ نہیں ۔ مگر

(۷) ۴۶ اُونٹ پر، ایک اونٹنی (عمر ۳ سال سے زیادہ) پھر

۴۷ سے ۶۰ اُونٹ تک کچھ نہیں، لیکن

(۸) ۶۱ اُونٹ پر، ایک اُونٹنی (عمر چار سال سے زیادہ) پھر

۶۲ سے ۷۵ تک کچھ نہیں ۔

گائے اور بھینس

۳۰ جانور خواہ مشترکہ طور پر، یا مجموعی طور پر، یا انفرادی طور پر اگر ہوں تو اُن پر بحسابِ ذیل زکوٰۃ واجب ہوگی ۔

(۱) ۳۰ گائے بھینس پر، ایک گائے یا بھینس کا بچّہ عمر ایک سال ۔ ۳۰ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔

پھر تینتیس۳۰ کی زکوٰۃ دینے کے بعد ۳۱ سے ۳۹ تک بھی کچھ نہیں۔

(۲) چالیس۴۰ گائے بھینس پر دو برس کا بچہ (خواہ نر ہو خواہ مادہ) ۴۱ سے ۵۹ تک پھر معاف ——— (۳) ۶۰ گائے پر دو بچے، عمر دو سال

(۴) ۶۰ سے زیادہ پر، ہر تیس۳۰ میں ایک سال کا بچہ اور ہر چالیس۴۰ میں دو سال کا بچہ۔ مثلاً ستر۷۰ میں دو نصاب ہیں ایک تیس۳۰ کا دوسرا چالیس۴۰ کا۔

بھیڑ بکری

(۱) چالیس۴۰ سے کم پر کچھ نہیں ؛ ——— (۲) چالیس۴۰ پر ایک ؛

چالیس۴۰ کے بعد سے ایک سو بیس تک معاف!

(۳) ۱۲۱ میں دو ! ۱۲۲ سے دو سو تک معاف۔

(۴) دو سو ایک میں تین ! پھر ۲۰۲ سے ۳۰۰ تک کچھ نہیں !

(۵) ۴۰۰ میں سے ۴ ؛ پھر ہر سینکڑہ پر ایک مزید بھیڑ یا بکری ؛

بھیڑ بکری میں بھی یہی اصول پیشِ نظر رکھا جائے گا، کہ خواہ مجموعی طور پر یا منفرد طور پر، تعداد نصاب پوری ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسائل متفرقہ

(۱) اگر مالِ حلال کے ساتھ مالِ حرام ملا دیا جائے تو پورے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۲) زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو پھر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو لی جائے گی ؛

باب ۵۳

صدقہ فطر

(۱۲۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زکوٰۃ الفطر صاعًا من تمر اوصاعًا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بھا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ۔

(۱۲۹) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک صاع[1] کھجور یا ایک صاع جو، زکوٰۃ فطر[2] مسلمان غلام، اور آزاد مرد اور عورت، بچہ اور بوڑھے کے لئے فرض کی اور حکم دیا کہ قبل اسکے کہ لوگ نماز[3] کے لئے نکلیں یہ ادا کردی جائے۔

(۱۳۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کنا نخرج فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر صاعًا من طعامٍ وکان طعامنا الشعیر والزبیب والاقط والتمر!

(۱۳۰) حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے زمانہ میں ہم عید الفطر کے دن ایک صاع کا کھانا[1] نکالا کرتے تھے۔ ہمارا کھانا تھا، جَو، منقٰے، پنیر اور خرمے!

مسائل متفرقہ

(۱) جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے۔

(۲) جو زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے وہ صدقہ فطر بھی لے سکتا ہے۔ جس کے لئے وہ جائز ہے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے۔

(۳) عید کے دن نماز فجر سے پہلے اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں

(۴) رمضان میں بھی صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے، پھر عید کے روز نہیں دینا پڑے گا۔

(۵) اگر عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو یہ ساقط نہیں ہوگا کبھی اور کسی دن بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۶) جو بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہوا۔ اسکا صدقہ فطر نہیں دیا جائے گا۔

(۷) صدقہ فطر کسی ایک محتاج کو بھی دیا جاسکتا ہے اور ایک سے زائد کو بھی۔

---

[1] ایک پیمانہ [2] صدقہ [3] نماز عید۔ [1] بطور صدقہ عید الفطر کے۔

(۸) کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر بھی ایک آدمی کو دیا جا سکتا ہے ؛

(۹) روزہ نہ رکھنے والے پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے ۔

باب ۵۴

حج

احکام ـــــ و ـــــ مسائل

طاہر و طیّب

(۱۳۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہٗ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول مَن حجّ لِلّٰہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم وَلَدَتْہُ امّہٗ ؛

(۱۳۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللّٰہؐ کو کہتے ہوئے سُنا جس نے خدا کے لئے حج کیا ۔ اور کوئی بُری یا ناپاک[1] بات نہیں کی ، وہ گویا) اس طرح (معصوم) واپس ہوا ۔ جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اُسے جنا تھا ۔

تشریح حدیث

قرآن مجید میں آیا ہے " وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ " ایک اور جگہ فرمایا :۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا " حج اسی وقت ادا ہوتا ہے جب اپنے تمام واجبات اور ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے ؛

---

[1] فسق ؛ الخ جماع وغیرہ ! [2] ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا ۔ افضل الجہاد حج مبرور " حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حج کے دوران میں حجرِ اسوَد کے پاس آئے اور اُسے چُوما اور کہا :۔ " میں جانتا ہوں ، تو ایک پتھر ہے ۔ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان ۔ اگر میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللّٰہؐ نے تجھے چوما ہے تو میں بھی نہ چومتا "

شرائط وجوب

شرائط وجوب یہ ہیں :۔

(۱) حج کرنے والا مسلمان ہو! (۲) عاقل ہو! (۳) بالغ ہو! (۴) آزاد ہو! (۵) حج کرنے کی استطاعت یعنی طاقت رکھتا ہو! (۶) راستہ پُرامن ہو!

ارکانِ حج

حج کے ارکان یہ ہیں :۔

(۱) احرام ——— (۲) وقوف عرفات ——— (۳) طواف افاضہ یا طواف فرض

(۴) سعی ما بین صفا و مروہ ——— (۵) ترتیب معظم ارکان ———

طواف

(۱) طواف کی ابتدا حجرِ اسود سے کی جائے ۔

(۲) طواف کے وقت بیت اللہ بائیں جانب رہے ۔

(۳) حدثِ اکبر اصغر سے پاک ہو یعنی نہ غسل کی حاجت ہو نہ وضو کی بدن اور کپڑے ہر قسم کی نجاست سے پاک ہوں ۔

(۴) ستر عورت کھلا نہ ہو ستر عورت سے مراد وہ حصہ جسم جس کا ڈھانکنا شرعاً ضروری ہے ۔

(۵) طواف میں حطیم کو بھی شامل کر لے ورنہ صحیح طواف نہ ہوگا ۔

(نوٹ :۔ خانہ کعبہ کی شمالی دیوار کے سامنے جس حصہ پر نصف دائرہ کی شکل میں ۵ فٹ بلند دیوار ہے، اس کو حطیم کہتے ہیں)

(۶) سات شوط (چکر) پورے ہونے پر ایک طواف ہوتا ہے ۔

سعی

(۱) حج کی سعی طواف افاضہ کے بعد کرنی افضل ہے ۔

(۲) سعی کا آغاز صفا سے اور اختتام مروہ پر ہونا چاہیئے ۔

(۳) سات شوط (چکر) پورے ہونے پر ایک سعی مکمل ہوتی ہے۔ صفا سے مروہ تک ایک شوط اور مروہ سے صفا تک دوسرا شوط وقس علی ہذا۔

عمرہ کے ارکان

عمرہ کے ارکان بھی وہی ہیں جو حج کے ہیں بجز وقوف عرفات کے اور طواف افاضہ کے بجائے طواف عمرہ کرنا ہوتا ہے۔

۱۔ احرام کے سلسلہ میں میقات مکانی کا خیال رکھنا۔ اور وہ یہ ہے کہ مکہ والوں کے لئے تو مکہ ہی میقات ہے، اور اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ۔ اہل مصر، شام اور مغرب کے لئے جو رابغ کے قریب ہے، پاکستان، ہندوستان اور یمن والوں کے لئے یلملم۔ اہل نجد کے لئے قرن، عراق وغیرہ کے لئے ذات عرق ؂

محرمات احرام

احرام باندھنے کے ساتھ جو چیزیں حرام ہو جاتی ہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) مرد کے لئے سلا ہوا کپڑا پہننا!

(۲) مرد کے لئے سر کا ڈھانکنا، یا اسکے کسی حصّہ کا ڈھانکنا!

(۳) عورت کے لئے منہ ڈھانکنا!

(۴) عورت اور مرد کے لئے خوشبو لگانا۔

(۵) سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں تیل لگانا!

(۶) سر کے بالوں کا ترشوانا!

(۷) ناخن نکالنا، ڈاڑھی یا سر میں کنگھی کرنا، البتہ اگر جوئیں، یا زخم کی وجہ سے بال ترشوائے یا منڈوائے جائیں تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فدیہ جب بھی دینا ہوگا!

(۸) عقد نکاح!

(۹) جماع یا تمہید جماع۔ مثلاً تقبیل (بوسہ لینا) وغیرہ!

(۱۰) شکار!

مُفرد!

فریضۂ حج تین طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے، ان تینوں صورتوں کا الگ الگ مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت افراد ہے ——— اس میں صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اور یہی کافی ہوتا ہے۔

قارن

قران کی صورت میں حج اور عمرہ، دونوں کا احرام بیک وقت باندھا جاتا ہے۔ پہلے عمرہ سے فراغت کی جاتی ہے۔ پھر حج کیا جاتا ہے۔ یہی قران ہے،

متمتع

تمتع کی تعریف یہ ہے کہ آدمی پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ سے فراغت کر کے احرام کھولدے۔ پھر اسی سال، اسی سفر میں حج کا احرام باندھے اور حج سے فراغت کرے، یہ صورت تمتع کی ہوئی۔

اصطلاحات حج

حج کے سلسلہ میں متعدد اصطلاحات کا ذکر آیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اصطلاحات کی مختصر وضاحت کر دی جائے تاکہ مسائل حج سمجھنے میں کوئی دشواری لاحق نہ ہو، اور آسانی کے ساتھ تمام باتیں سمجھ میں آجائیں۔

سب سے پہلے تو حج کے معنی سمجھ لیجئے۔ حج کے لغوی معنی ہیں کسی طرف جانے کا ارادہ کرنے کے اور اصطلاح شرع میں، حج سے مراد ہے خانۂ کعبہ کا طواف اور عرفات کا وقوف ان تمام شروط اور واجبات کے ساتھ جو شارع علیہ السلام نے مقرر کر دیئے ہیں۔

اب الگ چند ضروری اور مخصوص اصطلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

احرام

یہ گویا حج کا خاص الخاص لباس ہے۔ بغیر اسکے آپ ہزار بار بھی طواف کرلیں، مگر حج نہیں

ہوگا۔ یہ لباس سادگی اور فروتنی، عبدیت اور نگوں ساری کی تصویر ہے۔ یہ صرف ایک تہ بند اور ایک چادر پر مشتمل ہوتا ہے، تہ بند کے لئے خیال رکھنا چاہیئے کہ بے سلا ہوا ہو۔ چادر اوڑھ لی جائے، ٹخنے کھلے رہیں، یہ لباس اس حقیقت کا مظہر ہے، کہ انسان آسائش اور آرائش سے بے نیاز ہو کر خدا کے حضور میں حاضر ہو رہا ہے۔ مرد کے لئے یہ لباس استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور عورت کا احرام اس کا روزمرہ کا لباس ہی رہے گا البتہ سر پر کپڑا باندھ لے تاکہ بال اڑنے نہ پائیں۔ **تلبیہ** :۔ تلبیہ کی مختصر سی تشریح اس سے قبل کہیں گذر چکی ہے۔ مزید وضاحت یہاں کی جاتی ہے۔ تلبیہ ان الفاظ پر مشتمل ہے :۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

ان الفاظ میں کتنا جلال ہے، کتنا وقار ہے، کتنی عظمت ہے!

احرام باندھتے ہی تلبیہ باواز بلند پڑھنا چاہیئے۔ لیکن بہت زور سے نہیں، کم سے کم ایک بار، زیادہ کی کوئی قید نہیں۔ تلبیہ کی حالت میں سلام کا جواب تو دیا جا سکتا ہے مگر کسی اور قسم کی بات کرنا مکروہ ہے۔ تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھ لینا مستحب ہے۔ تلبیہ ہر نئی کیفیت کے وقت کرنا چاہیئے۔ مثلاً گھر سے جاتے وقت، آتے وقت۔ نشیب میں اترتے وقت۔ فراز پر چڑھتے وقت، صبح، دوپہر، سہ پہر، شام، ہر نئے وقت اور کیفیت کے ساتھ۔

طواف

خانہ کعبہ کے گرد گھومنے اور چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں یہ بائیں اطراف سے شروع کیا جاتا ہے۔ طواف کے وقت مرد کو چاہیئے کہ اپنی چادر داہنے ہاتھ کی بغل سے نکال کر کاندھے پر ڈال لے۔ پھر طواف شروع کرے۔

رمل

آغاز اسلام میں کافر مسلمانوں کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے تھے خیال کرتے تھے، یہ ضعیف

اور ناتواں لوگ کیا کر پائیں گے نہ اُن میں دم ہے نہ سکت، نہ اُن کے پاس روٹی ہے نہ روپیہ، اور مسلمان یہ ثابت کرنا چاہتے تھے، کہ اصل چیز پیٹ نہیں جذبہ ہے پیٹ بھرا ہو، مگر جذبہ مفقود ہو، تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور پیٹ خالی ہو مگر جذبہ بھرپور ہو تو اس دُنیا کو تہ و بالا کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں نے یہ سوچا اور کر کے دکھا دیا۔

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے راہزن
کھیلنے جاتے تھے ایواں گہ کسریٰ میں شکار

حجرِ اسود کے قریب ذرا سینہ تانے ہوئے تیز قدمی کے ساتھ مسلمان طواف کرتے تھے۔ اسی کو رمل کہتے ہیں اور یہ رسم اب تک چلی آ رہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس انداز میں مسلمانوں کو طواف کرتے دیکھ کر کافر دل ہی دل میں حیران ہوتے اور جلتے تھے کہ ان فاقہ زدوں کے پاس آخر وہ کون سی قوت ہے جس کے بل بوتے پر ان کی آن اور شان میں کوئی فرق نہیں آتا، بلکہ وہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

سعی

طواف سے فراغت کے بعد سعی سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں سعی کہتے ہیں دوڑنے کو سعی بھی طواف کی طرح سات مرتبہ کی جاتی ہے۔ حتی الامکان سعی پا پیادہ کرنی چاہیئے۔ سواری پر نہیں۔

وقوف

وقوف کی دو نوعیتیں ہیں:۔

(۱) وقوفِ عرفات ———— (۲) وقوف مزدلفہ۔

وقوف کے معنی ہیں قیام کرنے اور ٹھہرنے کے۔

وقوف عرفات کی صورت یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ منیٰ میں گذاری جائے، نویں تاریخ کو بعد از طلوع آفتاب عرفات میں پہنچ جائے، وہاں پہنچ جانا وقوف کے لئے کافی ہے۔

البتہ غروب آفتاب سے پہلے وہاں سے نہ نکلیں۔

وقوفِ مزدلفہ کی صورت یہ ہے کہ جب مزدلفہ قریب آجائے تو سُنت یہ ہے کہ آدمی سواری سے اُتر پڑے اور وہاں پا پیادہ داخل ہو اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تکبیر و تہلیل کرتا رہے۔ اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی نیت سے پڑھے اور بغیر عذر کے صبح صادق سے پہلے وہاں سے نہ نکلے۔

رمی جمار

رمی کے لغوی معنی ہیں پھینکنے کے۔ خواہ تیر، یا کوئی اور چیز!

رمی اس طرح کی جاتی ہے کہ ایک جگہ جمار (برجیوں) پر سات مرتبہ کنکریاں پھینک کر ماری جاتی ہیں۔ ہر رمی کے ساتھ تکبیر کا کہنا ضروری ہے یہ تین مختلف جمرے یعنی برجیاں ہیں، ان پر الگ الگ کنکریاں پھینکنی چاہئیں بہتر یہ ہے کہ رمی کرتے وقت آدمی اس کا خیال رکھے کہ رمی نیچے کھڑا ہو کر کرے۔

بال منڈوانا اور کٹوانا!

رمی سے فارغ ہونے کے بعد، حلق (بال منڈوانا) یا تقصیر (بال کٹوانا) ضروری ہے۔ —— اس کے بعد محرمات احرام حلال ہو جاتے ہیں۔ یعنی جو چیزیں احرام کی حالت میں منع تھیں، اب انہیں کرنے اور برتنے کی اجازت ہو جاتی ہے بجز مباشرت کے اور یہ اجازت طواف زیارت کے بعد ملتی ہے۔

حلق مرد کے لئے ہے اور تقصیر عورت کے لئے۔ لیکن مستثنیٰ ان دونوں میں کوئی بھی نہیں ہے۔

عرفات

عرفات ایک بہت بڑا میدان ہے جو مکہ شریف سے تقریباً (۹) میل کے فاصلہ پر ہے۔

میقات

میقات —— اس مقام کو کہتے ہیں جس سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھنا چاہیئے۔ جب تک آدمی احرام نہ باندھ لے یعنی اپنے حاجی ہونے کا اعلان اور حج کی تیاریوں کی

تکمیل نہ کرلے۔ ہندوستان اور پاکستان کا میقات یلملم ہے۔ یہ پہاڑی جہاز ہی سے نظر آنے لگتی ہے اور لوگ وہیں سے احرام باندھ کر تیاری شروع کر دیتے ہیں۔

تہلیل

کلمۂ طیبہ کو تہلیل کہتے ہیں، جو یہ ہے:-

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ!

حطیم

خانۂ کعبہ کا وہ حصہ، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں داخلِ کعبہ تھا، مگر کعبہ کی عمارت کے منہدم ہونے کے بعد اسکی تجدید تعمیر جب قریش نے کی تو ناداری کے باعث اُسے غیر مسقف چھوڑ دیا۔ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ اُسے داخلِ کعبہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن اس ارادہ کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔

حجرِ اسود

یہ ایک پتھر ہے جو عہدِ قدیم سے خانۂ کعبہ میں نصب ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ نے اس کی مقدس قدامت کے باعث اسے چوما تھا۔ اسلئے یہ ایک مقدس رسم چلی آرہی ہے ورنہ اس کی حقیقت وہی ہے جس کا اظہار حضرت عمرؓ نے ایک تبہ اُسے مخاطب کر کے کیا تھا۔ فرمایا تھا۔

"تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، میں تجھے صرف اسلئے چومتا ہوں کہ رسول اللہ نے تجھے چوما تھا۔"

زمزم

یہ ایک کنواں ہے جو دیوارِ کعبہ سے چند گز کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک چشمہ تھا جسے حضرت ہاجرہؓ اور ان کے فرزند دلبند حضرت اسمٰعیلؑ کیلئے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا تھا۔ احادیث میں اسکے بہت سے فضائل منقول ہیں احتراماً اس کا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیئے۔

مزدلفہ

عرفات اور منیٰ کے مابین ایک مقام ہے۔ یہاں بھی عرفات کی طرح وقوف کیا جاتا ہے۔

عمرہ اور حج

عمرہ سنت مؤکدہ ہے اسکے لئے حج کی طرح کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں، جب مرضی ہو کیا جاسکتا ہے بجز ایامِ حج کے، رمضان میں مستحب ہے۔ اسکے ارکان (۱) احرام (۲) طواف (۳) سعی (۴) حلق یا

حج و عمرہ میں جو فرق و امتیاز ہے وہ یہ ہے:۔

(۱) حج میں وقوفِ عرفات اور وقوفِ مزدلفہ ضروری ہے مگر عمرہ میں نہیں۔

(۲) حج میں رمی جمار بھی ضروری ہے مگر عمرہ میں نہیں۔

(۳) وقوف میں جمع بین الصلاتین کیا جاتا ہے مگر عمرہ میں نہ وقوف ہوتا ہے نہ جمع بین الصلاتین

قربانیاں

(۱) قارن ۱۰ ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہو کر ایک قربانی کرے جو اس پر واجب ہے، اگر قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پھر دس روزے رکھے، تین روزے ۱۰ ذی الحجہ سے پہلے اور ۷ ایام تشریق کے بعد۔

۲۔ متمتع پر بھی قربانی واجب ہے بصورت دیگر روزے۔

(۳) جو شخص حالتِ احرام میں حسب ذیل افعال کا مرتکب ہو ام

الف۔ خوشبو استعمال کرے۔

ب۔ مہندی استعمال کرے۔

ج۔ روغن کا استعمال رسوا دودھ یا غذا کے (

د۔ ایک دن یا ایک رات سلا ہوا کپڑا پہننا۔

ھ۔ سر یا منہ کا ڈھانکنا۔

و۔ سر یا داڑھی کے بالوں کا ازالہ۔

ز۔ سر اور داڑھی کے بالوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے بالوں کا ازالہ۔

ح۔ ناخن کٹوانا ——— ط۔ کسی جگہ کے بال مونڈ کر پچھنے لگوانا۔

ی ۔ بحالت جنابت طواف کرنا ۔

ک ۔ بغیر وضو کے طواف کرنا ۔ خواہ عمرے کا، خواہ حج کا ۔

ل ۔ غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے نکلنا ۔

م ۔ سعی میں سواری کا استعمال کرنا (بغیر کسی عذر کے)

ن ۔ وقوفِ مزدلفہ کا ترک ۔

س ۔ رمی کا کلاً یا جزءاً ترک ۔

ع ۔ حرم سے باہر حلق یا تقصیر ۔

تو ان سب امور میں ایسے شخص پر ایک قربانی واجب ہوگی بطور کفارۂ گناہ کے ۔

نوٹ ۔ قارن کی وہ غلطیاں جن کے ارتکاب پر مفرد کے لئے ایک قربانی ضروری ہے تو اُسے دو قربانیاں کرنی پڑیں گی ۔

مسائل متفرقہ

(۱) حج عمر بھر میں صرف ایک ہی دفعہ فرض ہے اگر کوئی شخص ایک سے زاید حج کرے تو زائد حج کا شمار نفل میں ہوگا اگرچہ اس کا ثواب و اجر بہت زیادہ ہے ۔

(۲) بچپن کے حج کا اعتبار نہیں ۔ بعد از بلوغ (بشرط استطاعت) پھر سے حج کرنا چاہئے ۔

(۳) نابینا پر حج فرض نہیں ۔

(۴) عورت بغیر محرم کے سفر حج پر روانہ نہیں ہوسکتی ۔

(۵) محرم کی معیت کے باوجود اگر شوہر بیوی کو حج کی اجازت نہ دے تو شوہر کا حکم رَدّ کردیا جائے گا ۔ اور بغیر شوہر کی اجازت کے، بلکہ اس کی مرضی کے خلاف حج کو جاسکتی ہے بلکہ اُسے چلا جانا چاہیئے ۔

(۶) حج بدل کی وصیت کرکے اگر کوئی وفات پاجائے تو اگر اسکے ایک ثُلثِ مال میں سے حج بدل ہوسکتا ہے تو کیا جائے گا، ورنہ بغیر ورثاء کی دلی رضامندی کے نہیں کرایا جاسکتا ۔

کیونکہ وصیت صرف ایک ثلث کی کی جاسکتی ہے، باقی مال ورثاء کا ہوگیا اُنہیں اپنی ملک پر اختیار ہے کہ دیں یا نہ دیں،

(۷) بغیر وصیت کے حج بدل نہیں ہوسکتا ۔

(۸) عدت کی حالت میں حج نہیں کیا جاسکتا۔

(۹) اگر مدینہ منورہ جانے کے مصارف نہ ہوں اور مکہ شریف کا زادِ راہ ہو۔ تو محرومی مدینہ کے خیال سے حج ترک نہ کرنا چاہیئے۔

ایک اہم اجتماعی فریضہ

اسلام اپنی بعض چیزوں میں دُنیا کے عام مذاہب اور روایات سے بالکل مختلف ہے خاص طور پر دو چیزیں اس کی بہت نمایاں اور ممتاز ہیں۔

(۱) نظم وضبط ——— (۲) اجتماعیت ———

نماز باجماعت

اسلام کے احکام کا مطالعہ کیجیئے۔ یہی دو چیزیں آپ کو ہر جگہ برکار فرما نظر آئیں گی خاص طور پر اجتماعیت تو قدم قدم پر جلوہ فگن نظر آئے گی۔ نماز کی تعلیم تو سر اسر اجتماعی مسئلہ ہی ہے۔ پانچ وقت کی نماز فرض ہے لیکن یہ نماز بہت زیادہ موجب اجر وثواب ہو جاتی ہے اگر مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے مصلحت یہ ہے کہ دن میں پانچ بار ایک محلہ میں رہنے والے مسلمان ایک دوسرے کے دُکھ درد سے واقف ہوسکیں۔ ایک دوسرے کی دستگیری کرسکیں ایک دوسرے سے تعاون کرسکیں۔

نماز جمعہ

ہفتہ میں ایک بار جمعہ کی نماز فرض ہے۔ جمعہ کی نماز بغیر جماعت کے ہو ہی نہیں سکتی جمعہ میں سارے شہر کے لوگ ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں خدا کی عبادت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ربط ضبط پیدا کرتے ہیں۔

نمازِ عیدین

سال میں دو بار عید کی نماز ہوتی ہے۔ عید کی نماز بھی بغیر جماعت کے نہیں ہو سکتی۔ عید اور جمعہ میں فرق یہ ہے کہ جمعہ میں صرف شہر کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں عید میں شہر سے ملحقہ دیہاتوں کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ تاکہ مسلمان کا بڑے سے بڑا اور زیادہ سے زیادہ حلقہ ایک دوسرے سے متعارف ہو سکے۔ ایک دوسرے کی ضروریات سمجھ سکے اور ایک دوسرے کی حاجات سے واقف ہو سکے اور ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکے اور کام آسکے۔

لبیک لبیک!

ہر سال کعبۃ اللہ میں حج کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ غور کیجئے روزانہ نماز باجماعت کا تعلق محلّہ سے۔ نماز جمعہ کا شہر سے، اور نماز عیدین کا شہر اور اسکے گرد و نواح سے تھا۔ لیکن حج کا تعلق سارے عالم اسلام سے ہے، ترک و عرب، بربر اور فرنگی، روسی اور چینی، جاپانی اور جاوی، ہندوستانی اور پاکستانی، عراقی اور مصری، ایرانی اور افغانی۔ دُنیا کے ہر خطہ، قریہ، دیہات، شہر، ملک کے مسلمان، بغیر تمیز نسل و رنگ، بغیر امتیاز خاندان و زاد و بوم، بغیر تفریق دولت و غربت، ایک مقام پر، ایک لباس میں، ایک وضع میں جمع ہوتے ہیں، کم از کم لباس کا ایک امتیاز ایسا ہے جو نماز باجماعت نماز جمعہ اور نماز عیدین میں قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن حج میں، یہ معمولی سا امتیاز بھی مٹ جاتا ہے۔ ایک تہ بند اور ایک چادر، بس یہ لباس ہے ہر حاجی کا، خواہ وہ شہریار و کجکلاہ ہو، یا فقیر و بے نوا، اس یکرنگی اور ہم آہنگی کے ساتھ اقطاع عالم کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔

ان مختلف النسل مختلف اللون اور مختلف الاوطان مسلمانوں کی قومیت الگ الگ ہوتی ہے۔ رنگ جُدا جُدا ہوتا ہے، زبانیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ رنگ اور نسل میں فرق ہوتا ہے۔ مگر دل سب کے ایک ہوتے ہیں۔ سب کے دِل میں ایک ہی جذبہ، سب کے سر میں ایک ہی سودا، سب کی رُوح میں ایک ہی جوش کارفرما ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے، توحید اور اقامت الٰی اللہ کا،

یہ لوگ راستہ کی صعوبتیں سہتے، دشواریاں جھیلتے، شدائد کا مقابلہ کرتے، اہل وعیال، زن و فرزند، مال و دولت، مکان اور جاگیر عیش و آسائش سب سے منہ موڑ کر دور دراز کا سفر کیوں اختیار کرتے ہیں؟ کیا سیر و تفریح کے لئے؟ کیا لہو و لعب کے لئے؟ کیا عیش و مستی کے لئے؟ کیا لطف و انبساط کے لئے؟

نہیں! ——— یہ کچھ نہیں!! ——— یہ سارے شدائد، یہ خدا کے بندے صرف اِسی لئے برداشت کرتے ہیں کہ ایک بہت بڑے فریضہ سے عہدہ برآ ہوں۔

اہم ترین فریضہ

وہ فریضہ کیا ہے؟

یہ کہ آج کے دن رنگ و نسل کی تفریق مٹا دیں۔ آج کے دن ہر اختیار سے دستکش ہو جائیں۔ جس طرح قبر میں جا کر گدائے بے نوا، اور سلطان و شہنشاہ ایک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کعبۃ اللہ میں جا کر بھی امیر و گدا، ایک ہی در کے بھکاری بن جاتے ہیں ایک ہی آقا کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور ایک ہی معبود کے گھر میں گڑگڑا کر دل کی مرادیں مانگتے ہیں، پاتے ہیں اور نشاطِ حیات حاصل کرتے ہیں۔

یہ ہوا روحانی فائدہ!

اب مادی اعتبار سے دیکھئے۔ دُنیا کے ہر خطہ کے مسلمان ایک دوسرے کو جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، باہمی مشکلات و مصائب سے واقفیت پیدا کرتے ہیں اور خلوص و محبت کے ساتھ ان کا مداوا سوچتے ہیں یہ لوگ جو اپنے ہاں سے چلتے وقت کچھ بھی نہ تھے، سوا ایک مشت خاک کے، کعبہ میں پہنچکر یہ ایک بہت دہشت انگیز اور فیصلہ کن طاقت بن جاتے ہیں، پھر ان کا وار کوئی نہیں سہہ سکتا، ان کا ریلا کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔

حج کی یہ فضیلت و سعادت کیا کسی اور مذہب کے حصہ میں آئی ہے؟

باب ۵۵

خطبۂ ایّامِ منیٰ!

(۱۳۲) عَنْ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسُول اللہ صَلّی اللہ عَلیہ وَآلِہٖ وَسلّم خطب النّاس یوم النحر فقال یا ایّھا النّاس ای یوم ھذا قالوا یوم حرام قال فاَیّ بلدٍ ھذا قالوا بلدٌ حرام قال فای شھرٍ ھٰذا فقالوا شھر حرام قال فاِنّ دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا فی شھرکم ھٰذا فاعادھا مرارا ثم رفع راسہ فقال اللّٰھم ھل بلغت اللّٰھم ھل بلغت قال ابن عباس رضی اللہ عنہما فوالذی نفسی بیدہٖ انّھا لوصیتہ اِلی اُمّتِہٖ فلیبلغ الشاھد الغائب لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض فرب مبلغ اوعیٰ من سامعٍ ؎

(۱۳۲) حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یومِ النحر[۱] کو ایک خطبہ دیا۔ فرمایا :۔

"لوگو! یہ کون دن ہے؟ جواب دیا (لوگوں نے) یوم حرام۔ فرمایا، یہ کون شہر ہے؟ (لوگوں نے کہا، بلد حرام، فرمایا، یہ کون مہینہ ہے؟ (لوگوں نے کہا، ماہ حرام، فرمایا ؛ پس تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت، تم پر، آج کے دن کی طرح، اس شہر کی طرح، اس مہینہ کی طرح حرام[۲] ہے۔ پھر آپؐ نے کئی دفعہ یہ دہرایا۔ پھر سر مبارک اُٹھایا اور کہا :۔ کیا میں نے (پیام خداوندی) پہنچا دیا؛ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ آپؐ کی وصیت تھی، اُمت کے لئے، پس چاہیئے

---

[۱] قربانی کے دن [۲] یعنی اس کا ضیاع کرنا حرام ہے۔

کہ جو حاضر ہے وہ غیر حاضر تک یہ (پیام) پہنچا دے ہمیرے بعد کافر نہ بن جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگو۔ بہت سے (غیر حاضر) لوگ سامع سے بھی زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

آنحضرتؐ کا تلبیہ!

(۱۳۳) عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما ان تلبیۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ لك والملك لا شریك لك،

(۱۳۳) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا تلبیہ یہ تھا۔ "حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں! تیرا کوئی شریک نہیں، بیشک تمام تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور ملک تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں"۔

حجرِ اسود کا چومنا

(۱۳۴) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما انہ سالہ رجل من استلام الحجر فقال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستلمہ ویقبلہ۔

(۱۳۴) ابنِ عمرؓ سے ایک شخص نے استلام حجر اسود کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے کہا۔ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کا استلام کرتے تھے، اور اسے بوسہ دیتے تھے۔

آنحضرتؐ کا روزہ

(۱۳۵) عن ام الفضل رضی اللّٰہ عنہا قالت شك الناس یوم عرفۃ فی صوم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فبعث الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بشراب فشربہ

(۱۳۵) حضرتِ امِ فضلؓ کہتی ہیں کہ یوم عرفہ کے دن لوگوں کو شک پیدا ہوا کہ آنحضرتؐ

---

[۴] یعنی قتال اور کشت و خون کو حلال نہ کر لینا یا کافروں کی سی حرکتیں نہ کرنے لگنا۔ [۴] اس سے نقل علم کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ [۵] یعنی بعض لوگ ایک بات سنتے ہیں اور دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ براہ راست سننے والوں سے بالواسطہ سننے والے زیادہ فقیہ اور سمجھدار ہوتے ہیں لہٰذا نقل علم فروری ہے۔

روزے سے ہیں یا نہیں، پس ہیں نے آپؐ کی خدمت میں پانی بھیجا، آپنے اُسے پی لیا۔

قربانی کی کھال

(۱۳۶) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِجَلَالِ الْبُدْنِ الَّتِیْ نَحَرْتُ وَ بِجُلُوْدِھَا۔

(۱۳۶) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ قربانی[1] کیے ہوئے بدن (جانور) کی جھول اور کھال خیرات کر دوں۔

عمرہ کا ثواب

(۱۳۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہٗ جزاء الا الجنۃ۔

(۱۳۷) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عمرہ کر لینا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک (کے گناہوں کا) کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔

باب ۵۶

مدینہ منورہ کی فضیلت!

(۱۳۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ ملائکۃ لا یدخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

(۱۳۹) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، مدینہ کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں، وہاں[2] نہ طاعون آسکتا ہے نہ دجال!

جنت کا ٹکڑا

(۱۴۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[1] اسے صدقہ کرنا چاہیئے، قصاب کو اُجرت میں نہ دینا چاہیئے۔ [2] اس برکت کے سبب۔

قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ ۔

(۱۴۰) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا، میرے گھر اور منبر کے درمیان روضہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے، اور میرا منبر حوض[1] پر ہے ۔

ایمان اور مدینہ

(۱۴۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَأرِزُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَأرِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا ۔

(۱۴۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا، ایمان مدینہ کی طرف اس طرح[2] سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ کر آجاتا ہے ۔

اہل مدینہ سے بدسلوکی

(۱۴۲) عَنْ ابی سعد رضی اللہ عنہ قال سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اھل المدینۃ احد الّا انماع کما ینماع الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ ۔

(۱۴۲) حضرت ابی سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ فریب کاری کرے گا وہ اس طرح گھل[3] جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے ۔

مکہ اور مدینہ

(۱۴۳) عَنْ انس رضی اللہ عنہ عَنِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَللّٰھُمَّ اجعل بالمدینۃ ضِعفی ما جعلت بمکۃ مِنَ البرکۃِ

(۱۴۳) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ جو برکت تو نے مکہ کو مرحمت فرمائی ہے اس کی دگنی برکت[4] مدینہ کو عطا فرما ۔

دیارِ رسولؐ

مدینہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ دیارِ رسولؐ ہے ۔

---

[1] حوض کوثر۔ [2] ہر چہار اطرافِ عالم سے۔ [3] مٹ جائے گا [4] زیادہ۔

یہ وہ شہر ہے جس نے رسولؐ کے لئے اپنے آغوشِ محبت اُس وقت وا کئے جب مکہ کا ذرہ ذرہ ذات رسالت پناہی کا دشمن ہو رہا تھا۔ جب کفارِ قریش اس بات پر تُل گئے تھے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس آوازِ حق کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیں جس کا کام یہ تھا کہ اللہ کی وحی لوگوں کو سنائے اور اسلام کی طرف بلاوا دے۔ مکہ کے بُت پرست یہ اٹل فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ داعی اسلام کو اتنی اذیتیں دیں گے اتنی اذیتیں دینگے کہ حق ہمیشہ کے لئے مٹ جائے اور باطل ہمیشہ کے لئے غالب آجائے بُت پرستی کا سکہ قائم رہے اور رب پرستی کا نام بھی نہ لیا جائے!

جو لوگ مکہ میں اسلام لے آئے تھے انہیں عبرت خیز اور لرزہ انگیز تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔ انہیں زندگی سے عاجز کیا جا رہا تھا۔ انہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ رسوا کیا جاتا تھا۔ ان کا بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔ ان کی عورتیں ان سے چھین لی جاتی تھیں، اُن کے بچے لُوٹ لئے جاتے تھے ان کا مال و اسباب، مکان ضبط کر لئے جاتے تھے۔ ان کی ناکہ بندی کی جاتی تھی، اور انہیں کوئی جائے پناہ نہ حاصل تھی!

یہ حالات تھے۔ جب مدینہ آگے بڑھا۔

مدینہ جمالِ رسالت کا پروانہ تھا، اسکے ذرے ذرے پر ایمان کی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ وہ دیدارِ رسالت سے مشرف ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ ہر ایمان والے کو، ہر خدا پرست کو، محمدؐ کے ہر اُمتی کو اپنی پناہ میں لے لے، اپنے دامن میں سمیٹ لے، اور آخر کار مسلمان مکہ سے سمٹ سمٹ کر مدینے پہنچے۔ اور مدینے نے سب کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے۔ سب کو اپنا لیا!

انصار کا ایثار

وہ مدینہ ہی کے باشندے انصار تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کی دعوت پر مال و جان سے لبیک کہا۔ جب مکہ سے مہاجر مسلمانوں کے لُٹے ہوئے قافلے مدینہ کی پناہ گاہ میں پہنچے تو ان کے ساتھ انصار نے وہ سلوک کیا جس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں مِل سکتی!

انصار نے مہاجر کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنی ہر چیز میں ایک ماں جائے بھائی کی طرح

شریک کر لیا۔ جن کے پاس کھیت تھے اُنہوں نے کھیت بانٹ دیئے جن کے پاس باغ تھے اُنہوں نے اپنے باغ تقسیم کر دیئے جو مکاندار تھے اُنہوں نے مکانوں میں حصّہ لگا دیا، جو صاحبِ ثروت اور دولت تھے۔ اُنہوں نے اپنی ثروت اور دولت کے ڈھیر اکٹھا کئے، اور مہاجر بھائیوں سے کہہ دیا، ان میں سے ایک تمہارا ہے ایک ہمارا!۔

ایثار کی انتہا

اور صرف یہی نہیں، جو انصار تنگ دست اور غریب تھے، ایثار اور قربانی کی دوڑ میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ بہتوں سے آگے نکل گئے اُنہوں نے خود فاقہ کیا اور اپنے مہاجر بھائیوں کو شکم سیر کیا۔ کھانا کم تھا، صرف ایک ہی آدمی کو کفایت کر سکتا تھا۔ رات کی تاریکی میں دستر خوان بچھایا ایک طرف مہمان، ایک طرف میزبان، وہ مہاجر، یہ انصار، رات کی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مہمان یہ سمجھا کہ میزبان بھی ساتھ کھا رہا ہے اور میزبان صرف ہاتھ اُٹھاتا رہا، منہ چلاتا رہا، نہ ہاتھ میں روٹی کا کوئی ٹکڑا تھا، نہ منہ میں کھانے کا نوالہ، یہاں تک کہ مہمان شکم سیر ہو کر اُٹھ گیا، اور میزبان پیٹ پہ پتھر باندھے ہوئے خالی دستر خوان لے کر اُٹھ آیا۔ وہ مطمئن کہ ہم دونوں نے کھا لیا اور یہ خوش کہ میں بھوکا رہا تو رہا، مگر میرے مہاجر بھائی کا پیٹ تو بھر گیا۔

سب سے بڑھ کر!

عرب مارے باندھے کی شادی کے قائل نہیں تھے۔ وہ اس عورت سے شادی کرتے تھے جو انہیں پسند ہوتی تھی۔ جس سے وہ محبّت کرتے تھے، جسے وہ اپنی پرکھ کی میزان پر تول لیتے تھے، عرب اپنے ناموس پر خون کی ندیاں بہا دیتے تھے۔ وہ اسے گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ اشعار میں اُن کی محبوبہ یا بیوی کا ذکر کیا جائے۔ شعراء اس کا نام لے کر تشبیب کریں، جو ایسا کرتا تھا وہ اسکے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے۔ وہ اسے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، کہ اُن کی رفیقۂ حیات پر کوئی نظر ڈالے۔ اگر کسی کو وہ ایسا کرتا دیکھ لیتے تھے تو جب تک

اس کی آنکھیں نہیں چھوڑ دیتے تھے انہیں قرار نہ آتا تھا، چین نہ ملتا تھا۔

وہی عرب تھے، وہی ان کی ذہنیت و جبلت، اور وہی ان کے عادات و اطوار لیکن اسلام نے ان کے جذبۂ حمیت و غیرت میں بھی اسلامیت پیدا کر دی تھی!

مکہ سے جو لوگ خستگی اور درماندگی کے عالم میں مدینہ پہنچے تھے ان میں ایسے بھی تھے جن کی بیویاں کفر پر قائم تھیں اور مدینہ نہیں آئی تھیں، یا حالات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اُنہیں وہیں چھوڑ آئیں۔ یا کفار نے انہیں اپنی شرارتوں کے باعث روک لیا تھا۔ اور مدینہ نہیں آنے دیا تھا۔ انصار نے دیکھا ہم عائلی زندگی سے لطف لیتے ہیں، خانگی زندگی کی مسرتوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ رفیقۂ حیات کے انس و محبت اور وفا و رفاقت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ ہمارے آرام کا آسائش کا بیوی ہر وقت خیال رکھتی ہے۔ لیکن یہ بے بس مہاجر، جو محض اسلام کے لئے وطن سے بے وطن ہوئے ہیں، جہاں اور بہت سی چیزوں سے محروم ہیں وہاں ایک بہت بڑی محرومی یہ بھی اُن کے ساتھ لگی ہوئی ہے، کہ یہ بے گھر ہیں خانماں برباد ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تنہا ہیں۔

بعض انصار، اپنے مہاجر بھائیوں کی یہ تکلیف برداشت نہ کر سکے، اُنہوں نے کہا۔

"ہماری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے جس ایک کو آپ کہیں ہم طلاق دیئے دیتے ہیں، آپ اس سے شادی کر لیجئے اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کیجئے یہ دوسری بات ہے کہ مہاجر بھائی نے یہ پیش کش جو صرف ایثار و اخلاص پر مبنی تھی، قبول نہیں کی، لیکن انصاری بھائی نے اپنے اخلاص اور صداقت کو تو آشکارا کر دیا!

لیکن اسے جتا تو دیا، جان تو گیا!

یہ تھا وہ مدینہ

یہ تھا وہ مدینہ، جسے رسول اللہ نے اپنا دیار بنا لیا تھا، اور ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو رہے تھے۔ اسی کے بارے میں ایک مرتبہ مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے بعد آپ نے انصار سے

مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

"کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ یہ (مہاجر) اپنے ساتھ مال و دولت کے ڈھیر لے جائیں اور تم اپنے ساتھ محمدؐ کو لے جاؤ۔"

اور انصار نے وارفتگی کے عالم میں کہا تھا:۔

"اے رسول ہم یہی چاہتے ہیں!"

ظاہر ہے جس مدینہ کے ساتھ اتنی نیکیاں اور خوبیاں، سعادتیں اور برکتیں وابستہ ہوں، وہ خدا کی نظر، رسولؐ کی نظر میں، فرشتوں کی نظر میں کہاں تک محبوب اور پسندیدہ نہیں ہوگا۔ اسکے ساتھ جتنی سعادتیں بھی وابستہ ہوں کم ہیں، اس پر جتنی بھی رحمتیں نازل ہوں، وہ ان ہی کا مستحق ہے؛

یہ مدینہ کبھی بھی شر کا مرکز نہیں بن سکتا۔ یہاں کبھی بھی دجال نہیں آسکتا، یہاں کبھی بھی کوئی آفت اور مصیبت نہیں آسکتی۔ یہ خدا کے سب سے برگزیدہ بندے کا شہر ہے، یہ خدا کے آخری نبی کا مسکن ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

باب ۵۷

روزہ

احکام ــــــ و ــــــ مسائل

روزہ کی فضیلت

(۱۴۴) عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال الصیام جنة فلا یرفث ولا یجهل وان امرؤ قاتله او شاتمه فلیقل انی صائم مرتین ـ والذی نفسی بیده

لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك يترك طعامه وشرابه وشهوته من اجلي الصيام لي وأنا أجزي به الحسنة بعشر امثالها ۔

(۱۴۴) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، روزہ سپر[1] ہے۔ لہٰذا روزہ رکھنے والے کو چاہیئے کہ فحش بات[2] نہ کہے، جہالت کا کام نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ کہہ دے میں روزہ سے[3] ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو، اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اور اپنی خواہش میرے لئے ترک کر دیتا ہے۔ روزہ میرے ہی لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے (لیکن روزے کا اس سے زیادہ ثواب ملے گا)

حدیث کا مفہوم

صوم کے لغوی معنی ہیں امساک کے یعنی کسی کام یا کسی چیز سے رُک جانا۔ اور شرع کی اصطلاح میں دِن بھر، حلال اور جائز کھانے پینے والی چیزوں سے رُک جانے کو روزہ کہتے ہیں۔ رمضان یعنی روزے کے ایّام، یا تو رویت ہلال سے شروع ہوتے ہیں یا شعبان کا پُورا مہینہ اگر تیس ۳۰ دِن کا گذر جائے یا کوئی ثقہ گواہی رویت ہلال کے بارے میں گذر جائے۔

شرائط وجوب

روزے کے شرائط وجوب یہ ہیں:-

(۱) مسلمان ہونا ——— (۲) بالغ ہونا ——— (۳) عاقل ہونا۔

(۴) روزہ رکھنے پر قادر ہونا۔

---

[1] گناہ سے بچنے کی! لہٰذا عذاب دوزخ، اور قہر الٰہی سے بھی یہ سپر بچا سکتی ہے۔ [2] گندی بات نہ کہے۔ [3] یعنی میں تمہاری باتوں کا تمہاری طرح جواب نہیں دے سکتا۔

شرائطِ صحت

روزہ کے شرائط صحت میں سے یہ ہے کہ :۔

(۱) مرد ہو یا عورت، مگر وہ بالکل پاک ہو، یعنی اس پر غسل واجب نہ ہو۔ اور عورت حیض و نفاس میں مبتلا نہ ہو۔

(۲) روزہ عیدین کے دن رکھنا، یا ایام تشریق کے تین دنوں میں رکھنا حرام ہے۔

فرائضِ صوم

روزہ کے فرائض یہ ہیں :۔

(۱) نیت — جو رات ہی کو یا سحری کے بعد کر لینی چاہیئے۔

(۲) کھانے پینے کی چیزوں سے اجتناب۔ — (۳) جماع سے پرہیز۔

(۴) نشہ آور چیزوں کے استعمال سے اجتناب۔

سرمہ لگایا جا سکتا ہے۔ صائم پر مباشرت حرام ہے۔ اسی طرح لمس اور تقبیل بھی، اگر شہوت کے ماتحت ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ پہلی صورت میں کفارہ یہ ہے کہ ایک لونڈی (مؤمنہ) آزاد کی جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

روزہ کی سنتیں

(۱) سحری کھانا۔

(۲) افطار میں تعجیل — روزہ یا تو کھجور سے افطار کرنا چاہیئے یا پھر پانی سے، ورنہ کسی میٹھی چیز سے۔

روزہ کھول کر یہ دعا پڑھنی چاہیئے :۔

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ۔

"اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا۔ تیرے دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرا اسلام قبول کیا۔ تجھ پر بھروسہ کیا۔"

(۴) رمضان میں صدقہ، جہاں تک زیادہ سے زیادہ ہوسکے، دے، صالحین کی صحبت جتنی زیادہ میسر آئے اس سے استفادہ کرے۔

(۵) ذکر اللہ، استغفار اور تضرع کی کثرت خاص طور پر آخری عشرہ میں،

(۶) شوال کے روزے رکھنا بھی سنت ہے!

روزے کے مکروہات

روزے کے مکروہات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پھولوں کو سونگھنا ——— (۲) پچھنا لگوانا، فصد کھلوانا۔

(۳) زبان سے کسی کھانے کا چکھنا۔ البتہ باورچی مستثنیٰ ہے، وہ اپنے فرض کی بجا آوری میں اپنا پکا ہوا کھانا چکھ سکتا ہے۔ بیوی بھی، اگر شوہر سخت مزاج ہے تو چکھ سکتی ہے۔

روزہ یا فاقہ

(۱۴۵) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔

(۱۴۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، جو شخص جھوٹ بولنا یا اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا، تو خداؐ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔[1]

روزہ و نکاح

(۱۴۶) عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فقال من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔

---

[1] مطلب ہے کہ ایسا روزہ خدائے بزرگ و برتر قبول نہیں کرے گا، وہ فاقہ سمجھا جائے گا، اس کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہوگی۔

(۱۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اُسے چاہیئے کہ شادی کرلے، کیونکہ یہ اس کی آنکھ کو روکے گا[۱]۔ اس کی شرمگاہ کی حفاظت کرے گا[۲] اور جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ روزہ رکھے کیونکہ یہ اسکے لئے مانع شہوت[۳] ہے۔

روزہ اور سحر

(۱۴۷) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم تسحروا فان فى السحور بركة۔

(۱۴۷) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا سحری کھاؤ، کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

روزہ اور مسواک

(۱۴۸) عن عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب۔

(۱۴۸) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مسواک پاکیزگی کا آلہ ہے منہ کے لئے۔ اور خدا کی خوشنودی کا سبب ہے[۴]۔

رمضان اور لیلۃ القدر

(۱۴۹) عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه۔

(۱۴۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے رمضان

---

[۱] بدنگاہی سے، [۲] زناکاری سے، [۳] روزہ جس طرح بدن کا تنقیہ کیا کرتا ہے اسی طرح روح کا بھی کرتا ہے۔
[۴] اللہ کو پاکیزگی پسند ہے۔

کے روزے ایمان اور احتساب[1] سے رکھے تو اللہ اسکے پچھلے گناہ[2] معاف کردے گا، اور جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر کو عبادت کی اسکے پچھلے گناہ[3] بھی بخش دیئے جائیں گے۔

روزہ اور جنابت

(۱۵۰) عن عائشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل و یصوم[4]۔

(۱۵۰) حضرت عائشہ رض و ام سلمہ رض سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ؐ بعض دفعہ فجر کو اُٹھتے تھے تو جنبی ہوتے تھے۔ پھر آپ غسل کرتے تھے اور روزہ رکھ لیتے تھے۔

روزہ اور سفر

(۱۵۱) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فی سفر فرأی زحاماً و رجلاً قد ظلل علیہ فقال مَا ھٰذا فقالوا صَائِمٌ فقال لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِی السَّفَرِ[1]۔

(۱۵۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے (ایک مرتبہ) دوران سفر میں ایک ہجوم دیکھا، اور (دیکھا کہ) ایک شخص پر لوگ سایہ کیئے ہوئے تھے فرمایا سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے[1]۔

روزہ اور اہل و عیال

(۱۵۲) عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین سلمان و ابی درداء رضی اللہ عنہما فزار سلمان ابا الدرداء فرأی

---

[1] رضائے خداوندی کے لیے نہ کہ نمود و نمائش کے لئے۔ [2] صغیرہ گناہ کبیرہ نہیں۔ [3] وہی صغیرہ گناہ نہ کہ کبیرہ۔ [4] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں رات کو بیوی کے ساتھ مجامعت جائز ہے آدمی صبح اُٹھ کر غسل کرلے تو روزہ جائز ہو جائے گا۔ [1] یعنی خدا نے جب سفر کی حالت میں روزہ ملتوی کرنے کی اجازت دی ہے تو اسکی عطا کی ہوئی رخصت سے فائدہ نہ اُٹھانا کفران نعمت ہے، اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے یہی نیکی ہے۔

ام الدرداء مبتذلة فقال لها ما شانك قالت اخوك ابوالدرداء لیس له حاجة فی الدنیا فجاء ابوالدرداء فصنع له طعاماً فقال کُل قال فانی صائم قال ما انا باکل حتّی تاکل فاکل فلما کان اللیل ذهب ابوالدرداء یقوم قال نم فنام ثم ذهب یقوم فقال نم فلما کان من آخر اللیل قال سلمان قم الآن فصلّیا فقال له سلمان ان لربّك علیك حقًّا ولنفسك علیك حقًّا ولاهلك علیك حقًا فاعط کل ذی حقٍّ حقّهٗ فاتی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فذکر له ذلك فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق سلمان ۔

(۱۵۲) حضرت ابو جحیفہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت سلمان رضؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے مابین مواخاۃ[1] کرائی (ایک بار) حضرت سلمان رضؓ حضرت ابوالدرداءؓ کی ملاقات کو گئے تو اُنھوں نے ام الدرداء یعنی ابوالدرداء رضؓ کی بیوی کو نہایت خراب حالت میں دیکھا۔ دریافت کیا تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے؟ بولیں تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دُنیا کی کچھ حاجت نہیں رہی[2]، اتنے میں ابوالدرداء بھی آگئے، اُنھوں نے سلمان کے لئے کھانا تیار کیا (سلمان نے) کہا تم بھی کھالو۔ اُنھوں نے کہا۔ میں تو روزہ سے ہوں۔ سلمان نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ آخر کار ابوالدرداء رضؓ نے کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نماز کے لئے کھڑے[3] ہوئے، سلمان نے کہا، سو جاؤ، وہ سو رہے۔ (کچھ دیر بعد) پھر نماز کے لئے اُٹھے، سلمان رضؓ نے کہا۔ ابھی سوؤ، جب آخری حصّہ رات کا آیا تو سلمان رضؓ نے کہا۔ اَب اُٹھو، پھر دونوں نے نماز پڑھی پھر سلمان رضؓ نے کہا:۔ تم پر تمہارے رب کا حق ہے، تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے پس تمہیں چاہیئے

---

[1] ہجرت کے بعد آپؐ نے انصار اور مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ [2] وہ عبادت میں اتنے منہمک رہتے ہیں کہ دُنیا کو بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں۔ [3] اُٹھے۔

کہ ہر حقدار کو اس کا حق دو[1]، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور یہ ماجرا بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

رمضان اور شعبان

(۱۵۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شھر الا رمضان وما رأیتہ اکثر صیامًا منہ فی شعبان[2]۔

(۱۵۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب روزے رکھنے پر آتے تو اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے، اب آپ ﷺ روزے ترک نہ کریں گے، (پھر جب ترک کر دیتے تو اسی طرح) افطار کرتے، تو ہم کہتے، اب آپ روزے نہ رکھیں گے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو سوا رمضان کے پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور میں نے شعبان سے زیادہ روزے رکھتے آپ ﷺ کو کسی مہینہ میں نہیں دیکھا۔

رمضان اور اعتکاف

(۱۵۴) وعنھا رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ۔

(۱۵۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے

---

[1] عبادت اور ریاضت کا یہ مقصد و مطلب نہیں کہ انسان اپنے عائلی فرائض سے غافل ہو جائے صحیح عبادت وہی ہے کہ انسان عبادت بھی کرے اور بیوی بچوں کے ساتھ رہ کر ان کا حق بھی ادا کرے ایک حق سوخت کر کے دوسرا حق ادا کرنا کوئی نیک اور قابلِ ثواب کام نہیں۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ مسلسل روزے نہیں رکھنا چاہئیں۔ بہتر یہی ہے کہ کبھی رکھے کبھی چھوڑ دے۔ البتہ شعبان میں روزے کی کثرت موجب ثواب ہے اور رمضان کے روزے تو فرض ہی ہیں۔

آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ نے وفات پائی[1]

ازالۂ غلط فہمی

(۱۵۵) عن صفیۃ رضی اللہ عنہا زوج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم انّہا جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عندہ ساعۃ ثم قامت تنقلب فقام النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم معہا یقلبہا حتّٰی اذ بلغت باب المسجد عند باب ام سلمۃ مرّ رجلان من الانصار فسلّما علٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقال لہما النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم علٰی رسلکما انما ھی صفیۃ بنت حُیَیّ فقالا سبحان اللہ یارسول اللہ وکبر علیہما فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم ان الشیطان یبلغُ من الانسان مبلغ الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئًا۔

(۱۵۵) حضرت صفیہؓ زوجۂ رسول اللہؐ سے مروی ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے پاس جبکہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف تھے ملنے کے لئے تشریف لے گئیں کچھ دیر آپ سے باتیں کیں، پھر اُٹھ کر چلنے لگیں تو رسول اللہؐ انہیں پہنچانے کے لئے ساتھ ساتھ اُٹھے، جب وہ مسجد کے دروازے بابِ حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر پہنچے تو انصار کے دو آدمی گذرے، ان دونوں نے آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ یہ صفیہؓ بنتِ حیؓ[2] ہیں، انہوں نے کہا "سبحان اللہ" یارسول اللہؐ[3] یہ بات دونوں پر گراں گذری[4]۔ آپ نے فرمایا:۔

---

[1] دمِ آخر تک اعتکاف کا معمول ترک نہ کیا۔ [2] حضرت صفیہؓ کے والد خیبر کے سردار تھے۔ [3] بطور اظہار تعجب یہ الفاظ اُن کے منہ سے نکلے۔ [4] اسلئے کہ وہ رسول اللہؐ کی ذاتِ گرامی پر شک کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

شیطان خون کے ساتھ ساتھ انسان کے بدن میں رہتا ہے[۵]۔ اسلئے مجھے اندیشہ ہوا، کہ مبادا، وہ تمہارے دل میں وسوسہ پیدا کردے ؛

اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں گوشہ نشین ہونے کے، اور اصلاحی معنی ہیں کسی خاص شخص کا اعتکاف کر کے مسجد میں چند روز رہنا؛ اعتکاف رمضان لعشرۂ آخیر سنت مؤکدہ کفایہ ہے؛

ارکان اعتکاف

اعتکاف کے ارکان یہ ہیں :۔

(۱) نیت —— (۲) اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیئے۔ گھر پر نہیں، اور اگر جامع مسجد میں ہو تو اور زیادہ بہتر اور انسب ہے؛

(۳) مسجد میں شب و روز قیام؛

(۴) بغیر کسی خاص ضرورت کے مسجد سے باہر قدم نہ نکالنا؛

نواقضِ اعتکاف

اعتکاف کے ٹوٹنے کی صورتیں یہ ہیں :۔

(۱) بغیر کسی خاص اور جائز ضرورت کے مسجد سے باہر چلا جانا۔

(۲) نشہ کا استعمال —— (۳) جنون —— (۴) جماع

روزہ کی حکمت

روزہ کی حکمتیں، جنہیں ہر شخص بہ تامل خفیف سمجھ سکتا ہے اور محسوس کرسکتا ہے، یہ ہیں :۔

(۱) اس دنیا میں ہر چیز راحت اور آرام کی جویا ہے۔ یہی حال انسانی مشین کا بھی ہے معدہ

---

[۵] احتیاط کی انتہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر غلط فہمی کا کوئی موقعہ بھی پیدا ہوجائے تو اس کی فوراً صفائی کردینی چاہیئے تاکہ پھر غلط فہمی کا شائبہ اور امکان بھی باقی نہ رہے ؛

بھی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور اُسے راحت و آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ وجوب صوم کی، اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ معدہ کو مسلسل مشقت سے نجات ملے اور وہ کچھ راحت اور سکون پائے، کیونکہ صحت کے لئے معدہ کا صحت مند رہنا نہایت ضروری ہے۔

جرمن ڈاکٹر کی تصدیق

ایک جرمن ڈاکٹر کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک مریض آیا۔ معدہ کا شاکی تھا، میں نے ہر ممکن طریقہ سے اس کا علاج کیا، لیکن ذرا بھی فائدہ نہ ہوا، پھر میں نے مسلمانوں کے "روزے" کے اصول پر اس کا علاج کیا، یعنی فجر سے مغرب تک کھانے اور پینے کی سختی سے ممانعت کردی، چند ہی روز کے بعد، شفا ظاہر ہونے لگی، اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ مریض صحت یاب ہو گیا اور اس کا معدہ قوی ہو گیا۔ اور اسکی صحت بحال ہو گئی۔

ایک اور حکمت

(۲) روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کھانے اور پینے میں ایک مخصوص نظام اور اصول کا پابند ہو جائے یعنی غروب آفتاب کے بعد فوراً کھانا کھانے کی عادت ڈال لے اس اصول پر عمل کرنے سے معدہ کی اصلاح ہو جاتی ہے، اور وہ قوی ہو جاتا ہے۔

شدتِ احساس

(۳) روزہ رکھنے سے امیروں کو احساس ہوتا ہے کہ بھوک کیا چیز ہے؟ اس کی کلفت کے کیا معنی ہیں؟ اس عالم میں انسان پر کیا گذر جاتی ہے؟ قدرتاً اسے بھوکوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور وہ ان کے ساتھ شفقت اور عنایت کا برتاؤ کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ بہ نفسِ نفیس ان کی تکلیف کو محسوس کرنے کا خوگر ہو چکا ہوتا ہے۔

صفاتِ عالیہ!

(۴) روزہ دار میں، اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ عالیہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔

وہ مکروہات پر صبر کا خوگر ہو جاتا ہے، اس میں حلم اور بردباری کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، اس میں مروّت اور علوِ نفس کا جوہر جگہ پا لیتا ہے۔ اس میں طاعت اور انقیاد کی روح پیدا ہو جاتی ہے، آدابِ شرع کا وہ لحاظ کرنے لگتا ہے، وہ سارے دن تک نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، نہ کوئی خلافِ شرع حرکت کرتا ہے اس طرح اس میں ایک ڈسپلن پیدا ہو جاتا ہے اور خشوع و خضوع کی حالت نمایاں ہونے لگتی ہے۔

کثرت ذکر الٰہی

(۵) خدا اور رسولؐ کے ذکر کی کثرت اس کی زبان کو لغویات سے اس کی روح کو منکرات سے، اس کے عمل کو محرمات سے بچا لیتی ہے۔ اور اس میں ایک خاص قسم کی ستھرائی اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بہت سی برائیوں اور کمزوریوں سے اپنے آپ کو بچا لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

رسولؐ کی وصیت

(۱۵۶) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال اوصانی خلیلی[1] بثلاث لا ادعهن حتی اموت صوم ثلاثة ایام من کل شهر و صلوٰة الضحیٰ ونوم علیٰ وتر۔

(۱۵۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے میرے دوستؐ نے تین چیزوں کی وصیت کی جنہیں میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا جب تک مر نہ جاؤں۔ (۱) مہینہ میں تین دن کا روزہ (۲) نمازِ چاشت (۳) وتر کے فوری بعد سونا۔

رمضان اور شیطان

(۱۵۷) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشیاطین۔

---

[1] رسول اللہ۔

(۱۵۷) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان[1] کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم[2] کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں[3]۔

بھول چوک

(۱۵۸) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا نسی فاکل وشرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه ۔

(۱۵۸) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے بھولے[1] سے (روزہ کی حالت میں) کھا لیا اور پی لیا، پھر اپنا روزہ بھی پورا کر لیا، اُسے گویا خدا نے کھلایا اور پلایا۔

مُردے کے روزے

(۱۵۹) عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه ۔

(۱۵۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا، جو شخص مر گیا اور اس پر روزے باقی ہیں تو اس کے ولی کو چاہیئے کہ (اسکے بدلے کے) روزے رکھ لے[1]۔

ایک دفعہ میں سارے روزے

(۱۶۰) وقال الحسن ان صام عنه ثلاثون رجلا فی یوم واحد جاز ،

(۱۶۰) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ اگر میت کے قضا روزوں کے بدلے میں ایک ہی دن تیس آدمی روزے رکھ لیں تو یہ جائز ہے[1]۔

اللہ کا قرض

(۱۶۱) عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال جاء رجل الی النبی

---

[1] جنت ۔ [2] تاکہ وسوسہ نہ ڈال سکیں ۔ [1] ایسی حالت میں نہ صرف یہ کہ روزہ کی قضا نہیں لازم آئے گی ۔ بلکہ یہ روزہ تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کا ثواب بدستور ملے گا ۔ [1] میت کو ثواب مل جائیگا ۔ [1] یہ بھی جائز ہے ۔

صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیھا
صوم شھرٍ أ فأقضیہ عنھا قال نعم فدین اللہ احق ان یقضی ؎

(۱۶۱) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کے پاس آیا کہنے لگا یا رسول اللہؐ میری ماں کا انتقال ہو گیا ۔ اس پر ایک مہینہ کے روزے باقی تھے کیا میں اس کی طرف سے قضا رکھ لوں ؟ فرمایا ، ہاں ، اللہ کا فرض سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ جلد از جلد ادا کیا جائے ؎

مسائل متفرقہ

(۱) نیت اگر زبان سے نہ کی جائے ، دل میں کی جائے تو روزہ ہو جائے گا ۔

(۲) رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کی جائے اور رکھا جائے ، تو وہ روزہ نفل نہیں بلکہ رمضان کا فرض روزہ سمجھا جائے گا ؎

(۳) بے نمازی یا جھوٹے آدمی کی گواہی نہیں قبول کی جائے گی ؎ خواہ چاند کے بارے میں یا کسی اور بارے میں ، اگرچہ وہ گواہی قسم کھا کر کیوں نہ دی گئی ہو ؎

(۴) اگر کسی نے تن تنہا عید کا چاند دیکھ لیا ، مگر اس کی گواہی از روئے شریعت قبول نہیں ہو گی تو دوسروں کی طرح وہ بھی روزہ رکھے اور عید نہ کرے ؎

(۵) قضا روزے میں رات سے نیت کر لینا ضروری ہے ۔ اگر صبح کو نیت کی تو وہ قضا نہیں نفل مانا جائے گا ۔ قضا پھر سے رکھنا پڑے گا ؎

(۶) اسی طرح کفارہ کے روزے کا مسئلہ بھی ہے ؎

(۷) نذر کا روزہ رکھنا بھی واجب ہے ۔

(۸) نفل روزے کی نیت دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک بھی کر لی جائے تو درست ہے ؎

(۹) سال میں پانچ دن کے روزے حرام ہیں : (۱) عید الفطر کا دن ؎ (۲) بقر عید کا دن ؎ (۳) بقر عید کی گیارھویں تاریخ (۴) بقر عید کی بارھویں تاریخ (۵) بقر عید کی تیرھویں تاریخ ؎

(۱۰) اگر کوئی سال بھر کے روزے رکھنے کی منت مانے تو بھی اِن پانچ دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔

(۱۱) مہمان کی خاطر میزبان اور میزبان کی خاطر سے مہمان اگر نفل کا روزہ توڑ دے تو یہ جائز ہے یا کسی اور وجہ سے توڑ دے تو بھی جائز ہے، اس کا کفارہ نہیں البتہ قضا واجب ہے۔

(۱۲) آنحضرتؐ ہر چاند کے مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو نیز ہر دوشنبہ اور جمعرات کو ضرور روزے رکھا کرتے تھے ان روزوں کا بڑا ثواب ہے۔

(۱۳) کوئی شخص اگر ناتوان ہو، اور روزے کے دوران میں بھول کر کھانا کھانے لگے تو اُسے ٹوکنا نہیں چاہیئے کھا لینے دے اگر توانا ہو تو اُسے ٹوک دے تو بہتر ہے۔

(۱۴) کفارہ صوم کی شرطِ وجوب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ توڑا جائے، ورنہ کفارہ نہیں، صرف قضا ہے، خواہ وہ رمضان کا قضا روزہ ہی کیوں نہ توڑا گیا ہو۔

(۱۵) آدمی روزے کی حالت میں بھولے سے کچھ کھالے پھر یہ خیال کرکے کہ اب روزہ تو ہو گیا اور کھالے تو روزہ ٹوٹ گیا، قضا واجب ہے، کفارہ لازم نہیں۔

(۱۶) سحری سنت ہے اگر کوئی نہ کھانا چاہے تو دو گھونٹ پانی ہی پی لے تاکہ ثواب سے محروم نہ رہے۔

(۱۷) فجر کے وقت تک سحری کھائی جا سکتی ہے۔

(۱۸) کفارہ صوم میں، اگر آدمی دو مہینے کے مسلسل روزے معذوری یا مجبوری کے باعث نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے کھانے کے بدلے اگر اناج دے دیا جائے یا اُس کی قیمت دے دی جائے تو بھی جائز ہے — اناج اتنا ہی دیا جائے، جتنا صدقہ فطر دیا جاتا ہے۔ (۱۹) ساٹھ مسکینوں کو ایک دفعہ کھلا دے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک کھلائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

روزہ کب توڑا جائے

(۱) ایسی اچانک علالت کہ جان پر بن جائے۔

(۲) ایسی علالت کہ فوری طور پر دوا کا استعمال ضروری ہو جائے ؛

(۳) حاملہ عورت کو کسی وجہ سے اپنی یا اپنے حمل کی خیریت نظر نہ آئے ؛

(۴) کھانا پکانے، یا آگ کے سامنے کام کرنے، یا گرم انجن اور مشین وغیرہ کے روبرو کام کرنے کے باعث اتنی شدید پیاس لگے کہ وہ ناقابل برداشت ہو جائے اور جان کا خوف پیدا ہو جائے ؛

ایسی صورتوں میں روزہ توڑا جا سکتا ہے۔ قضا واجب ہے کفارہ لازم نہیں ؛

روزہ کب نہ رکھا جائے

(۱) ایسی بیماری جس میں روزہ رکھنا مضر ہو اور اضافۂ علالت کا سبب بن جائے۔

(۲) ضعف اور نقاہت جو علالت کا سبب بنے ؛ ——— (۳) سفر ———

(۴) دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو اگر دودھ کے سوکھ جانے، یا بیمار ہو جانے کا واقعی خطرہ ہو ؛ ——— (۵) ایسا بڑھاپا جو بے حد کمزور کر دے ؛

(۶) بچے کی عمر ۱۰ سال کی ہو جائے تو اسے روزہ رکھنا چاہیئے۔ اگر سب روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے اتنے ہی سہی ؛

(۷) نابالغ بچہ، اگر روزہ توڑ دے تو نہ اس کی قضا ہے نہ کفارہ ؛

اعتکاف سنت کی مدت

رمضان شریف کی بیس ۲۰ تاریخ کی عصر کے بعد سے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کیا جاتا ہے ؛ ——— اعتکاف کی حالت میں عورت گھر کے اندر کوئی خاص جگہ معین کر کے، اور مرد مسجد میں معتکف رہے، وقت بیکاری میں نہ صرف کیا جائے، تلاوتِ قرآن درود شریف، نفل اور مذہبی کتابوں کے پڑھنے میں وقت صرف کیا جائے تاکہ وقت رائیگاں نہ ہو۔ وقت کی قیمت سے فائدہ اٹھایا جائے اور ثواب حاصل کیا جائے ؛

مسائل اعتکاف

اعتکاف کے لئے امور ذیل ضروری ہیں :۔

(۱) مسجد میں قیام ؛ ——— (۲) نیت ——— (۳) پاک اور طاہر ہونا۔
سب سے افضل اور برتر اعتکاف مسجد حرام یعنی کعبہ شریف کا ہے، پھر مسجد نبوی کا، پھر بیت المقدس کا، پھر جامع مسجد کا۔ پھر محلہ کی مسجد کا، پھر اس مسجد کا جس میں نمازی نسبتہً زیادہ آتے ہوں ؛

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں :۔

(۱) واجب ——— (۲) سنت مؤکدہ کفایہ ——— (۳) مستحب ؛

اگر اعتکاف کی نذر کی جائے، خواہ وہ نذر معلق ہو، یا غیر معلق ——— معلق وہ کہ اگر میرا کام ہو جائے تو میں اعتکاف کروں گا، اور غیر معلق یہ کہ بس اعتکاف کی نذر مان لے ——— تو یہ اعتکاف پھر واجب ہو جائے گا ؛

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس معمول پر عمل فرماتے رہے۔ احادیث صحیحہ میں اس اعتکاف کی بہت سی سعادتیں اور برکتیں منقول ہیں ؛

رمضان کے آخری عشرہ کے سوا کسی اور زمانہ میں خواہ وہ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ۔ اگر آدمی اعتکاف کرلے تو یہ مستحب ہے یعنی موجب اجر ہے ؛

اعتکاف کیلئے روزہ کی شرط

اگر اعتکاف واجب کیا جائے تو اسکے ساتھ روزہ رکھنا لازم ہے ؛ اعتکاف واجب کے لئے آدمی کو اختیار رہے کہ وہ ایک دن یا کئی دن کی نیت کرے اور اسے عمل میں لائے۔

اعتکافِ واجب صرف دن بھر کا بھی ہو سکتا ہے اور دن رات کا بھی اور کئی دن کا بھی۔

اعتکاف واجب کے ساتھ جو روزہ رکھا جائے وہ کسی غرض سے بھی ہو سکتا ہے محض اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

(۳) اعتکاف جو سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ وہ چونکہ صرف رمضان ہی میں ہوتا ہے اس لئے اس میں روزہ کی شرط کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ فرض روزہ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ اسے ترک کر کے اعتکاف کرنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا!

اعتکاف مستحب کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس دن آدمی روزہ سے ہو، یہ روزہ خواہ قضا کا ہو، نفل کا ہو، کسی قسم کا ہو۔ اعتکاف مستحب کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں ایک ہفتہ ایک مہینہ یا اس سے بھی کم و بیش جتنی مرضی ہو، اتنی دیر کے لئے کر لیا جائے۔

محرمات اعتکاف

اعتکاف کے کچھ محرمات بھی ہیں، اُن کی پابندی بھی بیحد ضروری ہے۔ اگر ان کا لحاظ نہ کیا گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ——— اگر وہ واجب یا مسنون ہے، اور اگر مستحب ہے تو اسی وقت ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اعتکاف مستحب ذرا سی دیر کا بھی ہو سکتا ہے لہٰذا محرمات اعتکاف میں سے کسی پر عمل کرتے ہی اعتکاف مستحب ختم ہو جائے گا اور جس وقت ختم ہوا ہے اس وقت تک کا اعتکاف مانا جائے گا:

محرّمات کی تفصیل

محرّمات کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) اعتکاف سے بے ضرورت باہر نکلتے ہی اعتکاف قائم نہ رہے گا جس ضرورت کے ماتحت مسجد سے باہر نکلا جا سکتا ہے اُسے شرعی طور پر اہم ہونا چاہیئے یعنی ایسی ضرورت ہو جو واقعی "ضروریاتِ شرعی" کے ماتحت آتی ہو۔ مثلاً رفع حاجت، یا نماز جمعہ وغیرہ لیکن ضروری ہے کہ ضرورت کے ختم ہوتے ہی اپنی جگہ واپس آ جائے۔ اگر درمیان میں اس نے کوئی دوسرا کام کر لیا تو اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

(۲) جماع وغیرہ خواہ عمداً ہو، خواہ سہواً، خواہ مسجد میں ہو، خواہ مسجد سے باہر۔ ہر حالت میں اعتکاف باطل ہو جائے گا، جو افعال تابع جماع ہیں مثلاً تقبیل (بوسہ) وغیرہ وہ بھی

اعتکاف کی حالت میں قطعاً ناجائز ہیں، مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، اگر خیال یا تصور سے منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا بلکہ جائز قرار دیا جائے گا، کیونکہ یہ غیر اختیاری صورت تھی۔ لہ

اعتکاف کے مسائل متفرقہ

(۱) حالتِ اعتکاف میں بغیر کسی واجبی ضرورت کے دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے؛

(۲) اعتکاف کی حالت میں بالکل چپ چاپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، غیبت، چغلخوری، بدگوئی وغیرہ سے احتراز لازم ہے، البتہ نیک اور اچھی باتوں پر راغب کرنے والی بات کی جا سکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ وقت تلاوت تسبیح اور تذکیر میں صرف کیا جائے۔

(۳) اعتکاف کی حالت میں اپنے عمل، خیال و فکر اور قول، ہر چیز میں احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیئے تاکہ ان سب میں پاکیزگی پیدا ہو جب تک ان سب چیزوں میں پاکیزگی نہ پیدا ہو اور ان پر صحیح معنی میں انسان کو کنٹرول اور قابو نہ حاصل ہو تو عبادت و ریاضت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور وہ قطعاً بیکار ہے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ عبادت و ریاضت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان تمام بُری اور خراب باتوں سے پاک ہو جائے۔ اس کی رُوح میں ایک خاص قسم کی برتری پیدا ہو جائے۔ اگر یہ مقصد نہیں حاصل ہوتا تو عبادت رائیگاں گئی اور ریاضت سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

فکر و عمل کی اصلاح

جس طرح انسان اپنے عمل پر قوت رکھتا ہے کہ اسے کرے، یا نہ کرے اسی طرح وہ اپنی فکر و خیال پر بھی مشق و تربیت کے بعد قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ کہ سوچے یا نہ سوچے۔ اگر ہم بُرے کاموں سے بچتے ہیں، تو ہمیں بُرے تصورات سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیئے، اور اُن سے دُور رہنا چاہیئے؛

آدمی اگر کسی عادت قبیحہ میں مبتلا ہے اور وہ اُسے ترک کرنا چاہتا ہے تو یہ عادت فوراً نہیں چھوٹ سکتی، رفتہ رفتہ چھوٹے گی۔ بار بار اس کے ترک کرنے کی کوشش کرنا پڑے گی، اس کوشش میں کبھی کامیابی ہوگی اور کبھی ناکامی، کبھی دشواری پیش آئے گی۔ کبھی بہت زیادہ مصائب پیش آئیں گے اگر سعی و کوشش کا سلسلہ جاری رہا تو بالآخر کامیابی ہوگی اور وہ عادت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک ہو جائے گی۔ یہی حال فکر و خیال کا بھی ہے۔

اصلاح ممکن ہے

فکر و خیال کی برائیاں اور لغویتیں بھی دور ہو سکتی ہیں۔ اگر استقلال اور استقامت کے ساتھ انہیں دور کرنے کی مسلسل جد وجہد کی جائے۔

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ عمل کو تو سنوارا جائے اور فکر و خیال کو شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے۔

باب ۵۸

میّت

تدفین میں تعجیل

(۱۶۲) عن ابی هریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اسرعوا بالجنازۃ فان تك صالحۃ فخیر تقدّمونها وان تك سوٰی ذٰلك فشر تضعونه عن رقابکم۔

(۱۶۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جنازے کو جلد لے چلو[۱] کیونکہ اگر وہ صالح ہے تو وہ ایک نیک چیز ہے، جسے تم آگے بھیجتے ہو، اور اگر وہ صالح نہیں ہے تو وہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردن سے اتار پھینکو گے۔

---

[۱] مردے کی تدفین میں جلدی مستحسن ہے جو لوگ دیر تک میت کو گھر میں روک کے رکھتے ہیں وہ برا کرتے ہیں۔

قبر میں سوال جواب!

(۱۶۳) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العبد (ای المسلم) اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال انظر الی مقعدک من النار ابدلک اللہ بہ مقعدًا من الجنۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیراھما جمیعًا۔ واما الکافر والمنافق فیقول لا ادری کنت اقول مایقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ثم یضرب بمطرقۃ من حدید ضربۃ بین اذنیہ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ الا الثقلین؎

(۱۶۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب بندہ[1] اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس[2] جاتے ہیں، تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تو اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؛ پس اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کے بندے اور اسکے پیغمبر ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنے مقام کو جو دوزخ میں تھا دیکھ، اسکے عوض اللہ نے اب تجھے جنت کا مقام بخشا ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا (پھر) وہ دونوں مقامات دیکھ لیتا ہے۔ لیکن کافر یا منافق یہ جواب دیتا ہے میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ اور لوگ کہہ دیتے تھے میں بھی کہہ[3] دیتا تھا۔ پس اس سے کہا جائے گا نہ تو نے عقل[4] سے کام لیا نہ نقل[5] سے۔ پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے دونوں کانوں کے درمیان ضرب لگائی جاتی ہے۔ جس سے وہ ایک چیخ مارتا ہے جسے انسان اور جن کے سوا اس کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں؛

---

[1] مسلمان [2] دفن سے فراغت پاکر۔ [3] یوں ہی بیدلی سے [4] سمجھا۔ [5] نہ پڑھا؛

خودکشی

(۱۶۴) عن جندب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال برجل جراح فقتل نفسہ فقال اللہ بدرنی عبدی بنفسہ حرمت علیہ الجنۃ۔

(۱۶۴) حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ ایک شخص زخمی ہو گیا تھا اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا[1]، پس اللہ نے کہا میرے بندے نے اپنی جان لینے میں مجھ سے سبقت کی، لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی!

مُردہ کا ذکر

(۱۶۵) عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ قال مرّوا بجنازۃ فاثنوا علیہا خیرا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجبت ثم مرّوا باخرٰی فاثنوا علیہا شرًا فقال وجبت فقال عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما وجبت قال ھذا اثنیتم علیہ خیرا فوجبت لہ الجنۃ وھذا اثنیتم علیہ شرًا فوجبت لہ النار انتم شھداء اللہ فی الارض[2]

(۱۶۵) انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ لوگ ایک جنازے کے پاس سے گذرے اور اچھائی سے ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔ "واجب ہو گئی" پھر ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گذرے تو لوگوں نے اس کی بُرائی کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا : "واجب ہو گئی"۔ عمر بن خطابؓ نے پُوچھا :۔ "کیا واجب ہو گئی"؟ آپ نے فرمایا :۔ "جس کا تم نے اچھائی سے ذکر کیا اس پر جنت واجب ہو گئی۔ اور جس کا تم نے برائی سے چرچا کیا، اس پر دوزخ واجب ہو گئی۔ کیونکہ تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو[2]"

تعبیر و تشریح

مذکورہ حدیثوں میں جن باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے یا جن کی ہدایت فرمائی گئی ہے، وہ

---

[1] یعنی خودکشی کر لی! [2] زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو!

بہت زیادہ مصلحت اور دُور اندیشی پر مبنی ہیں۔

میّت کی تدفین میں تعجیل خود میت کے لئے بھی مفید ہے اور گھر والوں کے لئے بھی، اس کام میں جتنی جلدی کی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ تاکہ اگر اسکے اعمال نیک ہیں تو جنت کی نعمت سے سرفراز ہو اور اگر نیک نہیں ہیں تو اپنے اعمال کے نتائج بھگتے، نیز یہ کہ میت جب تک گھر میں رہے گی جزع فزع کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، اور نوحہ و ماتم کو شرع کی نظر میں کوئی وقعت حاصل نہیں ہے موت پر صبر کرنا چاہیئے اور میت کی گھر میں موجودگی مانع صبر ہے۔

جان لینا خدا کا کام ہے، اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم اور مستحق تعزیر ہو سکتا ہے جو خدا کے کام کو اپنے ہاتھ میں لے لے، اور ایک ایسے کام میں جو صرف خدا ہی سے متعلق ہے خود سبقت کرے یعنی اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لے، خودکشی ہمیشہ حالات سے دِل برداشتہ اور مایوس ہو کر کی جاتی ہے اور خدا سے مایوس ہونا بہت بڑا گناہ ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:۔ کل کیا ہوگا؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ آج جن حالات سے وہ دِل برداشتہ اور مایوس ہے ہو سکتا ہے کہ وہ کل بدل جائیں پھر وہ ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ خودکشی کر کے گویا وہ خدا کی نعمت کو ٹھکراتا ہے اور یہ اتنی بڑی زیادتی ہے جس کی جتنی سزا ملے کم ہے۔

باب ۵۹
آداب نماز

(۱۶۶) عن ابی برزۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکرہ النوم قبلھا (العشاء) والحدیث بعدھا۔

(۱۶۶) حضرت ابو برزہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عشا کی نماز سے پہلے سو جانے[1]

---

[1] عشا کی نماز سے پیشتر سو جانا عشا کی نماز کو کھو دیتا ہے۔

کو اور نماز عشاء کے بعد[2] باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔!

امام اور مقتدی

(۱۶۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد[1]

(۱۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔ جب امام سَمِعَ اللہُ لِمَن حَمِدَہٗ کہے تو تم کہو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ[1]

طرز نماز

(۱۶۸) وعن عبد اللہ بن بحینۃ رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا صلی فرج بین یدیہ حتی یبدو بیاض ابطیہ۔

(۱۶۸) حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم جب نماز پڑھتے تھے (تو سجدہ میں) اپنے دونوں ہاتھ کشادہ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگتی تھی۔

غسلِ جمعہ

(۱۶۹) عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم۔

(۱۶۹) حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جمعہ کے دن ہر مسلمان بالغ شخص کے لئے غسل کرنا ضروری ہے۔

اچھی باتیں

نماز ایک فرض ہے ———— لیکن اس فرض کو ادا کرنے کے لئے قدم قدم پر ہمیں سنتِ رسول صلعم اور آثار رسول صلعم سے استفادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر پیروی رسول صلعم کی

---

[2] عشا کے بعد سو جانا چاہیئے تاکہ فجر کے وقت آنکھ کھل سکے۔ [1] علاوہ ازیں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا کہنا بھی مناسب اور مستحسن ہے۔

ہماری نماز مکمل نہیں ہو سکتی۔ ہمیں دیکھنا پڑے گا۔ آپ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ کیونکر وضو کرتے تھے؟ رکوع اور سجود میں آپؐ کا کیا انداز ہوتا تھا، قیام اور قعدہ میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟

جب تک ہم یہ باتیں جان لیں اور ان پر عمل پیرا نہ ہوں ہماری نماز مکمل نہیں ہو سکتی۔ صحیح نہیں ہو سکتی۔ صحت نماز کی پہلی شرط یہ ہے، کہ وہ ہو بہو نماز رسُول کی نقل ہو۔

ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، مگر نہیں پڑھتے، ان کا رکوع ان کا سجدہ، ان کا قیام، ان کا قعدہ ہر چیز میں، ایک خاص قسم کی جلدبازی کارفرما ہوتی ہے، وہ اس کا قطعاً خیال نہیں کرتے کہ آدابِ نماز کیا ہیں اور ان سے عہدہ برآ ہونا ضروری ہے یا نہیں، آدابِ نماز کو سامنے رکھتے ہوئے اور اُن پر عمل کرتے ہوئے جو نماز پڑھی جائے گی وہی صحیح ہو گی۔ بغیر اسکے جو نماز پڑھی جائے گی۔ ممکن ہے اس سے فرض ادا ہو جائے اور ظاہری طور پر کوئی گرفت نہ ہو سکے ممکن نہیں کہ اس نماز سے وہ فوائد حاصل ہوں جن کی نماز سے توقع کی جا سکتی ہے۔

باب ۶۰
ایک حکایت

(۱۷) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال رجل لاتصدقن بصدقة فخرج بصدقته فوضعها فی يد سارق فاصبحوا يتحدثون تصدق على سارق فقال اللهم لك الحمد لاتصدقن بصدقة فخرج بصدقته فوضعها فی يد زانية فاصبحوا يتحدثون تصدق الليلة على زانية فقال اللهم لك الحمد على زانية لاتصدقن بصدقة فخرج بصدقة فوضعها فی يد غنی فاصبحوا

يتحدثون تصدق على غني فقال اللّٰهم لك الحمد على سارق
وعلى زانية وعلى غني فأتي فقيل له اما صدقتك على سارق فلعلّه ان
يستعف عن سرقته واما الزانية فلعلها ان تستعف عن زناها۔
واما الغني فلعله يعتبر فينفق مما اعطاه الله۔

(۱۷۰) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ایک آدمی[1] نے کہا۔ میں ضرور صدقہ[2] کروں گا۔ پھر وہ صدقہ لے کر چلا۔اور صدقہ ایک چور[3] کے ہاتھ میں رکھ دیا، لوگ[4] آپس میں چرچا کرنے لگے۔چور کو صدقہ دے دیا۔پھر اس نے کہا:۔"اے اللہ، تو ہی سزاوار حمد[5] ہے۔میں ضرور صدقہ کروں گا۔پھر اپنا صدقہ لے کر نکلا۔اب کی ایک زانیہ کو دے دیا۔لوگوں نے پھر چرچا کیا کہ زانیہ کو صدقہ دے دیا، پھر اس نے کہا:۔اے اللہ، زانیہ کو صدقہ دے دینے پر، (بھی) تیری تعریف[6] ہے۔میں ضرور صدقہ کروں گا۔پھر وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا، اس مرتبہ اس نے ایک دولتمند کو دے دیا، لوگ کہنے لگے دولتمند کو صدقہ دے دیا۔ پھر اس نے کہا:۔سارق زانیہ اور دولتمند کو صدقہ دے دینے پر میں تیری حمد کرتا ہوں۔پھر اس سے کہا گیا[7]۔تو نے چور کو جو صدقہ دیا، ہو سکتا ہے کہ (دولت پاکر) وہ چوری سے آئندہ کے لئے باز[8] آجائے۔اور زانیہ ممکن ہے (صدقہ کی رقم سے فائدہ اٹھا کر) عفیفہ بن جائے۔اور دولت مند ممکن ہے وہ عبرت حاصل کرلے، اور اللہ نے جو کچھ اسے دے رکھا ہے (اس میں سے) خرچ کرنے لگے۔

---

[1] یکے از بنی اسرائیل۔ [2] التزامی طور پر جیسے نذر وغیرہ۔ [3] وہ جانتا نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔ [4] قوم۔ [5] یعنی میں نے جو کچھ کیا اپنے ارادہ سے نہیں کیا تیری مرضی سے کیا اور تیری مرضی جو کچھ بھی ہو اچھی ہی ہے۔ اس لئے کہ تیرا ہی ارادہ کارفرما تھا میرے اس فعل میں۔ [6] خواب میں اسکی دلدہی من جانب اللہ کی گئی۔ [8] صدقہ دینے والے کی نیت اگر صالح ہو تو صدقہ ہو جائے گا اگرچہ خلاف توقع ہی کیوں نہ ہو، اس سے اعادہ صدقہ کا استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔

بچّہ کی حکیمانہ گفتگو

(۱۷۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا امرأۃ ترضع ابنھا اذ مرّ بھا راکب وھی ترضعہ فقالت اللّٰھم لا تمت ابنی حتّٰی یکون مثل ھٰذا فقال اللّٰھم لا تجعلنی مثلہ ثم رجع فی الثدی ومرّ بامرأۃ تجرر ویلعب بھا فقالت اللّٰھم لا تجعل ابنی مثلھا فقال اللّٰھم اجعلنی مثلھا فقال امّا الراکب فانّہ کافر وامّا المرأۃ فانّھم یقولون لھا تزنی وتقول حسبی اللّٰہ ویقولون تسرق وتقول حسبی اللّٰہ۔

(۱۷۱) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک عورت[1] تھی جو اپنے بچہ کو دُودھ پلا رہی تھی اتنے میں ایک سوار گذرا۔ وہ (بدستور) اپنے بچہ کو دُودھ پلا رہی تھی، وہ کہنے لگی۔ اے میرے اللہ! میرے بچّے کی جان نہ لینا جب تک وہ اس آدمی[2] کا سا نہ ہو جائے۔ بچّہ نے کہا: اے میرے اللہ! مجھے اس آدمی کا سا نہ بنانا۔ اور پھر وہ دُودھ چوسنے لگا۔ پھر ایک عورت گزری جس سے وہ کھیلنے لگا۔ ماں نے کہا۔ اے میرے اللہ! میرے بچّہ کو اس عورت کا سا نہ بنانا۔ بچّہ نے دودھ چھوڑ دیا۔ (اور) کہا۔ اے میرے اللہ! مجھے اس عورت کا سا بنانا۔ پھر وہ بچّہ بولا۔ وہ سوار جو تھا وہ کافر تھا۔ اور وہ عورت! لوگ اس سے کہتے ہیں: "زنا کر" (مگر) وہ کہتی ہے: "میرے لئے اللہ کافی ہے"۔ لوگ اس سے کہتے ہیں: "چوری کر" (مگر) وہ کہتی ہے "میرے لئے اللہ کافی ہے"۔

بطریق تمثیل

مذکورہ دونوں حدیثوں میں جو حکایتیں بیان فرمائی گئی ہیں وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں بطریق تمثیل دو باتوں کی خاص طور پر ہدایت فرمائی گئی ہے۔

---

[1] بنی اسرائیل میں سے۔ [2] راکب کا سا۔

(۱) صدقہ میں اصل چیز نیّت کا خلوص ہے ۔ اگر خلوص قائم ہے تو پھر کوئی لغزش بھی ہو جائے، تو نہ صرف یہ کہ اس کا اجر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ اس سے پُورا پُورا فائدہ بھی پہنچتا ہے ۔ چور چوری سے، زانیہ زنا سے، دولت مند بخل سے باز آسکتا ہے ۔ حالانکہ نہ چور صدقہ کا مستحق تھا، نہ زانیہ اور نہ دولتمند لیکن خدائے بزرگ و برتر غلطی کو اس طرح صحیح کرنے پر قادر ہے ۔

(۲) ظاہر پر اگر آدمی نظر ڈالے تو باطن کو بھی پرکھ لے صرف ظاہر کی چمک دمک سے اپنی نظر کو خیرہ کر لینا اور باطن کی تجلیوں سے منہ موڑ لینا دانائی اور عقلمندی نہیں ہے بنی اسرائیل کی اس عورت نے سوار اور عورت کو دیکھ کر بھی دھوکا کھایا تھا، سوار کو دیکھ کر سمجھی، یہ شکوہ وتحمل کا مالک ہے، لہٰذا میرا لختِ جگر بھی ایسا ہی بن جائے ۔ حالانکہ سوار کا صرف ظاہر اچھا تھا باطن بہتر نہ تھا، اور عورت کو دیکھ کر وہ لرز گئی ۔ کہیں میرا بیٹا بھی ایسا ہی تباہ حال نہ ہو جائے ۔ مگر واقعہ یہ نہ تھا ۔ عورت کا ظاہر خراب تھا ۔ مگر باطن تجلیوں سے معمور تھا ؛

باب ۶۱

قتلِ نساء کی ممانعت ؛ عورت کا قتل

(۱۷۲) عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال وجدت امرأۃ مقتولۃ فی بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والصبیان ۔

(۱۷۲) حضرت نافع ابن عمر رضؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے ایک غزوہ[1] میں ایک عورت کو مقتول پایا، پس رسول اللہ ؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو (میدانِ جنگ میں)[2] منع فرما دیا ۔

---

[1] غزوۂ فتح مکہ ؛ [2] ازراہِ رحمت و شفقت ؛

انسانیت کی کسوٹی

دنیا آج تہذیب و حقارت کے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہے لیکن انسانیت کی کسوٹی اب بھی جنگ کا میدان ہے!

ایک قوم ہسپتال بناتی ہے، بھوکوں کو کھانا کھلاتی اور ننگوں کو کپڑے پہناتی ہے، امورِ خیر پر لاکھوں پونڈ اور لاکھوں ڈالر خرچ کر ڈالتی ہے "مشنری نظام" یعنی اپنے دین کی ترویج و تبلیغ پر پانی کی طرح روپیہ بہاتی ہے یہ سب کچھ کرتی ہے۔ لیکن یہی قوم جب کسی بات پر جھنجھلا کر میدانِ جنگ میں پہنچتی ہے تو اس کے ٹینک زمین کے ساتھ ہرے بھرے کھیتوں کو بھی پامال کر دیتے ہیں، روند ڈالتے ہیں۔ اس کے طیارے میدانِ جنگ کے نبرد آزماؤں سے زیادہ شہر کے نہتوں، اور بے گناہوں پر، اولے اور پانی کی طرح بم برساتے ہیں۔ اس کی مشین گنوں کی زد میں جس طرح مرد ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں اور بچے بھی، اسکی توپیں جس طرح میدانِ جنگ میں گولے برساتی ہیں اس سے کہیں زیادہ بے تکلفی کے ساتھ شہر والوں اور شہریوں، دیہاتوں اور دیہاتیوں کو اپنا نشانہ بناتی ہیں۔ اور اس تہذیب و حقارت پر فخر کیا جاتا ہے۔ ایٹم کی تہذیب جس نے چند لمحوں کے اندر کئی لاکھ انسانوں کو جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ بوڑھے بھی اور بچے بھی۔ بیمار بھی اور معذور بھی۔ گنہ گار بھی اور بے گناہ بھی۔ خدا کو ماننے والے بھی اور خدا کے منکر بھی، سب کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا۔ اس تہذیب کے دورِ عروج میں بھی جنگ کا دیو سب سے پہلے انسانیت کو چباتا ہے۔

اسلام کی جنگ

اسلام بھی جنگ کرتا ہے! —— تلوار اٹھاتا ہے —— توپ چلاتا ہے —— لیکن صرف خطاکاروں پر۔

اسلام جنگ کے میدان میں پہنچتے ہی اعلان کر دیتا ہے، کہ جنگ کی شدت خواہ کسی درجہ پر کیوں نہ پہنچ چکی ہو۔ مگر حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کیا جائے۔ دشمن کی سرکوبی میں کوئی

دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے لیکن ساری سرگرمیاں صرف میدانِ جنگ تک اور میدانِ جنگ میں بھی صرف مردوں تک اور مردوں میں بھی صرف جنگجو افراد تک محدود رکھی جائیں۔

محرّماتِ جنگ

اسلام جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے سپاہیوں اور سپہ سالاروں کو بتادیتا ہے کہ

(۱) عورت پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے —— (۲) بچّہ کی جان نہ لی جائے ——

(۳) بوڑھے کو نشانۂ شمشیر نہ بنایا جائے —— (۴) کھیتوں میں آگ نہ لگائی جائے۔

(۵) ہرے بھرے درخت نہ اکھاڑے جائیں —— (۶) جو امان کا طالب ہو اُسے چھوڑ دیا جائے

(۷) جو تلوار میان میں کرلے اس کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ ——

(۸) معذور اور بیمار پر دراز دستی نہ کی جائے۔ (۹) آبادیوں کو ویرانہ نہ بنایا جائے۔

اور اگر کوئی مسلمان، جوشِ وفاداریِ اسلام میں ان محرمات کی پابندی نہ کرے تو اسلام اسے معاف نہیں کرتا۔

ایک واقعہ

میدانِ جنگ میں تلواریں کھینچی ہوئی تھیں، جو سامنے آتا تھا، دو نیم ہوتا تھا۔ عین معرکۂ کارزار میں ایک صحابی کی زد میں دشمن کا ایک سپاہی آیا۔ صحابی کی تلوار اُٹھ چکی تھی کہ سپاہی نے اسلام کا کلمہ پڑھ لیا۔ صحابی کی تلوار نہیں رُکی، اپنا کام تمام کرگئی۔

معاملہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ صحابی نے اپنی صفائی میں عرض کیا:-

"وہ صدقِ دل سے نہیں۔ خوف سے ایمان لایا تھا"

معاً رسالت پناہؐ کی آواز گونجی "ھل شققت قلبہ" (کیا تونے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا) اور پھر رسول اللہؐ نے دستِ عبدیت بلند کرکے خدا سے کہا:-

"اے خدا" میں اس فعل سے بریت کا اظہار کرتا ہوں"۔

یاد رہے کہ یہ واقعہ آج سے چودہ سو برس پہلے کا ہے۔

فتح مکّہ

"تاریخ کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مکّہ کے لوگوں نے اسلام کے خلاف، داعیٔ اسلام کے خلاف، اور عام مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ نہ کیا وہ کونسا ظلم تھا جو انہوں نے روا نہ رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ، مسلمانوں کا بائیکاٹ، اُن کی عورتوں اور بچّوں کو طرح طرح کی ایذائیں، غرض ایک بدترین دشمن جو کچھ کر سکتا ہے" اس سے کہیں زیادہ انہوں نے سفاکی اور ستمگری کے مظاہرے کیے"!

اہلِ مکہ کی اُن پرعناد اور شرارت آمیز سرگرمیوں کا سرگروہ اور رہنما ابوسفیان تھا۔ لیکن جب مکہ فتح ہوگیا، اور مکہ میں اسلام کا فاتح لشکر داخل ہوا تو معلوم ہے، اپنے دشمنوں کے ساتھ عرب کے اُمّی نبیؐ نے کیا سلوک کیا؟ اعلان فرما دیا :-

(۱) جو حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہو جائے اُسے امن ہے!

(۲) جو گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے اُسے امن ہے!

(۳) جو ابوسفیان کے گھر پناہ لے اسے امن ہے!

(۴) جو اسلام قبول کر لے اُسے امن ہے!

دُنیا کے کسی فاتح نے اپنے مفتوحوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے؟

کیا آج دوسری جنگِ عظیم ختم ہونے کے پانچ سال بعد تک جرمنی اور جاپان کے سرداران جنگ، اور نہ صرف سردارانِ جنگ بلکہ معاونین جنگ پھانسی کے تختہ پر نہیں لٹکائے جا رہے ہیں؟

خدارا، بتاؤ! کون سی تہذیب دُنیا کے لئے پیام امن اور پیام راحت ہے؟ امریکہ، برطانیہ، رُوس کے دَورِ نہضت وارتقاء کی، یا آج سے چودہ سو برس پہلے کے اسلام کی؟

اس سوال کا جواب کیا اسلام کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟

رحمت و شفقت

اسلام کا پیامبر رحمۃ للعالمین تھا، اور اسلام خود ساری دُنیا کے لئے یکسر رحمت و شفقت ہے، وہ بے شک خطا کاروں اور گناہ گاروں کو سزا دیتا ہے لیکن کمزوروں اور بے خطاؤں پر ذرا بھی تعدّی برداشت نہیں کر سکتا ــ وہ اسے گوارا کر سکتا ہے کہ کسی درجہ میں مجرم کے ساتھ رعایت ہو جائے لیکن اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں کہ کوئی ناکردہ گناہ مبتلائے عذاب ہو۔

باب ۶۲

دعوتِ ولیمہ ـــــ فرق و امتیاز

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّہٗ کان یقول شرّ الطعام طعام الولیمۃ یدعی لھا الاغنیاء ویترك الفقرآء ومن ترك الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم؎

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں اغنیاء[1] تو بلائے جائیں اور فقراء[2] ترک کر دیئے جائیں، اور جس نے دعوتِ (ولیمہ) ترک کر دی اس نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی۔

اہم نکتہ

دعوتِ ولیمہ یعنی شادی کے بعد دعوتِ مسنون ہے، ہر مسلمان کو یہ دعوت کرنی چاہیئے، اور غریب سے غریب مسلمان بھی اس دعوت کو شرطِ نکاح سمجھ کر انجام دیتا ہے!

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے دعوتِ ولیمہ کے ساتھ جس بات کی تاکید فرمائی ہے، وہ کیا ہے؟

ولیمہ کی دعوتوں میں عام طور پر برادری کے معزز اصحاب اور دوسرے سر برآوردہ افراد کو

---

[1] دولت مند۔ [2] بے نوا۔ تنگ حال!

دعوت دی جاتی ہے۔ انہیں پُر تکلف کھانے کھلائے جاتے ہیں اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ دعوت ہو گئی ——— لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ دعوت اس وقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہو سکتی جب تک اغنیاء کے ساتھ فقراء اور امراء کے ساتھ تنگدست، اور تنگ حال لوگ بھی شریک نہ ہوں۔ ہمیں اپنی خوشی کے موقع پر اپنے پریشان حال اور پریشان روزگار بھائیوں کا خیال سب سے پہلے کرنا چاہیئے، اگر یہ نہ کیا تو کچھ نہ کیا۔

باب ۶۳

دُعاءِ نوم ——— وقتِ خواب

(۱۷۴) عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی الی فراشه قال باسمك اموتُ واحیا واذا قام قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور۔

(۱۷۴) حضرت حذیفہ رضؓ کہتے ہیں، کہ رسول اللہؐ جب بستر پر (سونے کے لئے) لیٹتے تھے تو فرماتے تھے "باسمك اموتُ واحیا" اور جب سو کر اٹھتے تھے تو فرماتے:۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور" یعنی وہ اللہ سزاوارِ حمد ہے جس نے موت کے بعد ہمیں زندگی دی اور اسی کی طرف واپس جانا ہے۔

موت کی یاد

اسلام زندگی کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی پوری اجازت دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کی تاکید کی ہے کہ موت کبھی اور کسی لمحہ میں بھی فراموش نہ کی جائے، زندگی میں موت کی یاد، ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

اگر ایک انسان موت کی یاد رکھتا ہے، اپنا آخری انجام اسکے پیشِ نظر ہے تو وہ زندگی

ؔ[1] بطور دُعا۔

میں کبھی بھی معصیت کو دخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا وہ کبھی بھی خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہ اپنے ہر عمل، ہر کام اور ہر سرگرمی میں خدا کی مرضی اور خوشنودی کو پیشِ نگاہ رکھے گا۔

اور اگر موت کو بھلا بیٹھا ہے۔ زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے، تو اس کی زندگی معصیت کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی۔ وہ ایسے کام کرے گا جن سے خدا نے منع کیا ہے اور اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

زندگی ایک اتفاق ہے اور موت ایک حقیقت، یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی اگر ہم اتفاق کی خاطر حقیقت کو فراموش کر دیں، جو حقیقت ہے، وہ ہمہ وقت ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیئے۔ اس طرح ہم اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں اور اپنی زندگی میں وہ باتیں پیدا کر سکتے ہیں جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہیں۔

باب ۶۴

میّت کے ساتھی ——— اصلی رفیق

(۱۷۵) عن انس بن مالك رضی الله عنه يقول قال رسول الله صلی الله عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم يتبع الميّت ثلاثة فيرجع اثنان ويبقى معه واحد يتبعه اَهْلُه وماله وعمله فيرجع اهله وماله ويبقى عمله۔

(۱۷۵) حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میّت کی مشایعت[1] تین چیزیں کرتی ہیں۔ ان میں سے دو واپس آجاتی ہیں، اور ایک میّت کے ساتھ رہ جاتی ہے[2]۔ میّت کی مشایعت یہ تین چیزیں کرتی ہیں:۔ (۱) اہل۔ (۲) مال۔ (۳) عمل۔ ان میں سے اہل اور مال تو واپس لوٹ جاتے ہیں، اور عمل (میّت کا) دامن نہیں چھوڑتا۔

---

[1] رفاقت۔ [2] واپس نہیں آتی۔

عمل، عمل، عمل!

اصل چیز عمل ہے!

عمل سے بڑھ کر انسان کا سچا ساتھی کوئی دوسرا نہیں، اگر عمل نیک ہے تو سب کچھ ہے، اور خراب ہے تو کچھ نہیں۔ عمل کا بنانا اور بگاڑنا انسان کے خود اپنے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے اپنے عمل کو ڈھال لے ؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبالؔ کا یہ شعر اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

انسان فطری اور طبعی طور پر نہ جنتی ہے نہ دوزخی، نہ اچھا ہے نہ بُرا، نہ قابلِ تعریف ہے نہ لائقِ مذمت، وہ ایک مشتِ خاک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ اس کا عمل ہے جو اسے کسی قابل بناتا ہے، اس کا انحصار عمل کی نوعیت اور کیفیت پر ہے جس طرح کا عمل ہوگا اسی طرح کے نتائج مرتب ہوں گے، ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو ؎ گندم از گندم بروئید جوز جو

جو بو گے، وہ کاٹو گے ؛

باب ۶۵

روزی اور کمائی ـــــ کشائشِ رزق

(۱۷۶) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من سره ان یبسط له فی رزقه فلیصل رحمه ؏

(۱۷۶) حضرت انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اسکے رزق میں کشائش ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے[1]۔

---

[1] مستحق لوگوں کی امداد ؛

حضرت داؤد کی روزی

(۱۷۷) عن المقدام رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اکل احدٌ طعاماً قط خیراً ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یأکل من عمل یدہ

(۱۷۷) حضرت مقدام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کوئی شخص اپنے ہاتھ کی کمائی سے اچھا کھانا نہیں کھاتا۔ حضرت داؤدؑ (بھی) اپنے ہاتھ سے روزی کما کر (کھانا) کھایا کرتے تھے[1]۔

خدا سے اُمید

(۱۷۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان تاجر یداین الناس فاذا رأی معسراً قال لفتیانہ تجاوزوا عنہ لعل اللہ ان یتجاوز عنا فتجاوز عنہ۔

(۱۷۸) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا:۔ ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا جب وہ (مقروض کو) تنگدست دیکھتا تھا تو اپنے خدام سے کہتا تھا اسے چھوڑ دو، شاید (اس صلہ میں) اللہ ہم سے درگذر کرے[2]۔ پھر اُسے چھوڑ دیتا تھا۔

اکل حلال

اسلام نے اکل حلال پر بہت زور دیا ہے، روزی بہت طریقوں سے کمائی جاتی ہے۔ آمدنی کے اَن گنت ذریعے ہوتے ہیں، انسان کی آمدنی کو بڑھانے روزی کے وسائل میں اضافہ کرنے اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے کی بڑی حرص ہوتی ہے، یہ حرص ناجائز نہیں، جائز ہے۔ غلط نہیں مستحسن ہے، لیکن اسے حدِ اعتدال سے باہر نہ نکلنا چاہیئے، آدمی جتنا چاہے کما سکتا ہے

---

[1] حضرت داؤدؑ زرہ ساز تھے حضرت نوحؑ نجار، حضرت ادریسؑ خیاط اور حضرت موسیٰؑ چرواہے تھے۔

[2] خدا جب کسی کو اپنے بندوں پر مہربان پاتا ہے تو اس پر رحم فرماتا ہے۔

پیدا کرسکتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ جائز اور مباح ہو، وہ انگارے نہ کھائے، خدا کا دیا ہوا رزق کھائے، وہ آگ نہ چبائے، خدا کی عطا کی ہوئی نعمتیں تناول کرے جو کچھ پیدا کرے وہ جائز ہو، جو کچھ کمائے وہ صحیح ذریعہ سے کمایا گیا ہو۔

اپنی محنت سے جو کچھ آدمی کماتا ہے، وہی اصل چیز ہے — چوری، بے ایمانی، رشوت، جعل، فریب، دھوکہ، غبن، ان فنون پر عمل کرکے جو کچھ کماتا ہے، وہ اسلامی نہیں، اسلام کی نظر میں وہ آگ ہے، اور اگر کوئی آگ کھانے پر تُل چکا ہے تو اُسے اجازت ہے، شوق سے کھائے۔ لیکن آگ کھانے کا جو انجام ہوگا اُسے فراموش نہ کرنا چاہیئے، یہ نہیں ہوسکتا کہ آگ کھائے مگر اس کے نتیجہ سے متاثر نہ ہو، جو آگ کھائے گا اس کا منہ جلے گا جو زہر کھائے گا وہ ضرور مرے گا، ہوسکتا ہے فوراً نہ مرے، کچھ دیر بعد مرے، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ آگ کی سوزش فوراً محسوس نہ ہو۔ کچھ دیر کے بعد ہو لیکن محسوس نہ ہو، یہ نہیں ہوسکتا۔

باب ۶۶

بیع خیار — بائع اور مشتری

(۱۷۹) عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیعان بالخیار ما لم یتفرقا فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما۔

(۱۷۹) حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب تک دونوں بائع اور مشتری جدا نہ ہوں جائیں اختیار (باقی) ہے[1] پس اگر دونوں نے سچ کہہ دیا، اور وضاحت

---

[1] یعنی بیع کے ختم کردینے کا اختیار اس وقت تک ہے، جب تک بائع اور مشتری آمنے سامنے موجود ہیں اگر سودا کرکے ایک دوسرے سے جدا ہو تو یہ اختیار ساقط ہو جائے گا۔

کردیں[1] تو دونوں کے سودے میں اللہ برکت دے گا۔ اور اگر چھپائیں[2] گے اور جھوٹ بولیں گے تو برکت ہٹادی جائے گی۔

مُعاملہ کا کھرا پن!

زندگی کا کوئی گوشہ بھی ہو۔ خواہ تجارت ہو، یا کاروبار، یا کچھ اور، اسلام دجل و فریب، مکر و فریب، مکر و دغا اور کذب و دروغ کو کسی حالت میں پسند نہیں کرتا، وہ معاملہ کی صفائی اور کھرے پن کو ہر حالت میں پسند کرتا ہے۔ خواہ فائدہ ہو یا نقصان، فائدہ ہوگا تو موجبِ برکت ہوگا اور نقصان (اگر صفائی معاملہ کی بدولت ہوگا) تو اس کی تلافی بھی حسنِ نیت اور حسنِ عمل کی بدولت ہوجائے گی۔

جو چیز فروخت کرو، اگر اس کی اچھائیاں بیان کرو، تو اس کی برائیاں (اگر کچھ ہوں) تو وہ بھی سچائی کے ساتھ بیان کردو۔ اس صفائی اور سچائی کا اچھا اثر صاحبِ معاملہ پر پڑے گا اور اس کی نظر میں ساکھ پیدا ہوجائے گی اعتماد قائم ہوجائے گا۔

اسلام چونکہ ایک ضابطۂ حیات ہے۔ اسلئے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو تشنۂ ہدایت ہو، زندگی بسر کرنے کا ہر طریقہ اسلام کی نظر میں ہے، اور ہر طریقہ کے بارے میں واضح اور مفصل ہدایات بھی اسلام نے دے رکھی ہیں، پس جو ان ہدایتوں پر عمل کرتا ہے وہ اپنے ساتھ مہربانی اور دوستی کرتا ہے، اور جو عمل نہیں کرتا وہ خود اپنا دشمن ہے۔

باب ٦٧

سُود — سُود خوار کا حشر

(۱۸۰) عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ[1]

---

[1] مال کے بارے میں۔ [2] کھوٹا کھرا پن۔

صلی اللہ علیہ وسلم رأیت اللیلۃ رجلین اتیانی فاخرجانی الیٰ ارض مقدسۃ فانطلقنا حتیٰ اتینا علیٰ نہر من دم فیہ رجل قائم وعلیٰ وسط النہر رجل بین یدیہ حجارۃ فاقبل الرجل الذی فی النہر فاذا اراد ان یخرج رمی الرجل بحجر فی فیہ فردہ حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیہ بحجر فیرجع کما کان فقلت ما ہذا فقال الذی رأیتہ فی النہر آکل الربا۔

(۱۸۰) حضرت سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:- میں نے ایک رات دو آدمیوںؑ کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے ایک مقدس سرزمین کی طرف لے گئے۔ ہم چلتے رہے- یہاں تک کہ ایک نہر کے پاس پہنچے، جو خون کی تھی- نہر میں ایک آدمی کھڑا تھا، اور وسط نہر میں ایک آدمی کھڑا تھا جس کے ہاتھوں میں بہت سے پتھر تھے- پھر وہ اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا جو نہر میں تھا- جب وہ نہر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تھا، تو وہ آدمی پتھر پھینک پھینک کر اسکے منہ پر مارتا تھا- پھر وہ واپس چلا جاتا تھا، جب بھی وہ نکلنے کا ارادہ کرتا اسکے منہ پر پتھر کھینچ کر مارے جاتے تھے پھر وہ واپس چلا جاتا تھا جہاں تھا- میں نے پوچھا یہ کون ہے؛ تو اس آدمی نے، جسے میں نے نہر میں دیکھا تھا، کہا سود خوار[2]۔

ننگِ انسانیت

سود ——— انسانی شقاوت کی تاریخ کا سیاہ ترین صفحہ ہے سنگدلی اور سفاکی اس سے بہتر شاہکار ایجاد نہیں کرسکتی تھی۔

اسلام جس طرح معاشرہ کے ہر معاملہ میں ایک خاص نقطۂ نظر رکھتا ہے، اسی طرح زراندوزی کے معاملہ میں بھی اپنا ایک خاص نکتۂ نگاہ، ایک خاص اصول، اور ایک خاص ضابطہ رکھتا ہے۔

---

[1] جبرئیل اور میکائیل؛ [2] یہ انجام ہے سود خوار کا۔

اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ زراندوزی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، بلکہ حوصلہ شکنی کرتا ہے، اسلام نے کاروبار اور تجارت میں ہر طرح کی آزادئ عمل دینے کے باوجود اپنا ضابطہ کچھ ایسا رکھا ہے کہ کوئی فورڈ، یا راک فیلر، برلا، یا ڈالمیا بن ہی نہیں سکتا، ایک طرف تو اس نے صدقہ، خیرات اور سب سے بڑھکر زکوٰۃ کے ذریعہ سرمایہ داروں سے ان کی دولت چھینی، دوسری طرف اس نے سُود کو قطعی حرام کردیا یعنی اعلان کردیا کہ روپیہ سے روپیہ نہیں کمایا جاسکتا۔

حرمتِ سُود کی بُنیاد

(۱) روپیہ سے روپیہ کمانے کی ممانعت کیوں کی؟ اِسلئے کہ یہ اتنا بے ضرر کاروبار ہے جس سے اندھا دھند کمائی ہوتی ہے اور بغیر کسی خطرہ (RISK) کے انسان امیر بن جاتا ہے، اسلام اسے پسند نہیں کرتا کہ آدمی ایسا نفع کمائے جس میں نقصان کا کوئی احتمال نہ ہو، آدمی اگر نفع کماتا ہے تو اسے نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن سود میں نفع تو قطعی اور یقینی ہے اور نقصان کا ذرّہ سا اندیشہ بھی نہیں۔ یعنی یہ ایک ایسی تجارت ہے جس کا صرف ایک پہلو ہے اور وہ بھی حسبِ دلخواہ یہی ناجائز نفع اندوزی ہے اور اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

(۲) ہر تجارت اور کاروبار میں انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے، طرح طرح کے خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جاکر دو پیسے ملتے ہیں۔ لیکن سودی کاروبار میں اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ضرورتمند خود آتا ہے، روپیہ لے کر چلا جاتا ہے، ایک معین اور مستقل نفع ہے جو ہر حالت میں سودی کاروبار کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس نفع میں کمی نہیں ہوسکتی، اضافہ ہوسکتا ہے، اور سود در سود کا چکر، سو روپیہ کو نہایت آسانی سے ہزار، اور ہزار سے لاکھ بنا سکتا ہے۔ اسلام نفع کو حالات کے تابع دیکھنا چاہتا ہے۔ کبھی کم ہو، کبھی زیادہ، کبھی کچھ نہ ہو، وہ اُسے پسند نہیں کرتا کہ دنیا کی منڈی میں ہر چیز کا

بھاؤ اُترتا چڑھتا رہے لیکن روپیہ کا نرخ اپنی جگہ پر اٹل رہے اس میں کوئی کمی نہ ہو بلکہ زیادتی ہی ہوتی رہے یہ ناجائز قسم کی نفع اندوزی ہے اور اسلام اس کی اجازت دینے پر تیار نہیں۔

(۳) دُنیا کے ہر کاروبار کی بنیاد مروّت اور تعاون پر قائم ہے لیکن سُود کی بنیاد صرف شقاوت اور سفاکی پر قائم ہے۔ اس میں مروّت کو دخل نہیں جو جتنا زیادہ بے مروّت ہوگا، اتنا ہی زیادہ اس کاروبار میں کامیاب ہوگا۔ گویا سودی کاروبار کی کامیابی منحصر ہے قطع رحم پر، اور اسلام جس کی بنیاد ہی صلۂ رحم ہے کسی قیمت پر بھی اسے گوارا نہیں کر سکتا، وہ اس کاروبار کو ننگِ انسانیت سمجھتا ہے اور کسی حالت میں بھی اس کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔

(۴) ایک جنسی تجارت۔ ناجائز نفع اندوزی کی اصل اور اساس ہے۔ سیر بھر گیہوں دے کر دو سیر گیہوں لینا۔ ایک روپے دے کر پانچ روپے وصول کرنا انسانیت کے خلاف ہے، یہ کاروبار نہیں شقاوت ہے۔ ایک آدمی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانا ہے ظاہر ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسی لئے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ نے بیع حلال کر دی اور سود حرام کر دیا)

سُود اور قرآن

قرآن مجید میں سود کا ذکر بڑے سخت الفاظ میں فرمایا ہے کسی معصیت کے کرنے والے کا بھی خدائے بزرگ و برتر نے اتنے شدید الفاظ میں ذکر نہیں فرمایا ہے، جتنا سود خوار کا، ایک جگہ (سورۂ بقر میں) سُود کی ممانعت اور عائد شدہ سُود چھوڑ دینے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔

"فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"

"یعنی اگر تم (عائد شدہ سود چھوڑنے اور صرف اصل مال واپس لینے پر) تیار نہیں ہوتے تو خدا اور اسکے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"

غور فرمائیے! ایسا فعل، جو خدا اور رسولؐ سے جنگ کا مترادف ہو، کس قدر زیادہ موجبِ معصیت ہوگا۔ اس کا اندازہ کرنا دشوار نہیں ؎

علماء کا اختلاف

سُود کے معاملہ میں بعض علماء ذرا دوسرا نقطۂ نظر بھی رکھتے ہیں:۔

(۱) بعض علماء کہتے ہیں، قرآن میں جو وعید آئی ہے، وہ سود در سود کے لئے ہے۔ سادہ سود کے لئے نہیں لیکن یہ خیال غلط ہے۔ حرمتِ سُود کی علّت شرفِ انسانیت اور یک جنسی تجارت کا امتناع ہے۔ یہ چیز جس طرح سُود در سُود میں پائی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح سادہ سُود میں بھی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جہاں تک حرمت کی اصل و اساس کا تعلق ہے وہ دونوں میں مشترک ہے اور جب دونوں میں اشتراک ہے تو پھر اس میں تفریق کیونکر روا ہو سکتی ہے؟

دارالحرب اور دارالاسلام

بعض علماء کا خیال ہے کہ دارالاسلام میں، یعنی جہاں پورے طور پر اسلام کی عملداری ہو، سُود قطعاً حرام ہے۔ لیکن دارالحرب میں یعنی جہاں کُفر کا غلبہ اور اس کی عملداری ہو، وہاں کافروں سے سُود لینا اور کافروں کو سُود دینا دونوں باتیں جائز ہیں۔ کافروں سے سود لینے میں اس لئے قباحت نہیں کہ ان کا مال مباح ہے بشرطیکہ وہ عہد شکنی کر کے نہ لیا گیا ہو۔ ظاہر ہے یہاں عہد شکنی کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، وہ خود ہی سُودی رقم لیتا ہے اور سُود ادا کرتا ہے لہٰذا اس سے جو مال ملے وہ مباح ہوگا۔ اور سُود دینے میں یوں مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے ناجائز وسائل آمدنی میں اگر ایک اور اضافہ کر لے گا تو کون سی قیامت آجائے گی۔ یوں بھی اس کے تمام ذرائع آمدنی ناصاف اور غیر طاہر ہیں۔ ایک یہ بھی سہی ؎

ڈاک خانہ کا سُود

بعض علماء نے ڈاک خانہ کا یا گورنمنٹ سکیورٹیز کا سُود جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بہت سے علماء اسکے مخالف بھی ہیں۔ وہ سُود کو ہر حالت میں حرام سمجھتے ہیں، خواہ انفرادی ہو، یا اجتماعی یا کسی بھی نوعیت کا۔

میرے خیال میں تو ڈاک خانہ کے سُود کو، یا گورنمنٹ سکیورٹیز کے سود کو سُود کہنا ہی زیادتی ہے۔ یہ یقیناً نفع کی ایک محتاط قسم ہے۔

گورنمنٹ جو رقم سود پر لیتی ہے اُسے ایسے کاروبار میں لگاتی ہے جو نفع بخش ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نقصان کا متحمل بھی نہیں ہوتا، اور اگر اُسے نقصان ہوتا بھی ہے تو بھی وہ فردِ واحد کی طرح دیوالیہ نہیں ہوتی۔ بلکہ دُوسرے اَن گنت وسائل و ذرائع کے باعث اپنا نقصان پُورا کر لیتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نفع متعین اور اٹل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی شرح حالات کے مطابق گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب بڑھتی ہے تو غیر معین طور پر نہیں بڑھتی۔ مثلاً حد مقرر ہے، کہ چھ فی صدی سے زیادہ "انٹرسٹ" ہرگز نہیں ملے گا۔ ذاتی اور شخصی سُود میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اس کی حرمت کا پہلو جتنا زوردار ہے، اس کی حِلّت کا پہلو اتنا ہی غور طلب ہے۔

پھر بھی محتاط اور اولیٰ صورت یہی ہے کہ آدمی سود سے اپنا دامن بچائے رکھے، خواہ وہ کسی قسم اور نوعیت کا بھی کیوں نہ ہو۔ اور اس غیر مکسوبہ دولت سے مالا مال ہونے کی کوشش نہ کرے۔

شعارِ احتیاط

احتیاط اور دُور اندیشی اسی میں ہے کہ انسان وہ راستہ اختیار کرے جس میں خطرہ کوئی نہ ہو، اور راہ روی آسان ہو، نفع کمانے کے اور بھی بہت سے جائز، مباح اور مستحسن ذرائع و وسائل ہیں، کیوں نہ اُن سے فائدہ اُٹھایا جائے اور انہی کو مدارِ عمل قرار دے کر ان کے فروغ کی سعی کی جائے۔ ایک ایسا ذریعہ آمدنی کا کیوں اختیار کیا جائے جس کا جواز

کسی درجہ میں بھی شکوک ہو۔

اضطرار اور مجبوری کی بات دوسری ہے۔ لیکن اگر اضطرار نہ لاحق ہو اور کوئی خاص قسم کی مجبوری نہ حائل ہو تو وہی مسلک اختیار کرنا چاہیئے جس میں تقوٰے کا پہلو نکلتا ہو، اور اس مسلک کو ترک کر دینا چاہیئے۔ جو تقوٰی اور خشیت الٰہی کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اسکے حدود پر قائم رہتے ہیں۔

باب ۶۸

خدا کا دشمن

(۱۸۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال قال الله ثلاثة انا خصمهم یوم القیمة رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حرًا فاکل ثمنه و رجل ن استاجر اجیرًا فاستوفی منه ولم یعطه اجره۔

(۱۸۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن تین آدمیوں کا میں مدعی[1] بنوں گا۔

(۱) وہ شخص جس نے میرا نام لے کر قسم کھائی پھر اس کی خلاف ورزی کی۔

(۲) وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو فروخت کرے اور اس کی قیمت کھا جائے۔

(۳) وہ شخص، جو کسی مزدور کو اجرت پر لگا کر اس سے پورا کام لے اور اس کی اجرت نہ دے[2]!

بندۂ مزدور

"لیبر پرابلم" یعنی مزدوری اور مزدور کا مسئلہ عہد جدید کی پیداوار ہے لیکن جب مزدور اس طرح "زر خرید" غلام سمجھا جاتا تھا جس طرح بادشاہ وقت کو جہاں پناہ، اور ظل اللہ

---

[1] مخالف۔ [2] اجرت دبا لے یا مار لے۔

سمجھتے تھے، اسلام نے آواز بلند کی، کہ مزدور کی مزدوری، اس کا حق ہے۔ اور قبل اسکے کہ اس کا پسینہ خشک ہو۔ ایک ایک پائی اس کی ادا کر دی جائے!! یہ بات آج سے چودہ سو برس پہلے کی ہے۔ جب لوگ مزدور کو صرف اس حیثیت سے جانتے تھے کہ اس کی پیدائش کا مقصد محض بے معاوضہ محنت اور مزدوری کرنا ہے۔ لیکن اسلام کا خدا اس نظریہ سے متفق نہ تھا۔ وہ مزدور دشمن عناصر کے سامنے، مزدور کا دوست اور ساتھی بن کر نمودار ہوا۔ فرمایا:- "میں خود بہ نفس نفیس آپ اس شخص کا قیامت کے دن مدعی بنوں گا جو مزدور سے کام تو پورا کرالے، لیکن اس کی اُجرت نہ دے"

نئے نئے مسائل

آج مزدوروں کی حمایت میں دھواں دھار تقریریں کی جاتی ہیں کسانوں کی تائید میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جب یہ مسائل نعرہ بازیوں سے حل نہیں ہوتے تو اشتراکیت کا پرچار شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ نئے نئے مسائل جو انہوں نے پیدا کر رکھے ہیں۔ ان کی کم نگاہی کے باعث پیدا ہوئے ہیں، ورنہ اُن کی کوئی ندرت نہیں اور ان کے حل کے لئے انہوں نے اشتراکیت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حالانکہ صدیاں گذریں اسلام ان کو حل کر چکا ہے، اب اگر اس حل تک ان کی نگاہیں نہیں پہنچتیں، تو قصور اسلام کا نہیں، خطا اُن کی کم نگاہی اور بے بصیرتی کی ہے۔ اسلام۔ اُس نے اپنا پیام دیا اور دُنیا پر اپنی نعمتیں بکھیر دیں۔ اگر دُنیا ان نعمتوں سے پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھاتی، تو یہ خطا دُنیا کی ہے۔ اسلام کی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اشتراکیت اسلام کا ناقص چربہ ہے لیکن یہ ناقص چربہ بھی اس لئے مقبول ہے کہ کچھ نہ ہونے کے مقابلہ میں کچھ ہونا بہتر ہے۔ اگر اسلام سامنے نہیں لایا جاتا تو اسلام کا ناقص چربہ ہی سہی، ورنہ یہ اسلام کے سامنے یہ ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ سورج جب چھپ جاتا ہے تو چاند کی روشنی بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اور جب چاند نظر نہیں آتا تو جھلملاتے

تارے بھی نظر میں کھبنے لگتے ہیں۔ لیکن چاند کے سامنے ستاروں کو، اور سورج کے سامنے چاند کو کون پوچھے گا۔ یہی حال اشتراکیت کا ہے۔ جب تک اسلام اپنی صحیح صورت میں دنیا کے سامنے نہیں آتا "کمیونزم"۔ "نیشنل سوشلزم"۔ اور "سوشلزم"۔ بڑے مقبول اور محبوب نعرے ہیں لیکن جس دن وہ سامنے آگیا، ان نعروں کو ماند ہونا پڑے گا۔ ان کا زور کم ہوگا اور بالآخر اسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ کہ وہی مرض کا مداوا کرسکتا ہے دوسری تحریکیں مرض ہیں علاج نہیں!

ستم ظریفی!

اس عہد کفر وطغیان میں اسلام کے اصول قبول کیے جا رہے ہیں، مگر اسلام کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ ہنود کا مذہب طلاق اور خلع کی اجازت نہیں دیتا، لڑکی کو، بہن کو، ماں کو، بیوی کو، ترکہ اور میراث میں شریک نہیں کرتا، عقدِ ثانی کی اجازت عورت کو نہیں دیتا۔ چھوت چھات کو ضروری قرار دیتا ہے۔ ہندو ان چیزوں سے اکتا چکے ہیں وہ صوبائی اور مرکزی مجالس آئین ساز میں نئے نئے قوانین بناتے ہیں طلاق اور خلع کا حق حاصل کر لیتے ہیں، عورت کا میراث میں حق تسلیم کر لیتے ہیں۔ عقد ثانی کی اجازت دے لیتے ہیں۔ چھوت چھات کے خلاف قانون قرار دے لیتے ہیں۔ مگر اسلام قبول نہیں کرتے۔ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی اسلام کے بہت سے ضابطے اور قانون اپنا لئے ہیں لیکن یہودی رہ کر، عیسائی رہ کر، اسلام سے دور رہ کر اسلام کی مخالفت کر کے ایسی دلچسپ اور عجیب وغریب ستم ظریفی کی مثال مشکل سے ملے گی!

مسائلِ انسانیت

آج انسانیت کا روگ، اور دکھ درد دور کرنے کے لئے نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا حل بھی تلاش کیا جا رہا ہے، اسلئے کہ اسلام کے سوا ان مسائل کا حل دنیا کے کسی آئین، کسی دین اور کسی نظام کے پاس نہیں ہے۔ یہ اشتراکیت، یہ سوشلزم، اور یہ دوسری ہم رنگ اور یک آواز تحریکیں، اسلام ہی کی بگڑی ہوئی تصویریں ہیں ان میں اگر صحیح

طور سے رنگ بھرا جائے تو یہ سب تصویریں ایک بن جائیں گی۔ اور اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ مطلع عام پر نمودار ہو جائے گا، اور جب تک یہ نہیں ہوتا صحیح اسلام دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا، مسائل اور زیادہ اُلجھتے جائیں گے، حالات اور زیادہ نامساعد ہوتے جائیں گے، دشواریاں اور زیادہ بڑھتی جائیں گی اور صحیح حل سے دوری بڑھتی جائے گی، جب لوگ حقیقت کا جلوہ نہیں دیکھتے تو خیال آرائیوں پر اتر آتے ہیں۔ ع چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند!

باب ۶۹

بیع — خرید و فروخت کے مسائل

ناپ تول

(۱۸۲) عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کیلوا طعامکم یبارک لکم فیہ؛

(۱۸۲) حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلہ ناپ[1] لیا کرو، اس میں برکت ہو گی۔

(۱۸۳) عن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل؛

(۱۸۳) حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا[2] جب (کچھ) فروخت کرو، تو ناپ لو، اور جب (کچھ) خریدو تو ناپ کروالو۔

---

[1] ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ غلہ کے ناپتے وقت خدا کا نام لیا جاتا یہ بابرکت ہے نیز اس سے بدگمانی نہیں ہوتی۔

[2] تاکہ خریدنے والے اور فروخت کرنے والے دونوں اپنی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو جائیں۔

وضع احتیاط

(۱۸۴) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ابتاع طعامًا فلا یبیعہ حتّٰی یستوفیہ۔

(۱۸۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے[1]۔

قیمت کا فرق

(۱۸۵) قال ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لا تبیعوا الذھب بالذھب اِلّا سواء والفضۃ بالفضۃ اِلّا سَوَاءً بسواءٍ وبیعوا الذھب بالفضۃ والفضۃ بالذّھب کیف شئتم۔

(۱۸۵) حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: سونے کو سونے کے بدلہ میں نہ بیچو، مگر برابر[2]، اور چاندی کو چاندی کے بدلہ میں نہ فروخت کرو، مگر برابر البتہ سونے کو چاندی کے عوض میں اور چاندی کو سونے کے عوض میں جس طرح چاہو فروخت کر دو[3]۔

اندازہ یا مشاہدہ

(۱۸۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اَنّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لا تتبایعوا الثمر حتّٰی یبدو اصلاحہ ولا تبیعوا التمر بالتمر۔

(۱۸۶) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب تک ثمر کی صلاحیت نہ ظاہر ہو جائے اسے نہ بیچو اور تمر کو تمر کے عوض میں بھی فروخت نہ کرو[4]۔

سلم کی تجدید

(۱۸۷) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] مطلب یہ کہ سودا "غائب" کا نہیں بلکہ "حاضر" کا ہونا چاہیئے۔ [2] کم و بیش۔ [3] جب جنس بدل جائے تو تعین قیمت کا اختیار ہے لیکن جنس اگر ایک ہو اور قیمت میں تفاوت ہو تو یہ نفع نہیں سود ہے۔
[4] محض قیاس پر سودا نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کی بنیاد مشاہدہ ہونی چاہیئے۔

وسلّم المدینۃ والناس یسلفون فی التمر العام والعامین فقال صلّی اللہ علیہ وسلّم من سلّف فی تمر فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم۔

(۱۸۷) حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم مدینہ میں تشریف لائے۔ اس وقت لوگ چھوہاروں میں ایک سال یا دو سال کیلئے سلم[1] کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص چھوہاروں میں سلم کرے گا اُسے چاہیئے کہ ایک معین پیمانہ اور ایک معین وزن کے حساب سے کرے۔

بیع وشرٰی

اسلام نے بیع وشرٰی میں سب سے زیادہ زور جس چیز پر دیا ہے وہ ہے وزن اور پیمانہ میں برابری، نیز معاملات کی صفائی خواہ خریدنے والا ہو خواہ بیچنے والا، دونوں پر اسلام نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنے فرض کو سمجھیں۔ اور اس کا خود احساس کریں۔ ڈنڈی مار لینا، دھوکا دے دینا۔ نظر بچا کر کام کر گزرنا، غائب چیز کا سودا کر لینا بہت آسان ہے۔ لیکن یہ آسانی ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ایک دن ان سب باتوں کا محاسبہ ہوگا۔ اور اس دن نہ کوئی فریب کاری کام آئے گی نہ ہاتھ کی صفائی نہ نظر کا طلسم، یہ دن سب کو پیش آئے گا۔ اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ نفع عاجل کے لئے نفع آجل کو نظر انداز کر دیا جائے، تھوڑے کے لئے بہت کو قربان کر دیا جائے، ناجائز طریقوں سے آدمی خواہ کتنا ہی کما لے لیکن یہ کمائی اس دن فائدہ کے بجائے نقصان پہنچائے گی جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔

باب ۷

کھیتی باڑی! ____ اچھا صدقہ

(۱۸۸) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] سلم کہتے ہیں کسی سودے کے سلسلہ میں پیشگی رقم ادا کر دینے کو۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مامن مسلم یغرس غرسًا او یزرع زرعًا فیأکل مِنْه طَیْرٌ او انسان او بھیمۃ اِلّا کان لہ بہ صدقۃ ؎

(۱۸۸) حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ۔ جب ایک مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرند، انسان یا کوئی چوپایہ کھاتا ہے تو اس کے لئے صدقہ[1] بن جاتا ہے ؎

کُتّا پالنا

(۱۸۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من امسك کلبًا فانّہ ینقص کُلّ یوم من عملہ قیراط الا کلب حرثٍ اوماشیۃ ؎

(۱۸۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جو شخص کُتا پالتا ہے، وہ ہر روز اس کی نیکی سے ایک قیراط کم کرتا رہتا ہے سوائے[2] کھیتی کی حفاظت کرنے والے، یا مویشی کی حفاظت کرنے والے کُتّے کے ؎

کھیتی کا آلہ

(۱۹۰) عن ابی امامۃ الباھلی انہ رأی سکۃ وشیئًا من اٰلۃِ الحرث فقال سمعت النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول لایدخُلُ ھٰذا بیت قوم الّا اُدخلہ الذلّ ؎

(۱۹۰) ابوامامہ باہلیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ہل کا ایک ٹکڑا، یا کھیتی کرنے کا کوئی آلہ دیکھا، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے سنا جس کے گھر میں یہ آلہ[3] داخل ہوتا ہے اس میں ذلت آجاتی ہے ؎

---

[1] یعنی اجر جزیل کا موجب ۔ [2] ایسی صورت میں کتے کا پالنا اور رکھنا جائز ہے اسلئے کہ اسمیں مصلحت ہے ؎ [3] اس کی جگہ کھیت ہے نہ کہ گھر ۔

زمین خالی نہ رہے

(۱۹۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کانت لہ ارض فلیزرعھا اولیمنحھا اَخَاہُ۔

(۱۹۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر کسی کے پاس زمین ہو تو اُسے چاہیئے کہ اس کی کاشت کرے، ورنہ اپنے کسی بھائی کو دے دے[1]۔

زمین کا ٹھیکہ

(۱۹۲) عن رافع بن خدیج قال حدثنی عمّای انھم کانوا یکرون الارض علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما ینبت علی الاربعاء اوشیٔ یستثنیہ صاحب الارض فنھی النبی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عن ذٰلِکَ

(۱۹۲) حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے چچاؤں نے کہا کہ وہ رسول اللہؐ کے عہد میں زمین ٹھیکہ پر پیداوار کے چوتھائی حصّہ کی شرح سے، یا مالک زمین کے لئے کچھ حصّہ الگ کرکے کرائے پر دے دیا کرتے تھے لیکن رسول اللہؐ نے اس سے منع فرما دیا۔

تعبیر و تشریح

اس عنوان کے ماتحت جو حدیثیں مذکور ہوئی ہیں۔ وہ سب جہاں عمل صالح کی ترغیب و تشویق پر مبنی ہیں وہاں ان میں یہ روح بھی کارفرما ہے، کہ ناجائز اور غلط قسم کی نفع اندوزی[2] کا جذبہ کسی مسلمان میں نہ پیدا ہونے پائے اگر کسی کے پاس زمین ہے اور اس کی ضرورت سے فاضل ہے تو اُسے حق نہیں کہ وہ اس پر قابض اور متصرف رہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے کسی دوسرے حاجتمند بھائی کے حوالے کر دے تاکہ وہ اُسے جوتے، بوئے، اور اس سے فائدہ اُٹھائے اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھرے۔

---

[1] یعنی زمین بیکار نہ پڑی رہے ÷ [2] غلط قسم کی نفع اندوزی اسلام میں جائز نہیں۔

اسی طرح زمین کو ٹھیکہ پر دینے کی بھی مخالفت فرمائی، اگر انسان خود اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، تو اُسے راستہ سے ہٹ جانا چاہیئے اور اپنے سے زیادہ اہل اور ضرورتمند کے لئے جگہ خالی کر دینی چاہیئے؛

یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر کسی کی کھیتی سے چرند پرند فائدہ اُٹھاتے ہیں تو بھی اس کے لئے اجر و ثواب ہے، اور یہ چیز اس کے لئے صدقہ بن جاتی ہے جس سے خدا خوش ہو گا اور خدا کی خوشنودی بہرحال موجب اجر و ثواب ہے؛

باب ۱۷

ناجائز اُجرت — پُر معصیت اُجرت

(۱۹۳) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب و مہر البغی و حلوان الکاہن؛

(۱۹۳) ابو مسعود انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے منع فرمایا:۔

(۱) کُتّے[1] کی قیمت سے — (۲) زانیہ کی اُجرت[2] سے — (۳) کاہن کی بخشش[3] سے۔

پاسِ اصول

کسی معاملہ میں بھی اصول کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام کی سب سے بڑی تاکید یہی ہے کہ وہ ان اُجرتوں کی ادائی پر زور دیتا ہے تاکید کرتا ہے، جو واقعی مزدوری کی مستحق ہیں لیکن جو اُجرتیں سببِ معصیت ہیں۔ نہ اُن کا ارتکاب کرنا چاہیئے۔ نہ اُنہیں ادا کرنا چاہیئے اسلئے جو کام سرے سے گناہ ہے اس کی اُجرت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

زانیہ کو جو "اُجرت" دی جاتی ہے، کاہن کو جو بخشش دی جاتی ہے، کُتّے کی خریداری پر

---

[1] امام نخعی اور امام عطا کا قول ہے کہ شکاری کُتّے کی بیع جائز ہے؛ [2] فعل زنا کی جو اُجرت لیتی ہے؛

[3] منجم کا اُجر؛

جو" رقم" صرف کی جاتی ہے۔ ان تمام کاموں کا ارتکاب معصیت ہے اور جب معصیت ہے تو ان کی ادائی بھی معصیت ہی ہوگی۔

باب ۶۷

اجارہ ——— محنت کی مزدوری

(۱۹۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت قال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ۔

(۱۹۴) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں[۱]۔ صحابہ نے عرض کیا "کیا آپ نے بھی"؛ فرمایا ہاں، میں نے بھی چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں[۲]۔

مظلوم کی فریاد

(۱۹۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذاً الی الیمن فقال اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب۔

(۱۹۵) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے معاذؓ کو یمن کی طرف[۳] بھیجا، اور فرمایا مظلوم کی فریاد سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ اسکے اور خدا کے مابین کوئی حجاب نہیں ہے۔

اولاد سے سلوک

(۱۹۶) عن حصین بن عامر رضی اللہ عنہما قال سمعت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما وھو علی المنبر یقول اعطانی ابی عطیۃ فقالت عمرۃ بنت

---

[۱] یعنی محنت کرکے روزی نہ کمائی ہو؛ [۲] عامل بنا کر؛

رواحة لا ارضی حتّٰی تشهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انی اعطیت ابنی من عمرۃ بنت رواحۃ عطیۃ فامرتنی ان اشھدک یا رسول اللّٰہ قال اعطیت سائر ولدک مثل ھٰذا قال لا قال فاتقوا اللّٰہ واعدلوا بین اولادکم قال فرجع فرد عطیتہ؛

(۱۹۶) حضرت حصین بن عامرؓ کہتے ہیں۔ میں نے سُنا، کہ نعمان بن بشیرؓ منبر پر کہہ رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے کچھ عطیہ دیا، عمرہؓ[۱] بنت رواحہ نے کہا:۔ میں راضی نہیں ہوں جب تک رسُول اللہؐ (اسکے جواز کی) شہادت نہ دے دیں پھر وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا، میں نے اپنے بیٹے کو، جو عمرہ بنتِ رواحہ کے بطن سے ہے کچھ عطیہ دیا، اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپؐ کی تائید حاصل کروں یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا، کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو ایسا ہی عطیہ دیا، کہا، نہیں[۲]۔ فرمایا:۔ اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے مابین عدل کرو، پھر وہ واپس آئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا۔

شرح و بیان

عدل اور انصاف ـــــ اسلام کی اصل و اساس یہی ہے ـــ انسان کو دل پر اختیار نہیں، وہ محبّت کرنے اور نفرت کرنے پر اختیار نہیں رکھتا کسی سے اگر وہ محبّت رکھتا ہے یا نفرت کرتا ہے تو بے بس ہے بے اختیار ہے لیکن عدل کرنے پر بہرحال اُسے قدرت ہے، جس سے محبت کرتا ہے دوسروں کا حق مار کر اُسے نہ دے جس سے محبّت نہیں کرتا اس کا حق نہ مارے جس سے نفرت کرتا ہے اس سے ناانصافی نہ کرے، یہ تو کرسکتا ہے اور کم از کم اس سے جس چیز کا مطالبہ ہے وہ صرف یہی ہے کہ اعتدال و توسط، انصاف اور عدل کے

[۱] بشیرؓ کی بیوی اور نعمان رضی اللہ عنہٗ کی والدہ۔ [۲] اولاد کے مابین مساوی برتاؤ کرنا چاہیئے ایک کو دوسرے پر حقوق میں فوقیت نہیں دینی چاہیئے؛

جادۂ صحیح سے اسکے قدم نہ ڈگمگانے پائیں۔ اگر وہ اس راستہ پر بھی نہیں ٹھہر سکتا تو پھر اس کا ایمان اور اس کا اسلام دونوں خطرے میں ہیں، اسے چاہیئے کہ ہر قیمت پر اس روش کو ترک کرے اور وہ عادت اختیار کرے جو اسلام کی تعلیم و ہدایت پر مبنی ہو۔

باب ۴۳

خرید و فروخت۔ توضیح، شرائط، تفصیل

گذشتہ چند ابواب میں بیع۔ بیع خیار، بیع سلم، سود وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ حدیثیں درج کی جاچکی ہیں، اور ان کی تعبیر و تشریح بھی پیش کی جاچکی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں اور اس کے متعلقات کے سلسلہ میں فقہ حنفی کے اصول و مسلک اور مسائل کو بھی ضروری تفصیل یعنی باختصار جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا جائے یہ وہ مسائل ہیں جن سے ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے اور روز، روز، بار بار پڑتا ہے، لہٰذا انہیں اگر کسی حد تک شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دیا جائے تو میرے خیال میں یہ مفید اور مناسب ہوگا۔

رہن!

اگر کوئی شخص کسی سے پچاس روپے لے اور ضمانت کے طور پر اپنی کوئی چیز، جو پچاس سے کم، زیادہ، یا برابر قیمت کی اس کے پاس رکھ دے تو یہ رہن ہے اور جائز ہے۔ لیکن۔

(۱) اس رکھی ہوئی چیز پر سود نہیں لیا جاسکتا۔

(۲) اگر یہ گم ہو جائے تو، اگر یہ حاصل کردہ رقم سے کم تھی، تو حاصل کردہ رقم کاٹنے کے بعد باقی رقم ادا کی جائے گی۔ زیادہ کی تھی، تو نہ رہن رکھنے والے کو کچھ دیا جائے گا نہ اس کے بدلے کچھ لیا جائے گا۔

(۳) جب تک حاصل کردہ رقم کی ایک ایک پائی نہ ادا کر دی جائے رہن رکھی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاسکتی۔

دوسری صورت

اگر رہن رکھانے والا حاصل کردہ رقم کی ضمانت میں کوئی ایسی چیز رہن رکھائے جس سے آمدنی ممکن ہے مثلاً مکان، باغ، گائے، بھینس تو یہ بالکل جائز ہے، لیکن رہن رکھ کر روپیہ دینے والے کے لئے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ بغیر کرایہ دیئے مکان میں رہے۔ بغیر معاوضہ دیئے پھل کھائے یا بغیر قیمت کا حساب کئے دُودھ پئے، ان چیزوں سے جو آمدنی ہوگی۔ وہ رہن رکھانے والے کے حساب میں محسُوب ہوگی۔ البتہ اگر رہن رکھنے والے نے مکان کی مرمت پر، باغ کی دیکھ بھال پر، گائے بھینس کے کھانے پینے پر کچھ خرچ کیا ہے اسے واپسی شیئ رہن شدہ کے وقت آمدنی میں سے اپنا خرچ وضع کر لینے کا پُورا پورا حق ہوگا:

مسئلہ شرکت

(۱) مال متروکہ میں سے کوئی شریک ترکہ اس وقت تک استفادہ نہیں کرسکتا جب تک دوسرے شرکاء سے باقاعدہ اجازت نہ لے لے، یہی صورت ہر ایسے مال کی ہے جو شرکت کا ہے چاہے وہ ترکہ کی شرکت ہو یا تجارت کی، یا کاروبار کی:

(۲) دو آدمی، یا چند آدمی مساوی یا بہ حصّہ رسدی سرمایہ لگا کر شرکت میں کام کریں تو یہ جائز ہوگا۔ شرکت نفع نقصان دونوں میں ہوگی، یہ شرط باطل ہے کہ تمہارا نقصان، ہمارا نفع، تمام شرکاء مساوی ذمہ دار سمجھے جائیں گے۔ اگر کسی کا کچھ قرض ہے تو وہ تمام شرکاء سے یا کسی ایک شریک سے وصول کر لینے کا مجاز ہے:

(۳) شرکاء نے اپنا اپنا سرمایہ فراہم کیا۔ کسی ایک کا سرمایہ چوری ہوگیا، تو وہ بھی شریک کاروبار سمجھا جائے گا اور خریدشدہ مال میں اپنا حصّہ لگائے گا۔ البتہ اگر روپیہ الگ الگ رکھا ہو اور کسی کی چیز چوری ہوجائے تو شرکت باطل ہے۔

(۴) نفع کا تعین درست نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شریک پانچ، دس،

پندرہ، پچاس روپیہ کم و بیش اپنے لئے مقرر کر لے، باقی دوسرے کے لئے چھوڑ دے ——— البتہ ایک ثلث یا دو ثلث ایک ربع یا دو ربع کی تحدید کی جا سکتی ہے!

(۵) تقسیم اندازے سے نہیں ہونی چاہیئے۔ پورے ناپ تول اور شمار کے ساتھ ہونی چاہیئے؛

(۶) یکساں چیز، مثلاً گیہوں، چنا، روپیہ وغیرہ کی تقسیم ایک کی موجودگی اور دوسرے کی غیبت میں بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر چیزیں یکساں نہ ہوں جیسے آم، امرود وغیرہ ان کی تقسیم میں تمام ساجھیوں کو موجود رہنا چاہیئے؛

بیعانہ

کوئی سودا، اگر کرنا ہوتا ہے، تو بیعانہ کے طور پر کچھ رقم دے دیتے ہیں عام اصول یہ ہے کہ اگر سودا ہو گیا تو بیعانہ کی رقم مجرا کر دی جاتی ہے، اور اگر کسی وجہ سے سودا نہ ہو سکا تو وہ ضبط کر لی جاتی ہے یہ شرعاً غلط ہے۔ اگر کسی وجہ سے سودا نہ ہو سکے، تو بیعانہ کی رقم واپس کر دینی چاہیئے۔

تاوان

(۱) اگر کسی کے پاس کوئی چیز امانت ہو اور وہ چوری ہو جائے تو اسکا تاوان نہیں لینا چاہیئے۔

(۲) اگر امانت دار کی غلطی سے خراب یا ناقص ہو جائے تو اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے۔

(۳) گھر کے نوکر سے اگر قصداً نقصان ہو تو تاوان لیا جا سکتا ہے اگر غلطی سے کوئی نقصان ہو تو تاوان نہیں لیا جا سکتا۔

شرطِ فاسد

(۱) اجارۂ فاسد اور معاہدۂ فاسد اسے کہتے ہیں جو شرط فاسد یعنی شرعی اعتبار سے غیر صحیح شرط پر مبنی ہو، ایسے کرائے، یا مزدوری کا وہی نرخ رکھا جائے گا جو عام طور پر رائج ہے اور وہی دلایا جائے گا۔ لیکن اگر مروج دستور سے کم اُجرت یا کرایہ طے کیا تھا

تو وہی نافذ ہوگا۔

(۲) قرآن خوانی کے لئے جو حفاظ رکھے جاتے ہیں خواہ وہ دوکان پر قرآن خوانی کریں یا قبر پر، تو اُن کی تنخواہ باطل ہے، ایسا کام نہ موجب ثواب ہے نہ موجب اُجرت۔

(۳) دھوبی، رنگریز، درزی، اگر اُجرت وصول کئے بغیر کپڑا واپس کرنے سے انکار کردیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔ اِسلئے کہ کپڑے میں درزی کا دھاگہ، رنگریز کا رنگ، دھوبی کا مسالہ بھی لگ چکا ہے، البتہ باربردار ایسا نہیں کرسکتا وہ دعویٰ کرکے اپنی مزدوری لے سکتا ہے، لیکن چیز روک نہیں سکتا۔

ہبہ

کوئی شخص اگر کسی کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دینا چاہے اور وہ اُسے قبول کرلے تو یہ جائز ہے۔ اِسی کو ہبہ کہتے ہیں۔ لیکن مالک کی تبدیلی اسی وقت نافذ مانی جائے گی، جب چیز ایک کے قبضہ سے دُوسرے کے قبضہ میں چلی جائے، صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہے، قول کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہونا چاہیئے،

(۱) اگر کوئی چیز کسی کے پاس امانت ہے اور جس کی امانت ہے، وہ کہتا ہے، میں نے یہ چیز تمہیں دے دی، یا ہبہ کردی، اور اس نے قبول کرلیا تو قبول کرتے ہی مالک بن گیا، کیونکہ قبضہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو پہلے ہی سے تھا۔ صرف قول کی کسر تھی، وہ اب پُورا ہوگیا۔

(۲) جو چیز ہبہ کی جائے وہ مکمل طور پر کی جائے یعنی اس میں کوئی کمی نہ رہنے پائے، کوئی شخص کسی کو اپنا مکان ہبہ کرتا ہے تو ہبہ کرتے ہی اُسے گھر سے خود بھی نکل آنا چاہیئے اور اپنا مال اسباب بھی نکال لانا چاہیئے۔

(۳) اگر کسی چیز کا نصف، تہائی، یا چوتھائی حصّہ ہبہ کیا جائے، تو ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اگر وہ چیز قابلِ تقسیم ہے مثلاً اناج، پھل وغیرہ تو اسی لحاظ سے تقسیم کردی جائے گی۔ اور

اگر قابلِ تقسیم نہیں ہے مثلاً مشین وغیرہ تو وہ حصّۂ موہوبہ کے اعتبار سے ساجھے دار بن جائیگا۔

مضاربت

مضاربت اس کاروبار کو کہتے ہیں جس میں ایک کا سرمایہ ہو، دوسرے کی محنت، اور نفع میں دونوں شریک ہو جائیں، مضاربت کے شرائط یہ ہیں:-

(۱) یہ پہلے طے کر لیا جائے کہ کتنا روپیہ لگایا جائے گا؛

(۲) جو رقم طے ہو، وہ کام کرنے والے کو دی جائے اگر رقم نہ دی تو معاملہ فاسد ہوگا۔ اور کاروبار صحیح نہ ہوگا؛

(۳) نفع کا تناسب بھی پہلے سے طے کر لیا جائے۔ بغیر نفع کے تعین کے معاملہ فاسد ہے۔

(۴) اگر نقصان ہوگا تو کام کرنے والے کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔ ساری ذمہ داری روپیہ لگانے والے پر ہوگی، سارا نقصان اسی کے کھاتہ میں جائے گا۔

(۵) مضاربت کا دوسرا شریک یعنی جس کی محنت ہے، اگر اس کے کام شروع کرتے سے پہلے روپیہ لگانے والا چاہے تو اُسے برطرف کر سکتا ہے اور روپیہ واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اگر محنت کرنے والا سامانِ تجارت خرید لے یا کاروبار شروع کر دے تو پھر نہ وہ برطرف کیا جا سکتا ہے نہ اس سے روپیہ واپس لیا جا سکتا ہے۔

(۶) محنت کرنے والے سے یہ شرط، کہ ہم تمہارے ساتھ کام کریں گے، یا ہمارا فلاں آدمی کرے گا تو یہ شرط فاسد قرار پائے گی؛

(۷) اگر کسی غلط شرط کی وجہ سے، یا کسی اور سبب سے معاملہ فاسد ہو گیا تو محنت کرنے والا ملازم متصوّر ہوگا اُسے مروجہ نرخ سے تنخواہ ملے گی، خواہ نفع ہو یا نقصان ——— ہر صورت میں وہ تنخواہ کا مستوجب قرار پائے گا؛

وکالت

وکالت اسلام میں جائز ہے۔ جو کام آدمی خود سرانجام دے سکتا ہے وہی دوسرے

کی معرفت بھی انجام دِلا سکتا ہے۔ یہ دوسرا شخص شرع کی اصطلاح میں وکیل کہلائے گا، اور اسکے کیئے ہوئے کام درست ہوں گے، اور ان کی ذمہ داری اس شخص پر ہو گی جس نے اسے اپنا وکیل بنایا تھا۔ نکاح بھی وکیل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح بالکل جائز ہو گا —— وکیل کو برطرف کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے جب اور جس وقت مرضی ہو وکیل کو علیحدہ کیا جاسکتا ہے، خواہ زبانی، خواہ تحریری، خواہ کسی معتبر شخص کے ذریعہ اطلاع دیکر۔

بیع موقوف

اگر دو آدمی کسی چیز کے خریدنے پر مامور کیئے جائیں، تو لازم ہے کہ دونوں مل کر، اور ساتھ جا کر ساتھ ساتھ اُسے خریدیں، دونوں میں سے صرف کوئی ایک نہیں خرید سکتا، اور اگر خرید لے تو وہ شرع کی اصطلاح میں بیع موقوف کہلائے گی۔ یعنی یہ بیع دونوں آدمیوں کو خریداری کے کام پر مامور کرنے والے کی مرضی پر موقوف رہے گی، اگر وہ چاہے تو لے، نہ چاہے تو نہ لے، اس لئے کہ اس میں وہ شرط نہیں پائی گئی جو اس نے رکھی تھی۔

بیع سلم کی بنیادی شرط

بیع سلم کا ذکر گذر چکا ہے۔ لیکن اس کی ایک اہم اور بنیادی شرط ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

(۱) بیع سلم کی بنیادی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی خریداری کے لئے روپیہ پیشگی دیا تھا وہ مدتِ معاہدہ کے اندر نایاب ہو گئی، یا بازار میں کسی قیمت پر نہیں ملتی، یا ملتی تو ہے لیکن بہت دشواری سے، اور طے شدہ قیمت سے بہت زیادہ گراں قیمت پر تو یہ بیع سلم خود بخود ٹوٹ جائے گی، اور اس کی پابندی پیشگی روپے لینے پر واجب نہیں رہے گی، اُسے چاہیئے کہ روپیہ لوٹا دے اور روپیہ دینے والے کو چاہیئے کہ واپس لے لے۔

(۲) دوسرے شرائط یہ ہیں کہ جس طرح روپیہ پہلے سے دے دیا ہے، اسی طرح تمام معاملات متعلقہ پہلے سے ٹھونک بجا کر طے کر لینے چاہئیں مثلاً جو مال لینا ہے، اس کی نوعیت، کیفیت، رنگ، وزن، قسم وغیرہ۔

(۳) زمانہ بھی متعین کر لینا چاہیئے کہ اتنی مُدت میں مال لے لیا جائے گا؛

(۴) آخری اہم شرط یہ ہے کہ بیع سلم کے لئے ایک مجلس کا ہونا ضروری ہے۔ دس روپیہ کی بیع سلم کی۔ پانچ ابھی دے دیئے اور پانچ تھوڑی دیر کے بعد، یا کچھ روز بعد، تو یہ غلط ہے، بیع سلم صرف پانچ روپے کی ہوئی، اتنی ہی رقم کا مال ملے گا؛

بیع باطل

بیع کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی وہی چیز فروخت کر سکتا ہے جو اُس کی ملک ہو، جس چیز کا وہ مالک نہیں اُسے بیچ بھی نہیں سکتا، اور اگر کوئی ایسی چیز جس کا وہ مالک نہیں ہے بیچ دے تو یہ بیع باطل ہو گئی یعنی بالکل غلط، مالک ہونے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ یا تو اسے خریدا ہو یا اس پر کچھ ریاض کیا ہو، نہ مول لیا ہو، تو اس کی ملکیت کا اصول صحیح نہیں؛ ———— مثلاً خود رو گھاس، جسے آدمی نے نہ سینچا ہو، نہ اس کے لئے کوئی اہتمام کیا ہو، یہ ملک عام ہے۔ جس کا جی چاہے لے لے اور اس سے فائدہ اُٹھائے کوئی شخص اسکے مالک ہونے کا دعویٰ کر کے اُسے فروخت نہیں کر سکتا یا تالاب کی مچھلیاں، یہ بھی تالاب والے کی ملک نہیں، جو بھی انہیں پکڑ لے، وہی مالک بن جائے گا۔ ہاں، اگر تالاب کا مالک انہیں شکار کرے، پکڑائے پھر فروخت کرے تو یہ جائز ہے۔

بیع فاسد

بیع فاسد اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی غلط قسم کی شرط عائد کر دی جائے مثلاً کسی آدمی نے ایک گائے یا بکری فروخت کی اور یہ کہہ دیا کہ اسکے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ میرا ہے، یا اسکے جو بچہ پیدا ہو وہ میری ملک ہو گا تو چونکہ یہ دونوں شرطیں غیر شرعی ہیں۔ لہٰذا یہ بیع بیع فاسد کہلائے گی۔ خریدنے والا جانور کا بھی مالک ہو گا اور اسکے پیٹ کے بچہ کا بھی بہتر یہ ہے کہ اس بیع کو پھر سے شرط صحیحہ کے ساتھ انجام دیا جائے۔

مسائل متفرقہ

(۱) اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی جائے کہ یہ کچھ گھنٹوں یا دنوں کے بعد واپس کر دی جائے گی تو یہ جائز ہے لیکن یہ مدت تین دن سے زیادہ کی نہیں ہونی چاہیئے۔ فقہ کی اصطلاح میں اسے شرطِ خیار کہتے ہیں؛

(۲) اگر کوئی چیز قرض لی جائے تو ضروری ہے کہ رقم ادا کرنے کی مدت پہلے سے مقرر کر لی جائے، کہ دس دن میں، یا مہینہ بھر میں یہ رقم ادا کر دی جائے گی، مبہم طور پر قرض لینا جائز نہیں ہے؛

(۳) قرض دینے والا، اگر مدت معینہ سے پہلے اپنی رقم کا یا اپنے دیئے ہوئے مال کی قیمت طلب کرے تو اسے اس کا حق ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے؛

(۴) کوئی ایسی چیز جسے نہ دیکھا ہو، خریدی جا سکتی ہے لیکن دیکھنے کے بعد اگر وہ پسند نہ آئے تو اسے واپس کیا جا سکتا ہے؛

(۵) خریدی ہوئی چیز میں اگر کوئی نقص نکل آئے تو اس اعتبار سے اس کی قیمت میں تخفیف بھی کی جا سکتی ہے اور اسے واپس بھی کیا جا سکتا ہے؛

(۶) خریدی ہوئی چیز کو استعمال کرنے کے بعد واپس کرنے کا حق باقی نہیں رہتا؛

(۷) کسی نے ایک چیز پانچ روپے کی خریدی، وہ اسے جس قیمت پر چاہے فروخت کر سکتا ہے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں اصل قیمت پر ایک روپیہ نفع لے کر بیچ رہا ہوں تو پھر اسے ایک روپیہ سے زیادہ نفع لینا حرام ہے۔

باب ۷۴

آب رسانی ــــ پانی کی رکاوٹ

(۱۹۷) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

ثلاثة لا ینظر اللہ الیھم یوم القیٰمۃ ولا یزکیھم ولھم عذابٌ الیم، رجل کان لہ فضل ماءٍ بالطریق فمنعہ من ابن السبیل ورجل بایع اماماً لا یبایعہ الا للدنیا فان اعطاہ منھا رضی وان لم یعطہ منھا سخط ورجل اقام سلعتہ بعد العصر فقال واللہِ الذی لا الٰہ غیرہ لقد اعطیت بھا کذا وکذا فصدقہ رجل ثم قرأ اِنّ الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمناً قلیلاً ۔ الاٰیۃ

(۱۹۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ تین آدمیوں کی طرف اللہ رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا نہ اُن کے گناہ معاف ہوں گے بلکہ سخت عذاب دیا جائے گا"

(۱) ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے[1] زیادہ پانی ہو، وہ رستے میں ہو، مگر اس سے مسافر کو روکے۔

(۲) دوسرا وہ شخص، جو کسی امام سے محض دُنیا کے لئے بیعت کرے، اگر وہ اس کو کچھ دنیاوی حصہ دے دے، تو خوش رہے[2]، اور اگر نہ دے تو ناخوش ہو جائے۔

(۳) تیسرا وہ شخص، جو عصر کے بعد اپنا مال فروخت کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے اور کہے۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس مال کی[3] مجھے اتنی اتنی قیمت مل رہی ہے۔ پھر کسی شخص نے اس کو سچ سمجھ لیا[4]، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔

انّ الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمناً قلیلاً ؕ

جانور اور انسان

(۱۹۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا رجل یمشی فاشتد علیہ العطش فنزل بیراً فشرب منھا ثم

---

[1] خود غرضی کے باعث اپنے پاس جمع کرلے اور دوسرے کی ضرورت کا پاس و لحاظ نہ کرے۔ [2] یعنی نیت نیک نہ ہو محض ذاتی مقصد اور حصولِ جاہ کے لئے بیعت کرنے پر راضی ہوا ہو۔ [3] غلط بیانی کرے تاکہ دوسرے لوگ اسکے جھوٹ کا شکار ہو کر اس کا مال خرید لیں۔ [4] اور مال لے لیا دھوکے میں آکر۔

خرج فاذا بکلب یلھث یاکل الثری من العطش فقال لقد بلغ

ھٰذا مثل الذی بلغ بی فملأ خفہ ثم امسکہ بفیہ ثم رقی فسقی

الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ قالوا یا رسول اللہ وان لنا فی البھائم

اَجرًا قال فی کل کبد رطبۃ اَجرٌ۔

(۱۹۸) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس حالت میں کہ ایک شخص چلا جا رہا تھا۔ اس پر پیاس غالب ہوئی وہ کنوئیں میں اترا، اور اس سے پانی پیا۔ جب وہاں سے نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے باعث گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا[2] اسے بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی، پس[3] وہ کنوئیں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر دانتوں سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور اس کتے کو سیراب[1] کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ کام پسند کیا اور اسے بخش دیا[4]۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا جانوروں کی خدمت سے بھی ہمیں ثواب[5] ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں! ہر جاندار کی خدمت میں ثواب ہے۔

اچھا اور بُرا گھوڑا

(۱۹۹) وعنہ ایضًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال الخیل

لرجل اجر ولرجل ستر وعلیٰ رجل وزر۔ فامّا الذی لہ اجر فرجل

ربطھا فی سبیل اللہ فَاَطَالَ بِھَا فی مرج او روضۃٍ فما اصابت فی

طیلھا ذٰلک من المرج او الروضۃ کانت لہ حسنات ولو انہ انقطع

طیلھا فاستنت شرفًا او شرفین کانت اٰثارھا وارواثھا حسنات لہٗ

ولو انّھا مرّت بنھر فشربت منہ ولم یرد ان یسقی کان ذٰلک

حسنات لہ فھی لذٰلک اجر۔ ورجل ربطھا تغنیًا وتعففًا ثم لم

---

[1] سیر ہو کر۔ [2] اپنے دل میں کہا یا محسوس کیا۔ [3] دوبارہ۔ [4] گناہ (صغائر) بخش دیئے۔
[5] اجر۔

ینس حق اللّٰہ فی رقابھا ولاظھورھا فھی لذٰلک ستر ورجل ربطھا فخرًا وریاءً ونواءً لاھل الاسلام فھی علیٰ ذٰلک وزرٌ۔

(۱۹۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :۔ گھوڑا بعض لوگوں کے لئے موجب ثواب ہے اور بعض لوگوں کے لئے موجب ثواب ہے، اور بعض لوگوں کے لئے سبب گناہ — باعثِ اجر اس شخص کے لئے ہے جس نے اس کو اللہ کی راہ میں باندھا۔ پھر اس کو کسی چراگاہ یا باغ میں بڑی رسی سے باندھ دیا، تو وہ اس چراگاہ یا باغ کے جتنے حصّہ میں پھرے گا اسکے عوض اسے نیکیاں ملیں گی۔ اگر اس گھوڑے کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ ایک اونچائی یا دو اونچائی پھاند جائے اور اس کے قدموں کے نشان اور اس کی لید کا شمار اس شخص کی نیکی میں ہوگا۔ اور اگر اس گھوڑے کا گذر کسی نہر پر ہوا اور وہ اس سے پانی پیئے حالانکہ وہ شخص اس نہر سے پانی پلانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تب بھی اسے نیکیاں ملیں گی۔ پس اس قسم کا گھوڑا اس وجہ سے باعثِ ثواب ہے۔ اور جو شخص اس کو مالداری اور سوال سے بچنے کے لئے باندھے اور اس کی گردن اور پیٹھ میں اللہ نے جو حصّہ مقرر کیا ہے اس کو نہ بھولے تو اس وجہ سے وہ اس کے لئے بچاؤ کا سبب ہے۔ اور جس شخص نے محض فخر وریاء کے لئے اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے گھوڑا پالا ہو، تو وہ گھوڑا اس شخص پر وبال ہوگا۔

مقام غور

کوئی اچھا کام کوئی نیک بات کسی قسم کی بھلائی، کوئی قابلِ تعریف خصلت، کوئی عمدہ عادت، رائیگاں نہیں جاتی، اس کا اچھا اور میٹھا پھل ضرور ملتا ہے، اسلام نے جہاں قدم قدم پر احتساب کیا ہے، وہاں ذرا ذرا سی بات پر رحمت و شفقت کی بارش بھی کی ہے؛

اسلام نیت کا پھل دیتا ہے عمل کا اجر دیتا ہے، بے جانی بوجھی نیکی کا ثواب دیتا ہے کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا۔ اس کا یہ اصول ہے کہ برائی اور معصیت کا بدلہ پورا پورا اور نیکی

لہ یعنی جہاد کے لئے خدا کی راہ میں کام لینے کے لئے ؛ لہ یعنی گھوڑے کا عمل مالک کے لئے نیکی بن جائے گا۔

کا اجر بہت زیادہ ہے! ——— مسلمان اگر چاہے تو اپنی مختصر سی زندگی میں اتنی نیکیاں سمیٹ سکتا ہے اور اتنا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے کہ بہت آسانی کے ساتھ اپنی آنے والی زندگی کو پائیدار اور مستحکم بنیاد پر سنوار لے، وہی زندگی اصل زندگی ہے۔ قائم رہنے والی، باقی رہنے والی جس کا اجر لازوال، اور جس کا ثواب دائمی اور ابدی ہوگا۔ پس مبارک ہے وہ شخص، جو اپنی مختصر زندگی میں مستقل زندگی کا سامان فراہم کر لیتا ہے!

باب ۷۵

قرض ——— حُسنِ نیّت!

(۲۰۰) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبیّ صلّی الله علیه وسلم انه قال من اخذ اموال الناس یرید اداءها ادی الله عنه ومن اخذها یرید اتلافها اتلفه الله۔

(۲۰۰) حضرت ابوہریرہؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ "جو شخص لوگوں کا مال لے[1] اور اسکے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب سے ادا کر دیگا اور جو شخص لوگوں کا مال لے اور اُسے ضائع کر دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے ضائع کر دیگا[2]"

ارادہ اور عمل

ارادہ اور عمل میں چولی دامن کا ساتھ ہے، آدمی جو سوچتا ہے وہی کرتا ہے اگر نہ کر پائے تو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش میں کامیاب ہونا یا نہ ہونا قسمت اور خدا کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے، لیکن آدمی کو اس کی نیت کا پھل ضرور مل جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آدمی کے دل کو دیکھتا ہے۔ اس کی نیّت کو پرکھتا ہے اس کے ارادہ کا اندازہ کرتا ہے اور پھر اگر کوئی عملی لغزش

---

[1] بطور قرض۔ [2] یعنی اللہ اس کی معاش غارت کر دے گا اور قیامت کے دن اُسے سزا دے گا۔

دیکھتا ہے تو معاف فرما دیتا ہے؛

یہی اصول قرض کے بارے میں بھی جاری وساری ہے، ایک آدمی قرض لیتا ہے، حالات ناسازگار ہیں ادا کرنے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا، تو یہ قرض اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا، لیکن آدمی کسی کام سے قرض لیتا ہے اور اسے اسراف و تبذیر کی نذر کر دیتا ہے تو وہ نہ کسی رعایت اور مروت کا مستحق ہے، نہ خدا کی بخشش اور مہربانی کا، وہ اس قابل ہے کہ غارت کر دیا جائے؛

باب ۷۶

گری پڑی چیز

(۲۰۱) وعن زید بن خالد رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ من اللقطۃ فقال اعرف عفاصہا ووکاءہا ثم عرفہا سنۃ فان جاء صاحبہا والا فشانک بہا؛

(۲۰۱) زید بن خالدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوا، اس نے گری پڑی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اس کی ہیئت اور بندش کو پہچان لو، پھر ایک سال تک تشہیر کرو۔ اگر اسکا مالک آجائے (تو اسکے حوالے کر دو) ورنہ پھر وہ تمہاری ہے۔

باب ۷۷

قرض سے پناہ —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

(۲۰۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ جس کا کوئی مالک یا وارث نظر نہ آئے، ۲ہ تاکہ جب طلب کیا جائے دے سکو، ۳ہ تاکہ حقدار تک تمہاری آواز پہنچ جائے؛

كان يدعوا فى الصلوٰة اللّٰهمّ انّى اعوذبك من الماثم والمغرم فقال له قائل ما اكثر ما تستعيذ يا رسول الله من المغرم قال انّ الرجل اذا غرم حدث فكذب ووعد فاخلف ؎

(۲۰۲) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نماز میں دُعا فرمایا کرتے تھے :۔ "اللّٰھمّ انّی اعوذبك من الماثم والمغرم" یعنی اے اللہ، میں پناہ مانگتا ہوں، گناہ سے اور قرض سے۔ فرمایا[1] آدمی جب قرضدار ہو جاتا ہے پھر بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ[2] کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

کفیل اُمّت

(۲۰۳) عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلّم قال من ترك مالاً فلورثته ومن ترك كلاً فالينا ؎

(۲۰۳) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: جس نے مال[3] چھوڑا تو اسکے وارث[4] اس کے مالک ہیں، اور جس نے بوجھ[5] چھوڑا تو ہم[6] اس کے دیندار ہیں۔

سب سے بڑا دوست

(۲۰۴) وعنه رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلّم قال ما من مؤمن الّا وانا اولى به فى الدنيا والاٰخرة اقرؤا ان شئتم (النّبىّ اولىٰ بالمؤمنين من انفسهم) فايّما مؤمن مات وترك مالاً فليرثه عصبته من كانوا ومن كان عليه دينًا اوضياعًا فليأتنى فانا مولاه ؎

(۲۰۴) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا مومن کا دُنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ دوست میں ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو "النّبىّ اولىٰ

---

[1] حالات اور مجبوریوں کے باعث! [2] بے بسی اور عدم استطاعت کے باعث! [3] مرنے کے بعد۔
[4] وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں! [5] عیال، قرض وغیرہ! [6] اس لئے کہ آپ اُمت کے کفیل تھے۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" لہٰذا جب کوئی مؤمن وفات پائے اور کچھ مال[1] چھوڑ دے تو اسکے مال کے وارث اس کے عصبہ[2] ہیں اور جو شخص کوئی قرض یا ضائع ہونے والی چیز چھوڑے، وہ میرے پاس آئے کیونکہ میں اس کا مولا ہوں!

ماں کی نافرمانی

(۲۰۵) عن المغيرة بن شعبة رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله عليه وسلم ان الله حرم عليكم عقوق الامهات ووأد البنات و منع وهات وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعة المال۔

(۲۰۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں[1] کی نافرمانی اور لڑکی کو زندہ[2] درگور کرنا حرام کر دیا ہے اور حق[3] کا ترک کر دینا اور ناحق[4] مال کا لینا منع کر دیا ہے اور تمہارے لئے قیل و قال[5]، کثرتِ سوال[6] اور مال کے ضائع[7] کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

روپیہ کی اہمیت

روپیہ بڑی خطرناک چیز ہے یہ دُنیا کی رنگ آرائیاں اور نیرنگیاں سب اسی کی رہینِ منت ہیں، آدمی کے پاس اگر روپیہ ہے تو وہ اپنے ایمان کو استوار کر سکتا ہے، جنت خرید سکتا ہے، اپنی عاقبت سنوار سکتا ہے۔ اور اگر روپیہ نہیں ہے تو مفلسی اور بے زری کے باعث اس کا ایمان خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔ چند سکوں کے عوض وہ اپنا ایمان بیچ سکتا ہے بے ایمانی کر سکتا ہے، ذلت اور حقارت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے!

لہٰذا روپیہ کی قدر کرنی چاہیئے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، گنوانا نہیں چاہیئے۔ اس

---

[1] ترکہ میں۔ [2] عصبہ کہتے ہیں آدمی کے بیٹوں کو، یا ان رشتہ داروں کو جو باپ سے نسبت رکھتے ہوں اور اصطلاح میں عصبہ اُسے کہتے ہیں جو میت کے مال کا مالک اور مختار بن جاتے۔ ؛ [1] سچ ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ [2] ننگ و عار یا فقر و فاقہ کے ڈر سے۔ [3] حقوق کا رد نہ کرنا۔ [4] مالِ حرام۔ [5] کٹ حجتی۔ [6] بال کی کھال۔ [7] فضول خرچی۔

سے فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ نقصان نہ خود اٹھانا چاہیئے نہ دوسروں کو پہنچانا چاہیئے، اور روپیہ کی قدر و منزلت یہی ہے کہ اسے فضول نہ خرچ کیا جائے اور صحیح مصارف میں برتا جائے تاکہ وہ رائیگاں نہ جائے، پھل لائے۔

باب ۷۸

قصاص مظالم —— آپس کے جھگڑے

(۲۰۶) عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا خلص المؤمنون من النار حبسوا بقنطرۃ بین الجنہ والنار فیتقاصّون او یتقاصّون مظالم کانت بینھم فی الدنیا حتّٰی اذا نقوا وھذبوا اذن لھم بدخول الجنۃ فوالذی نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیدہٖ لاحدھم بمسکنہ فی الجنۃ ادل بمنزلہ کان فی الدنیا۔

(۲۰۶) حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، جب مومن آگ سے نجات پائیں گے تو وہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک پل پر روک لیے جائیں گے اور پھر وہ اپنے مظالم کا جو انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کیے[1] تھے، بدلہ لیں گے، یہاں تک کہ جب وہ پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت ملے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی زندگی ہے۔ ہر شخص جنت میں اپنے مسکن کو اس سے زیادہ پہچان لے گا جس طرح وہ اپنے مسکن کو دنیا میں جانتا پہچانتا تھا۔

خدا اور مومن

(۲۰۷) عن صفوان بن محرز المازنی قال بینما انا امشی مع ابن عمر

---

[1] ناحق۔

رضی اللہ عنہما اخذ بیدہ اذ عرض رجل فقال کیف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النجوی فقال ابن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ یدنی المؤمن فیضع علیہ کنفہ ویسترہ فیقول اتعرف ذنب کذا اتعرف کذا فیقول نعم ای رب حتی اذا قررہ بذنوبہ وراٰی فی نفسہ انہ ھلک قال سترتہا علیک فی الدنیا وانا اغفرھا لک الیوم فیعطی کتاب حسناتہ واما الکافرون والمنافق فیقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ؎

(۲۰۷) حضرت صفوان بن محرز مازنی رضؓ کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ میں ابن عمر رضؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا کہ ایک آدمی سامنے آیا، اس نے کہا، آپ نے رسول اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ[1] کے بارے میں کیا سُنا ہے؟ ابن عمر رضؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ[2] کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالےٰ مومن کو قریب کرلے گا۔ پھر اس پر اپنا پردہ رکھ کر چھپائے گا، اور پوچھے گا، کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے؟ عرض کرے گا۔ ہاں[2] اے میرے رب، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس سے تمام گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اور وہ شخص اپنے دل میں خیال کرے گا کہ میں ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا[3] میں نے دُنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا، اور آج بھی میں نے تیرے گناہ معاف کئے۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائیگی۔ لیکن کافر اور منافق کی نسبت[4] گواہ کہیں گے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ[5] بولا تھا۔ خبردار، ظالموں پر خدا کی پھٹکار ہے ؎

---

[1] یعنی بندہ اور خدا کے راز و نیاز، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ بندے سے اس کے گناہ کا ذکر مخفی طور پر کرے گا؛

[2] اسی طرح تمام گناہوں کا اقرار لیا جائے گا؛ [3] یعنی تیرے گناہ نگاہِ خلق سے چھپائے تھے؛ [4] ملائکہ انبیاء اور تمام انس و جن گواہی دیں گے؛ [5] یعنی اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ خدا کا کوئی شریک ہے، اور خدا صاحبِ اولاد ہے۔

ظلم کی ممانعت

(۲۰۸) عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیمۃ ومن ستر مسلمًا، سترہ اللہ یوم القیمۃ ؏

(۲۰۸) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا وہ اس پر ظلم نہ کرے، اور نہ اُسے رسوا کرے۔ جو شخص اپنے بھائی[1] کی حاجت روائی کرتا ہے تو اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔
اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مصائب قیامت میں سے اسکی مصیبت دور کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان[2] کا عیب چھپاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ اس کا عیب چھپائے گا؏

ظالم اور مظلوم

(۲۰۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصر اَخاک ظالمًا او مظلومًا قال یارسول اللہ ھٰذا ننصرہ مظلومًا فکیف ننصر ظالمًا قال تأخذ فوق یدیہ ؏

(۲۰۹) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، تو اپنے بھائی کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہاں، اگر وہ مظلوم ہے۔ ہم اس کی مدد کریں گے[3]۔ لیکن اگر وہ ظالم ہے، تو ہم کیونکر اس کی مدد کر سکیں گے؟ فرمایا" اس کے ہاتھ پکڑ لو"

---

[1] مسلمان ؏ [2] اگر ایک مسلمان نے کسی مسلمان کی معصیت دیکھی جو ماضی بن چکی ہے تو اُسے لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہیئے اور اگر ایسی معصیت دیکھے جو جاری ہے تو اسے روکے، ضرورت ہو تو حاکم وقت سے رجوع کرے ؏ [3] اسے ظلم سے روکنا اور باز رکھنا بھی اسکی مدد ہے اگر وہ منع کرنے سے نہیں مانتا تو طاقت کا استعمال کرو مگر اُسے ظلم نہ کرنے دو ؏

تاریکیوں کا تسلط

(۲۱۰) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الظلم ظلمات یوم القیمۃ ؎

(۲۱۰) حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ظلم قیامت کی تاریکیوں میں سے ایک تاریکی ہے ؎

موقعہ جو حاصل ہے

(۲۱۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ مظلمۃ لاحد من عرضہ او شیٔ فلیتحللہ منہ الیوم قبل الا یکون دینار ولا درہم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ۔

(۲۱۱) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس کسی نے اپنے بھائی کی عزت[1] یا کسی اور چیز[2] کے بارے میں ظلم کیا ہو اُسے چاہیئے کہ آج اس سے معاف کرالے قبل اس کے کہ درم و دینار نہ رہے[3]۔ اگر اس کا کوئی عمل نیک ہوگا تو اس میں سے بقدر اسکے ظلم کے لے لیا جائے گا، اگر ان کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی۔ تو اسکے مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی؎۔

ظلم کی سزا

(۲۱۲) عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ظلم من الارض شیئاً طوقہ من سبع ارضین ؎

---

[1] ناموس۔ [2] کسی اور نوعیت سے ؎ [3] وقت نکل جائے ؎ [4] اور مظلوم کو دے دیا جاوے گا۔ یعنی اس کے نامہ اعمال میں رکھ لیا جائے گا؎

(۲۱۲) حضرت سعید بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص کچھ بھی زمین ازراہِ ظلم لے گا تو زمین کے ساتوں طبقے اس کی گردن میں لٹکائے جائیں گے۔

اللہ کو ناپسند

(۲۱۳) عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ابغض الرجال الی اللہ عزّ وجلّ الالدّ الخصِمُ۔

(۲۱۳) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند[1] وہ شخص ہے جو جھگڑالو ہو۔

"میں انسان ہوں"

(۲۱۴) عن زینب بنت امّ سلمة انّ امّھا اُمّ سلمة اخبرتھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سمع خصومۃً بباب حجرتہ فخرج الیھم فقال انما انا بشر وانہ یأتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ صدق فقضی لہ بذٰلک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعة من النار فلیاخذھا اوفلیترکھا۔

(۲۱۴) حضرت زینبؓ حضرت ام سلمہ رضؓ کی صاحبزادی اپنی والدہ یعنی آنحضرتؐ کی زوجہ محترمہ سے روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے حجرے کے دروازے پر کچھ جھگڑے کی آواز سنی تو باہر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں بھی ایک انسان ہوں میرے پاس اہل خصومت آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ چرب زبان ہو، میں گمان کروں کہ اس نے[2] سچ کہا ہے اور اسی کے موافق[3] فیصلہ کردوں۔ پس اگر میں کسی شخص کو دوسرے مسلمان کا حق دلادوں تو وہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اسے لے لے یا ترک کردے۔

---

[1] خواہ وہ کم ہو یا زیادہ یعنی کم سے کم ہو یا زیادہ سے زیادہ۔ [2] قیامت کے دن۔ [3] معتوب بارگاہ خداوندی۔ [1] جب مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا۔ [2] اسکے جھوٹ کو سچ سمجھ لوں۔ [3] ناروا اور نامناسب [4] غلط طور پر۔

حدیث کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہوا کہ انسان (خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو) عالم الغیب نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر کو دیکھتا ہے اور فیصلہ کر دیتا ہے۔ باطن پر اس کی نظر نہیں ہوتی۔ یہی مقتضائے بشریت ہے۔ غیب کا علم صرف خدا تعالےٰ ہی کو ہے کہ وہی عالم سرائر ہے وہ اگر چاہے، تو بواطن پر مطلع کر دے، ایسا ہو تو دوسری بات ہے، ورنہ جو کچھ ظاہر میں ہوتا ہے وہی دیکھا جاتا ہے، اسی پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی پر احکامات صادر ہوتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی چرب زبانی، اور بلاغت لسانی سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ وقتی طور پر تو فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن خدا کی نظر سے کچھ پوشیدہ نہیں۔ وہ ایک ایک بات، ایک ایک چیز جانتا ہے۔ وہ ضرور اس حرام نفع اندوزی کی سزا دے گا۔ کیونکہ آخر کار ہر بات فیصلہ کے لئے خدا کے سامنے پیش ہوگی اور وہ جو فیصلہ کرے گا۔ وہی آخری، اور دائمی ہوگا، لہٰذا مدعی یا مدعا علیہ کو خود سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ وقتی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا دائمی۔

اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) حکم کا صدور ظواہر امر پر ہوتا ہے:۔ — (۲) اتباع حق کی تلقین و ترغیب۔ (۳) باطل سے اجتناب — (۴) کسی کو اپنی قوت بیان پر بھروسہ کر کے غلط اور ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

چار باتیں

(۲۱۵) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع من کن فیہ کان منافقاً او کانت فیہ خصلۃ من النفاق من اربعۃ کانت فیہ خصلۃ حتیٰ یدعھا اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر۔

(۲۱۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ چار[1] باتیں جس میں ہوں گی وہ منافق ہے۔ یا ان چار باتوں سے کوئی ایک خصلت جس میں پائی جائے گی وہ منافقت کی علامت ہے۔ جب تک اُسے ترک[2] نہ کر دے"۔

(۱) جب بات کرے جھوٹ بولے، — (۲) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے،
(۳) جب عہد کرے دھوکہ دے، — (۴) جب کسی سے جھگڑا کرے راہ حق سے ہٹ جائے۔

مقصد و مطلب

نفاق کا شمار صفات ذمیمہ میں ہوتا ہے۔ جنہیں اسلام کے مقابلہ میں کفر سے زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے، نفاق کی دو قسمیں ہوتی ہیں:۔

(۱) نفاق قولی۔ ———— (۲) نفاق عملی! ————

اور یہ دونوں قسمیں ایمان اور عقیدہ کے لئے سخت مضر اور خطرناک ہیں؛ بلکہ ان سے عقیدہ اور عمل میں اصلاح کے بجائے فساد کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً

(۱) فساد قول ———— جھوٹی بات کرنا۔

(۲) فساد عمل ———— امانت میں خیانت کرنا۔

(۳) فساد نیت ———— وعدہ خلافی کرنا۔

چنانچہ حضرت سلمانؓ کی ایک حدیث میں جسے طبرانی نے روایت کیا ہے، فرمایا:۔ "اذا وعد وھو یحدث نفسہ انہ یخلف" یعنی (منافق) جب وعدہ کرتا ہے تو دل ہی دل میں (اسی وقت) فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ وعدہ پورا نہیں کرے گا۔ عقیدہ اور عمل کا یہ فساد، درحقیقت آدمی کے ایمان کے لئے حد درجہ مہلک ہے۔

حقِ ضیافت

(۲۱۶) عن ابی الخیر عن عقبۃ بن عامرٍ قالَ قلنا للنبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وَسلّم انك تبعثنا فننزل بقوم لایقرونا فما تری فیہ فقال لنا

---

[1] خصلتیں۔ [2] اس سے کنارہ کشی نہ اختیار کر لی جائے۔

ان نزلتم بقوم فامروا لکم بما ینبغی للضیف فاقبلوا فان لم یفعلوا فخذوا منھم حق الضیف الّذی ینبغی لھم۔

(۲۱۶) ابوالخیر رضؓ عقبہ رضؓ بن عامر رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہؐ سے عرض کیا، آپؐ ہمیں جب باہر[1] روانہ فرماتے ہیں، تو کبھی ہم ایسے لوگوں میں جا کر فروکش ہوتے ہیں جو ہماری میزبانی نہیں کرتے[2]۔ آپ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اگر تم کہیں قیام کرو اور لوگ تمہارے لئے ایسا سامان کر دیں جو مہمان کے لئے ہوتا ہے تو اُسے[3] قبول کر لو، اور اگر نہ دیں تو ان سے حق ضیافت جبراً لے لو،

تعبیر و تشریح

جمہور کی متفقہ رائے ہے کہ ضیافت یعنی مہمانداری سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی مسلمان کو جو جائے قیام اور وسائل قیام نہ رکھتا ہو، اور عارضی طور پر آیا ہوا ہو، اس کی مہمانداری کرے۔

امام عینی کہتے ہیں کہ اس سے مہمان کی ضیافت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اگر کوئی مہمان بنانے سے انکار کرے تو اس سے مہمانداری جبراً لی جاسکتی ہے امام لیث کی بھی یہی رائے ہے، امام احمدؒ کے نزدیک یہ حکم وجوب مخصوص ہے یعنی صرف اہل بادیہ (دیہات) کے لئے اہل شہر کے لئے نہیں۔

ہمسایہ کا حق

(۲۱۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لا یمنع جار جارہ ان یغرز خشبۃ فی جدارہ۔

(۲۱۷) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کوئی ہمسایہ کسی ہمسائے کو اس بات سے نہ روکے، کہ وہ اپنی (طرف کی) دیوار میں (ضرورت سے) مجبور ہو کر کھونٹیاں گاڑے[4]۔

---

[1] کسی کام سے۔ [2] دل تنگ ہوتے ہیں، میزبانی سے کتراتے ہیں۔ [3] بے چون وچرا۔
[4] بشرطیکہ ضرورت اسکی مقتضی ہو اور دیوار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

راستہ کا حق

(۲۱۸) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا مالنا بُدٌّ انما ھی مجالسنا فنتحدث فیھا قال فاذا ابیتم الا المجالس فاعطوا الطریق حقھا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام وامر بالمعروف ونھی عن المنکر ؎

(۲۱۸) ابوسعید خدری رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے بچو[1]۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں ہے[2]۔ کیونکہ وہی تو ہماری نشست کے مقامات ہیں، جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا، اگر تم وہاں بیٹھنا چاہتے ہو[3] تو راستے کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، آنکھوں کا نیچا رکھنا[4]، تکلیف رسانی سے باز رہنا[5]، سلام[6] کا جواب دینا، اچھی بات کی ترغیب دینا اور بری بات سے روکنا ؎

حکمت ومعرفت

اس حدیث میں جو آدابِ حیات سکھائے گئے ہیں، وہ معاشرہ کی جان ہیں، اگر ان پر سچائی کے ساتھ عمل کیا جائے تو ایک ایسا معاشرہ عالمِ وجود میں آسکتا ہے جو اپنے کردار اور سیرت کی بنا پر مثالی معاشرہ کا کام دے سکتا ہے ؎

غور کیجئے تو فتنہ وفساد اور شر کا آغاز ان ہی باتوں سے ہوتا ہے جن کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ باہمی محبت، خلوص، ربط وضبط اور اعتماد باہمی کی منزل وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے انسان کے کردار اور سیرت کا مزاج وہ بن جاتا ہے جس

---

[1] احتیاط کرو؛ [2] وہی ہماری نشست گاہ ہے؛ [3] بیٹھنے پر مجبور ہو۔ [4] عورتوں کی طرف نہ دیکھنا۔ [5] فتنہ وفساد سے دور رہنا۔ [6] گزرنے والوں کا احترام کرنا۔

کی تعلیم اس حدیث شریف میں دی گئی ہے۔

ایک مرتبہ پھر غور کیجئے، اگر ہم اپنی نگاہ نیچی رکھیں، گذرنے والی عورتوں کو اپنی ماں، بہن، بیٹی سمجھیں، شرارت تو درکنار، اُن کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں، اسی طرح اگر ہم دوسروں کے لئے وہی پسند کریں۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں، اُن کی تکلیف رسانی کا خیال تک اپنے دل میں نہ آنے دیں۔ بلکہ اُن کی تکلیف و اذیت کو اپنی تکلیف و اذیت محسوس کریں، ہم لوگوں کے سلام کا جواب خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ دیں، اور لوگوں کو خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ سلام کریں، نیز جسے نیک کام اور اچھی باتیں کرتے دیکھیں اس کی حوصلہ افزائی کریں، جسے بُرے کام اور بُری باتیں کرتے دیکھیں اسے پیار اور محبت سے منع کریں اور ایسی تلقین کریں، کہ وہ ہمارا دوست بن جائے۔ ہمیں اپنا دوست اور بہی خواہ سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ بدی اور بُرائی سے یکسر باز آجائے تو ہماری سوسائٹی کتنی انمول اور کتنی بیش بہا بن سکتی ہے۔

لوگ اسلام کی تعلیمات کو نہیں دیکھتے۔ اسکے لٹریچر سے بھی زیادہ دلچسپی نہیں لیتے، اسکے فلسفہ اور اسرار و رموز کی زیادہ چھان بین بھی نہیں کرتے، وہ تو مسلمانوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کے کردار اور سیرت کا امتحان لیتے ہیں اگر مسلمان اس کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے تو وہ اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کرتے، البتہ اگر وہ مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات کا سچا اور کھرا نمونہ دیکھ لیں تو وہ ضرور اسلام کی طرف اس طرح دوڑیں گے جس طرح ایک پیاسا کنوئیں کی طرف لپکتا ہے۔

باب ۷۹

ایمان کی دوری ——— زنا اور ایمان

(۲۱۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَا یزنی الزانی حین یزنی و ھو مؤمن و لَا یسرق السارق حین یسرق
و ھو مؤمن و لا یشرب الخمر حین یشربھا و ھو مؤمن و لا ینتھب
نھبۃ یرفع الناس الیہ فیھا ابصارھم حین ینتھبھا و ھو
مؤمن و لا یغل احدکم حین یغل و ھو مؤمن فایاکم۔

(۲۱۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا زانی جب زنا کرتا ہے وہ مومنؑ نہیں رہتا، اور چور جب چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، شرابی جب شراب پیتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، ڈاکو جب ڈاکہ ڈالتا ہے اور لوگ اس کی طرف نظر رکھا کرتے ہیں۔ وہ مومن نہیں رہتا اور تم میں سے کوئی جب خیانت کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔ لہٰذا تم ان برائیوں سے بچو۔

تعبیر و تعلیل

کسی غیر آدمی کے مال کا حاصل کرنا ناجائز ہے مراد یہ ہے کہ اگر اجازت لے لے تو جائز ہے یعنی بغیر رضامندی کے لینا کسی طرح بھی جائز اور مستحسن نہیں ہے حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کی تھی کہ نہب نہیں کریں گے یعنی کسی کو لوٹیں گے نہیں۔

ایمان کے دُور ہونے یعنی مومن نہ رہنے سے مقصود و مدعا یہ ہے کہ ایمان مکمل حالت میں، ایسی حالت اور عمل کے دَوران میں باقی نہیں رہتا۔ ابن المتین کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا کہ ایسی حالت میں جب کہ کوئی شخص امور بالا میں سے کسی حرکت کا موجب ہو رہا ہو ایمان کا نور منتزع ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں زنا، شراب خوری، چوری، کسی چیز کا اچک لینا اور اسی قبیل کی دوسری چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جو ان کے ارتکاب کی جرأت کرے اس سے ایمان کا نور چھن جاتا ہے، وہ ایمان سے دُور ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان ناقص اور نامکمل رہ جاتا ہے۔

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ایسی حالت میں وہ مسلمان ہی نہیں رہتا، ہاں، توبہ و

لہ منتھب کی طرف۔ ۲ہ یعنی مومن کامل نہیں رہتا یعنی ایمان کا نور ان حرکتوں کے وقت دُور ہو جاتا ہے

استغفار کے بعد، وہ پھر مومن بن سکتا ہے۔

باب ۸۰

حفاظت خود اختیاری ــــــ مال کی حفاظت

(۲۲۰) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قتل دون مالہ فھو شھیدٌ۔

(۲۲۰) حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص اپنے مال (اور آبرو) کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید[1] ہے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی آبرو، مال اور جان کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے تو وہ شہادت کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور جو شخص کسی کے مال (اور جان اور آبرو) پر حملہ آور ہو، اور بغیر کسی وجہ جواز، اور سببِ استحقاق کے تصرف میں لانے کی کوشش کرے اس کا قتل کر دینا جائز ہے، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ اس لئے کہ حدیث میں عمومی لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔

امام نخعیؒ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ چور تم پر حملہ کر دے گا، تو تم بے تامل اس پر حملہ کر دو۔ امام حسنؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر وہ مسلح ہو تو اسے قتل کر دو۔ امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کے گھر میں رات کے وقت چوری چکاری کی نیت سے داخل ہو۔ پھر چوری کر کے گھر سے باہر نکلے، تو اگر صاحبِ خانہ اس کا تعاقب کرے اور اسے قتل کر دے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے، اگر چور روکنے سے نہ رُکے تو اُسے قتل کر دینا جائز ہے، اور اس فعل کی نہ کوئی سزا اُسے ملے گی، نہ اس پر کسی قسم کا کفارہ

---

[1] ایسے شخص کو وہ ثواب ملے گا جو ایک شہید کو ملتا ہے۔

لازم آئے گا، اور اگر صاحبِ خانہ اپنے مال کی مدافعت کرتا ہوا قتل ہو جائے تو وہ مقتول نہیں شرع کی نگاہ میں شہید تصور کیا جائے گا۔ اس کا شمار صلحا اور شہداء میں ہو گا۔

باب ۸۱

نیّت اور عمل ———— ناکردہ گناہ

(۲۲۱) عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن اُمّتی ما وسوست بہ صدورھا ما لم تعمل بہ او تکلّم

(۲۲۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے ناکردہ[1] گناہ اور وسوسوں کو جو دل میں پیدا ہوتے ہیں معاف کر دیا ہے تاآنکہ وہ ان پر عمل یا گفتگو نہ کریں۔

حدیث کا مفہوم

یعنی وقتاً فوقتاً انسان کے قلب میں جو وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں، خدا اُن کی گرفت نہیں کرے گا، ان پر کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

عینی (شرح بخاری) میں لکھا ہے کہ یہ گرفت کا نہ ہونا حق اللہ تک محدود ہے حقوق العباد میں نہیں۔

مدارِ اعمال

(۲۲۲) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئٍ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔

(۲۲۲) حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، اعمال کا مدار نیتوں پر ہے آدمی کے لئے وہی ہے جس کی نیت ہے۔ جو شخص اللہ اور اسکے رسول کیلئے

---

[1] جو عمل میں نہ آئیں۔

ہجرت کرے گا، اس کی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہو گی۔ جو شخص دُنیا کے لئے ہجرت کرے گا، کہ وہ مل جائے، یا کسی عورت کے لئے کہ اس سے شادی کر لے تو اس کی ہجرت اسکے لئے ہو گی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی[1]

حدیث کی شرح

ہجرت کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا مقصد ہجرت کا یہ ہوتا ہے کہ ثواب کے حصول یا امتثال امر الٰہی کے لئے یہ دُکھ جھیل جائے شرع کی اصطلاح میں ہجرت کہتے ہیں دار الخوف سے دار الامن میں منتقل ہو جانا جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا یعنی صحابۂ کرام کی ایک جماعت مکہ سے حبش کی طرف ہجرت کر گئی یا دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقل ہونے کو بھی ہجرت کہتے ہیں جیسا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئی۔

مہاجرین کی دو قسمیں ہوتی ہیں :۔

(۱) خدا کیلئے ہجرت کرنیوالے، یا اپنی جان اور آبرو کو بچانے کے لئے ہجرت کرنے والے۔

(۲) لوگوں کی واہ واہ سننے کا جذبہ رکھنے والے، جو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے ایثار کی تعریف ہو۔ اُن کے پیشِ نظر خدا کی رضا جوئی نہیں ہوتی۔

پہلی ہجرت بار آور ہوتی ہے اور دوسری ہجرت کسی اجر اور انعام اور رحم و کرم اور بخشش کی سزاوار بارگاہِ خداوندی سے نہیں ہوتی۔ اب ہجرت کرنے والے شخص یا گروہ کو پورا پورا اختیار ہے کہ وہ ان دونوں ہجرتوں میں سے جونسی ہجرت چاہے اختیار کرے خواہ دُنیا کی واہ واہ سُن لے، یا دُنیا کو پیدا کرنے والے کے دربار سے اجر اور انعام حاصل کر لے۔

---

[1] یعنی جس شخص نے حضورِ قلب اور خلوص نیت سے اللہ کی رضا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہجرت کے مصائب سہے اس کا اجر اللہ پر ہے جس نے دنیا حاصل کرنے یا عورت سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کی تو اُسے آخرت میں ہجرت کے مصائب سہنے پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔

باب ۸۲

ہبہ!

فضیلت ——— ترغیب ——— احکام

تحفہ کی عظمت

(۲۲۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یانساء المسلمات لا تحقرن جارۃ لجارتھا ولو فرسن شاۃ۔

(۲۲۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا "اے مسلمان بی بیو! کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن عورت کو حقیر نہ سمجھے [1] اگرچہ وہ بکری کے کھر کا گوشت ہی کیوں نہ بھیجے [2]"

حدیث کی شرح

اس حدیث میں ایک دوسرے کو ہدیہ اور تحفہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگرچہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس عمل سے بغض اور عداوت کے جذبات مٹ جاتے ہیں۔ خلوص اور محبت اور انس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ہبہ کا واپس لینا

(۲۲۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العائد فی ھبتہ کالکلب یقیٔ ثُمَّ یعود فِی قیئہِ۔

(۲۲۴) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ہبہ [3] کر کے واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اپنی قے کھالے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث میں رسول اللہؐ نے اس بات کی ترغیب دی ہے، کہ دی ہوئی چیز واپس نہ لی جائے

---

[1] اسکے ہبہ یا ہدیہ (عطیہ) کی بنا پر۔ [2] معمولی سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو۔
[3] کوئی عطیہ دے کر واپس لینا۔

اور جو ایسا کرے وہ گویا نہایت پست اور رکیک حرکت کا مرتکب ہوتا ہے جس کا ارتکاب نہایت ہی ناپسندیدہ اور ناپاک ہے کسی شخص کو بھی ہبہ یا صدقہ یا تحفہ واپس نہ لینا چاہیئے۔ ہبہ میں تو رجوع بعض صورتوں میں جائز بھی ہے۔ لیکن صدقہ میں رجوع قطعاً ناجائز ہے۔ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہبہ واپس لینے کی ممانعت نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔

ہبہ کے ارکان

ہبہ کے معنی ہیں "تملیک بلاعوض" یعنی ایسی چیز کا مالک بن جانا جس کا کوئی معاوضہ نہ ادا کیا ہو، ہبہ کے ارکان یہ ہیں :۔

(۱) طرفین کا وجود ——— (۲) ایجاب و قبول ——— (۳) ہبہ اس چیز کا ہوسکتا ہے جو فروخت کی جاسکتی ہو۔ یعنی ہبہ کرنے والا اس کا مالک ہو۔

اصل بات

اسلام میں کوئی بات اور کوئی چیز بھی اصول اور ضابطہ سے ماوراء نہیں ہے ہر بات کسی نہ کسی اصول کے ماتحت ہونی چاہیئے۔ ہر کام کسی ضابطہ کے تابع ہونا چاہیئے، خواہ وہ ہبہ ہو، صدقہ ہو، خیرات ہو، تحفہ ہو۔ بیع ہو، کچھ بھی ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام انسانیت کو کبھی اور کسی حالت میں نظرانداز ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک انسان کو اس کا حق ہے کہ وہ اپنی مملوکہ چیز کسی کو دے یا نہ دے، اگر دیتا ہے تو اختیار ہے اور نہ دینا چاہے تو اس کا بھی پورا پورا اختیار ہے۔ کسی بات میں بھی جبر نہیں۔ لیکن جب بغیر کسی دباؤ کے خود اپنی مرضی سے اور پسند سے کسی کو کوئی چیز بخش دیتا ہے تو اب اس کا واپس لینا مسلک انسانیت کے خلاف ہے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ایک بہت ہی پست اور ذلیل حرکت کا مرتکب ہوتا ہے، اسلئے اسلام اس طرح کی حرکتوں کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتا، بلکہ ملامت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

باب ۸۳

جھوٹی شہادت ـــــ کبائر کیا ہیں؟

(۲۲۵) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الکبائر قال الاشراك بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس وشهادة الزور۔

(۲۲۵) حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے کبائر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا:" (۱) خدا کا کسی کو شریک بنانا؛ (۲) والدین کی نافرمانی۔ (۳) قتل؛ (۴) جھوٹی گواہی۔

بہت بڑی کمزوری

کبائر ـــ ان گناہوں کو کہتے ہیں جو قابلِ معافی نہیں ہوتے جن کی سزا ضرور ہوتی ہے جنہیں کسی حالت میں شرع کا قانون نظر انداز نہیں کر سکتا۔

آنحضرتؐ سے کبائر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے اُن گناہوں کی علامتیں بیان فرما دیں جن کا مرتکب بڑی آسانی کے ساتھ پہچانا جا سکتا ہے اور جس میں یہ علامتیں پائی جاتی ہوں اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اسلام سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام کی روح اس کی روح سے الگ ہوتی جا رہی ہے۔ اسلام کے نور میں اور اس میں بُعد پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے!

پس ان علامتوں کے بعد، یا تو وہ خود اپنی اصلاح کر لے، تائب ہو اور ان معصیتوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا، تو مسلمانوں کو اسکے شر اور معصیت سے بچنا چاہیئے۔

باب ۸۴

منافق کی علامت ـــــ منافق کی پہچان

(۲۲۶) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ایة

المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا اؤتمن خان واذا وعد اخلف۔

(۲۳۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں[۱]۔

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے؛ (۲) امین بنایا جائے تو خیانت کرے؛

(۳) وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

حدیث کی شرح

منافق کی یہ علامتیں، درحقیقت انسان کے کردار کی خرابی سیرت کے نقص، اور ایمان کی کوتاہی کا جامع ومانع بیان ہیں۔

اسلام اپنے متبع اور پیروکار کو ہر اعتبار سے انسان کامل بنانا چاہتا ہے جو ہر قسم کی لغزشوں گمراہیوں اور کوتاہیوں سے معرّا ہو جس کا کردار بالکل بے داغ ہو جس کی سیرت کے آئینہ پر کوئی دھبہ نہ ہو جس کے اخلاق پاک اور پاکیزہ ہوں، اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ سچا نہ ہو۔ جب تک امانت داری کا جوہر بدرجہ اتم اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ جب تک وعدہ کے نباہ اور پابندی کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز اور گراں مایہ نہ سمجھتا ہو۔

وہ شخص صرف نام کا مسلمان ہے جو اپنے تئیں مسلمان بھی کہلاتا ہو، اور جھوٹ بھی بولتا ہو جس کی زبان پر اسلام کا نعرہ بلند آہنگی کے ساتھ جاری ہو لیکن وہ اپنے عمل سے اسلام کی روح کو پامال کرتا ہو اور خیانت تک کا مرتکب ہو جاتا ہو، جو ایک طرف تو اسلام کا نمونہ بننے کا مدعی ہو اور دوسری جانب وہ معاہدہ کی پابندی نہ کرتا ہو۔

اس حدیث شریف میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ مسلمان اگر واقعی مسلمان بننا چاہتا ہے، اپنے آپ کو اسلام کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان حرکات کے ارتکاب سے مجتنب اور محترز رہے جو اسلام کی روح اور تعلیم کے یکسر خلاف ہیں کہ بغیر اسکے نہ ایمان مکمل ہوسکتا ہے نہ ہی اسلام کا دعویٰ سندِ قبول حاصل کرسکتا ہے۔

---

[۱] جن سے وہ پہچانا جاسکتا ہے۔

باب ۸۵

بیع پر بیع! ـــــــ شہری اور دیہاتی

(۲۲۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبیع حاضر لباد ولا تناجشوا ولا یزیدن احدکم علی بیع اخیہ ولا یخطبن علی خطبتہ ولا تسال المرءۃ طلاق اختہا تستکفی افاءھا

(۲۲۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے کچھ فروخت کرے[1] (نیز) آپس میں جھگڑا نہ کرو نہ کوئی شخص اپنے بھائی کو بیع پر بیع کرے۔ نہ اپنے بھائی کی نسبت (منگنی) پر نسبت بھیجے۔ نہ کوئی عورت[2] اپنی بہن کی طلاق کی خواہش کرے تاکہ جو کچھ حصہ ہو اسے ضائع کر دے:

حدیث کا مفہوم

آنحضرتؐ نے اس حدیث میں جن باتوں کی ممانعت فرمائی ہے ان کا ارتکاب آپس کے تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ان میں تلخی پیدا کر دیتا ہے، سکون اور اطمینان کی فضا کو درہم برہم کر دیتا ہے اور انتشار و پراگندگی کے حالات رونما کر دیتا ہے جھگڑے فساد، شر، اور مخالفت کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ خلوص، اعتماد، دوستی اور یگانگت کے جذبات کو ختم کر دیتا ہے۔ پس ان حرکات کی ممانعت فرمائی، تاکہ معاشرہ کا نظام درہم برہم نہ ہو معاملات یکسوئی کے ساتھ جاری ہیں اور کسی قسم کی تلخی اور بدمزگی آپس میں پیدا نہ ہونے پائے۔

ہر شخص کے لئے جہد و عمل کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ قسمت آزمائی کرے، کوشش کرے، جو کچھ پالے اس پر قناعت کرے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ دوسرے کی محنت پر پانی

---

[1] دیہات سے کوئی شخص اپنی پونجی آج کے آج بیچنے کے لئے لائے اور کوئی شہری کہے، اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ میں کچھ روز بعد اچھے داموں میں فروخت کرا دوں گا۔ [2] کوئی بدتعلق عورت لگائی بجھائی کے طور پر کسی مرد کو طلاق کی ترغیب دے:

پھیر دے اور کسی دوسرے کی امید اور آرزو پر ڈاکہ ڈالے۔

باب ۸۶
صدقہ موت کے وقت ـــــ رسولؐ سے سوال

(۲۲۸) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال جاء رجلٌ لِلنبی صلی الله علیه وسلم وقال یارسُول الله ایُّ الصَّدَقَةِ افضل قال ان تصدّقَ وانتَ صحیحٌ حریصٌ تأمُلُ الغنی وتخشی الفقرَ ولا تمهّل حتّٰی اذا بلغتِ الحُلقومَ قُلتَ لِفلانٍ کذا وقد کانَ لِفلانٍ۔

(۲۲۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، یا رسول اللہؐ کون صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اس حالت میں کہ تو صحیح و تندرست ہو، حریص ہو، غنی بننے کی آرزو رکھتا ہو، فقر سے ڈرتا اس وقت تک نہ ٹال۔ جب تک کہ تیرے حلقوم تک پہنچ جائے۔ اور تو کہے کہ فلاں کیلئے اتنا اور فلاں کے لئے اتنا۔

حدیث کا مفہوم

نیک کام کرنا۔ صدقہ اور خیرات کرنا صحت اور تندرستی ہی کے عالم میں زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے۔ جب آدمی کو موت کا اندیشہ کم ہوتا ہے زندگی کی امنگیں جوش پر ہوتی ہیں اور وہ آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے منصوبے دل ہی دل میں بنایا کرتا ہے۔ ایسے عالم میں، اگر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خلوص اور صداقت نیت کے ساتھ صدقہ اور خیرات کیا جائے تو اس کی زیادہ فضیلت ہے، بہ نسبت اسکے کہ جب روح پرواز پیدا کر رہی ہو! زندگی کی آس ٹوٹ چکی ہو، اور موت دستک دیتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہو!

۱؎ حصولِ قوت کے لئے۔ ۲؎ موت کا پنجہ۔

صحیح :۔ سے مراد سلیم الجسم ۔

حریص سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی قوت، کمال عقل، اور شعور کے بڑھانے پر حریص ہو تا کہ مال و دولت کی لذت حاصل کرے، فقر و فاقہ سے دور ہو!

صدقہ کو اس وقت تک کے لیے مؤخر نہ کرنا چاہیئے۔ جب دنیا سے جی سیر ہو جائے اور آدمی موت کے استقبال کے لیے کمر بستہ ہو کر بیٹھ جائے۔ ایسے وقت میں صدقہ کرنا زیادہ سود مند نہیں ہوتا، نہ حسن نیت اور خلوص و صداقت پر دلیل ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اس مال و دولت سے اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ اس وقت صدقہ اور خیرات کی سعی سوجھی۔ صدقہ اور خیرات کا لطف تو جب ہے کہ آدمی کو مال اور دولت کی اپنے لئے ضرورت ہو اور پھر وہ خوش دلی اور خلوص کے ساتھ اس کا ایک معقول حصہ خدا کی راہ میں صرف کرنے پر آمادہ اور تیار ہو۔ اس صورت میں وہ اجرِ عظیم اور ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ورنہ کھوٹے عمل اور کھوٹی نیت کے ساتھ نہیں۔

باب ۸۷

وقف! — ارکان — شرائط — مسائل

اقارب کے لئے

(۲۸۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طلحۃ زید بن سہل اجعلها لفقراء اقاربك فجعلها لحسان بن ثابت و ابی بن کعب۔

(۲۸۹) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے ابو طلحہ زید بن سہل سے فرمایا[۱] ۔ اپنے غریب[۲] اقارب کیلئے (وقف) کرو۔ چنانچہ انہوں نے حسان[۳] بن ثابت رض اور ابی بن کعب رض کے لئے (وقف) کیا۔

---

[۱] ایک موقع پر [۲] محتاج اور بے مایہ، [۳] بوجہ قرابت اور تعلق،

آیت قرآنی

جب رسول اللہؐ پر یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ "یعنی تم نیکی نہیں حاصل کر سکتے، جب تک اپنی پسندیدہ چیز یں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔" یہ سن کر ابوطلحہؓ نے کہا۔ "ہمارا رب ہم سے ہمارا مال چاہتا ہے۔ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی زمین "بَیْرُحاء" اللہ کے لئے وقف کر دی۔

وقف! وقف اس مال کو کہتے ہیں جس کی مقدار معین اور مخصوص ہو جس کی اصل محفوظ رہے اور جس کی آمدنی خدا کی راہ میں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نیک کاموں پر، جن کی تعیین و تخصیص کر دی گئی ہو، صرف کی جایا کرے۔

شرائط وارکانِ وقف

وقف کے ارکان یہ ہیں:۔

۱۔ واقف اور موقوف کا وجود!

واقف کے لئے شرائط یہ ہیں:۔

الف۔ واقف یعنی وقف کرنے والے کو مکلّف ہونا چاہیئے مکلّف سے مطلب یہ کہ اس کے حواس صحیح ہوں اور امورِ شرعیہ کی پابندیاں وہ بجالا سکتا ہو!

ب۔ واقف کے لئے ضروری ہے کہ وہ مختار ہو یعنی کسی کا غلام یا پابند نہ ہو۔ اپنے امور کی انجام دہی اور سربراہی میں، وہ بالکل آزاد اور خود مختار ہو!

ج۔ تبرّع کا اہل ہو، یعنی عاقل و بالغ ہو، فہم اور خرد کا مادّہ رکھتا ہو!

د۔ جس چیز کو وقف کرنا چاہتا ہے اس کا پورے طور پر مالک و خود مختار رہو۔

موقوف کے شرائط

موقوف کے لئے شرائط یہ ہیں:۔

الف۔ کوئی مخصوص و معین چیز ہو۔ ب۔ واقف کی مملوکہ ہو۔

ج - ایک کی ملکیت سے دوسرے کی ملکیت میں منتقل ہو سکتی ہو۔

د - جس کا نفع مباح اور جائز ہو!

ہ - موقوف کا وجود قائم رہنا چاہیئے۔ صرف اس کی آمدنی مصارفِ خیر میں صرف ہونی چاہیئے۔ اور مصارف خیر بھی وہ، جنکی تحدید و تعیین کردی گئی ہو۔

کیا چیز وقف ہوسکتی ہے

و - موقوفہ چیزوں میں حسبِ ذیل چیزیں آسکتی ہیں :-

(۱) جائداد؛ —— (۲) مکان —— (۳) غُلام —— (۴) کتاب —— (۵) مسجد —— (۶) ہر قسم کا جائز مال اور جائز ملکیت۔

کون چیز وقف نہیں ہوسکتی ؟

ز - جو چیزیں وقف نہیں کی جاسکتیں، وہ یہ ہیں :-

(۱) چشمے ؛ —— (۲) کنوئیں ؛ —— (۳) درخت —— (۴) بھالم (جانور) ——

(۲) علمار، مجاہدین، مساجد اور فقرار پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔

(۳) وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے یعنی اسے ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے۔ نیز اس کے مصارف معین کر دینے چاہئیں۔

وقف کا متولّی

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ وقف کا متولّی، اگر وقف کی آمدنی میں سے اپنے مصارف ذاتی پورے کرے تو یہ جائز ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ متولّی خواہ خود واقف ہو، یا کوئی اور شخص اس سے بحث نہیں۔ اسی طرح جو چیز بھی خدا کی راہ میں، نیک کاموں کے لئے خدا کی مرضی حاصل کرنیکی خاطر وقف کی جائے۔ اس کا متولی اس سے منتفع ہوسکتا ہے۔ خواہ اسکے منتفع ہونے کی شرط کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

حضرت ابوطلحہ ! —— اس حدیث میں حضرت ابوطلحہؓ کا ذکر آیا ہے۔ انصارِ مدینہ

میں حضرت ابو طلحہ رض مال و دولت کے اعتبار سے سب سے فائق تھے۔ آپ کے بہت سے باغات تھے اور بہت سی چیزوں کے آپ مالک تھے۔ اپنے مملوکات میں حضرت ابو طلحہ رض کو "بیرحا" پسند تھا، یہ ایک باغ تھا جہاں رسول اللہ صلعم اکثر رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ یہاں کے درختوں کے زیر سایہ آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں کا پانی پیا کرتے تھے۔ یہ جگہ آپ کو بہت مرغوب تھی اسی لئے ابو طلحہ رض بھی اسے سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ مذکورۂ بالا آیت اتری تو حضرت ابو طلحہ رض نے سب سے پہلے جو چیز وقف کی وہ یہی "بیرحا" تھا۔

اسرار و حکم! — اس حدیث میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے مال و دولت، جائداد و املاک کا کچھ حصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہِ خدا میں وقف کر دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ محبت، اپنے مال سے ہوتی ہے۔ یہ اس کے ایمان کی پرکھ ہے کہ وہ اپنے مال میں سے مستقل اور پائندہ طور پر خدا کے لئے کیا دیتا ہے؛ وقف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی حیثیت ایک چشمۂ جاریہ کی ہوتی ہے۔ جس سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور یہ فائدہ کسی ایک آدمی کو نہیں پہنچتا، بلکہ ملت کے اجتماعی امور، خاندان کے اجتماعی مصالح کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے جہاں اسکی افادیت بڑھ جاتی ہے، وہاں واقف کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے!

باب ۸۸

یتیموں کا مال! —— مہلک

(۲۳۰) عن ابی هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يارسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات۔

(۲۳۰) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ سات موبقات[1] سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہؐ وہ سات موبقات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:۔
(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ (۲) سحر[2]۔ (۳) ایسے نفس کا قتل[3] جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ سوا جائز صورت[4] کے۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیموں[5] کا مال کھانا۔ (۶) میدان جہاد سے فرار اختیار[6] کرنا۔ (۷) پاکباز اور بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔

حدیث کی تشریح

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ امور ممنوعہ کا ارتکاب انسان کے دین اور ایمان کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے، اور نگاہ غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ یہ سب باتیں انسانی معاشرہ میں بہت اہم حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا اختیار کرنا ایک اجتماعی گناہ ہے ایک ایسا گناہ ہے جس سے کسی فرد واحد ہی کو نقصان نہیں پہنچتا، بلکہ انسانی معاشرے میں داغ لگ جاتا ہے۔ اور بداعمالی اور بدکاری کی ایسی راہ کھل جاتی ہے جس کا بند کرنا پھر اختیار سے باہر ہو جاتا ہے، اسلئے حدیث میں ان چیزوں کو "موبقات" سے تعبیر فرمایا ہے یعنی ایسی چیزیں جو انسان کے دین اور ایمان کے لئے مہلک ہیں جن کا ارتکاب انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ لہٰذا ان کے ارتکاب سے اجتناب لازم ہے۔

باب ۸۹

افضل الناس ——— افضل ترین

(۲۳۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قیل یارسول اللہ

---

[1] مہلکات یعنی انسان کو اس کے دین اور ایمان کو ہلاک اور غارت کر دینے والی چیزیں۔ [2] جادو پر اعتقاد رکھنا یا جادو کرنا۔ [3] انسان کا قتل حرام ہے۔ [4] البتہ اگر وہ خود قتل کا مرتکب ہو تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ [5] ناجائز طور پر! [6] یہ گویا دین الٰہی کی نصرت سے بھاگنا ہے۔

اَیُّ النّاس افضل فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مؤمن یجاھد فی سبیل اللّٰه بنفسه وماله قیل ثمّ من۔ قال مؤمن فی شعب من الشّعاب، یتّقی اللّٰه ویدع النّاس من شرّہ۔

(۲۳۱) حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا:۔ یارسول اللّٰہؐ سب سے زیادہ افضل[1] کون سا آدمی ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ مومن جو اللّٰہ کے راستے میں اپنی جان[2] اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہو۔

دریافت کیا گیا۔ "پھر کون؟"

آپؐ نے فرمایا، وہ مؤمن جو کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو، خدا سے ڈرتا ہو، اور لوگوں کو اپنے شر[4] سے محفوظ رکھتا ہو۔

مقصد اور مفہوم

اس حدیث شریف میں عزلت اور گوشہ نشینی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ جو آدمی گوشہ نشین رہتا ہے، وہ غیبت، لغو بیانی اور اسی طرح کی دوسری برائیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ رہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی امن میں رہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس سے کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ لیکن عزلت نشینی اور گوشہ نشینی کی فضیلت صرف اسی وقت تک ہے جب تک فتنہ کا احتمال ہو، اور اگر اس کا امکان نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ شر انگیزی اور فتنہ خیزی کا کوئی احتمال نہیں تو مذہب جمہور یہ ہے، کہ اعتزال و انفراد سے اختلاط و اجتماع بہتر ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں فرمایا ہے:۔

المؤمن الذی یخالط النّاس ویصبر علیٰ اذاھم اعظم اجرا من الذی لا یخالط النّاس ولا یصبر علیٰ اذاھم!

---

[1] از روئے عمل و سیرت؛ [2] خدا کی راہ میں تلوار بھی اٹھاتا ہو، اور خدا کے بندوں کی مدد بھی کرتا ہو!
[3] مقصد گوشہ نشینی سے ہے خواہ وہ گھر ہو، مسجد ہو، یا درۂ کوہ! [4] نقصان سے!

یعنی، جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیف رسانی پر صبر کرتا ہے، وہ زیادہ اجر پائے گا۔ بہ نسبت اس شخص کے جو لوگوں میں مِل جُل کر نہیں رہتا، اور لوگوں کی تکلیف رسانی پر صبر سے کام نہیں لیتا۔

باب ۹۰

جہاد! ——— خدا کا ذمہ

(۲۳۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ مثلُ المجاھدِ فی سبیلِ اللہ واللہ اَعلم بمن یجاھدِ فی سبیلہ کمثل الصائم القائم وتوکّل اللہ للمجاھد فی سبیلہ بان یتوفاہ ان یدخلہُ الجنّۃ او یرجعہُ سالِمًا معَ اجرٍ او غنیمۃٍ۔

(۲۳۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا، کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال — اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد[1] کرتا ہے — اس شخص کی مانند ہے جو (دن[2]) کو روزہ رکھتا ہے۔ اور (رات[3]) کو نماز پڑھتا ہے۔ اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے اس بات کا ذمہ لیا ہے، کہ اسے موت دے گا تو جنّت میں داخل کرے گا یا ثواب، سلامتی اور مال غنیمت کے ساتھ زندہ واپس لائے گا۔

جہاد فی سبیل اللہ

(۲۳۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اٰمن باللہِ و برسُولہ، واقام الصّلوٰۃ وصام رمضان کان حقًّا

---

[1] یعنی یہ کہ اس کی نیت خالص ہے یا نہیں وہ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکلا ہے یا حبِّ مال اور حبّ دُنیا کے لئے۔ [2] دن بھر۔ [3] رات بھر۔

علی اللہِ ان یُدخِلَہُ الجنّۃَ جاھَدَ فی سبیلِ اللہِ اوجلسَ فی ارضِہِ الّتی وُلِدَ فیھا فقالُوا یارسُول اللہ افلا نبشّر النّاس قال اِنّ فی الجنّۃِ مائۃَ درجۃٍ اعدّھا اللہُ للمجاھِدِینَ فِی سبیلِ اللہِ ما بینَ الدّرجتَینِ کما بین السّماءِ والارض فاذا سألتمُ اللہَ فاسألوہُ الفردوسَ فاِنّہٗ اوسطُ الجنّۃِ أُراہُ قال وفوقَہٗ عرشُ الرّحمٰنِ ومنہُ تفجّرُ انھارُ الجنّۃِ ۔

(۲۴۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، نماز پڑھے، اور روزے رکھے۔ تو اللہ کے ذمہ[1] یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ خواہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کرے یا جس سرزمین پر پیدا ہوا ہے، وہیں بیٹھا رہے[2]۔ صحابہ نے عرض کیا، اس بات کی لوگوں میں تشہیر[3] کریں؟ آپؐ نے فرمایا جنت میں سو[4] درجے ہیں۔ جو اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنیوالوں کے لئے مہیا کئے ہیں اور ہر دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے، جتنا آسمان اور زمین کے درمیان پس تم جب اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس[5] مانگو، کیونکہ وہ جنت کا افضل اور درمیانی حصہ[6] ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا، اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے وہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں ۔

شہیدوں کا گھر

(۲۴۴) عن سمرۃَ بن جندبٍ رضی اللہُ عنہُ قالَ قالَ النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم رایتُ اللّیلۃَ رجلین أتیانی فصعِدَا بی الشّجرۃَ فأدخلانی دارًا ھیَ احسنُ وافضلُ لم ارَ قطُّ احسنَ منھا قال اما ھٰذِہِ الدّارُ فدارُ الشّھداء ۔

---

[1] اللہ اس امر کا ذمہ دار ہے ۔ [2] یعنی جہاد نہ کرے دوسرے نیک کام کرے ۔ [3] تبلیغ ۔
[4] بہت زیادہ ۔ [5] جنت کی بہترین قسم ۔ [6] فضیلت کی انتہا ۔

(۲۳۴) حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میں نے ایک رات دو[1] آدمیوں کو دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے، وہ مجھے لے کر درخت پر چڑھے۔ پھر انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت اچھا اور ستھرا تھا۔ اس سے اچھا میں نے کوئی گھر[2] نہیں دیکھا تھا۔ وہ دونوں بولے: "یہ گھر شہیدوں[3] کا گھر ہے"۔

مشک کی خوشبو

(۲۳۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہُ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والّذی نفسی بیدہٖ لا یکلمُ احدٌ فی سبیل اللہ واللہُ اَعلمُ بمن یکلم فی سبیلہ الّا جاء یوم القیٰمۃ واللونُ لونُ دمٍ والریحُ ریحُ المسکِ

(۲۳۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، اس ذات کی قسم[4] جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ خدا کے رستے میں جو شخص زخمی ہوگا۔ اور خدا خوب[5] جانتا ہے جو اس کے راستے میں زخمی ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن وہ آئے گا تو اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا۔ اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

تلوار کا سایہ

(۲۳۶) عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہُ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعلموا اَنّ الجنّۃَ تحتَ ظِلَالِ السُّیُوفِ۔

(۲۳۶) حضرت عبد اللہ بن اوفیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جان[6] لو، جنت تلوار کے سائے تلے ہے۔

---

[1] جبرئیل و میکائیل [2] دنیا میں [3] یعنی راہِ خدا میں اپنی گردن کٹانے والے یہاں رہیں گے۔
[4] یعنی خدا کی قسم! [5] اللہ دل کا راز جانتا ہے اُسے معلوم ہے کہ آدمی کی اصل نیت کیا ہے، رضائے خداوندی یا حُبِ دنیا اور جاہ و شہرت! [6] تاکید کے لئے ہے۔ یعنی غور سے سنو، اچھی طرح معلوم کر لو۔

بُزدلی سے پناہ

(۲۳۷) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال کان النبیُّ صلّی الله علیه وسلم یقول اللّٰهمّ انّی اعوذ بك من العجز والکسل والجبن والهرم واعوذ بك من فتنة المحیا والممات واعوذ بك من عذاب القبر۔

(۲۳۷) حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، درماندگی سے، کسل سے، بُزدلی سے، ہرم[1] سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں، عذابِ قبر سے۔

پانچ شہید

(۲۳۸) عن ابی هریرة رضی الله عنه انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الشّهداءُ خمسةٌ المطعون والمبطون والغرق وصاحب الهدم۔ والشهید فی سبیل الله۔

(۲۳۸) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔ شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں:۔ (۱) مطعون[3]؛ (۲) مبطون[4]؛ (۳) غرق[5]؛ (۴) صاحب الہدم[6]؛ (۵) شہید فی سبیل اللہ؛

قتلِ انسان

انسانی جان کا جتنا احترام اسلام میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں انسانی زندگی کے حفظ و بقاء پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:۔

---

[1] جس کے باعث آدمی خدا کی راہ میں جہاد نہیں کر سکتا۔ [2] بہت زیادہ بڑھاپا جس سے انسان بالکل ازکار رفتہ ہو جاتا ہے! [3] طاعون زدہ شخص بلکہ ہر وہ مسلمان جو کسی وبائی بیماری سے انتقال کرے۔ خواہ طاعون ہو خواہ ہیضہ، یا اور کوئی وبائی بیماری۔ [4] پیٹ کا کوئی مرض؛ [5] جس کی موت ڈوبنے سے ہو، لیکن حادثہ یا خودکشی کے طور پر نہ ہو! [6] جو کسی حادثہ میں دب کر مر جائے!

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ - یعنی :-

"جس نے کسی کی جان لی - بغیر اسکے کہ اس نے (مقتول نے) کسی کی جان لی ہو، یا زمین میں فساد برپا کیا ہو - تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا - اور جس نے کسی کی جان بچائی، اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچالی - !"

اِن الفاظ کی معنویت خود آپ اپنی شاہد ہے اس موضوع پر ان سے بڑھ کر مؤثر، دل نشین، اور حکیمانہ الفاظ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتے تھے - ایک انسان کے قتل بیجا کو - یا در کھئے قتل بے جا - کو تمام نوع انسانی کے قتل سے تشبیہہ دینا اور ایک آدمی کو کسی کے پنجۂ ظلم سے بچالینے کو ساری نوع انسانی کی تجدید حیات سے تعبیر کرنا حرمت نفس، اور امن و امان کی سب سے بڑی گارنٹی ہے، جو اسلام نے دی ہے اور جب تک اسلام کی فرمانروائی کا سکہ چلتا رہا - یہ گارنٹی قائم رہی -

حکم قتل!

قرآن کریم میں جہاد و قتال کے بارے میں سب سے پہلی جو آیت اُتری ہے - وہ سورۂ حج کی یہ آیت ہے :-

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ یعنی :-

"جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ اُن کی مدد پر یقیناً قادر ہے - یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں - ان کا قصور صرف یہ تھا کہ یہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے !!"

تصریحات

جہاد و قتال کا یہ حکم کس اصول پر مبنی ہے ؛ - جاپان نے چین کے خلاف اس لئے

کی تھی کہ جاپان کو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے ایک وسیع خطۂ ارض کی ضرورت تھی۔ جرمنی اس لئے پڑوسی ممالک پر حملہ کر رہا تھا کہ اُسے اپنی آبادی کے لئے زمین کی ضرورت تھی۔ اور تجارتی منڈی کی بھی۔ روس نے فن لینڈ پر اسلئے گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ کی تھی کہ مصالح جنگ کا تقاضا یہی تھا۔ اٹلی نے دوسری جنگِ عظیم سے پہلے حبش پر اور دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں البانیہ پر اسلئے قبضہ کر لیا تھا کہ اُسے مستعمرات اور نوآبادیات کی ضرورت تھی۔ فرانس، مراقش، الجزائر اور تیونس کے نہتوں لیکن حریت پسندوں کے خلاف اس لئے توپ و تفنگ کا استعمال کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنی سامراجیت کا حفظ و بقا اسی میں دیکھتا ہے۔ برطانیہ نہر سویز پر بزور قوت اسلئے قابض و متصرف ہے کہ بغیر اس کے وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور ملایا و سنگاپور پر اسلئے تلوار کے سائے میں اس کا پرچم لہرا رہا ہے کہ اگر یہاں سے ہٹ جائے تو ایک بہت بڑی منڈی غلاموں کی اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور عدن پر اس لئے اس کی فوجِ ظفر موج کا تسلط ہے کہ یہاں سے وہ یمن کو آنکھ دکھاتا رہے۔ امریکہ نے جاپان کے دو بڑے شہروں پر ایٹم بم پھینک کر چشم زدن میں کئی لاکھ انسانوں کا صفایا اس لئے کر دیا تھا کہ اختتامِ جنگ کی اس کے سوا کوئی اور صورت ہی نہیں تھی۔ یہ سب واقعات ابھی حال کے ہیں، یعنی اس وقت کے جب تہذیب و تمدن کا آفتاب عالم تاب نصف النہار پر جلوہ فگن ہے!

لیکن آج سے چودہ سو برس پہلے، عرب کے ریگذار سے، جو مذہب اسلام کا نام اختیار کر کے رکھا تھا اس نے ان وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی جوازِ جنگ کے لئے تسلیم نہیں کی تھی، اس کے نزدیک جنگ صرف اس صورت میں جائز ہے۔ جب

(۱) انسان پر ظلم کیا گیا ہو۔

(۲) اسے گھروں سے بغیر خطا و قصور کے نکال کر مہاجرت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(۳) اتنے تعصب کا مظاہرہ اکثریت اور قوت کے بل پر کیا جائے کہ آدمی اپنے رب کی

عبادت نہ کر سکے۔ اس کا نام نہ لے سکے۔

خوب غور کر لیجئے، خوب موازنہ کر لیجئے اور پھر فرمایئے کہ، کیا اسلام کا جہاد دوسروں کی جنگ کے مقابلہ میں واقعی مقدس نہیں ہے!

چند اور اسباب جواز

جنگ کے اسباب و علل اور سبب و غایت پر مذکورہ بالا میں گفتگو کی جا چکی ہے قرآن مجید کی دوسری آیات سے، اور ان کے سیاق و سباق سے جنگ و مقاتلہ اور جہاد کے جواز اور سبب معلوم ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) اگر مسلمانوں سے عذر اور بد عہدی کی جائے۔ یعنی معاہدہ کیا جائے، پھر اُسے توڑ دیا جائے۔ ایسے لوگ جو بغیر کسی جائز سبب اور علّت کے معاہدہ توڑ دے ہیں مسلمانوں کو حکم ہے کہ اُن سے لڑیں۔ یہاں تک کہ ان کی سرکشی اطاعت سے بدل جائے۔

(۲) جن کافروں اور مشرکوں سے معاہدہ ہو، مگر ان کا رویہ سراسر معاندانہ ہو، ایسے لوگوں سے فوری جنگ نہیں کی جا سکتی۔ انہیں مطلع کر دیا جائے کہ اب یہ معاہدہ فلاں فلاں وجوہ سے، فلاں وقت سے ختم کر دیا جائے گا۔ پھر اُن سے جنگ کی جائے۔

جنگ میں سب کچھ جائز ہے

مشہور ہے عشق اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ دُنیا کی دُوسری قوموں اور ملتوں میں یہ سب کچھ پہلے بھی جائز تھا اب بھی جائز ہے اور قیامت تک جائز رہے گا۔ جرمنی نے اپنے اسیرانِ پر جو مظالم توڑے تھے اس کی سزا، جنگ ختم ہونے کے کئی برس بعد اب تک نازی افسروں کو مل رہی ہے۔ اسی طرح جاپان سے اپنے اسیرانِ جنگ پر جو لرزہ خیز مظالم کیے۔ ان کی شہادت وہ لوگ دے سکتے ہیں جنہیں جاپانی کیمپوں میں رہنے کا اتفاق ہوا مگر خوش قسمتی سے بچ آئے۔ روس نے اپنے اسیران جنگ سے یہ سلوک کیا کہ اب تک ہزار ہا جاپانی لاپتہ ہیں۔ وہ منکر ہیں کہ ہم نہیں جانتے۔ جاپان کہتا ہے تم نے

ہی پکڑا تھا، برطانیہ، امریکہ اور فرانس چونکہ فاتحین جنگ میں ہیں۔ ان سے کوئی مفتوح پوچھ نہیں سکتا کہ تم نے کیا کیا؟

"جنگ میں سب کچھ جائز ہے" کے اصول کے ماتحت جس طرح اسیرانِ جنگ کو تختۂ مشق وستم بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری زیادتیاں بھی کی جاتی ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) شب خون یعنی سوتے میں اچانک ٹوٹ پڑنا۔ (۲) نہتے شہریوں پر بمباری (۳) عورتوں اور بچوں کی ہلاکت۔ (۴) غیر جنگجو آبادی پر ظلم وستم، لوٹ مار۔ (۵) شک وشبہ کی بنا پر زیادتیاں۔ (۶) عورتوں کی عصمت دری۔ (۷) عہد شکنی۔

یہ سب کچھ، اور اس سے بھی کہیں زیادہ بہت کچھ اسلئے اور صرف اسلئے جائز ہے کہ جنگ میں سب کچھ جائز ہے؛

لیکن اسلام؟

لیکن اسلام جنگ کی حالت میں بھی دراز دستیوں کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے جنگ کو مقدس اور مطہر چیز بنا دیا ہے۔ لہٰذا جہاد کے دوران میں شدید سے شدید ضرورت اور مجبوری کے باعث بھی کوئی غیر مقدس اور ناواجب حرکت نہیں کی جا سکتی۔ وہ صرف اتنی ہی طاقت استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جو اصلاح احوال کے لئے ضروری ہو۔ قوت وشوکت کے اندھا دھند استعمال کا وہ سخت وشدید مخالف ہے۔ وہ جنگ کی حالت میں بھی جبکہ کشت وخون ایک فریضہ بن جاتا ہے۔ رحم وشفقت، عدل وانصاف اور احترام انسانیت کو نظر انداز نہیں کرتا، وہ ہر حالت میں حدِ اعتدال پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس حکم کی خلاف ورزی کو مستحق تعزیر سمجھتا ہے۔

ممنوعاتِ جنگ!

اسلام نے اسلام کے پیغمبر نے، اور پیغمبر کے جانشینوں نے صاف اور واضح الفاظ میں بتا دیا ہے۔ کہ جنگ میں کیا کیا جا سکتا ہے؛ اور کیا نہیں کیا جا سکتا۔ کیا

کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟ کونسی چیز حلال ہے اور کون سی حرام؟

ذیل میں ہم چند خاص خاص امور کا ذکر کرتے ہیں تاکہ صورتِ مسئلہ واضح ہو جائے۔

۱۔ شب خون کی ممانعت

شب خون دُنیا کا قدیم ترین طریق جنگ ہے۔ آج بھی جنگ کے فنون میں سب سے زیادہ کامیاب اور قابلِ تعریف فن یہی ہے کہ دشمن پر اچانک حملہ کر دیا جائے اور اسکی بے پروائی اور غفلت سے فائدہ اُٹھا کر اُسے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔

لیکن اسلام اسے جائز نہیں قرار دیتا۔ وہ کھلی جنگ کو پسند کرتا ہے، دھوکہ اور فریب کو جائز نہیں سمجھتا۔ غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:-

کان اذا جاء قوما بلیل لم یغز علیھم حتّٰی یصبح۔ یعنی:-

"آپؐ جب کبھی دشمن گروہ پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی، جنگ کا آغاز نہ کرتے۔"

۲۔ ایذا رسانی کی ممانعت

جنگ کے دوران میں فریقِ مخالف کے جو لوگ ہاتھ آجاتے ہیں انہیں طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کیا جاتا تھا۔ عرب جاہلیت میں بھی اور موجودہ عہد مدنیت میں بھی۔ لیکن اسلام ایذا رسانی کا سخت مخالف ہے۔

اسلام نے آگ میں جلانے کی سخت ممانعت کی ہے۔

اسلام نے جبر کی بھی اجازت نہیں دی ہے یعنی ہاتھ پاؤں باندھ کر ہلاک کرنے کی۔

اسلام نے مثلہ کی بھی ممانعت کی ہے یعنی کسی چہرہ وغیرہ بگاڑ دینا۔

۳۔ لوٹ مار یا مالِ غنیمت!

بہت سے لوگ لوٹ مار اور مالِ غنیمت کو ایک ہی بات سمجھتے ہیں یعنی مفتوح قوم سے جو کچھ ہاتھ آجائے وہ چھین لیا جائے اور یہ مالِ غنیمت ہے۔

یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مالِ غنیمت صرف وہ ہے جو میدانِ جنگ میں ہاتھ آئے۔ باقی غیر جنگ جو اور شہری اس زد میں قطعاً نہیں آتے۔ اُن سے اگر کچھ لیا جاتا ہے، تو یہ لُوٹ مار ہے اور اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

جنگِ خیبر کا ایک واقعہ

جنگِ خیبر میں صلح ہو جانے کے بعد، بعض نو آمدہ لوگوں نے غارت گری شروع کر دی تو یہود کا سردار آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا:۔

یا محمد؛ الکم ان تذبحوا حمرنا و تاکلوا ثمرنا و تضربوا نسائنا؛

یعنی:۔ "اے محمد! کیا آپ کے لئے زیبا ہے کہ آپ لوگ ہمارے گدھوں کو ذبح کریں! ہمارے پھل کھا ڈالیں اور ہماری عورتوں کو ماریں پیٹیں؟"

یہ سُن کر رسول اللہ صلعم نے اہلِ لشکر جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

ایحسب احدکم متکئاً علی اریکته قد یظن انّ اللہ لم یحرم شیئاً الا ما فی ھٰذا القرآن، الا وانی واللہ قد وعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القرآن او اکثر وان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب، الا باذن ولا ضرب نساءھم ولا اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم۔ یعنی:۔

"کیا تم میں سے کوئی شخص تختِ غرور پر بیٹھا یہ سمجھ رہا ہے کہ اللہ نے سوا ان چیزوں کے جو قرآن میں حرام کی گئی ہیں اور چیز حرام نہیں کی؛ خدا کی قسم، میں جو کچھ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور جو امر و نہی کے احکام دیتا ہوں وہ بھی قرآن کی طرح یا اس سے زیادہ ہیں۔ اللہ نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ۔ ان کی عورتوں کو مارو پیٹو، اور ان کے پھل کھاؤ۔ حالانکہ ان پر

جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں دے چکے۔" (الجہاد فی الاسلام)

۴۔ تباہ کاری کی ممانعت

اسلام، فوجوں کی پیش قدمی کے وقت، بغیر کسی خاص ضرورت کے فصلوں کو، کھیتوں کو، یا درختوں کو اجاڑنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کو "فساد" سے تعبیر کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ" (البقرۃ)

چند اور ممنوعات

الف۔ قتل سفیر کی اجازت بھی نہیں۔

ب۔ بدعہدی کو سخت قابلِ مذمت قرار دیا گیا ہے۔

ج۔ راہ گیروں، مسافروں، مذہبی پیشہ وروں سے زیادتی کی ممانعت۔

حضرت ابو بکرؓ کے احکام

حضرت ابو بکرؓ نے جب شام کی طرف اسلام کا لشکر بھیجا تو حسب ذیل ہدایات دیں:

(۱) عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

(۲) مثلہ نہ کیا جائے۔

(۳) راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے، نہ اُن کے معابد مسمار کئے جائیں۔

(۴) کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے۔ نہ کھیتیاں جلائی جائیں!

(۵) آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

(۶) جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

(۷) بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔

(۸) جو مطیع ہو جائیں مسلمانوں کی طرح ان کے جان و مال کا احترام کیا جائے۔

(۹) مالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

(۱۰) جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

ایک طرف ان ہدایاتِ صالحہ کو دیکھئے اور ان کا موازنہ عہد جدید کے اصولِ جنگ سے کیجئے۔ پھر دیکھئے، پلّہ کس کا بھاری رہتا ہے۔

اسیرانِ جنگ

اسیرانِ جنگ کے ساتھ اسلام نے حُسنِ سلوک کی بنیادی اہمیت دی ہے۔ قرآن مجید میں، اسیر کو کھانا کھلانے کی تاکید ہوئی ہے۔ اور اسے نیکو کاروں کا فعل قرار دیا ہے۔

"وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا"

یعنی: "وہ اللہ کی خاص خوشنودی کے لئے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں"

قرآن کی اس تعلیم اور آنحضرتؐ کی ہدایات کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان خود کھجوریں کھاتے تھے اور اسیرانِ جنگ کو روٹی اور سالن کھلاتے تھے۔ خود تکلیف سے رہتے تھے اور انہیں آرام پہنچاتے تھے۔ جن کے پاس کپڑے نہ تھے، انہیں خود رسول اللہؐ نے اپنے پاس سے کپڑے پہنائے — اسیرانِ جنگ کے لئے اسلام کا حکم یہ ہے کہ:۔

(۱) یا تو انہیں بغیر فدیہ کیلئے چھوڑ دیا جائے۔ (۲) یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔

ذمّی اور جزیہ!

ذمّی، شرع کی اصطلاح میں وہ لوگ کہلاتے ہیں، جو مفتوح ہونے کے بعد مسلمانوں کی زیرِ حکومت رہیں۔ پھر یہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہیں اور ان کے جان و مال کا ذمّہ مسلمان حکومت لے لیتی ہے۔

وضاحت اور صراحت

(۱) ذمّی کے مال و جائداد پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) ذمّی اپنی جائیداد و املاک کے بدستور مالک رہیں گے۔ انہیں اپنے مملوکات کے رہن و بیع کا پورا اختیار ہوگا۔

(۳) جزیہ کی مقدار حسبِ امکان و استطاعت مقرر کی جائے گی۔ حضرت عمرؓ

دولتمندوں پر ایک روپیہ، متوسط الحال لوگوں پر آٹھ آنے۔ غریب لوگوں پر چار آنے جزیہ مقرر کیا تھا۔ اور بالکل ناداروں سے جزیہ معاف کر دیا تھا۔

(۴) جزیہ صرف ان لوگوں پر عاید کیا جاتا ہے جو اہلِ قتال ہیں یعنی قتال و جنگ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ غیر اہلِ قتال مثلاً عورتیں، پاگل، اندھے، بچے، عبادتگاہوں کے خدام، بوڑھے، فقراء اور لونڈی، غلام وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔

ذمی کے حقوق اور حیثیت

(۱) کسی ذمی کو اگر کوئی مسلمان قتل کرے گا تو قصاص میں اس کی بھی جان لی جائے گی۔ مسلمان اور ذمی کا خون بالکل برابر ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک ذمی کے مسلمان قاتل کو قصاص کا حکم دیا۔ مقتول کے بھائی نے خون معاف کر دیا مگر حضرت علیؓ نے فرمایا :-

"لعلهم فزعوك ، اوهددوك -

یعنی :- شاید قاتل کے عزیزوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہے"

لیکن مقتول کے بھائی نے اطمینان دلایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں خون بہا لے چکا ہوں اور میرا بھائی اَب واپس نہیں مِل سکتا۔ تب آپؓ نے مسلمان کو رہا کر دیا۔

(۲) تعزیرات میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو ملے گی وہی ذمی کو کو۔ ذمی کا مال مسلمان چرائے یا مسلمان کا مال ذمی۔ دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ ذمی کسی مسلمان عورت سے زنا کرے یا مسلمان کسی ذمی عورت سے دونوں کو یکساں سزا ملے گی۔

(۳) مسلمان، ایک مرتبہ کسی کو ذمی بنا لینے کے بعد عقد ذمہ کبھی نہیں توڑ سکتے۔ اگرچہ وہ

الف۔ جزیہ دینا بند کر دے؛ ب۔ کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے۔

ج۔ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کرے۔ د۔ کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کرے۔

اور ذمی ہر وقت جب چاہیں مسلمانوں کے ذمہ سے نکل جائیں؛

"واما صفة العقد فهو لازم فی حقنا، حتی لا یملک المسلمون نقضهٔ بحال من الاحوال، واما فی حقهم فغیر لازم۔

یعنی: عقد ذمہ ہمارے (مسلمانوں کے) حق میں لازم ہے۔ مسلمان کسی حالت میں بھی اسے توڑ نہیں سکتے۔ اور خود ذمیوں کے لئے عقد ذمہ غیر لازم ہے۔ جب چاہیں توڑ دیں۔

(۴) محتاج ذمیوں کو بیت المال سے وظیفہ ملے گا جیسا کہ مسلمانوں کو ملتا ہے۔

فسخ ذمہ!

ذمیوں کا ذمہ، مسلمانوں کی طرف سے صرف اس صورت میں فسخ ہو سکتا ہے کہ

۱۔ ذمی دارالاسلام سے دار الکفر میں منتقل ہو جائے۔

۲۔ بغاوت کا مرتکب ہو۔

ذمیوں کا پرسنل لاء

ذمیوں کے شخصی معاملات کا تصفیہ ان کی شریعت کے مطابق کیا جائے گا۔ اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جائے گا۔ جو چیزیں ان کے مذہب میں حرام ہیں، ان کی پابندی کرائی جائے گی۔ جو اسلام میں حرام ہیں لیکن ان کے ہاں حرام نہیں ہیں، انہیں وہ اپنی بستی اور اپنے علاقے میں آزادی کے ساتھ برت سکیں گے۔ اسلامی آبادی میں صرف حکومت کی اجازت سے انہیں برتنے کا حق ہو گا۔

ذمیوں پر تشدد کی ممانعت

ذمیوں سے جزیہ اور خراج وصول کرنے کے سلسلہ میں کسی قسم کا تشدد نہیں روا رکھا جا سکتا۔ ایک موقعہ پر حضرت علیؓ نے اپنے عامل کو لکھا:۔

"ذمیوں کے جاڑے گرمی کے کپڑے، کھانے کا سامان، جانور جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں، خراج وصول کرنے کے لئے ہرگز نہ بیچنا، نہ کسی کو کھڑا رہنے کی سزا دینا نہ ان کی کسی چیز کا نیلام کرنا، کیونکہ ہم، جو ان کے

حاکم بنائے گئے ہیں، تو ہمارا کام نرمی سے وصول کرنا ہے۔ اگر تم نے میرے حکم خلاف کے خلاف عمل کیا، تو اللہ میرے بجائے تم کو پکڑے گا، اور اگر مجھے تمہاری خلاف ورزی کی خبر پہنچی تو میں تمہیں معزول کر دوں گا"۔

(الجہاد فی الاسلام بحوالہ کتاب الخراج)

ذمیوں کے ساتھ رعایت

ذمیوں کو چند اور خاص رعایتیں بھی دی گئی ہیں:۔

(۱) اگر کوئی ذمی مر جائے تو اس کے ترکہ سے، یا اسکے ورثار سے جزیہ کا بقایا نہیں وصول کیا جائے گا۔

(۲) مسلمان تاجروں کی طرح ذمی تاجروں سے بھی اموال تجارت پر ٹیکس لیا جائے گا۔ لیکن جب راس المال دو سو درم تک پہنچ جائے یا وہ بیس مثقال سونے کے مالک ہوں۔

(۳) ذمی کو فوجی خدمت معاف ہے مسلمان جبراً فوج میں بھرتی کئے جا سکتے ہیں ذمی نہیں۔ اسلئے کہ جزیہ ان کی حفاظت جان و مال کے لئے لیا جاتا ہے۔ اگر مسلمان ان کی جان و مال کی حفاظت نہ کر سکیں تو انہیں ذمیوں سے جزیہ لینے کا کوئی حق نہیں جیسا کہ جنگِ یرموک کے موقع پر حمص کے عیسائیوں کو ان کی رقم جزیہ معاف کی گئی!

ذمی اور خلیفہ

ایک ذمی کی حیثیت اسلام میں کیا ہے اس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعہ سے ملے گا حضرت علیؓ کی زرہ کھو گئی، وہ ایک یہودی کے پاس پائی گئی۔ آپؓ نے مطالبہ کیا۔ اس نے انکار کیا حضرت علیؓ قاضئ وقت حضرت شریحؒ کی عدالت میں استغاثہ داخل کرتے ہیں!

قاضی شریحؒ حضرت علیؓ کے محکوم ہیں، وہ خلیفہ، یہ قاضی، حضرت علیؓ کی جلالتِ شان سے واقف ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا تھے؟ برادر رسولؐ تھے، حضرت فاطمہؓ کے شوہر تھے، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے والد تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلیفہ تھے، جو ایک

جنبشِ لب سے جو چاہتے کر سکتے تھے، لیکن قاضی شریح حق و انصاف کے معاملہ میں اتنی بڑی شخصیت سے ذرا بھی مرعوب یا متاثر نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے کہا:۔

"ثبوت؟"

حضرت علیؓ گواہی میں اپنے غلام قنبر اور صاحبزادے امام حسنؓ کو پیش کرتے ہیں

قاضی نے کہا:۔

امام حسنؓ کی شہادت آپ کے بارے میں نہیں قبول کی جاسکتی، وہ آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کے دعوے پر بیٹے کی گواہی ناقابلِ تسلیم ہے"

حضرت علیؓ خاموش ہو جاتے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر یہودی بآوازِ بلند کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے "جس دین میں یہ انصاف ہے، وہ ضرور سچا ہے"۔ (الجہاد فی الاسلام) (بحوالہ سیوطی)

باب ۹۱

نحوست ـــــــــ منحوس!

(۲۳۹) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الشؤم فی ثلاثۃ فی الفرس والمرأۃ والدار"۔

(۲۳۹) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے:۔

(۱) گھوڑا[1] ـــــــ (۲) عورت[2] ـــــــ (۳) گھر![3] ـــــــ

---

[1] جبکہ اس سے جہاد کا کام نہ لیا جاوے"

[2] جبکہ وہ بانجھ ہو یا غیر قانع ہو یا جھگڑالو ہو"

[3] اگر پڑوسی خراب ہوں یا گھر مسجد سے دور ہو اور اذان نہ سنائی دیتی ہو"

باب ۹۲

ظاہر اور باطن ـــــــ آغاز و انجام

(۲۴۰) عن سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التقی ھو والمشرکون فاقتتلوا فلما مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عسکرہ ومال الآخرون الی عسکرھم وفی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل لایدع لھم شاذۃً ولا فاذۃً الا اتبعھا یضربھا بسیفہ فقال ما اجزا منا الیوم احد کما اجزا فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ من اھل النار قال رجل من القوم انا صاحبہ قال فخرج معہ کلما وقف وقف معہ واذا اسرع اسرع معہ قال فجرح الرجل جرحًا شدیدًا فاستعجل الموت فوضع نصل سیفہ بالارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علی سیفہ فقتل نفسہ فخرج الرجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشھد انک رسول اللہ قال وما ذاک قال الرجل الذی ذکرت آنفا انہ من اھل النار فاعظم الناس ذلک فقلت انا لکم بہ فخرجت فی طلبہ ثم جرح جرحًا شدیدًا فاستعجل الموت فوضع نصل سیفہ فی الارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علیہ فقتل نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک ان الرجل لیعمل عمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اھل النار وان الرجل لیعمل عمل اھل النار فیما یبدو للناس وھو من اھل الجنۃ ۔

(۲۴۰) حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ نے ایک مرتبہ مشرکین سے قتال کیا۔ جب رسول اللہ صلعم اپنے[1] لشکر کی طرف واپس ہونے لگے اور دوسرے لوگ اپنے لشکر کی طرف (تو) رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں میں ایک شخص تھا[1] جو کسی کو نہیں چھوڑتا (ان پر ایک کا) پیچھا کرتا تھا۔ اپنی تلوار سے حملہ کرتا تھا۔[2] (کسی نے) کہا۔ آج کے دن ہم میں سے کوئی ایسی جزا نہیں پائے[3] گا جیسی فلاں شخص[4]۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ "لیکن وہ اہل نار[5] میں سے ہے" لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کا صاحب ہوں، پھر وہ اُس کے ساتھ ساتھ رہنے لگا۔ جب وہ ٹھہر جاتا وہ بھی رُک جاتا جب وہ چلنے لگتا وہ بھی چلنے لگتا۔ پھر وہ شخص شدید زخمی ہو گیا۔ پھر اس نے موت میں جلدی[6] کی۔ اس نے تلوار کے دستے کو زمین پر رکھا اور اس کی نوک کو اپنی چھاتی سے ٹکایا۔ پھر اس پر پل پڑا۔ پس اپنے آپ کو قتل کر لیا[7] مقتول کا صاحب رسول کے پاس آیا اور کہا:۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ صلعم خدا کے رسول ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیونکر؟ کہنے لگا۔ ابھی آپ صلعم نے فرمایا تھا کہ وہ اہلِ نار میں سے[8] ہے۔ یہ بات لوگوں پر گراں گذری تھی[9]۔ پس میں اس کے پیچھے ہو لیا، پھر وہ شدید زخمی ہو گیا۔ پھر اُس نے موت کو بلانے میں جلدی کی۔ تلوار کا دستہ زمین پر رکھا نوک سینہ سے ٹکائی پھر اس پر پل پڑا اور خودکشی[10] کر لی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بظاہر کوئی شخص اہلِ جنت کے سے کام کرتا ہے مگر وہ ہوتا دوزخی[11] ہے۔ اور کبھی کوئی شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے۔ مگر ہوتا وہ جنتی ہے۔

---

[1] قزمان ؛ [2] بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اور مشرکوں کو جہنم واصل کر رہا تھا ؛ [3] شجاعت اور جذبہ قربانی کے باعث ؛ [4] قزمان ؛ [5] جہنمی ہے ؛ [6] زخم کی تکلیف کی تاب نہ لا سکا۔ [7] خودکشی کر لی ؛ [8] دوزخی ہے ؛ [9] اس کے عمل اور جوشِ جہاد کو دیکھ کر ؛ [10] خودکشی کرنے والا سزاوارِ جہنم ہوتا ہے ؛ [11] نظر انجام پر رکھنی چاہیئے صرف آغاز کو دیکھ کر کوئی رائے نہ قائم کر لینی چاہیئے ۔

حدیث کا مفہوم

امام نووی ؒ کہتے ہیں اس حدیث کا مقصد تحذیر ہے تاکہ لوگ اپنے کارناموں پر گھمنڈ نہ کرنے لگا کریں۔ بندے کے لئے ضروری ہے، کہ وہ اپنے کارناموں پر بھروسا نہ کر لیا کرے انقلاب حال اور قدر سابق سے ڈرتا رہے۔

اس حدیث میں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ گنہ گار کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اس کا انجام نیک ہوگا تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور اسکا آغاز محو کر دیا جائے گا۔

باب ۹۳

یہود سے قتال ——— مقاتلۂ یہود

(۲۴۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتّٰی تقاتلوا الیھود حتّٰی یقول الحجر وراءہ الیھودیُّ یا مُسلِمُ یھودی ورائی فاقتلہ۔

(۲۴۱) حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت[1] نہیں واقع ہوگی جب تک تم یہود سے مقابلہ نہ کرو یہاں تک کہ جس پتھر کے پیچھے کوئی یہودی چھپا ہوا ہوگا، وہ پکارے گا اے مسلمان میرے پیچھے یہودی (بیٹھا) ہے کہ اسے قتل کر ڈال[2]۔

باب ۹۴

جہاد، اور سمع وطاعت۔ امیر یا خلیفہ کی اطاعت کے حدود، جہاد کی نوعیت وکیفیت ——— امر واجب

(۲۴۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ قیامت کے آثار میں سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ یہود سے ہوگی۔
۲؎ انجام کار یہود کو شکست ہوگی۔

قال السمع والطاعة حق مالم یؤمر بالمعصیة فاذا اُمِرَ بمَعْصِیَةٍ فلا سمع ولا طاعة ؛

(۲۴۲) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ سمع وطاعت حق[1] ہے۔ جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور اگر معصیت[2] کا حکم دیا جائے تو پھر سمع[3] وطاعت نہیں ہے ؛

رسُول کی احتیاط

(۲۴۳) عن سالم ابی النضر مولی عمرو بن عبید اللہ وکان کاتبا لہ قال کتب الیہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما فقراتہ ان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض ایامہ التی لقی فیہا انتظر حتّٰی مالت الشمس ثم قام فی النّاس خطیباً فقال ایھا النّاس لا تتمنوا لقاء العدو وسئلوا اللہ العافیۃ فاذا لقیتموھم فاصبروا واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف ثم قال علیہ الصلوۃ والسّلام اللّٰھم منزل الکتاب ومجری السحاب وھازم الاحزاب اھزمہم وانصرنا علیھم ؛

(۲۴۳) عمر بن عبید اللہ کے غلام سالم ابو النضر سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ نے اُنہیں (عمر بن عبید اللہ کو) ایک خط بھیجا جسے میں نے پڑھا (اس میں لکھا تھا) کہ رسول اللہؐ دورانِ جہاد میں ایک دن[4] سورج ڈھلنے کے منتظر رہے (آغاز جنگ کے لئے) پھر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا :۔ اے لوگو! دشمن سے جنگ کی آرزو[5] نہ کرو۔ اللہ سے عافیت[6] طلب کرو، اگر تمہیں ان سے جنگ کرنی پڑے تو صبر سے کام لو، اور جان لو کہ جنت[7]

---

[1] واجب ؛ [2] قرآن وحدیث کے خلاف ؛ [3] فرمانبرداری ؛ [4] کسی وجہ سے ؛
[5] انجام کا حال صرف خدا جانتا ہے ؛ [6] ہر قسم کے خطرات سے ؛ [7] بہادری اور ہمت سے لڑو۔

تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا:۔ اے اللہ کتاب کے نازل کرنیوالے، بادلوں کے چلانے والے، جماعتوں کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر فتح اور نصرت عطا فرما۔

شوق جہاد

(۲۴۴) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ؛

(۲۴۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ[1] میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔[2]

مغز و مفہوم :۔۔۔۔۔۔ اس باب میں تین حدیثیں مذکور ہوئی ہیں۔

حکم اور اطاعت

پہلی حدیث میں امیر سردار، خلیفہ یا حاکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے لیکن اسی وقت تک، جب تک وہ قرآن وحدیث کے ماتحت فرمانروائی کرتا رہے، اگر وہ اس راہ سے ہٹے اور ایسے احکام دے جو خدا کے احکام سے ٹکراتے ہوں تو معاً اس کی اطاعت کا قلادہ گردن سے اتار کر پھینک دیا جائے گا۔ اس لئے کہ:۔

"لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق"

یعنی :۔ خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔

اسلام میں بادشاہت کا کوئی تصور نہیں ہے مطلق العنان فرمانروائی کا کوئی مقام نہیں ہے، مسلمانوں کا سردار امیر المومنین ہوتا ہے یا خلیفۃ المسلمین، دونوں حالتوں

---

[1] یعنی راہِ خدا میں باربار قتل کیا جاؤں اور جب زندگی پاؤں مقاتلہ کرتا رہوں۔ [2] جہاد میں۔

میں وہ خدا کے احکام سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اس سے پیمانِ وفا صرف اسی وقت تک باندھا جا سکتا ہے جب تک وہ قرآن کے احکام پر چلے۔ خدا کے آگے سر جھکائے ارشاد رسولؐ پر اپنی گردن خم کر دے لیکن اگر وہ ان چیزوں سے ہٹ کر، اپنی سلطانی اور فرماں روائی کا ایوان تیار کرتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہے کہ قائم رہے۔ اس لئے اور صرف اس لئے ہے کہ ڈھا دیا جائے مسمار کر دیا جائے، اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے اسے زمین کے برابر کر دیا جائے۔ مسلمانوں کا امیر صرف وہی ہو سکتا ہے جو خدا کا غلام ہو۔ لیکن جو خدا کی غلامی کا منکر ہو اسے مسلمان نہ سر پر بٹھا سکتا ہے، نہ پہلو میں جگہ دے سکتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ایوان اطاعت میں بار نہیں پا سکتا، وہ مسلمان سے خراج اطاعت نہیں حاصل کر سکتا اسکی ہر بات ناقابلِ قبول اور اس کا وجود ناقابلِ برداشت ہے، وہ کسی احترام کا سزاوار نہیں وہ اس قابل ہے کہ اس سے نفرت کی جائے۔ اور ٹھکرا دیا جائے۔

جنگ سے احتیاط

دوسری حدیث میں ایک طرف تو یہ تلقین کی گئی ہے ـــــــــ کہ جنگ کے انجام سے ڈرنا چاہیئے۔ جنگ پسندوں سے گریز کرنا چاہیئے حتی الامکان جنگ کو ٹالنا چاہیئے اور ہرگز اس کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے، کہ جنگ برپا ہو اور خدا کی سرزمین پر خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنایا جائے۔

اور دوسری طرف یہ ارشاد ہے کہ اگر جنگ ناگزیر ہو جائے کسی طرح ٹالے نہ ٹلے اور سر پر آن کھڑی ہو تو پھر اس سے منہ بھی نہ پھیرنا چاہیئے، ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے اور اس حقیقت کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ جنت تلوار کے سایہ میں ہے۔ یعنی جو غازی ہے وہ بھی جنتی ہے جو شہید ہے وہ بھی جنتی ہے۔ جو میدانِ جنگ اور عرصۂ جہاد سے کامیاب و کامگار زندہ سلامت واپس آتا ہے وہ بھی جنت کا سزاوار ہے اور جو لڑتے لڑتے خدا کے راستہ میں اپنی گردن کٹا دیتا ہے۔ اور اپنی جان جانِ آفرین

کو سونپ دیتا ہے اس کا مقام بھی جنت ہے۔ تلوار دونوں کی رفیق اور دمساز ہے۔ مردِ غازی کی بھی اور مردِ شہید کی بھی۔ وہ بھی تلوار سے کھیلتا ہے اور یہ بھی، وہ بھی تلوار کی چھاؤں میں کفن سر پر باندھ کر، جان ہتھیلی پر رکھ کر دیوانہ وار سینہ سپر ہوتا ہے اور یہ بھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی کے حصّہ میں زندگی آتی ہے اور کسی کے حصّہ میں موت۔ لیکن دونوں خدا کے لئے میدان میں اُترتے ہیں اور دونوں خدا کی رحمت و شفقت سے مستفید ہوتے ہیں۔

جہاد کی ترغیب

تیسری حدیث میں رسول اللہؐ نے خود اپنا شوق جہاد بیان فرمایا ہے۔ اندازِ بیان کی طاقت اور الفاظ کے دروبست سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی نظر میں جہاد فی سبیل اللہ کو کیا، اور کیسی اہمیت اور منزلت حاصل تھی۔ آپؐ نے ایک سے زائد بار فرمایا۔ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہوا مارا جاؤں۔ پھر مجھے زندگی ملے اور پھر موت کی لذت سے آشنا ہوں۔

موت کی لذت

کافر اور مشرک کے لئے موت جتنی بھیانک اور خوفناک ہے مومن اور مسلم کے لئے اتنی ہی مرغوب اور لذت آفرین ہے۔ کافر اور مشرک کے لئے یہی دُنیا سب کچھ ہے۔ اس کی لذتیں اس کی رنگینیاں اس کی سرمستیاں حاصل حیات بھی ہیں اور بجائے خود زندگی بھی اس زندگی کے بعد وہ کسی اور زندگی کا تمنائی ہے، نہ مستحق اور نہ متوقع۔ لیکن اس کے بالکل برعکس مسلمان اس زندگی کو فانی سمجھتا ہے اور وہ فانی چیز سے محبت کرنا اپنے ایمان کی توہین سمجھتا ہے اس کا مذہب اُسے بشارت دیتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے اور وہ ہے دائمی اور ابدی۔ اسے کوئی زوال نہیں اس زندگی میں موت کا گذر نہیں۔ وہاں صرف زندگی ہے لذتیں ہیں اور قید ماہ و سال سے آزاد، اس دنیا کے

حصول کے لئے وہ سر دھڑ کی بازی لگاتا ہے وہ فانی چیز دے کر اَبدی چیز لے لیتا ہے اور یہ سودا کر کے وہ گھاٹے میں نہیں رہتا۔ نفع میں رہتا ہے وہ جانتا ہے اس زندگی کا بہرحال خاتمہ ہونا ہے اور اس خاتمہ کی کوئی مدت بھی معین نہیں ہے۔ ہر وقت یہ عمل میں آسکتا ہے۔ پھر کیوں اس سراب کے پیچھے دوڑا جائے، اس زندگی کے حاصل کرنے کی سعی و کوشش کیوں نہ کی جائے جس کا خاتمہ کبھی نہ ہوگا۔ جو ہمیشہ قائم اور باقی رہے گی ؟۔

اعلاء کلمۃ اللہ

دُنیا کی قوتیں لڑتی ہیں، مال و دولت کے لئے، سیم و زر کے لئے، ہیرے اور جواہر کے لئے، ملک و حکومت کے لئے، تجارت، اور سیاسی غلبہ و اقتدار کے لئے، دوسروں کو غلام بنانے اور اپنی سیاست کو فروغ دینے کے لئے، اپنی نئی منڈی پیدا کرنے کے لئے، اپنے ہموطنوں کی خاطر نئی دنیا بسانے کے لئے۔

لیکن اسلام کی لڑائی، اگر مذکورہ بالا اغراض میں سے کسی ایک کے لئے بھی ہو، تو وہ سب کچھ ہے مگر جہاد نہیں !

جہاد کا مقصد ہرگز ملک گیری اور کشور کشائی نہیں۔ اس کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ الحق ہے۔ اس دُنیا کے پیدا کرنے والے کے پیام کی تبلیغ و ترویج اور بس !

تاریخ کی تائید

ذرا دنیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ دُنیاوی جنگوں میں اور اسلام کے جہاد میں کیا فرق ہے ؟ یہ فرق الفاظ میں نہ تلاش کیجئے عمل میں دیکھئے۔

آپ کیا دیکھیں گے ——— ؟

یہ کہ دُنیا کے بڑے بڑے فاتحوں اور کشور کشاؤں نے لڑائیاں لڑیں، خون کی ندیاں بہائیں، ہرے بھرے کھیتوں کو خاک سیاہ کر دیا، شاندار عمارتوں کو زمین کے برابر کر دیا، آباد اور پُر رونق شہروں کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا، معصوم اور بے گناہ اور غیر جنگجو انسانوں کو بلا امتیاز

موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عورتوں کی آبرو لوٹی، بچوں کو قتل کیا، ملک، جائیداد، جاگیر اور ملکیت کو ضبط کیا، اور قبضہ کر لیا، اُنہوں نے حکومت کی، دبدبہ اور جاہ وجلال، رعب ودہشت کے ساتھ کی۔ لیکن صرف جسم پر، دل پر نہیں، روح پر نہیں، دماغ پر نہیں۔
اس کے برعکس اسلام کا "جہاد" جہاں کامیاب ہوا، وہاں کیا عالم ہوا کیا دنیا کی تاریخ اس حقیقت کو فراموش کر سکتی ہے؛ کیا دنیا کی تاریخ اس حقیقت کا انکار کرنے کی جرأت کر سکتی ہے کہ اسلام کا جہاد جہاں کامیاب تھا۔ وہاں کایا پلٹ گئی: تباہ کاری اور استحصال کا دَور ختم ہو گیا۔ فارغ البالی ہساوات، اخوت اور عدل وانصاف کی سلطانی قائم ہو گئی۔
نتیجہ یہ ہوا کہ مفتوح، فاتح میں ایک قسم کی کشش محسوس کرنے لگا، اور رفتہ رفتہ بغیر کسی جبر اور دباؤ کے، بغیر کسی لالچ اور طمع کے انجام یہ ہوا کہ مفتوح اور فاتح کی زبان ایک ہو گئی، معاشرت ایک ہو گئی۔ تہذیب ایک ہو گئی۔ رسم ورواج، عادات وخصائل، تمدن اور ثقافت، علم اور فن، ہر چیز میں یکسانیت پیدا ہو گئی۔ ہر چیز ایک ہو گئی کہ یہاں تک کہ دین ومذہب کی دوئی بھی ختم ہو گئی، دین ومذہب بھی ایک ہو گیا اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ جب —— قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

تو:— ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز!

انسانیت کے اس احترام اور مساوات کی اس روح نے فاتح اور مفتوح کو ایک کر دیا!

صرف عرب فاتحین

مسلمانوں کے دورِ حکومت کی بآسانی دو ۲ قسمیں کی جا سکتی ہیں:۔

(۱) جہاد —————— (۲) جنگ ——————

پہلے دَور کا تعلق عربوں کے اس دَور تک جب تک ان میں اخلاص باقی تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جہاں گئے اسلام کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ وہ مر گئے، لیکن اسلام زندہ رہا، اور

آج بھی اسلام وہاں زندہ ہے، اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

عربوں کے قدم جب مصر میں پہنچے، تو مصر کی زبان عربی تھی، نہ مذہب اسلام، یہی حال عراق، شام، فلسطین، بربر وغیرہ کا تھا۔ لیکن اسلام کے پہنچنے کے بعد، وہاں کی کایا پلٹ گئی۔ اسلام پھیلنے لگا، اور بہت جلد وہاں کا عمومی مذہب بن گیا۔

دوسرا دور مسلمان بادشاہوں اور فرماں رواؤں کا ہے۔

یہ جہاد نہ تھا، ملک گیری اور سلطنت کی جنگ تھی۔ اس جنگ میں بھی مسلمان کامیاب ہوئے۔ بعض ممالک پر ہزار ہزار برس تک انہوں نے ٹھاٹھ سے حکومت کی۔ لیکن صرف حکومت ہی کی۔ اسلام کے نہ وہ حامل تھے، نہ مبلغ نہ مناد، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حکومت تو قائم ہو گئی، اور بہت دنوں تک قائم رہی لیکن وہ اسلام کو نہ پھیلا سکے۔ اپنی مفتوح رعایا میں اسلام کے لئے وہ کوئی کشش نہ پیدا کر سکے۔

اسلام ہمیں جس جہاد کا بلاوا دیتا ہے۔ وہ کشور کشائی اور ملک گیری اور جوع الارض سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ صرف اعلاء کلمۃ الحق سے تعلق رکھتا ہے اگر جنگ اس لئے ہے کہ خدا کا کلمہ سربلند ہو، تو وہ جہاد ہے اور اگر اس لئے ہے کہ سلطنت اور حکومت پر قبضہ ہو جائے تو وہ صرف جنگ ہے۔ اس سے نہ خدا کو کوئی سروکار ہے، نہ خدا کے اسلام کو، نہ اسلام کے جہاد کو۔

باب ۹۵

تکبیر کی آواز ـــــ صدائے تکبیر

(۲۴۵) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا اشرفنا علی وادٍ ھللنا وکبرنا ارتفعت اصواتنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس اربعوا علی

انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائباً انه معکم انه سمیع قریب تبارك اسمه وتعالیٰ جدّہٗ۔

(۲۴۵) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب ہم کسی وادی پر پہنچتے تھے تو تہلیل و تکبیر کہتے تھے، ہماری آواز بلند ہو جاتی تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اے لوگو! تم اپنی جانوں پر رحم کرو۔ تم کسی بہرے کو نہیں بلا رہے ہو اور نہ غائب کو، اللہ تعالیٰ[1] تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا ہے، قریب ہے، اس کا نام برکت والا ہے، اس کی بزرگی بلند ہے"۔

باب ۹۶

مسافر اور مریض ——— مردِ بیمار

(۲۴۶) وعنه ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرض العبد اوسافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیماً صحیحاً۔

(۲۴۶) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب کوئی بندہ[2] بیمار پڑ جاتا ہے، یا سفر میں ہوتا ہے تو اسکے لئے وہی لکھا جاتا ہے جس پر[3] وہ قیام اور صحت کی حالت میں عامل تھا۔

مغز و مفہوم

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت و شفقت کی یہ انتہا ہے کہ ان کی معذوری اور مجبوری نہ صرف معاف فرمائی جاتی ہے بلکہ معذوری اور مجبوری کی حالت میں پورا اجر بھی

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ دعا اور ذکر میں بلند آوازی کا مظاہرہ کرنا مکروہ ہے۔

[2] بندۂ مومن۔ [3] یعنی مرض اور سفر سے پہلے جو اس کا معمول تھا۔ لیکن بیماری کے باعث یا سفر کی مجبوری کے باعث جس پر عمل کرنا ممکن نہ رہا۔ [4] نوافل نہ کہ فرائض۔

ملتا ہے ——— فرض کیجئے ایک شخص ہے، جو عام طور پر، فرائض کے علاوہ اشراق، چاشت، اور تہجد کی نمازیں بھی پڑھتا ہے۔ نفل روزے بھی رکھتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتا ہے، ادعیۂ ماثورہ کا ورد بھی کرتا ہے لیکن وہ شدید بیمار پڑ جاتا ہے، بدقت تمام صرف فرائض ادا کرتا ہے اور کچھ نہیں کر پاتا۔ حالانکہ اگر وہ صحیح اور تندرست ہوتا تو اپنے معمولات میں ہرگز فرق نہ آنے دیتا۔ یا ایک شخص، اچانک کسی خاص ضرورت اور سبب سے مجبور ہو کر سفر پر چلا جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ سفر میں بھی طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں، کوئی کام بھی اطمینان اور یکسوئی کے عالم میں نہیں ہو پاتا، نہ قیام ٹھیک ہے اور نہ اوقات کار پر اختیار رہے، نہ مواقع پر قدرت ہے، حالانکہ یہ دشواریاں نہ ہوتیں تو وہ ضرور اپنے معمولات کو جاری رکھتا۔ ایسی صورت میں خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ سے اسے پورا پورا ثواب اور اجر ملے گا۔ گویا اس نے اپنے معمولات ناغہ نہیں کئے۔ بلکہ ان کا سلسلہ جاری رکھا اور اجر پایا۔

باب ۹۷

اجرِ مزید

(۲۴۷) عن صالح بن حیّ ابی حسن قال سمعت الشعبی یقول حدّثنی ابوبردة انه سمع اباہ رضی اللہ عنہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة یؤتون اجرهم مرّتین الرجل تکون له الامة فیعلمها فیحسن تعلیمها ویؤدبها فیحسن تادیبها ثم یعتقها فیتزوجها فله اجران ومؤمن اهل الکتاب الذی کان مؤمنا ثم اٰمن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فله اجران والعبد الذی یؤدی حق اللہ وینصح لسیدہ له اجران۔

(۲۴۷) حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے، فرمایا رسول اللہؐ

نے: تین آدمی ایسے ہیں جنہیں دوہرا اجر ملے گا۔

(۱) وہ آدمی جو کسی باندی کا مالک ہو، اسے تعلیم دے اور اچھی طرح سکھائے پڑھائے اور اسے ادب سکھائے، اور اچھی طرح[۱] آداب کھائے۔ پھر اسے آزاد کر دے، پھر اس سے شادی کر لے، اسے دوہرا[۲] ثواب ملے گا۔

(۲) کوئی اہل کتاب ہو، پھر ایمان لایا ہو (یعنی) پہلے وہ مومن[۳] تھا۔ پھر نبی[۴] پر ایمان لایا، اسے بھی دوہرا ثواب[۵] ملے گا۔

(۳) وہ غلام[۶] جو اللہ تعالیٰ کا حق[۷] اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کی بھی پوری خدمت کرتا ہے اس کو بھی دوہرا[۸] ثواب ملے گا۔

احساس فرض

احساس فرض ——— یہی عمل اور کردار کی جان ہے اور اس حدیث میں فرض ہی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اگر آدمی اپنے فرض کا احساس نہیں کرتا تو وہ نیک نیت ہونے کے باوجود اپنی نیکیوں کو خود ضائع کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور اگر احساس فرض سے آشنا ہے تو وہ اپنی ذمہ داریاں، جو خدا کی طرف سے اس پر عاید کی گئی ہیں، خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے؛ اور فرض کی انجام دہی کے بغیر نہ کوئی عمل مقبول ہے نہ نیکی۔

اس حدیث میں لونڈی کی تعلیم و تربیت، تادیب، پھر اسکے ساتھ شادی کر لینے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلاموں کو جو حقوق دیئے ہیں، وہ بالکل وہی ہیں جو کسی خاندان کے ایک برابر کے رکن کو حاصل ہوتے ہیں۔ احادیث میں غلاموں کے ساتھ رعایت کرنے میں حسن سلوک کرنے، اچھا برتاؤ کرنے اور انہیں آزاد

---

۱ سختی نہ کرے نرمی اور ملائمت سے تعلیم دے۔ ۲ ایک لونڈی کو آزاد کرنے کا اور دوسرا اس سے نکاح کرنے کا۔

۳ حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ پر ایمان رکھتا تھا۔ ۴ محمدؐ۔ ۵ ایک اجر نبی سابقہ پر ایمان لانے کا، اور دوسرا رسالتمآب پر ایمان لانے کا۔ ۶ مملوک ۷ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرو ۸ ایک ثواب عبادت الٰہی کا دوسرا آقا کی خدمت کا۔

کر دینے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ یہی چیز اس حدیث نبوی میں بھی موجود ہے۔

باب ۹۸

تنازع اور اختلاف ۔ دشواری سے گریز

(۲۴۸) عن سعید ابن بردۃ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذاً وابا موسی الاشعری الی الیمن قال یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا۔

(۲۴۸) حضرت سعید بن بردہؓ اپنے جد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے معاذؓ اور ابو موسیٰ الاشعریؓ کو یمن بھیجا، اور فرمایا آسانی پیدا کرنا۔ دشواری[1] نہ پیدا کرنا۔ خوشخبری پہنچانا، نفرت کا بیج[2] نہ بونا، محبت پیدا کرنا، اختلاف[3] کو دعوت نہ دینا۔

مفہوم و معنی

یہ حدیث شریف مسلمانوں کے لئے، داعیانِ اسلام کے لئے، مبلغوں کے لئے ایک بہترین ہدایت نامہ ہے۔ آج بہت سے لوگ ہیں جو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، لیکن ان کا اندازِ دعوت کیا ہوتا ہے؟ ان کی تذکیر و موعظت سے دل کھنچتے ہیں یا بھڑکتے ہیں؟ اسلام کے لئے گنجائش پیدا ہوتی ہے یا تنگی؟ — حالانکہ اسلام کی دعوت یہ ہے کہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جائے ان کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ طاعات، عبادات اور احکام و مسائل کا ان پر اتنا بڑا بوجھ نہ لاد دیا جائے کہ وہ گھبرا جائیں۔ بیخ پڑیں۔ ان کے سامنے ایسی باتیں کی جائیں جن سے ان کا دل خوش ہو۔ وہ خوشی خوشی اسلام کی طرف لپکیں، بڑھیں اور اسی کے ہو رہیں۔ ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کی جائیں جن سے وہ بھڑکیں

---

[1] یعنی نو مسلموں کے لئے احکام و عبادات میں آسان راہ نکالنا۔ دشواری پیدا نہ کرنا۔ [2] خوش اخلاقی سے پیش آنا [3] کیونکہ اختلاف اختلال کا موجب ہوتا ہے۔

اور اسلام سے منحرف ہونے کی ترکیبیں سوچنے لگیں۔

آخری بات سب سے زیادہ اہم ہے۔ یعنی محبت پیدا کرنا، اختلاف نہ پھیلانا سچ پوچھیے تو یہ اختلاف ہی فتنہ کی جڑ ہے۔ اسی سے اختلال و انتشار پیدا ہوتا ہے اور اسی سے ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ یعنی اگر آپس میں نزاع و اختلاف کے معرکے برپا کرو گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تم کمزور پڑ جاؤ گے۔ اور تمہارا دشمن اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

پس تم پر لازم ہے کہ میل جول سے رہو، خلوص اور محبت کی زندگی بسر کرو یگانگت اور اخوت کو اپنا شعار بنا دو۔

باب ۹۹

اسیر کی رہائی ــــــ عیادت کا حکم

(۲۴۹) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض۔

(۲۴۹) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ عانی[1] کو چھڑاؤ۔ بھوکے[2] کو کھانا کھلاؤ۔ اور مریض[3] کی عیادت کرو۔

ہدایت نامہ

اس حدیث میں بھی امور خیر کی ترغیب دی گئی ہے اور ان کاموں کی ہدایت دی گئی ہے جن سے معاشرے (سوسائٹی) میں انضباط و استحکام پیدا ہوتا ہے۔ باہمی ارتباط اور اخلاص میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشرے کے لوگ سکون عافیت اور آسائش کی زندگی بسر کرتے ہیں یہ وہ

---

[1] اسیر جو مسلمان ہو اسے بیت المال کی رقم سے چھڑانا چاہیئے۔ [2] جو غریب ہو، [3] مریض کی عیادت کرنا سنت مؤکدہ ہے، بھوکے کو کھلانا اور اسیر کو چھڑانا فرض کفایہ ہے۔

کام ہیں جن کے انجام دینے سے لوگوں کی دعائیں بھی حاصل ہوتی ہیں، مظلوموں اور مجبوروں کی اعانت بھی ہوتی ہے، اور ایثار کر کے تکلیف اٹھا کے نیکیاں کرنے اور بھلائیاں کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

انسان اگر خود اپنے کام آتا ہے تو یہ اس کا کوئی کارنامہ نہیں، کارنامہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے، اپنے جیسے دوسرے انسانوں کا دکھ درد بانٹے، اور اپنے ابنائے جنس کی مصیبت میں اس کا ساتھ دے۔ اگر وہ یہ کام کرتا ہے تو وہ انسان بھی ہے اور مسلمان بھی۔ اور اگر یہ نہیں کرتا تو اس کا اسلام بھی مشکوک ہے، اور انسانیت بھی!

باب ۱۰

خائن کی سزا ___ خیانت کا ذکر

(۲۵۰) عن ابی هریرة رضی الله قال قام فینا النبی صلی الله علیه وسلم فذکر الغلول فعظمه وعظم امره، قال لا اُلفِیَنَّ احدکم یوم القیٰمة علیٰ رقبته شاة لها ثغاء، او علیٰ رقبته فرس له حمحمة یقول یارسول الله اغثنی فاقول له لا املك لك من الله شیئا قد ابلغتك او علیٰ رقبته بعیر له رغاء یقول یارسول الله اغثنی فاقول لا املك لك شیئا قد بلغتك او علیٰ رقبته صامت فیقول یارسول الله اغثنی فاقول لا املك لك شیئا قد ابلغتك او علیٰ رقبته رقاع تخفق فیقول یارسول الله اغثنی فاقول لا املك لك شیئا قد ابلغتك۔

(۲۵۰) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہؐ ہمارے مابین کھڑے تھے، کہ آپؐ نے (مال غنیمت میں) خیانت کا ذکر فرمایا، اور اس کو بڑا سخت ظاہر کیا[1]، اور

---

[1] بہت اہم۔

اسے بہت بُری بات بتایا۔ فرمایا، میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو،[1] اور وہ بیں بیں کر رہی ہو، یا اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو۔ وہ کہے یا رسول اللہؐ[2] میری مدد فرمائیے۔ اور میں کہہ دوں، تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تجھے خدا کا پیام پہنچا چکا تھا اور (یا پھر) اس کی گردن پر اونٹ ہو (اور) وہ بلبلا رہا ہو، وہ کہے یا رسول اللہؐ میری مدد فرمایئے، اور میں کہوں میں تیرے لئے کچھ نہیں[3] کر سکتا۔ تجھ تک میں خدا کا پیغام پہنچا چکا۔ اور (یا پھر) اس کی گردن پر سونا چاندی ہو، وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے۔ اور میں کہوں کہ میں تیرے لئے کچھ (بھی) نہیں کر سکتا۔ خدا کا فرمان تجھے پہنچا[4] چکا ہوں۔ اور (یا پھر) اس کے سر پر کپڑے کی گانٹھ ہو جس سے اس کا دم گھٹ رہا ہو، وہ کہے یا رسول اللہؐ میری مدد فرمائیے اور میں کہہ دوں، میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں تجھے خدا کا ارشاد بتا چکا ہوں۔

افسوسناک

خیانت کرنے والا صرف یہی نہیں کرتا، کہ وہ کسی کا مال ہتھیا لیتا ہے بلکہ وہ شکست اعتماد کا مجرم بھی ہوتا ہے۔ اس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اسے امین بنایا جاتا ہے اس کی دیانت پر اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ اس اعتماد سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے۔ بظاہر وہ دیانتدار ہوتا ہے لیکن حقیقتاً دیانت سے اُسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہے اور اس طرح ایک طرف تو وہ اس اعتماد کو شکست کرتا ہے جو اس پر کیا گیا تھا اور دوسری طرف وہ ایسے فعل شنیع کا مرتکب ہوتا ہے جو بجائے خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔

---

[1] ان جانوروں کا ذکر خیانت کی مناسبت سے فرمایا؛ [2] رسول اللہؐ کا مدد سے انکار از روئے زجر و توبیخ ہے ورنہ آپ تو گناہگاروں کے شفیع ہیں؛ [3] جب خدا کا حکم صاف اور واضح صورت میں تجھ تک پہنچ گیا تو نے اُسے جان لیا پھر بھی تو نے اس کی خلاف ورزی کی تو اب شفاعت کام نہیں دے گی تو نے جو کچھ کیا ہے اُسے بھگت، یہی تیرا انجام ہے۔

اس حدیث میں جو مختلف تمثیلات جانوروں کی بیان کی گئی ہیں۔ ان سے مقصد، جرم کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے۔ وہ جتنا زیادہ سنگین ہوگا، سزا بھی اسی مناسبت سے اتنی ہی سنگین اور سخت ہوگی۔ اس میں معافی کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اسلیئے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے نہ کہ حقوق اللہ میں سے، خدا اپنا حق معاف کر سکتا ہے۔ لیکن بندوں کا حق معاف نہیں کرے گا۔

باب ۱۰۱

حضرت فاطمہ رضؓ اور رسولِ خداؐ — بیٹی اور باپ

(۲۵۱) عن علی رضی اللہ عنہ ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا شکت ما تلقی فی یدھا من الرحی فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسالہ خادما فلم تجد فذکرت ذٰلک لعائشۃ رضی اللہ عنہا فلما جاء اخبرتہ قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذھبت اقوم فقال مکانک فجلس بیننا حتّٰی وجدت برد قدمیہ علی صدری فقال اَلَا ادلکما علی ماھو خیر لکما من خادم اذا اخذتما مضاجعکما فکبرا اللہ اربعا وثلاثین وحمدا ثلاثا وثلاثین وسبحا ثلاثا وثلاثین فھذا خیر لکما من خادمٍ۔

(۲۵۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی سے آٹا پیستے پیستے اپنے ہاتھوں میں تکلیف ہونے کی شکایت کی اور وہ غلام مانگ لینے کے ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں، مگر ملاقات نہ ہوتی۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ذکر کیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے رسول اللہ سے ذکر کیا اور آپ ہمارے پاس اس وقت تشریف

لائے جبکہ ہم اپنی خوابگاہ میں داخل ہو چکے تھے۔ ہم اُٹھے کہ کھڑے ہوں آپ نے فرمایا۔ کہ اپنی جگہ پر رہو۔ میں نے آپ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا میں تم دونوں کو ایسی بات نہ بتاؤں جو خادم سے زیادہ اچھی ہو۔ جب تم سونے کے لئے لیٹو تو ۳۴ مرتبہ تکبیر کہو ۳۳ مرتبہ حمد باری کرو اور ۳۳ بار تسبیح کرو، یہ عمل تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔

کردارِ نبویؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی۔ آپؐ حضرت فاطمہؓ کی ان کی سیرت اور کردار کی بناء پر عزت بھی کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لاتی تھیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے تھے۔ پیشانی چومتے تھے اور اپنے پاس بٹھا کر سلسلۂ کلام کا آغاز فرماتے تھے۔ لیکن اس غیر معمولی محبت اور شفقت کے باوجود حضرت فاطمہؓ نے جب اپنی راحت اور آسائش کے لئے ایک غلام مانگا، تو آپ نے انکار کر دیا۔ حالانکہ حضرت فاطمہؓ کی تکلیف اور مشقت سے خود آپؐ کا دِل بھی کُڑھتا تھا!

اس انکار کی وجہ کیا تھی ———— ؟ کیوں آپؐ نے انکار فرمایا؟ ————

اس لئے کہ ———— آپؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ پیغمبر زادی کی حیثیت سے حضرت فاطمہؓ کچھ خصوصی امتیازات کی، اُمت کے عام افراد کے مقابلہ میں حامل ہوں۔ خود آپؐ کی زندگی سادہ تھی۔ آپ بھی دوسرے صحابہ کی طرح محنت مشقت کرتے تھے، فقر و فاقہ کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ جب کوئی مرحلہ پیش آتا تو آپؐ بھی صحابہؓ کرام کے دوش بدوش مصروفِ عمل ہو جاتے خواہ وہ مسجد نبوی کی تعمیر کا کام ہو یا خندق کی کھدائی!

پھر آپؐ کیونکر اسے گوارا فرما سکتے تھے، کہ حضرت فاطمہؓ لونڈی اور غلام رکھیں۔ انہیں وہی زندگی بسر کرنی چاہیئے تھی، جو باپ سے ورثہ میں ملی تھی۔ اور وہ اس امتحان میں پوری اُتریں، اُنہوں نے وہی زندگی بسر کی، اور کسی تکلیف کے برداشت کرنے سے دریغ نہ کیا!

باب ۱۰۲

مؤلفۃ القلوب ـــــــ جمالِ نبوی ﷺ

(۲۵۲) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنت امشی مع النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم وعلیہ برد نجرانی غلیظ الحاشیۃ فادرکہ اعرابی فجبذہ جبذۃً شدیدۃ حتّی نظرتُ الی صفحۃ عاتق النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قد اثرت بہ حاشیۃ الرداء من شدّۃ جبذتہٖ ثم قال مرلی من مال اللہ الذی عندک فالتفت الیہ فضحک ثم امرلہ بعطاءٍ۔

(۲۵۲) حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ کے جسم پر ایک موٹے حاشیہ کی نجرانی[۱] چادر تھی، کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کو کھینچا اس زور سے کھینچا کہ میں نے دیکھا کہ شانۂ مبارک پر زور سے کھینچنے کے باعث چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس اعرابی نے کہا، اللہ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے اُس میں سے مجھے بھی دلوائیے آپ ﷺ نے تبسّم[۲] فرمایا پھر حکم دیا کہ اسے دے دیا جائے۔

رسُول ﷺ کی شان

(۲۵۳) عن محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قال اخبرنی ابی انہ بینا ھو مع رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ومعہ النّاس مقبلا من غزوۃ حنین علقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم الاعراب یسألونہ حتّی اضطرتہ الی سمرۃ فخطفت رداءہ فوقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وقال أعطونی ردائی فلو کان عدد ھذہ العضاۃ نعماً لقسمتہ بینکم ثم لا تجدونی بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا۔

---

[۱] نجران یمن کے ایک مقام کا نام، جہاں کی خوشنما اور دیدہ زیب چادریں مشہور تھیں۔ [۲] یہ آپ ﷺ کے حلم و سخاوت کی انتہا تھی۔

(۲۵۳) حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رض روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تھے اور آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے جو آپ کے ہمراہ حنین[1] سے واپس آ رہے تھے۔ اتنے میں بعض اعراب آپ سے مانگنے[2] لگے یہاں تک کہ آپ کو کیکر کے درخت کے نیچے لے گئے اور آپ کی چادر اُتار لی۔ رسول اللہ صلعم کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "میری چادر تو دے دو، اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر نعم[3] ہوتے تو میں تمہارے مابین تقسیم کر دیتا، تم نہ مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل[4]"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دِلی

آنحضرت صلعم کی ذاتِ گرامی، مجموعۂ فضائل و کمالات تھی، آپ کی منجملہ اور خصوصیتوں کے سب سے بڑی اور بہت ہی اہم خصوصیت یہ بھی تھی، کہ آپ بہت نرم دِل تھے۔ کسی کی مصیبت دیکھ نہیں سکتے تھے۔ کسی کا سوال رد نہیں کر سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عرب کے اجڈ اور گنوار (اعراب) لوگ بھی آپ سے اپنے انداز میں سوال کرتے تھے۔ آپ بجائے اسکے کہ ان کی گستاخیوں کو بُرا مانیں، تبسم فرماتے تھے، اور دریا دلی کے ساتھ ان کی احتیاج پوری کر دیتے تھے۔ —————— ایک دوسری حدیث میں بھی آپ نے زور دیتے ہوئے فرمایا "تم نہ مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا، نہ بزدل"۔ ایک نبی اور رسول صلعم کی یہی شان ہوتی ہے، اور یہ شان بدرجۂ اتم آپ میں موجود تھی۔

تالیفِ قلب

جن لوگوں کی آپ بے تکان امداد فرماتے تھے۔ ان کو شرعی اصطلاح میں "مؤلفۃ القلوب" کہتے ہیں یعنی یہ وہ لوگ تھے۔ آپ جن کی تالیفِ قلب فرماتے تھے، دِل دہی کرتے تھے۔ تاکہ یہ بے آس نہ ہونے پائیں۔ کفر سے رشتہ توڑ کر اسلام کے حلقہ میں آئے ہوتے انہیں ابھی

---

[1] ایک مقام کا نام۔ [2] ضروریات سے تنگ آ کر چونکہ اُجڈ تھے لہٰذا تہذیب کے اصول سے ناواقف تھے۔ [3] اونٹ۔ [4] رسول کی شان یہی ہوتی ہے۔

زیادہ مدت نہیں گذری تھی، ضرورت تھی کہ ان کا دِل نہ ٹوٹنے پائے۔ اُن کے حوصلہ میں کمی نہ آنے دی جائے۔ انہیں مصائب اور پریشانیوں سے دُور رکھا جائے۔

انس رضؓ کی حدیث

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضؓ کی روایت کی ہوئی ایک اور حدیث میں ہے کہ ــــ

قال النبیؐ انی اعطی قریشا اتالفھم، لانھم حدیث عھد بجاھلیۃ۔

یعنی میں قریش کو ان کی تالیف قلب کے لئے (اور لوگوں سے زیادہ) بخش دیتا ہوں، کیونکہ قریش زمانۂ جاہلیت (کفر) سے قریب تر ہیں۔

اس حدیث گرامی سے ثابت ہوتا ہے کہ نو مسلموں کی، پختہ کار مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ فراخدلی اور سخاوت کے ساتھ مدد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے سابقہ دَور، یعنی کفر کے دُور سے قریب ہوتے ہیں۔ ان پر یہ اثر نہیں پڑنا چاہیئے کہ مسلمان ایک دوسرے کے کام نہیں آتے، بلکہ یہ اثر پڑنا چاہیئے کہ مسلمان اپنے نو مسلم بھائیوں کا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے دُکھ درد میں زیادہ خلوص اور جوش کے ساتھ حصّہ لیتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے تئیں تنہا اور بے یار و مددگار نہ محسوس کرنے پائیں۔

باب ۱۰۳

دُنیا کی طمع! ــــ اصلی اندیشہ

(۲۵۴) عن عمرو بن عوف الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابا عبیدۃ ابن الجراح الی البحرین یاتی بجزیتھا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو صالح اھل البحرین وامر علیھم العلاء بن الحضرمی فسمعت الانصار بقدوم ابی عبیدۃ بمال من البحرین فوافت صلوٰۃ الصبح مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما صلی بھم الفجر انصرف فتعرضوا

له فتبسم رسول الله صلى الله علیه وسلم حین رآھم وقال اظنکم قد سمعتم ان ابا عبیدة قد جاء بشیء قالوا اجل یا رسول الله قال فابشروا و املوا ما یسرکم فوالله لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم۔

(۲۵۴) حضرت عمرو بن عوف انصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بحرین بھیجا کہ وہاں کا جزیہ لے آئیں۔ آپؐ نے بحرین والوں سے صلح کرلی تھی۔ اور علا بن حضرمیؓ کو ان کا امیر[۲] مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ بحرین سے مال لے آئے تو یہ خبر انصار نے سنی، انہوں نے صبح کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ فجر کی نماز پڑھ کر لوٹے تو انصار آپ کے سامنے آگئے[۳]۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ کر فرمایا: "میرا خیال ہے تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہؓ کچھ لے کر آگئے ہیں۔" انہوں نے کہا: "یا رسول اللہؐ یہی بات ہے! آپؐ نے ارشاد فرمایا تو تم خوش ہو جاؤ، اور اس بات کی اُمید رکھو جو تمہیں خوش کر دے[۴] گی۔ خدا کی قسم! میں تمہاری ناداری سے خوف نہیں کھاتا۔ مجھے تو یہ اندیشہ ہے، کہ دنیا تم پر کشادہ[۵] کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لئے کر دی گئی تھی پھر تم جھگڑنے[۶] لگو جیسے وہ جھگڑنے لگے تھے اور وہ کہیں تمہیں بھی ہلاک کر دے جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا[۷] تھا۔

رسول اللہؐ کی ہدایت

(۲۵۵) عن عوف بن مالک رضی الله عنه قال اتیت النبی صلی الله

---

[۱] مشہور سپہ سالار اسلام۔ [۲] سردار۔ [۳] یہ ایک قسم کی یاد دہانی تھی تاکہ آپؐ ان کی ضرورت محسوس کر کے مال و منال تقسیم فرما دیں۔ [۴] یعنی جو تم چاہتے ہو ہو گا مال ملے گا۔ [۵] سیم وزر کے انبار تمہارے قدموں پر لگ جائینگے۔ [۶] مال دار ہو کر آپس میں ایک دوسرے کے حریف اور رقیب نہ بن جاؤ۔ [۷] اگلی قومیں اسی طرح تباہ و برباد ہوئیں۔

عَلَیْہِ وَسَلَّم فی غزوۃ تبوك وھو فی قبۃ من أدمٍ فقال اعدد ستًا بین یدی السَّاعۃِ موتی ثمّ فتح بیت المقدس - ثم موتانٌ یاخذ فیکم کقعاص الغنم ثم استفاضۃ المال حتّٰی یعطی الرجل مائۃ دینار فیظل ساخطا، ثم فتنۃ لا یبقی بیت من العرب الا دخلتہ ثم ھدنۃ تکون بینکم وبین بنی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین غایۃ تحت کلّ غایۃ اثنا عشر الفًا ۔

(۲۵۵) عوف بن مالک رضؓ روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ[1] تبوک میں آنحضرتؐ کے پاس گیا آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، آپؐ نے فرمایا: چھ باتیں قیامت سے پہلے رونما ہوں گی، انہیں یاد رکھو - (۱) میری موت ۔ (۲) پھر بیت[2] المقدس کی فتح ۔ (۳) پھر وبا[3] - اس طرح تم میں پھوٹ پڑے گی جیسے بکریوں میں بیماری پھیلتی ہے ۔ (۴) پھر مال کی کثرت[4] - یہاں تک کہ جس کسی کو سو دینار دیئے جائیں گے، تب بھی اسکی ناک بھوں چڑھی رہے گی ۔ (۵) پھر ایک فتنہ[5] رونما ہوگا جس سے عرب کا کوئی گھر محفوظ نہ رہیگا جہاں وہ داخل نہ ہوگا۔ (۶) پھر تمہارے اور بنو اصفر[6] کے درمیان صلح ہوگی ۔ مگر وہ غداری کریں گے اور اسّی[7] پرچموں کے ساتھ تمہارے مقابلہ کو آئیں گے ۔ ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار آدمی ہوں گے ۔

حرص و طمع

انسان کی اصل خرابی یہ ہے کہ وہ قانع نہیں ہوتا، قناعت نہیں کرتا، جو کچھ اس کے پاس ہے

---

[1] جنگ - غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہؐ نے بھی شرکت فرمائی ہو ۔ [2] آخرکار حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا ۔ [3] بیت المقدس کے فتح کے بعد طاعون عمواس پھیلا جس میں صرف تین دن میں ستر ہزار آدمی وفات پا گئے ۔ [4] یہ بات بھی پوری ہوئی ۔ خلافت حضرت عثمانؓ میں فتوحاتِ عظیمہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ بے اندازہ دولت آئی ۔ [5] فتنہ قتل عثمانؓ نے اس ارشاد کی تصدیق کردی، کوئی عرب گھر نہ تھا جہاں یہ فتنہ داخل نہ ہوا ہو ۔ [6] رومی ۔

وہ ناکافی ہے وہ چاہتا ہے کہ اس میں اور اضافہ ہو۔ اور اس اضافہ کی ہوس جب بڑھتی ہے تو وہ جائز اور ناجائز کو نہیں دیکھتا غلط اور صحیح کو نہیں دیکھتا۔ اپنی دولت بڑھانے اور اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے وہ تمام وسائل اور ذرائع اختیار کرنے پر تل جاتا ہے خواہ یہ وسائل اور ذرائع شرعی اور دینی نقطہ نظر سے کتنے ہی ناواجب اور غیر مستحسن کیوں نہ ہوں۔

اسلام اپنے پیروؤں میں قناعت پیدا کرنا چاہتا ہے وہ ان میں یہ جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جو مالی اور اقتصادی اعتبار سے برتر اور بہتر ہیں، بلکہ ان لوگوں کو دیکھیں، جو اقتصادی اور مالی اعتبار سے فروتر ہیں۔ اس طرح قناعت پیدا ہوگی اور اس طرح حرص و طمع ؛

باب ۱۰۴

اللہ کی رحمت ــــــــ غضب و رحمت

(۲۵۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش ان رحمتی غلبت غضبی ؛

(۲۵۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا، اللہ نے جب پیدائش[1] عالم کا کام ختم کر لیا، تو اپنی کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے لکھ دیا[2] :۔

"میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"

رحمت خدا

اگر خدا کی رحمت اس کے غضب پر غالب نہ ہوتی تو یہ دنیا تباہ و برباد ہو جاتی۔ انسان بہر حال غلطی اور خطا سے مرکب ہے، وہ کتنی ہی محتاط زندگی بسر کرے لیکن ممکن نہیں کہ اس سے

---

[1] دنیا اور اس کی چیزیں۔ تمام مخلوقات ؛ [2] قلم کو حکم دیا کہ لکھے ؛

کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی بات میں چوک نہ ہو جائے۔

یہ حالت تو ہے خاص خاص لوگوں کی یعنی صلحا اور اتقیاء کی۔ لیکن عام انسانوں کا کیا حال ہے؛ وہ تو یکسر خطا و معصیت ہیں۔ فرائض کا انجام دینا، سنن پر عمل کرنا مستحبات کو اختیار کرنا، وہ جانتے ہی نہیں، پھر ایک بہت بڑا طبقہ دُنیا کا ان افراد پر مشتمل ہے، جو اسلام کے منکر ہیں، کفر و شرک جن کا شیوہ ہے، جو نبوت کو نہیں مانتے، رسالت کا اقرار نہیں کرتے، وحدانیت کو تسلیم نہیں کرتے، بُت پرستی کرتے ہیں، دہریت، الحاد، زندقہ کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں لیکن ان سب کا حشر کیا ہوتا۔ اگر خدا رحم نہ کرتا؟ اگر وہ صرف انصاف و عدل سے کام لیتا؟ ———— ذرا تصور کیجئے۔

باب ۱۰۵

قبولِ عام ———— چشمِ مردم

(۲۵۷) عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا احب اللّٰہ العبد نادی جبریل ان اللّٰہ یحب فلانًا فاحببہ فیحبہ جبریل فینادی جبریل فی اھل السماء ان اللّٰہ یحب فلانًا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔

(۲۵۷) حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جب اللہ کسی بندے سے محبت[1] کرتا ہے تو جبریلؑ کو آواز دیتا ہے کہ خدا فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اسے دوست رکھو۔ پس جبرئیلؑ اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں اور جبریلؑ تمام[2] آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ خدا فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو۔ پس وہ سب اُسے دوست رکھنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی قبولیت[3] زمین میں بھی رکھ دی جاتی ہے۔

---

[1] اس کے کسی نیک عمل کی بدولت۔ [2] فرشتوں میں منادی کر دیتے ہیں [3] پھر دنیا والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، قبول خاطر و لطفِ سخن خداداد است۔

رازِ قبولیت

ہم ہر روز دیکھتے ہیں، ایک آدمی ایک تحریک لے کر اُٹھتا ہے۔ لیکن منہ کے بل گرتا ہے۔ کوئی نہ اس کا پیغام سنتا ہے نہ اس کی دعوت پر کان دھرتا ہے وہ اپنی خطابت کے جوہر دکھاتا ہے، قابلیت کے مظاہرے کرتا ہے، زورِ قلم اور زورِ بیان کے معجزے پیش کرتا ہے، مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ اور ایک دوسرا شخص ہے جو نہ سحر بیان خطیب ہے، نہ شعلہ مقال مقرر، جو نہ بلند پایہ انشا پرداز ہے نہ جس کے زورِ بیان کو بڑھتے ہوئے سیلاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ ایک تحریک لے کر اُٹھتا ہے، ایک پیام لے کر اُٹھتا ہے، اور کامیاب ہوتا ہے اور دنیا اس کی کامیابی کے آگے سرنگوں ہو جاتی ہے۔

وہ ناکام کیوں ہوا، یہ کامیاب کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ وہ تنہا تھا، اور اس کے ساتھ خدا تھا وہ اکیلا منزل نہ سر کر سکا، اس نے خدا کی مدد سے منزل سر کر لی۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اس دنیا میں کامیابی اور ناکامی کا راز یہ ہے کہ ایک بات بارگاہِ خداوندی میں کیا درجہ رکھتی ہے؟ اگر وہاں مقبول ہے تو یہاں بھی کامیاب ہو گی۔ اگر وہاں مقبول نہیں ہے تو یہاں بھی نامقبول رہے گی۔

باب ۱۰۶

جمعہ کی اہمیت ——— پہلے کون؟

(۲۵۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم الجمعۃ کان علی کل باب من ابواب المسجد الملائکۃ یکتبون الاول فالاول فاذا جلس الامام طووا الصحف و جاءوا یستمعون الذکر۔

---

(۲۵۸) حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے

ہر مسجد کے تمام دروازوں پر ملائکہ[1] لکھتے رہتے ہیں "الاوّل، فالاوّل"[2] پھر جب امام بیٹھ جاتا ہے، تو اپنے صحف[3] لپیٹ لیتے ہیں - اور ذکر[4] سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں ؎

نماز جمعہ

جمعہ چونکہ ہفتہ کا سب سے بڑا اور وسیع اجتماع ہے - اسلئے اسلام کی نظر میں اس کی بہت اہمیت ہے، اس سے قبل کسی مقام پر ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام ایک دین اجتماعی ہے، اس کی طاعات و عبادات میں اجتماعیت اور اجتماع کو بہت زیادہ اہمیت اور منزلت حاصل ہے - لہٰذا اسکی ترغیب بار بار دلائی گئی ہے - اور اسکے اجر و ثواب کا ذکر بہت زیادہ کیا گیا ہے ؎

جمعہ کا خطبہ چونکہ ہفتہ کے اہم مسائل حیات پر حاوی ہوتا ہے اس میں مناسب اور مستحسن باتوں کی ترغیب دی جاتی ہے غیر مستحسن اور نامناسب باتوں سے روکا جاتا ہے - غیر اسلامی اور غیر دینی امور پر تنقید کی جاتی ہے اور حیاتِ اسلامی کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے اور یہ تمام مباحث ایسے انداز میں ہوتے ہیں کہ گذشتہ ہفتہ کی غلطیاں پھر سرزد نہ ہو سکیں اور آئندہ ہفتہ کے لئے اطمینان ہو جائے - لہٰذا جمعہ کے خطبہ کی بھی بہت اہمیت و منزلت ہے اسکے سننے اور توجہ سے سننے پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے ہر مسلمان کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ جمعہ کی اہمیت اور منزلت کو اسی طرح محسوس کرے جس طرح اسلام چاہتا ہے کہ وہ محسوس کرے ؎

باب ۱۰۷
عبد صالح

(۲۵۹) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ عز وجل اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن

---

[1] فرشتے [2] کون کس سے پہلے آیا [3] رجسٹر [4] خطبۂ جمعہ ؎

سمعت ولاخطر علیٰ قلب بشرٍ۔

(۲۵۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے صالح بندوں[1] کے لئے وہ کچھ تیار[2] کیا ہے جسے نہ آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کان نے سُنا ہے نہ کسی آدمی کے دِل نے محسوس کیا ہے۔

مغز و معنی

یہ دُنیا دو پہلو رکھتی ہے:-

(۱) عافیت اور آسائش کا پہلو! (۲) ذمّہ داریوں اور دشواریوں کا پہلو!

عافیت اور آسائش کی زندگی ان لوگوں کے حصّہ میں آئی ہے جو صرف دُنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ جن کا مقصدِ حیات صرف یہ ہے کہ کھائیں پئیں اور مزے کی زندگی بسر کریں، نہ خدا سے مطلب، نہ رسولؐ سے، نہ دین کے پابند، نہ شرع کے، ایسے لوگوں کی زندگی عافیت اور عیش کے سوا، اور ہو بھی کیا سکتی ہے!

دُوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اس دُنیا کی زندگی کو عارضی اور فانی سمجھتے ہیں، جو اس کی لذّتوں میں بدمست اور سرشار نہیں ہیں۔ جن کی نظر پیچھے بھی ہے اور آگے بھی، جو حال کو بھی دیکھتے ہیں اور مستقبل کو بھی۔ ایسے لوگ اگر چاہیں تو بھی آسائش اور عافیت کی زندگی نہیں بسر کر سکتے، اس لئے انہیں اپنے فرائض کا احساس ہے اپنے دین کا پاس ہے، خدا اور رسول کے احکام و فرامین کی بجاآوری، جن کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے، لٰہذا یہ مجبور ہیں کہ تکلیفیں اُٹھائیں، دشواریاں سہیں، مصائب کا مقابلہ کریں لیکن مذہب کے احکام و ہدایات کو اپنے سے دُور نہ ہونے دیں۔ ایسے لوگ اِسی کے مستحق ہیں کہ خدا اُنہیں نوازے، اور خدا ضرور اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے انہیں سرفراز کرے گا۔

---

[1] نیکو کار، [2] جنت میں ان کے رہنے کے لئے۔

باب ۱۰۸
جہنّم کی آگ

(۲۶۰) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم نارکم جزءٌ من سبعین جزءًا من نار جهنم۔ قیل یا رسول الله وان کانت لکافیة قال فضّلت علیهن بتسعةٍ وّستّین جزءً کلّهن مثلُ حرّها۔

(۲۶۰) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "تمہاری آگ[1] جہنّم کی آگ کا سترھواں[2] حصّہ ہے۔

کہا گیا: "یا رسول اللہؐ کیا یہ کافی نہیں ہے؟" فرمایا: "وہ اُنہتّر حصّے زیادہ کردی گئی ہے۔ ہر حصّہ میں اتنی ہی گرمی ہے"[3]!

باب ۱۰۹
جھوٹا نسب

(۲۶۱) عن واثلة ابن الاسقع رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیه او یری عینه مالم ترا و یقول علی رسول الله صلی الله علیه وسلّم مالم یقل۔

(۲۶۱) حضرت واثلہ بن اسقعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بلاشبہ یہ بہت بڑا افترا[1] ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے تئیں منسوب کرے یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی بات دیکھنے کی نسبت کرے جو اُس نے[2] نہیں دیکھی یا آنحضرتؐ سے ایسی[3] بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

---

[1] یعنی وہ آگ جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ [2] یعنی ستّر حصّوں میں سے ایک حصّہ۔ [3] یعنی یہی کیا کم ہے۔

[1] جھوٹ اور دروغ۔ [2] خلاف واقعہ۔ [3] وضع حدیث یعنی حدیثیں گھڑنا۔

غلط جذبہ

بعض لوگوں کا پندار صرف اسی طرح مطمئن ہوتا ہے، کہ وہ اپنے تیئں عالی نسب اور والا حسب مشہور کریں یہ غلط ذہنیت ہے۔ اسلام اسے قطعاً اور کسی صورت میں بھی پسند نہیں کرتا۔

اسلام میں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف عمل صالح اور تقوے ۱ اہمیت رکھتا ہے، ایک شخص خواہ کتنے ہی بڑے خاندان کا فرد ہو، لیکن اگر وہ متقی نہیں ہے تو خدا کے دربار میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر وہ صالح نہیں ہے تو اسلام کی قائم کی ہوئی عدالت اُسے جرم کی سزا ضرور دے گی۔ لیکن اگر وہ متقی ہے تو خواہ اس کا نسب کتنا ہی حقیر، اور خاندان کتنا ہی کم مایہ کیوں نہ ہو، وہ ضرور خدا کے دربار میں عزت اور منزلت حاصل کرے گا۔ اسلام اس جذبے کو قطعاً مٹا دینا چاہتا ہے، کہ نسب اور خاندان کو مدار افتخار بنایا جائے مدار افتخار تو عمل صالح اور تقوٰی ہی ہو سکتا ہے۔

باب ۱۱۰

صفاتِ رسولؐ — نبی کی سخاوت

(۲۶۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس واجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریلؑ وکان جبریل یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ۔

(۲۶۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہؐ بہت زیادہ سخی اور لکھ لٹ[1] تھے۔ رمضان کے مہینہ میں جب جبریلؑ آپؐ سے ملاقات کیا کرتے تھے، آپؐ کی سخاوت بڑھ جاتی تھی۔ رمضان کے مہینہ میں جبرئیلؑ ہر رات کو آپؐ سے ملتے تھے اور آپؐ سے قرآن سنتے تھے، رسول اللہؐ ریح مرسلہ[2] سے بھی زیادہ سخی تھے۔

---

[1] جو کچھ آپ کے پاس ہوتا راہ خدا میں لٹا دیتے۔ [2] خوشخبری پہنچانے والی ہوائیں، یعنی باد مراد۔

حسنِ اخلاق

(۲۶۳) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من خیارکم احسنکم اخلاقا۔

(۲۶۳) حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ سے نہ کبھی کوئی امر فاحش[۱] سرزد ہوا نہ متفحش[۲]۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے "تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو حسنِ[۳] اخلاق کا حامل ہو۔"

رسول کا طرزِ عمل

(۲۶۴) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اخذ ایسرہما ما لم یکن اثما فان کان اثما کان ابعد الناس منہ وما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ[۴] الا[۶] ان تنتھک حرمۃ اللہ فینتقم للہ بھا۔

(۲۶۴) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ کو جب کبھی دو[۴] باتوں میں سے ایک اختیار کرنا ہوتی تو آپؐ آسان بات اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ اس کے اختیار کرنے میں گناہ نہ ہو، اگر وہ (آسان) بات گناہ ہوتی تو آپؐ سب سے زیادہ[۵] اس سے دور رہتے، اور آپؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا البتہ اگر خدا کی حرمت کے خلاف[۶] کوئی بات (کسی سے) سرزد ہوتی تو آپؐ اللہ کے لئے انتقام[۷] لیتے۔

شرم وحیا

(۲۶۵) عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاءً من العذراء فی خدرھا۔

---

[۱] ناپسندیدہ بات، [۲] رسوا کن، [۳] پسندیدہ عادات واطوار، یعنی رذائل سے اجتناب اور فضائل سے وابستگی۔ [۴] امور دنیاوی میں سے، [۵] بہت زیادہ، [۶] احکامِ الٰہی کے خلاف، [۷] سزا دیتے۔

(۲۶۵) حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ اس دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو پردہ میں بیٹھتی ہے۔

طرزِ طعام

(۲۶۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال ما عاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم طعامًا قط ان اشتھاہ اکلہ والا ترکہ۔

(۲۶۶) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کھانے میں کبھی عیب[1] نہیں نکالتے تھے۔ اگر بھوک ہوئی کھا لیا ورنہ ترک کر دیا۔

انصار سے محبت

(۲۶۷) عن عدی بن ثابت قال سمعت البراء بن عازب رضی اللّٰہ عنہما قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الانصار لا یحبھم الا مؤمن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللّٰہ ومن ابغضھم ابغضہ اللّٰہ۔

(۲۶۷) حضرت عدی بن ثابت رضؓ سے مروی ہے، کہ میں نے براء بن عازب رضؓ سے سُنا، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سُنا۔ انصار[2] سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہو گا۔ ان سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہو گا۔ جو اُن سے محبت کرے گا۔ خدا ان سے محبت کرے گا۔ جو ان سے بغض رکھے گا خدا اس سے بغض رکھے گا۔

انصار و مہاجر

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انصار کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کی نبوت پر سب سے پہلے ایمان کا اعلان کیا۔ پھر حبِ رسولؐ کے نشہ میں ایسے سرشار ہوئے کہ کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ کے خوف سے بے نیاز ہو کر

---

[1] اگر حرام ہوتا تو عیب بھی نکالتے تھے۔ [2] انصار مدینہ جنہوں نے بڑے نازک وقت میں رسول اللہؐ کی مدد کی۔ اور اسی لئے انصار کہلائے اس لفظ کے معنی ہی مددگار کے ہیں۔

رسول اللہؐ کو دعوت دی کہ وہ مدینہ میں تشریف لے آئیں اور وہاں امن وعافیت کی زندگی بسر فرمائیں۔ پھر جب رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے تو مکہ سے دوسرے ستم رسیدہ مسلمان بھی مدینہ پہنچنے لگے۔ انصار نے ان مسلمانوں کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے۔ خود فاقہ کیا۔ انہیں پیٹ بھر کر کھلایا۔ خود تکلیف اٹھائی، انہیں ہر طرح سے آرام پہنچایا۔ خود کھرے بستر پر سو رہے انہیں اچھے بستر پر جگہ دی۔

پھر جب رسول اللہؐ نے انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ استوار کیا، تو انصار اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ اپنی موروثی اور خاندانی جائدادوں تک میں اپنے مہاجر بھائیوں کو برابر کا شریک کر لیا۔ وراثت میں ایک مہاجر بھائی کو بھی وہی ملتا جو اسکے سگے بھائی کو ملتا۔ اگرچہ بعد میں یہ صورت ختم ہوگئی، لیکن ایک عرصہ تک جاری رہی۔ انصار نے کبھی بھی مہاجرین کی خدمت میں بے دلی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ بعض تو یہاں تک تیار ہو گئے کہ اپنے مہاجر بھائی کے لئے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیں تاکہ وہ اس سے نکاح کر لے اور تنہائی کی زندگی ترک کر کے عائلی اور خاندانی زندگی بسر کرنے لگے۔ یہ بات بھی عمل میں نہیں آئی لیکن اس سے انصار کے حسنِ نیت اور خلوص و صداقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

انصار کے یہ وہ خصوصیات تھے جن کے باعث آنحضرتؐ انہیں بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

خدا کی قسم

(۲۶۸) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا من کان حالفا فلا یحلف الا باللہ وکانت قریش تحلف بآبائھا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تحلفوا بآبائکم۔

(۲۶۸) حضرت ابن عمرؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: خبردار جو شخص قسم کھانا[1] چاہتا ہو، اسے خدا کے سوا کسی قسم کی قسم نہیں کھانا چاہیئے۔ قریش اپنے آباء

[1] قسم جس ذات کی کھائی جا سکتی ہے وہ اپنے احترام و اجلال کے باعث صرف خدا ہی ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی بشر۔

کی قسم کھایا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اپنے آبار کی قسم مت کھایا کرو۔

نفقہ

(۲۶۹) عن ابی مسعودٍ البدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نفقۃ الرجل علیٰ اَھلِہٖ صدقۃ ؎

(۲۶۹) حضرت ابومسعود بدری رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلعم نے فرمایا اپنے اہل کا بار اُٹھانا صدقہ ہے[1]

دو آیتیں

(۲۷۰) وعنہ ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرۃ من قراھما فی لیلۃ کفتاہ ؎

(۲۷۰) حضرت ابومسعود بدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سورہ بقر کے آخر کی دو آیتیں[2] جس نے رات میں پڑھ لیں وہ اسکے لئے کافی ہیں۔

ایک ہی معبود

(۲۷۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہُ وَحدَہٗ اَعزّ جندہ ونَصَرَ عَبدَہٗ وغلب الاحزاب وَحدَہٗ فلاشَیْءَ بعدَہٗ ؎

(۲۷۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے[3]۔ کوئی معبود نہیں ہے سوا ایک خدا کے۔ اسکی فوج سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ بڑی بڑی جماعتوں پر اکیلا غالب آجاتا ہے، اسکے بعد کوئی چیز نہیں ہے[4]۔

---

[1] بیوی اولاد وغیرہ بشرطیکہ نیت رضائے الٰہی کی ہو۔ [2] جن وآسیب کے شر سے حفاظت کے لئے سورۂ بقر کے آخر میں آمَنَ الرَّسُوْلُ، سے لے کر آخر تک پڑھنا چاہیئے۔ [3] بطور ورد کے۔
[4] ہر چیز فانی ہے سوا اسکے۔ ذات معبود جاودانی ہے۔ باقی جو کچھ کہ ہے وہ فانی ہے۔

طرزِ تبلیغ

(۲۷۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ بن جبل حین بعثہ الی الیمن انک لتأتی قوما من اھل الکتاب فاذا جئتھم فادعھم الی ان یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان ھم اطاعوا لک بذالک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم اطاعوا لک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم صدقۃ تؤخذ من اغنیاءھم فترد علی فقراءھم فان ھم اطاعوا لک بذالک فایاک وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔

(۲۷۲) حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے معاذ بن جبل رض کو جب یمن[۱] بھیجا تو فرمایا :۔ "تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہلِ کتاب[۲] ہے جب اسکے پاس پہنچو۔ تو دعوت دو، کہ لوگ گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اسکے رسول ہیں اور اگر وہ تمہاری اس بات میں اطاعت[۳] کریں۔ پھر انہیں خبر دو کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ہر دن اور ہر رات میں پس اگر اس بارے میں وہ تمہاری اطاعت کریں[۴] تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالےٰ نے اُن پر صدقہ[۵] بھی فرض کیا ہے جو اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے پس اگر وہ تمہاری ان باتوں میں اطاعت کریں[۶] تو خبردار! ان کے مال ومنال میں ہاتھ نہ لگانا[۷] مظلوم کی فریاد سے ڈرتے[۸] رہو کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے[۹]۔

---

[۱] برائے تبلیغ اسلام۔ [۲] اہلِ کتاب عیسائیوں اور یہودیوں کو کہتے ہیں۔ [۳] یہ دعوت قبول کرلیں۔ [۴] نماز پڑھنے لگیں۔ [۵] مذہبی ٹیکس۔ [۶] اب وہ محفوظ ہو گئے ان کو بھی وہی حق مل گیا جو ایک مسلمان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ [۷] کسی پر ظلم نہ کرو۔ [۸] خدا کے دربار تک براہ راست اس کی فریاد پہنچتی ہے۔

حکمتِ بالغہ

اسلام دین فطرت ہے، وہ براہ راست انسان کی فطرت سے اپیل کرتا ہے اس کی تعلیم، اس کے احکام، اس کا فلسفہ، اس کا نظام حیات، اس کی تعمیر، سیرت، ہر چیز فطری ہے۔ کوئی چیز بھی غیر فطری نہیں ہے۔

اسی طرح اسلام کا طرز تبلیغ بھی فطری ہے۔ حضرت معاذؓ کو آپؐ نے جس طرز پر تبلیغ کرنے کی ہدایت فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ بھی سادہ اور فطری طور پر ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک ہی مرتبہ تمام احکام و مسائل سنا ڈالے، جنہیں سنتے ہی ایک نیا، نامانوس اور اجنبی آدمی گھبرا اُٹھے۔ اس طرح تبلیغ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کامیاب ہونے کا طریقہ وہی ہے جس کی تلقین آنحضرتؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو فرمائی تھی۔ یعنی احکام و مسائل تک ایک نومسلم کی رسائی رفتہ رفتہ ہونی چاہیئے۔ ٹھہر ٹھہر کر اُسے بتایا جائے اور سکھایا جائے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی یہ ذمہ داریاں ہیں، یہ فرائض ہیں۔ جب ایک چیز میں وہ پختہ ہو لے تب دوسری چیز اُسے سکھائی جائے۔ ابھی اگر ایک بات میں پختہ نہیں ہوا اور اس پر بھی اگر دوسری اور تیسری، اور چوتھی بات اُسے سکھا دی جائے، تو شاید وہ سیکھ تو لے گا۔ لیکن یاد نہیں رکھ سکے گا۔ عمل نہیں کر پائیگا۔ گھبرا جائے گا۔ جھنجھلا اُٹھے گا۔ حیران اور سرگرداں ہو جائے گا اور آخر کار بددل ہو جائے گا۔

شراب کی حرمت

ہمارے سامنے حرمتِ شراب کی مثال موجود ہے۔ شراب عربوں کی فطرت میں رچی اور بسی ہوئی تھی۔ اُسے بیک وقت چھڑا دینا آسان نہیں تھا، وہ رفتہ رفتہ ہی چھڑائی جا سکتی تھی۔ اور یہی اسلام نے کیا۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو بتایا گیا ”لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى“ یعنی جب تم نشہ میں ہوا کرو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اس تنبیہہ نے مسلمانوں کو چونکا دیا وہ یہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کوئی اچھی چیز تو بہرحال نہیں ہے۔ اس

پہلے سبق کے بعد دوسرا سبق یہ دیا گیا کہ "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ!" قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو چکی تھی۔ یہ فرمان سنتے ہی کہ شراب ناپاک ہے وہ جام جو لبوں تک پہنچ چکے تھے پھینک دیئے گئے، وہ قرابے جو گھروں میں رکھے ہوئے تھے زمین پر لنڈھا دیئے گئے اور دیکھتے دیکھتے وہ لوگ جو بادہ آشام تھے۔ پاکباز اور نیک سرشت بن گئے۔ یہ کرشمہ تھا، تبلیغ اسلام کی حکمت کا۔ اگر حکمت سے کام نہ لیا جاتا، تو یہ رچی اور بسی ہوئی عادت یوں نہ چھوٹ جاتی

نماز کے احکام

نماز کو دیکھئے، اس کے احکام بھی یوں ہی تدریجاً نفاذ پذیر ہوئے پہلے دو رکعتیں تھیں۔ پھر چار رکعتیں ہوئیں۔ ہو سکتا تھا کہ پہلے ہی دن سے چار رکعتیں نافذ ہو جاتیں اور یقیناً بہت سے لوگ بسر و چشم اور بے چون و چرا اس حکم کی تعمیل بھی کرتے۔ لیکن تدریج میں جو حکمت تھی، وہ کسی اور بات میں نہ تھی۔ اسلام چونکہ اقرب الی الفطرت مذہب ہے، لہٰذا ہر معاملہ میں وہ اس اصول کو پیش نظر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے احکام و معاملات فطرت انسانی میں جس طرح جڑ پکڑ لیتے ہیں اس کی مثال کسی اور دین و مذہب میں نہیں مِل سکتی ؎

باب ۱۱۱

قبورِ انبیاء ــــــ یہود پر پھٹکار

(۲۷۳) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضه الذی لم یقم منه لعن اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد

(۲۷۳) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے مرض الموت[1] میں فرمایا۔ خدا یہود پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت[2] گاہ بنا لیا۔

---

[1] اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔ [2] مسجد ؎

مفہوم و معنی

امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ نے یہ عادت ڈال لی تھی، کہ وہ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اسلئے کہ ان کی عظمت اور شان کا تقاضا ان کے نزدیک یہی تھا انہوں نے ان قبروں کو اپنا قبلہ بنالیا تھا۔ ان کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں انہوں نے ان کے بت رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ پرستش اور پوجا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز پر لعنت بھیجی ہے اور اس کام سے منع فرمایا ہے ورنہ جوار صالح کی نیت سے، اور تبرک کے مقصد سے کسی نبی یا بزرگ کی قبر کے پاس مسجد بنانا، اور وہاں خدا کی عبادت کرنا ممنوع نہیں ہے۔ نہ صالحین امت، اور ابرار و اخیار کی قبور کی زیارت کرنا منع ہے کیونکہ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اطاعت خداوندی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ خدا کی طرف طبیعت متوجہ ہوتی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے، اور آدمی یہ محسوس کر لیتا ہے کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے اس کی بندگی اور عظمت مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اور جو خدا کا نہیں بنتا وہ زندگی میں بھی خوار رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء و صلحاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا کر شرک و کفر کی حرکتیں نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ حدود شرعی میں رہ کر ان کی زیارت کی جا سکتی ہے اور وہاں سے کسب فیض کیا جا سکتا ہے جو اطاعتِ الٰہی اور تقربِ خداوندی کا موجب و سبب بن سکتا ہے۔

باب ۱۱۲

شفاعت محمدی ـــــ قیامت کا دن

(۲۷۴) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

یجتمع المؤمنون یوم القیٰمۃ فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیأتون

اٰدم فيقولون انت ابو الناس خلقك الله بيده واسجد لك ملآئكته وعلمك اسمآء كل شئ فاشفع لنا عند ربك حتى يريحنا من مكاننا هٰذا فيقول لست هناكم ويذكر ذنبه فيستحي ائتوا نوحًا فانه اوّل رسول بعثه الله الى اهل الارض فيأتونه فيقول لست هناكم ويذكر سؤاله ربّه ماليس له به علم فيستحي فيقول ائتوا خليل الرحمٰن فيأتونه فيقول لست هناكم ائتوا موسىٰ عبدًا كلمه الله واعطاه التوراة فيأتونه فيقول لست هناكم ويذكر قتل النفس بغير نفس فيستحي من ربّه فيقول ائتوا عيسىٰ عبد الله ورسوله وكلمة الله وروحه فيقول لست هناكم ائتوا محمدًا صلى الله عليه وسلم عبدًا غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فيأتوني فانطلق حتى استاذن على ربي فيؤذن فاذا رايت ربي وقعت ساجدًا فيدعني ماشاء الله ثم يقال ارفع رأسك وسل تعط وقل يسمع واشفع تشفع فارفع رأسي فاحمده بتحميد يعلمنيه ثم اشفع فيحد لي حدًّا فادخلهم الجنة ثم اعود اليه فاذا رايت ربي مثله ثم اشفع فيحدُّ لي حدًّا فادخلهم الجنة ثم اعود الثالثة ثم اعود الرابعة فاقول مابقي في النار الا من حبسه القراٰن ووجب عليه الخلود يعني قول الله تعالىٰ خالدين فيها۔

(۲۷۴) حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن تمام مسلمان (ایک جگہ) جمع ہوں گے، اور (آپس میں) کہیں گے کاش ہمارے رب سے کوئی ہماری شفاعت کر دیتا۔ پھر وہ لوگ حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے اور عرض گذار ہوں گے آپ ابوالناس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دستِ قدرت سے بیدا کیا ہے

ؔ میدان حشر میں؛ ؔ تاکہ ہم اس مصیبت سے راحت پائیں۔

اور اپنے ملائکہ سے آپؑ کو سجدہ کرایا ہے - اللہ نے آپؑ کو تمام اسماء سکھائے[1] ہیں پس ہماری شفاعت اپنے رب سے کر دیجئے ، کہ ہم اس مصیبت سے نجات پائیں حضرت آدمؑ کہیں گے میں اس قابل نہیں[2] ہوں - پھر اپنی لغزش[3] کا ذکر کرینگے اور نادم ہوں گے (اور کہیں گے) نوحؑ کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں خدا نے زمین والوں[4] کے لئے بھیجا تھا - لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس قابل نہیں - پھر وہ اپنے رب سے اپنے سوال[5] کو یاد کریں گے - جس کا علم انہیں نہیں[6] تھا اور نادم ہوں گے - کہیں گے اللہ کے دوست[7] کے پاس جاؤ - لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے ، وہ کہیں گے ، میں اس قابل نہیں ہوں موسیٰؑ کے پاس جاؤ - اللہ نے ان کو شرفِ تکلم سے نوازا تھا توراۃ بخشی تھی - لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے ، میں اس قابل نہیں ، اور قتل نفس بغیر نفس[8] کا واقعہ یاد کریں گے اور اپنے رب سے نادم ہوں گے - اور کہیں گے عیسیٰ کے پاس جاؤ - وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں وہ کلمۃ اللہ اور روح[9] اللہ ہیں حضرت عیسیٰؑ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالےٰ نے معاف کر دیئے ہیں - پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے - میں چل پڑوں گا پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا سجدہ میں گر پڑوں گا - پھر کہا جائے گا - اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے عطا کیا جائے گا ، کہہ سنا جائے گا شفاعت کر ،

---

[1] وعلم آدم الاسماء کلھا ، [2] تم مجھے حسب منصب کا اہل سمجھ رہے ہو میں ویسا نہیں ہوں ، [3] گیہوں کا کھانا ، [4] انذار و اہلاک کے لحاظ سے ورنہ پہلے پیغمبر خود حضرت آدمؑ تھے لیکن ان کی تربیت اور ہدایت وہ بھی جو ایک باپ کی اولاد کے لئے ہوتی ہے ، [5] طوفانِ نوحؑ کے وقت اپنے نافرمان بیٹے کی سفارش کی جسے خدا نے نامنظور فرمایا [6] اللہ نے کہا فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم یعنی ایسا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں تیرے اہل و عیال میں وہی شمار ہو سکتا ہے جو ایماندار ہو - جو ایمان نہ لایا ہو وہ اگرچہ تیرے صلب سے ہے لیکن وہ اہل میں شمار نہیں ہو سکتا - [7] حضرت ابراہیم خلیل اللہ ، [8] اس قبطی کے قتل کی طرف اشارہ ہے جو آپ کے ایک تادیبی گھونسہ میں مر گیا تھا ، [9] آپؑ اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے یعنی آپ کی والدہ حضرت مریم ناکتخدا تھیں ؛

تیری شفاعت قبول کی جائے گی ۔ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا ۔ اپنے رب کی حمد کروں گا ۔ جو مجھے سکھائی گئی ہوگی ۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائیگی[1] پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا ۔ پھر میں واپس آؤں گا ۔ پھر جب میں اپنے رب کو پہلے کی طرح[2] دیکھوں گا ۔ پھر شفاعت کروں گا ۔ پس میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی[3] ۔ پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا ۔ پھر تیسری مرتبہ واپس آؤں گا ، پھر چوتھی مرتبہ واپس آؤں گا ۔ پھر کہوں گا ۔ اب دوزخ میں کوئی باقی نہیں ہے ، سوائے اسکے جس کو قرآن نے روکا اور جس پر خلود[4] واجب ہے ، یعنی جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے "خَالِدِیْنَ فِیْھَا" (یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ۔)

باب ۱۱۳

سب سے بڑا گناہ ـــــ مثیل خدا

(۲۷۵) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الذنب اعظم عند اللہ قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک قلت ان ذلک لعظیم قلت ثم ای قال وان تقتل ولدک تخاف ان یطعم معک قلت ثم ای قال ان تزنی حلیلۃ جارک ۔

(۲۷۵) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے ؟ فرمایا یہ کہ اللہ کا کسی کو ند[5] مانو حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے ۔ میں نے کہا یہ بہت بڑا ہے پھر میں نے پوچھا ۔ پھر سب سے بڑا گناہ کون ہے ؟

---

[1] یعنی ایک گروہ مقرر کر دیا جائے گا ۔ اللہ تعالے کہے گا اسی کی شفاعت آپ کر سکتے ہیں ۔ [2] اور وہی باتیں کہوں گا جو پہلے گذر چکی تھیں ۔ [3] اب ایک اور گروہ شفاعت کے لئے مختص کیا جائے گا ۔ [4] کافر ۔ [5] مثل ونظیر ۔

فرمایا اپنے لڑکے کو اس اندیشہ سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا:۔ کہ اپنے پڑوسی کی حلیلہ سے زنا کرو۔

باب ۱۱۴

دُعائے خیر ـــــــ طلبِ خیر

(۲۷۶) عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

(۲۷۶) حضرت انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص (بطور دعا کے) فرمایا کرتے تھے:۔ "اے اللہ مجھے دُنیا میں نیکی اور اچھائی مرحمت فرما اور آخرت میں نیکی اور اچھائی مرحمت فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

مغز و معنی

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس دعا میں ہر قسم کا "خیر" جمع ہو گیا ہے جس کا دُنیا سے تعلق ہو سکتا ہے، مثلاً۔ عافیت، رزق واسع، علم نافع، عمل صالح، اور ہر قسم کا شر خود بخود خارج ہو گیا ہے۔ اسی طرح آخرت کے "خیر" میں بھی تمام اہم چیزیں آجاتی ہیں مثلاً جنت، فزع اکبر سے امن، میدان حشر میں سکون و عافیت، حساب کتاب میں آسانی اور سہولت، لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ عذاب دوزخ سے نجات کی تدبیر یہ ہے کہ دنیا میں، حساب قیامت سے آسان گذر جانے کے اصول و اسباب بھی فراہم کئے جائیں یعنی محارم سے اجتناب کیا جائے۔ گناہوں سے دُور رہا جائے۔ جن چیزوں میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو انہیں یکسر ترک کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگائی جائے۔ حق العباد کو ادا کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو

۱؎ بیوی؛ ۲؎ اکثر و بیشتر یہ دُعا آپ کے وردِ زبان رہتی تھی؛

مواخذۂ الٰہی کی زد میں آتا ہو۔ اس دعا کی کثرت اور مداومت انسان کو راہ راست پر لانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ قدرتی بات ہے، کہ انسان بار بار جو چیز خدا سے مانگے گا اپنے اندر اسکی صلاحیت اور استعداد پیدا کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔

باب ۱۱۵

غنی مسکین ــــــ مسکین کی تعریف

(۲۷۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ التمرۃ والتمرتان ولا اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف۔

(۲۷۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مسکین[1] وہ نہیں ہے جسے ایک خرمہ یا دو خرمے یا ایک یا دو لقمے دیئے جائیں۔ بلکہ مسکین[2] وہ ہے۔ جو سوال کرنے سے شرماتا ہے[3]۔

خودداری

سوال اور دریوزہ گری کی اسلام ذرا بھی حوصلہ افزائی نہیں کرتا متعدد حدیثوں میں آیا ہے۔ لکڑی ڈھولینا، مزدوری کر لینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ سوال کیا جائے لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان سوال کرنے، یا صدقہ اور خیرات لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اسلام کے نزدیک پسندیدہ وہ شخص ہے جو خوددار اور خودشناس ہو، جسے حالات خواہ کتنا ہی مجبور کر دیں وہ حرفِ سوال زبان پر لاتے ہوئے ہچکچاتا ہو۔ بات اسکی زبان تک آتی ہو اور لوٹ جاتی ہو۔

اللہ نے اور اللہ کے رسولؐ نے ان مسکینوں کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور ان کی مالی امداد

---

۱ مسکین کامل۔ ۲ صحیح معنی میں مستحق امداد۔ ۳ اور اس وجہ سے لوگ اسے غنی سمجھتے ہیں اسکی امداد نہیں کرتے۔

کرنے والوں کو اجر و ثواب کی بشارت دی ہے جو خود اپنی فراست سے ان کی کیفیت بھانپ لیتے ہیں اور بے مانگے ہوئے ان کی ضروریات پوری کر دیتے ہیں۔ اسلئے کہ اس طرح سوال کر کے آدمی کو اپنی خودداری مجروح نہیں کرنا پڑتی، ذلتِ نفس سے وہ بچ جاتا ہے!

باب ۱۱۶
کثیر القول

(۲۷۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کفیٰ بالمرءِ اثماً ان یحدث بکلِّ مَا سَمِعَ۔

(۲۷۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ آدمی کے گناہگار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سُن لے وہی کہنے لگے۔

حکمت و مصلحت

آنحضرت کا یہ مختصر سا بول، بہت بڑی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ انسان کی زندگی پر ایک نظر غائر ڈالئے تو آپ محسوس کریں گے کہ افواہ اور سخن سازی بہت سی برائیوں اور کوتاہیوں کی جڑ ہے۔

صبح سے شام تک آدمی مختلف قسم کے لوگوں سے ملتا ہے مختلف قسم کی باتیں سُنتا ہے مختلف قسم کے واقعات اسکے سامنے آتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور غلطی نہیں ہو سکتی کہ انسان جو کچھ سُن لے وہی خود بھی رٹنے لگے۔ کسی کے منہ سے جو بات نکلے اُسے بے چون و چرا مان لے اور روایت کرنے لگے اسے اپنی عقل و فہم سے بھی کام لینا چاہیئے۔ روایت کے ساتھ درایت بھی ضروری اور بسا ضروری ہے۔ روایت یہ ہے کہ آپ نے کسی سے ایک بات سُن لی اور دوسروں سے نقل کرنا شروع کر دیا اور درایت یہ ہے کہ جو بات

۱؎ سبب، ۲؎ یعنی درایت سے کام نہ لے!

سُنی اُسے پرکھا، جانچا، کھرا پایا تو قبول کر لیا، کھوٹا پایا تو رَد کر دیا جو لوگ صرف رٖوایت پر اکتفا کرتے ہیں وہ ہمیشہ ٹھوکر کھاتے ہیں جو رٖوایت کے ساتھ ساتھ درایت کو بھی استعمال کرتے ہیں وہ ہمیشہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتے ہیں۔ وہ ٹھوکر نہیں کھاتے۔ بلکہ جو لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں انہیں سنبھال لیتے ہیں۔ رسول اللہ کا یہ ارشادِ گرامی اسی اصول پر مبنی ہے "کہ آدمی اگر گناہگار ہونے سے بچنا چاہتا ہے تو اسکے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ سنے پہلے اُسے پرکھے، پھر اُسے اپنی زبان سے دوہرائے"!

باب ۱۱۷
غیب کی کُنجیاں!

(۲۷۹) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتح الغیب خمس و تلا ھذہ الاٰیۃ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

(۲۷۹) حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا: "غیب کی کنجیاں[1] پانچ ہیں" (۱) قیامت کا علم صرف[2] خدا کو ہے! ——— (۲) بارش کب[3] ہوگی، یہ بھی وہی جانتا ہے! ——— (۳) رحم میں کیا[4] ہے؛ اس کا علم بھی اسی کو ہے! ——— (۴) کوئی نہیں جانتا کل کیا کمائے[5] گا! ——— (۵) کوئی نہیں جانتا، کس سرزمین پر اس کی موت ہوگی؛ بیشک اللہ تعالےٰ علیم اور خبیر ہے!

---

[1] ان باتوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کوئی شخص اگر ان کے جاننے کا دعوٰی کرتا ہے تو وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ [2] نبی مرسل اور ملک مقرب کو بھی یہ بات معلوم نہیں۔ [3] بارش کا قطرہ یہاں کب گرے گا۔ [4] مذکر یا مؤنث! [5] نیکی کمائے گا یا بدی۔ [6] وطن میں یا کہیں اور!

باب ۱۱۸
صوم عاشورہ

(۲۸۰) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ والیھود تصوم عاشوراء فقالوا ھذا یوم ظھر فیہ موسٰی علی فرعون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ انتم احق بموسٰی منھم فصوموا۔

(۲۸۰) حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے، تو آپؐ نے عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھا۔ انہوںؐ[1] نے (یہود نے) کہا یہ وہ دن ہے جب موسیٰؑ فرعونؑ[2] پر غالب آئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احباب سے فرمایا: "تم موسیٰؑ کے یہودیوں سے زیادہ حقدار ہو لہٰذا روزہ رکھو۔

باب ۱۱۹
واقعۂ افک

(۲۸۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد سفرا اقرع بین ازواجہ وایتھن خرج سھمھا خرج بھا رسول اللہ معہ قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج فیھا سھمی فخرجت مع رسول اللہ بعدما انزل الحجاب فکنت احمل فی ھودجی وانزل فیہ فسرنا حتی اذا فرغ رسول اللہؐ من غزوۃ تلک

---

[1] آپؐ نے روزہ کی وجہ دریافت فرمائی۔ [2] فرعون بحر قلزم (بحر احمر) میں غرق ہو گیا تھا۔

وقفل دنونا من المدينة قافلين اذن ليلة بالرحيل فقمت حين
اذنوا بالرحيل فمشيت حتى جاوزت الجيش فلما قضيت شأني
اقبلت الى رحلي فلمست صدري فاذا عقد لي من جزع ظفار قد
انقطع فرجعت فالتمست عقدي فحبسني ابتغاءه قالت واقبل
الرهط الذين كانوا يرحلوني فاحتملوا هودجي فرحلوه على بعيري الذي
كنت اركب عليه وهم يحسبون اني فيه وكان النساء اذ ذاك خفافا
لم يهبلن ولم يغشهن اللحم وانما ياكلن العلقة من الطعام فلم يستنكر
القوم خفة الهودج حين رفعوه وحملوه وكنت جارية حديثة السن
فبعثوا الجمل فساروا ووجدت عقدي بعد ما استمر الجيش فجئت
منازلهم وليس بها منهم داع ولا مجيب فتيممت منزلي الذي
كنت به وظننت انهم سيفقدوني فيرجعون الي فبينا انا جالسة في
منزلي غلبتني عيني فنمت وكان صفوان بن المعطل السلمي ثم الذكواني
من وراء الجيش فاصبح عند منزلي فرأى سواد انسان نائم فعرفني
حين رآني وكان رآني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني
فخمرت وجهي بجلبابي ووالله ما تكلمنا بكلمة ولا سمعت منه كلمة
غير استرجاعه وهوى حتى اناخ راحلته فوطى على يدها فقمت اليها
فركبتها فانطلق يقود بي الراحلة حتى اتينا الجيش موغرين في نحر
الظهيرة وهم نزول قالت فهلك من هلك وكان الذي تولى كبر الافك
عبد الله بن ابي ابن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين قدمت شهرا
والناس يفيضون في قول اصحاب الافك لا اشعر بشيء من ذلك وهو
يريبني في وجعي اني اعرف من النبي صلى الله عليه وسلم اللطف الذي

كنت اری منه حین اشتکی انما یدخل علیّ رسول الله فیسلم ثم یقول
کیف تیکم ثم ینصرف فذلك یریبنی ولا اشعر بالشر حتّی خرجت نقهت
فخرجت مع امّ مسطح قبل المناصع وکان متبرزنا وکنا لا نخرج
الّا لیلًا الی لیل وذٰلك قبل ان تتخذ الکنف قریبًا من بیوتنا وامرنا
امر العرب الاوّل فی البریة قبل الغائط وکنا نتأذی بالکنف ان نتخذها
عند بیوتنا قالت فانطلقت انا وام مسطح وهی ابنة ابی رُهْمٍ
فاقبلت انا وامّ مسطح قبل بیتی حین فرغنا من شأننا فعثرت امّ مسطح
فی مرطها فقالت تعس مسطح فقلت لها بئسما قلت أتسبین رجلا شهد
بدرا فقالت ای هنتاه او لم تسمعی ماقال قلت ماقال فاخبرتنی بقول
اهل الافك فازددت مرضا علی مرضی فلما رجعت الی بیتی دخل علیّ
رسول الله صلی الله علیه وسلّم فقال کیف تیکم فقلت اتأذن لی ان آتی ابوی
قالت واریدان استیقن الخبر من قبلهما فاذن لی رسول الله صلی الله
علیه وسلّم فقلت لامی یا امتاه ماذا یتحدث الناس فقالت یا بنیة هونی
علیك فوالله لقلما کانت امرأة قطّ وضیئة عند رجل یحبها لها
ضرائر الاکثرن علیها فقلت سبحان الله اولقد تحدث الناس بهذا
قالت عائشةؓ فبکیت تلك اللیلة حتّی اصبحت لا یرقالی دمع ولا اکتحل
بنوم ثم اصبحت ابکی ودعا رسول الله صلی الله علیه وسلّم علی بن ابی طالب
واسامة بن زید حین استلبث الوحی یسئلهما ولیستشیرهما فی فراق
اهله قالت فامّا اسامة فاشار علی رسول الله صلی الله علیه وسلّم بالذی یعلم
من براءة اهله وبالذی یعلم لهم فی نفسه فقال اسامة واهلك ولا
نعلم والله الاخیرًا واما علی ابن ابی طالب فقال یارسول الله لم یضیق الله

عليك والنساء سواها كثير وسل الجارية تصدقك فدعا رسول الله
صلى الله عليه وسلم بريرة فقال عليه الصلوة والسلام اى بريرة هل رأيت
من شيء يريبك قالت له بريرة والذى بعثك بالحق ما رأيت عليها
امرًا قط اغمصه غير انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها
فتاتى الداجن فتأكله قالت فقام رسول صلى الله عليه وسلم من
يومه فاستعذر من عبد الله بن ابى بن سلول وهو على المنبر فقال يا معشر المسلمين
من يعذرنى من رجل قد بلغنى عنه اذاه فى اهلى والله ما علمت على اهلى
الا خيرًا ولقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرًا وما يدخل على اهلى
الا معى قالت فقام سعد بن معاذ اخو بنى عبد الاشهل فقال انا يا
رسول الله اعذرك فان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان من
اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت فقام رجل من الخزرج
وكانت ام حسان بنت عمه من فخذه وهو سعد بن عبادة وسيد الخزرج
قالت وكان قبل ذلك رجلا صالحا ولكن احتملته الحمية فقال لسعد
كذبت لعمر الله لا تقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما احببت
ان يقتل فقام اسيد بن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد بن عبادة
كذبت لعمر الله لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار
الحيان يعنى الاوس والخزرج حتى هموا ان يقتتلوا ورسول الله
صلى الله عليه وسلم قائم على المنبر قالت فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم
يخفضهم حتى سكتوا وسكت قالت فبكيت يومى ذلك كله لا يرقالى
دمع ولا اكتحل بنوم قالت واصبح ابواى عندى وقد بكيت ليلتين
ويوما لا يرقالى دمع ولا اكتحل بنوم حتى انى لاظن ان البكاء فالق كبدى

فبينا ابواى جالسان عندى وانا ابكى فاستأذنت على امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست تبكى معى قالت فبينا نحن على ذلك دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا فسلم ثم جلس قالت ولم يجلس عندى منذ قيل ما قيل قبلها وقد لبث شهرا لا يوحى اليه فى شأنى بشئ قالت فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم قال اما بعد يا عائشة انه بلغنى عنك كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله وان كنت ألممت بذنب فاستغفرى الله وتوبى اليه فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه قالت فلما قضى رسول صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمعى حتى ما أحس منه قطرة وقلت لابى أجب رسول الله صلى الله عليه وسلم عنى فيما قال فقال ابى والله ما ادرى ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لامى اجيبى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما قال قالت امى والله ما ادرى ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت وانا جارية حديثة السن لا أقرء من القرأن كثيرا انى والله لقد علمت لقد سمعتم هذا الحديث حتى استقر فى انفسكم وصدقتم به فلئن قلت لكم انى بريئة لا تصدقونى ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم انى منه بريئة لتصدقنى فوالله لا اجد لى ولكم مثلا الا ابا يوسف حين قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون ثم تحولت واضطجعت على فراشى والله يعلم انى حينئذ بريئة وان الله مبرئى ببرائتى ولكن والله ما كنت أظن ان الله منزل فى شانى وحيا يتلى لشأنى فى نفسى كان احقر ان يتكلم الله فىّ بامر ولكن كنت ارجوا ان يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى النوم رؤيا يبرئنى الله بها فوالله ما رام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلسہ ولا خرج احد من اهل البیت حتّی
انزل علیہ فاخذہ ما کان یأخذہ من البرحاء حتّی انہ لیتحدر منہ من
العرق مثل الجمان وھو فی یوم شاتٍ من ثقل القول الذی انزل علیہ
قالت فسُرّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یضحکُ فکانت اول
کلمۃ تکلم بھا ان قال یا عائشۃ اَمّا اللہُ فقد برّأکِ قالت فقالت لی
امی قومی الیہ فقلت واللہ لا اقوم الیہ فانی لا احمد اِلّا اللہ عزّوجلّ
قالت وانزل اللہ تعالیٰ ان الذینَ جاء و بالافک العشر الآیات ثم
انزل اللہ ھذا فی برائتی قال ابوبکر الصدیق وکان ینفق علی مسطح
بن اثاثۃ لقرابتہٖ منہ وفقرہ واللہ لا انفق علی مسطح شیئًا ابدًا
بعد الذی قال لعائشۃ ما قال فانزل اللہ ولا یأتل اولوا الفضل
منکم اِلیٰ قولہ غفور الرّحیم ۔ قال ابو بکر الصدیق بلیٰ واللہِ انی لاحب
ان یغفر اللہ لی فرجع اِلیٰ مسطح نفقۃ التی کان ینفق علیہ وقال
واللہ لا انزعھا منہ ابدًا ۔ قالت عائشۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سأل زینب بنت جحش عن امری فقال لزینب ماذا علمتِ اَو رائیتِ
فقالت یا رسول اللہ احمی سمعی وبصری واللہ ما علمت اِلّا خیرًا قالت
عائشۃ وھی التی کانت تُسامینی من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فعصمھا اللہ بالورع قالت وطفقت اختھا حمنۃُ تحارب لھا فھلکت
فیمن ھلک (انتھیٰ)

(۲۸۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جب کسی سفر میں جانے کا ارادہ کرتے ، تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ[1] اندازی کرتے ان میں سے

---

[1] تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے ۔

جس کے نام قرعہ نکل آتا اسی کو ساتھ لے جاتے۔ ایک جہاد[1] میں ہم لوگوں کے نام (حسب معمول) قرعہ ڈالا۔ قرعہ میرے نام کا نکلا۔ چنانچہ میں آپؐ کے ہمراہ روانہ ہوئی یہ واقعہ حجاب کی آیت نازل ہونے کے بعد کا ہے، میں عماری کے اندر بٹھادی جاتی اور عماری سمیت ہی اُٹھالی جاتی تھی ہم اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہؐ اس جہاد سے فارغ ہو کر لوٹتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچے، تو آپؐ نے رات کے وقت کوچ کا اعلان کیا۔ لوگوں نے جب کوچ کا اعلان سُنا تو میں اُٹھ کھڑی ہوئی اور قضائے[2] حاجت کو چلی گئی۔ اور لشکر سے کچھ آگے بڑھ گئی۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوئی تو واپس آئی اور سینہ پر ہاتھ پھیرا تو یک بیک معلوم ہوا، کہ میرا ایک ہار "جزع اظفار" کا گر گیا ہے۔ میں اپنے ہار کو ڈھونڈھتی ہوئی اُلٹے پاؤں واپس ہوئی۔ اسکے ڈھونڈنے میں مجھے[3] دیر ہوگئی (اسی اثنا میں) میری عماری[4] لادنے والے لوگ آ گئے۔ انہوں نے میری عماری اٹھا کر جس اونٹ پر میں سوار ہوتی تھی رکھ دی، ان کا خیال تھا کہ میں اس عماری میں موجود ہوں۔ کیونکہ عورتیں اس زمانہ میں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں نہ بھاری ہوتی تھیں نہ پُر گوشت کھانا بھی کم کھایا کرتی تھیں۔ لہٰذا لوگوں نے جب عماری اُٹھائی، تو انہوں نے اسکے بوجھ کو کم نہ محسوس کیا، (علاوہ ازیں) میں اس زمانہ میں ایک نوعمر لڑکی تھی وہ اونٹ ہانک کر چل دیئے۔ میں نے لشکر کے کوچ کرنے کے بعد اپنا (گم شدہ) ہار پالیا۔ میں (پڑاؤ کے) مقام پر آئی تو وہاں پر کوئی بھی نہ تھا۔ میں نے اپنے مقام پر جانے کا ارادہ کر لیا جہاں پر پہلے (مقیم) تھی۔ خیال تھا، وہ لوگ مجھے جلد ہی تلاش کرینگے اور جب نہ پائیں گے تو یہیں لوٹ کر آئیں گے۔ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند کے باعث میرے پپوٹے بھاری ہونے لگے اور میں سو گئی۔ پھر صفوان بن معطل سلمی، اور زکوانی[5]، جو لشکر کے پیچھے پیچھے[6] تھے صبح کو

---

[1] غزوۂ بنی مصطلق؛ [2] تنہا حسب عادت و حسب معمول؛ [3] یہ خیال نہیں رہا کہ لشکر کوچ کر رہا ہے۔
[4] ہودج؛ [5] ابن ثقاتہ مشہور صحابی؛ [6] تاکہ کوچ کے وقت لشکریوں کی اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اُسے اٹھالیں۔

میری منزل پر پہنچے، اُنہوں نے ایک سوتے ہوئے شخص[1] کو دیکھا، تو میرے پاس آ گئے وہ مجھے حکم حجاب سے پہلے دیکھ چکے تھے۔ لہٰذا پہچان گئے۔ میں ان کے استرجاع[2] سے جاگ گئی۔ اُنہوں نے اونٹ بٹھادیا اور اس کی اگلی ٹانگ پر پاؤں رکھ دیا[3]۔ میں سوار ہو گئی وہ میرے اونٹ کو ہانکتے ہوئے (پا پیادہ) چلے۔ یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچ گئے۔ جہاں وہ اس کے بعد دوپہر میں فروکش ہوا تھا پس جن کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گئے۔ اور جس نے مجھ پر تہمت لگائی وہ عبداللہ[4] بن ابی بن سلول تھا۔ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو میں ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ لوگوں میں تہمت طرازیوں کی بات کا چرچا پھیل رہا تھا[5]۔ میں اپنی بیماری میں بارہا محسوس کرتی تھی کہ (آخر کیا بات ہے) میں رسول اللہ ﷺ کا اب وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی جو علالت کے زمانہ میں (آپ کی طرف سے ظاہر ہوا کرتا تھا اور میں) دیکھا کرتی تھی۔ صرف آپ تشریف لاتے ہیں، سلام کرتے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں "تم کیسی ہو؟" مجھے کسی اور بات کا علم نہ تھا۔ پھر قدرے صحتیاب ہو کر ایک دن میں اور مسطح کی والدہ مناصع[6] کی طرف جو ہمارا (گویا) پاخانہ[7] تھا گئیں ہم راتوں رات جایا کرتے تھے۔ اور یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔ کہ ہمارے مکانات کے قریب پاخانے بنے ہمارا معاملہ (پاخانے کے لئے) جنگل جانے، یا قضائے حاجت کے بارے میں قدیم عربوں[8] کی طرح تھا، پس، میں اور مسطح[9] کی ماں جو ابورہم کی بیٹی تھیں، چلی آ رہی تھیں۔ کہ وہ اپنی چادر میں اُلجھ کر

---

[1] یہ اندازہ نہ کر سکے کہ سونے والا مرد ہے یا عورت؛ [2] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا۔ [3] تاکہ سوار ہونے میں دشواری نہ ہو؛ [4] منافقین کا سرگروہ رأس المنافقین۔ [5] تہمت لگانے والے تین شخص تھے مسطح بن اثاثہ۔ حسان بن ثابت۔ اور حمنہ بنت جحش، جن پر بعد میں تہمت لگانے کی حد جاری ہوئی یعنی سزا دی گئی؛ [6] مدینہ سے باہر کا مقام۔ [7] جسے قضائے حاجت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا؛ [8] یعنی آبادی سے باہر قضائے حاجت کرنا۔ [9] مسطح بنت صخر حضرت ابوبکر صدیق رضی کی قریبی عزیزہ۔

گریں۔ انہوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے، میں نے کہا، تم ایسے شخص کو کوستی ہو جو جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ارے کچھ خبر بھی ہے یہ لوگ کیا چرچا کر رہے ہیں؛ پھر انہوں نے مجھے اہل افک کی گفت گو سے مطلع کیا (یہ سن کر) میری بیماری (شدتِ غم کے تاثر کے باعث) اور بڑھ گئی۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر لوٹ آئی۔ اور رسول اللہؐ میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا "تم کیسی ہو؟" تو میں نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے، کہ میں اپنے والدین کے ہاں چلی جاؤں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے والدین کے ہاں اس خبر کی تصدیق[1] کروں۔ پس رسول اللہؐ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے ہاں چلی گئی۔ اور اپنی والدہ سے وہ سب باتیں کہیں، جن کا لوگ چرچا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ میری بچی! تم اپنی جان ہلکان نہ کرو۔ خدا کی قسم ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت کسی شخص کے پاس ہو، اور وہ اسے محبوب بھی رکھتا ہو، اور اس کی سوکنیں اس کی برائیاں نہ کرتی ہوں۔ میں نے کہا۔ سبحان[2] اللہ، یہ چرچا تو دوسرے لوگ کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے وہ رات اس طرح گذاری کہ صبح تک میرے آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا نہ میری آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگا صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے علی بن ابی طالبؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلایا۔ جب کہ وحی میں تاخیر ہوتی۔ آپؐ نے ان سے اپنی اہلیہ کے فراق کے بارے میں گفتگو کی۔ اسامہ نے مشورہ دیا، جو آپؐ کی دلی کیفیت کے مطابق تھا، اور کہا یا رسول اللہؐ وہ آپ کی بیوی ہیں۔ اور خدا کی قسم ہم ان میں سوائے اچھائی کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ لیکن علیؓ[3] نے کہا

---

[1] تحقیق۔ [2] ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی اس تہمت میں حصہ نہیں لیا تھا۔ حمنہ بنت جحش حضرت زینبؓ (ام المومنین) کی بہن تھیں انہوں نے تہمت لگائی لیکن خود حضرت زینبؓ نے اس تہمت کی تردید کی۔

[3] یہ رائے اسلیے دی کہ حضرت علیؓ آنحضرتؐ کا غم اور پریشانی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے چاہا کہ تفرقی ہو جائے تاکہ آپؐ کو سکون ملے اور آپؐ اس صدمہ سے نجات پائیں ورگرنہ اگر حضرت علیؓ کو حضرت عائشہؓ کے کردار شک ہوتا تو وہ رسول اللہؐ کو یہ رائے نہ دیتے کہ وہ کنیز سے دریافت فرمائیں! اور اسکی رائے معلوم کریں۔

یارسول اللہؐ خدا ہرگز آپؐ پر تنگی نہیں کرتا۔ عائشہ رضؓ کے سوا بھی بہت عورتیں ہیں، آپ اپنی کنیز[1] سے دریافت کیجئے، وہ سچ سچ ماجرا بیان کردے گی۔ پھر رسول اللہؐ نے بریرہ کو طلب کیا۔ فرمایا۔ بریرہ کیا تم نے عائشہ رضؓ میں کوئی بات دیکھی ہے؛ جو مشکوک ہو؛ بریرہ نے کہا، نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے میں ان پر کوئی عیب لگا سکوں، سوائے اسکے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں حتیٰ کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں۔ بکری آتی ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔ پس رسول اللہؐ اس وقت کھڑے ہو گئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے مقابلہ میں امداد طلب فرمائی، اور فرمایا اس شخص کے مقابلہ میں، جس کے باعث میرے اہل کے بارے میں مجھے شدید اذیت پہنچی ہے کون میرا ساتھ دے گا، خدا کی قسم، میں اپنے گھر والوں میں سوائے اچھائی کے کچھ نہیں جانتا، اور میرے گھر میں سوائے میری معیت کے کوئی جاتا بھی نہ تھا۔ اس پر سعد بن معاذ انصاری[2] رضؓ کھڑے ہو گئے اور عرض گذار ہوئے یا رسول اللہؐ بخدا ہم اسکے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ اور اگر آپ کا وہ اذیت دہندہ قبیلۂ اوس سے ہوا۔ تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہوا تو آپؐ اس کے بارے میں جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کریں گے۔ اس پر سعد بن عبادہ رضؓ کھڑے ہوئے جو قبیلۂ خزرج کے سردار تھے۔ وہ اس سے پہلے بڑے اچھے آدمی تھے۔ لیکن اس موقعہ پر حمیت سے گرم ہو گئے اور کہا۔ خدا کی قسم جھوٹ بکتے ہو۔ نہ تم اسے قتل کرو گے نہ قتل کرنے کی سکت رکھتے ہو۔ پھر اسید بن حضیر[3] رضؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو۔ ہم بے شک اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ پس دونوں قبیلے اوس اور خزرج بگڑ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے باہم دست گریبان ہونے کا ارادہ کر لیا۔

---

[1] بریرہ ؛ [2] قبیلۂ اوس کے سردار [3] سعد بن معاذ کے ابن عم ؛

پھر رسول اللہ صلعم نے جو منبر پر تھے اتر کر ان لوگوں کو خاموش کر دیا، وہ چپ ہو گئے۔ آپ صلعم نے بھی سکوت فرمایا۔ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں۔ میں اس دن بھی برابر روتی رہی، نہ میرے آنسو رکتے تھے، نہ مجھے نیند آتی تھی۔ پھر صبح کو میرے[1] والدین میرے پاس آئے، میں دو راتیں اور ایک دن رو چکی تھی، میں خیال کرنے لگی تھی، کہ یہ جوش گریہ میرے کلیجہ کو شق کر دے گا۔

حضرت عائشہ رض کہتی، اسی حال میں کہ وہ دونوں[2] میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی۔ یکایک ایک انصاری خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دے دی، وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے[3] لگیں۔ اسی حالت میں کہ ہم اس طرح رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ اور جس روز سے آپ سے (میرے بارے میں) وہ کہا گیا تھا، جو کہا گیا تھا۔ آپ صلعم میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ آپ صلعم نے ایک مہینہ تک توقف[4] کیا تھا۔ مگر میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہوئی، حضرت عائشہ رض کہتی ہیں۔ پھر آپ صلعم نے تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا۔ "اے عائشہ! مجھے تمہاری نسبت ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ پس اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب ہی اللہ تمہیں بری کر دے گا۔ اور اگر تم کسی گناہ میں آلودہ ہو چکی ہو تو اللہ سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ پس جب رسول اللہ صلعم اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میرے آنسو یکایک[5] تھم گئے۔ حتیٰ کہ مجھے ایک آنسو بھی نہ محسوس ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا۔ آپ رسول اللہ صلعم کو میری طرف سے جواب دے دیجئے۔ انہوں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں رسول اللہ صلعم سے کیا عرض کروں، پھر میں نے اپنی ماں سے کہا۔ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلعم کو جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی

---

[1] حضرت ابوبکر رض اور ان کی اہلیہ ام رومان۔ [2] والدین۔ [3] از راہِ ہمدردی۔ [4] وحی کے انتظار میں۔ [5] دل کو سکون و اطمینان نصیب ہو گیا۔

یہی کہا، کہ بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ میں رسول اللہ صلعم سے کیا عرض کروں، حضرت عائشہ رض کہتی ہیں، پس میں نے کہا، حالانکہ میں ابھی ایک نوخیز لڑکی تھی، اور میں نے قرآن[1] بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا، خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ نے لوگوں سے اس بات کو سُنا ہے جس کا وہ چرچا کر رہے ہیں، اور وہ آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ نے اُسے سچ سمجھ لیا ہے۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں اور بلاشبہ میں پاک صاف ہوں، تو آپ مجھے سچا نہ سمجھیں گے۔ اگر چہ آپ کی خاطر، میں اعتراف بھی کر لوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں پاک صاف ہوں، تو آپ مجھے سچا سمجھیں گے۔ اور خدا کی قسم، میں اپنی اور آپ کی مثال سوا اسکے نہیں پاتی جو یوسف ع کے والد[2] کی ہے جب اُنہوں نے کہا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۔ پھر میں نے اپنے بستر پر کروٹ لی اور مجھے یقین تھا کہ خدا مجھے بری کر دے گا۔ مگر بخدا مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہو گی۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھتی تھی کہ قرآن میں میرے معاملہ کا ذکر ہو گا[3]۔ بلکہ میں اس بات کی اُمید رکھتی تھی کہ رسول اللہ صلعم سوتے میں کوئی خواب دیکھیں گے اور اللہ خواب میں میری برأت کر دے گا۔ پس خدا کی قسم، ابھی رسول اللہ صلعم اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے اور نہ گھر والوں سے کوئی شخص باہر نکل گیا تھا۔ کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور وہی تکلیف کی حالت آپ پر طاری ہو گئی جو طاری ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ جاڑے کے دن آپ (کی پیشانی) سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا[4]۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وہ کیفیت دُور ہوئی تو آپ اسوقت تبسم فرما رہے تھے۔ سب سے پہلے جو الفاظ آپ نے مجھ سے فرمائے وہ یہ تھے، عائشہ رض تشکر کرو، بے شک اللہ نے تم کو بری کر دیا۔

---

[1] علم اور معلومات کی کمی کی طرف اشارہ ہے۔ [2] حضرت یعقوب ع۔ [3] اتنی عزت افزائی اللہ کی طرف سے ہو گی۔ [4] وحی کی شدت ثقل۔ یعنی گرانی کے باعث۔

میری والدہ نے مجھ سے کہا:۔ "رسول اللہ صلعم کے سامنے[1] کھڑی ہو جاؤ"۔ میں نے کہا:۔ "بخدا میں آپ صلعم کے سامنے کھڑی نہ ہوں گی، اور نہ میں خدا کے سوا کسی کا شکریہ ادا کروں گی"۔ پس اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ[2] مِّنْكُمْ۔ یعنی ۔ "بیشک وہ لوگ جنہوں نے یہ بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک گروہ ہے"۔

الغرض جب اللہ نے یہ آیتیں میری برأت میں نازل فرمائی تو ابوبکر رضؓ نے کہا:۔ "خدا کی قسم، میں مسطح کو بعد اِسکے کہ اُس نے عائشہ رضؓ کی نسبت ایسا کہا، کچھ نہ دیا کروں گا[3]"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔ "وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی اِلٰی قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"۔ یعنی:۔ اور تم میں سے جو بزرگی والے، اور وسعت والے اپنے عزیزوں مسکینوں اور مہاجرین کے ساتھ سلوک کرنے سے باز نہ آئیں اور معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

تو ابوبکر رضؓ نے کہا:۔ "ہاں بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے[4]!" چنانچہ انہوں نے مسطح کو وہی کچھ دینا شروع کر دیا۔ جو دیا کرتے تھے"!

اور (جب) رسول اللہ صلعم نے زینب بنت جحش سے میرے معاملے کی نسبت پوچھا:۔ "اے زینب رضؓ تم اس معاملہ کے بارے میں کیا جانتی ہو، اور تم نے کیا دیکھا ہے؟" وہ بولیں:۔ "یا رسول اللہ صلعم میں کان اور آنکھ کو بچاتی ہوں۔ بخدا میں ان میں سوائے خوبی کے اور کچھ نہیں جانتی!" حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:۔ "حضرت زینب رضؓ میری ہمسر تھیں۔ مگر اللہ نے ان کو پرہیزگاری کے باعث[5] بچا لیا"۔

---

[1] کیونکہ آپ نے تہمت پر بڑی حد تک یقین کر لیا۔ اور خدا نے بری کر دیا۔ لہٰذا شکر اس کا کروں گی۔
[2] جماعت۔ [3] محبت پدری کا جوش۔ [4] مرد مومن کی پہچان۔ [5] حسن و جمال میں بھی اور زہد و ورع میں بھی۔

چند اہم نتائج

صحیح بخاری، اصح الکتاب بعد کتاب اللہ، یعنی قرآن کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس واقعہ کی روایت خود صاحبِ واقعہ یعنی حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ نے فرمائی ہے۔ اسلئے اس کا پایہ اسناد اور بڑھ جاتا ہے، اس سے چند اہم نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ ہم ان پر گفتگو کریں:

تقاضائے بشریت

(۱) سب سے پہلے تو یہ ملاحظہ فرمایئے، کہ رسول اللہؐ بھی تقاضائے بشریت سے متاثر ہوتے اور حضرت عائشہ رضؓ کے کردار کی طرف سے غیر مطمئن ہو کر شک میں مبتلا ہو گئے۔ آپؐ کا یہ شک اس وقت تک دور نہیں ہوا، جب تک وحی الٰہی نے حضرت عائشہ رضؓ کی برأت کی تصدیق و توثیق نہ کر دی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نبئ آخر الزماں فخرِ موجودات محبوبِ خدا ہونے کے باوجود انسان تھے "مَآ اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" ایسے ہی موقعوں پر آپؐ کے لئے صادق آتا تھا۔ ذاتی اور دنیاوی معاملات میں آپؐ کے فیصلے آپؐ کے ذاتی فیصلے ہوتے تھے جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہوتی۔ اس سلسلہ میں وحی الٰہی کی ہدایت نازل نہ ہوتی۔ چنانچہ اس واقعہ میں جب تک وحی نازل نہیں ہوئی آپؐ کو حضرت عائشہ رضؓ کی طرف سے شبہ رہا۔ اور آپؐ نے تقریباً ان سے قطع تعلق کر لیا، اگر بات کرتے بھی تھے، تو بقول حضرت عائشہ رضؓ کے اس میں اجنبیت کا رنگ جھلکتا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں وہ علیل تھیں، بسترِ علالت پر دراز تھیں، بایں ہمہ آپؐ کی خفگی قائم تھی، اگر عیادت فرماتے تو معمولی طریقہ سے، بات کرتے تو سرسری طور پر، یہاں تک علالت کے باعث بیتِ رسولؐ سے جب حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے والد کے گھر جانا چاہا تو آپؐ نے نہیں روکا اور چلے جانے دیا یہ بھی آپؐ کی خفگی اور برہمی کی علامت تھی:

باپ کی بے بسی!

حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کے والد تھے اور اپنی بیٹی کو بہت چاہتے تھے۔ یہی کیفیت حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ محترمہ کی تھی۔ وہ بھی اپنی چہیتی بیٹی کی حالت دیکھ رہی تھیں۔ مگر نہ باپ کے بس میں تھا کہ بیٹی کا رنج دور کر سکے، نہ ماں کے اختیار میں تھا کہ بیٹی کے دکھ کو سکھ سے بدل دے، حالانکہ باپ اور ماں دونوں جانتے تھے کہ یہ علالت صدمہ کے باعث ہے۔ ایک طرف بیٹی کی معصومیت کا یقین تھا۔ اس کی علالت سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ دوسری طرف ابوبکرؓ جیسا اجل صحابی جو رسالت پناہ کو اپنے تمام صحابیوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا، یارائے تکلم نہ پاتا تھا کہ رسول اللہ سے کچھ کہے، کچھ سفارش کرے، آنکھیں نگراں تھیں زبان خاموش تھی۔

حضرت علیؓ کا مشورہ

اب تک وحی نہیں نازل ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس سلسلہ میں کیا اقدام کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے بعض ازواجِ مطہراتؓ اور حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ کو آنحضرتؐ اپنا قوتِ بازو سمجھتے تھے۔ حضرت علیؓ ہی کی نسبت آپؐ نے فرمایا تھا کہ "انامدینۃ العلم وعلی بابھا" "میں علم کا شہر ہوں، اور علیؓ اس کے دروازے ہیں"۔ حضرت علیؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ "مجھ میں اور علیؓ میں وہ نسبت ہے، جو موسیٰؑ اور ہارونؑ میں تھی۔ خم غدیر کے خطبہ کے موقع پر وہ حضرت علیؓ ہی تھے۔ جن کے بارے میں آپؐ نے ایسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو مبارکباد دی۔ غرض حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب کا معاملہ تو وہ ہے کہ ع

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے اضطراب و قلق کو دیکھ رہے تھے، آپ کی پریشانی اور قلبی صدمہ سے واقف تھے۔ انہوں نے فرمایا، آپ کیوں فکرمند ہوتے ہیں۔ آپؐ ان سے

اچھی عورت سے شادی کر سکتے ہیں حضرت علی رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ پر جو الزام لگا تھا، اس کی تصدیق نہیں کی تھی - اس مشورہ سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ آنحضرت صلعم کا صدمہ دور ہو، اور آپ صلعم بے فکری کی زندگی بسر فرمائیں۔ لیکن عملاً یہ بات حضرت عائشہ رضؓ کے خلاف ہی تھی۔

کردار عائشہ رضؓ

اس سارے طوفانی دور میں آپ دیکھئے حضرت عائشہ رضؓ کی جبین استقامت پر شکن تک نہ آئی۔ ام نہیں اپنے اوپر، اپنے خدا پر اعتماد تھا، وہ سمجھتی تھیں میں پاک ہوں بے داغ ہوں، حق کا چہرہ بہرحال آشکارا ہوگا - اور کذب و دروغ کے یہ بادل بہرحال چھٹ جائیں گے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے التفاتی دیکھ رہی تھیں اور یہ صدمہ ان کو جان بلب کئے دے رہا تھا - وہ خود بھی تو رسول اللہ صلعم سے غیر معمولی محبت کرتی تھیں - انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت ساری دنیا مخالف ہے - ہر شخص انہیں مشکوک اور مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا ہے - نہ شوہر کے گھر میں سکھ ہے نہ باپ کے گھر میں اطمینان، یہ سب کچھ جاننے، دیکھنے، سمجھنے اور محسوس کرنے کے باوجود عائشہ رضؓ اپنی آن پر قائم تھیں، وہ خاموش تھیں، بالکل خاموش، انہوں نے اپنی طرف سے صفائی کی کوئی سلسلہ جنبانی نہیں کی، اسے وہ اپنی عفت، اور خودداری کے خلاف سمجھتی تھیں، وہ ایسا کیوں کرتیں؛ کیا وہ باعفت نہیں تھیں؟ — تھیں! — اور اسی لئے وہ کسی معذرت پر تیار نہیں ہو سکیں، یہاں تک کہ وحی الٰہی نازل ہوئی - اور اس نے حضرت عائشہ رضؓ کو ہر اتہام سے بری کر دیا - یہ اتنا خلاف توقع واقعہ تھا کہ خود حضرت عائشہ رضؓ کو بھی حیرت ہوئی وہ خود فرماتی ہیں - میں یہ سمجھتی تھی کہ رویائے صادقہ کے ذریعہ آپ صلعم پر میری بے گناہی خدا ثابت کر دے گا - یہ امید نہیں تھی کہ قرآن میں میری براءت نازل کی جائے گی۔

اس واقعہ پر حضرت عائشہ رضؓ سے کہا گیا تم رسول اللہ صلعم کا شکریہ ادا کرو - فوراً انہوں نے جواب دیا - میں تو خدا کا شکر کروں گی جس نے مجھے اتہام کے طوفان سے

صحیح سلامت نکال لیا۔

حضرت زینب رضؓ کا جواب

اس سلسلہ میں امّ المومنین حضرت زینب رضؓ نے جس کردار کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ امّ المومنین اور زوجۂ رسولؐ ہی کے شایانِ شان تھا۔ ان سے جب حضرت عائشہ رضؓ کے بارے میں رسول اللہؐ نے استفسار فرمایا تو انہوں نے بقولِ حضرت عائشہ رضؓ "ہمسر" ہونے کے باوجود صاف الفاظ میں بے جھجک اور بے تامل فرمایا:۔

"یا رسول اللہؐ میں ان میں سوائے خیر کے کچھ اور نہیں پاتی!"۔

یہ اتنی بڑی تصدیق تھی جس سے بڑی تصدیق دنیا میں نہیں ہوسکتی اس موقع پر بعض اکابر کے قدموں کو لغزش ہوئی۔ شاعرِ رسولؐ حضرت حسان بن ثابت تک اس اتہام میں شریک تھے۔ چنانچہ وحی الٰہی کے بعد اُن پر حدِّ قذف جاری ہوئی اور باقاعدہ دُرّے لگائے گئے۔ لیکن حضرت زینب رضؓ ثابت قدم رہیں۔ انہوں نے وہی کہا جو صحبتِ رسولؐ سے فیض یاب ہونے کے بعد ان سے متوقع تھا۔

باب ۱۲۰

اللہ کی بادشاہت

(۲۸۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول یقبض اللّٰہ الارض و یطوی السّمٰوات بیمینہ ثم یقول انا الملک این ملوک الارض ؛

(۲۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے اللہ تعالےٰ زمین کو قبض کر لے گا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹ لے گا۔ پھر کہے گا میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں[1] ہیں؟

---

[1] اصل حکومت صرف خدا کی ہے۔

اصلی بادشاہت

دُنیا کا اقتدار عارضی ہے حکومت وسلطنت، بادشاہت وآمریت، یہ سب چیزیں فنا ہوجانے والی ہیں۔ اصل بادشاہت وہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو جس سلطانی کا کوئی حریف نہ ہو، جس کے زوال وانحطاط کا کوئی امکان نہ ہو۔ یہ بادشاہت صرف خدائے عزوجل کو حاصل ہے سچ کہا ہے جس نے کہا ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

پس دنیا میں اگر انسان کو بادشاہت یا امارت یا فرماں روائی کا موقعہ ملتا ہے، تو اُسے چاہیئے کہ اس سے فائدہ اُٹھائے، اپنی عافیت سنوار لے۔ غلط فائدہ نہ اُٹھائے کہ دُنیا کے پیچھے آخرت کو برباد کرلے، ایک دن ہر معمولی سے معمولی انسان کی طرح اسے سب سے بڑے بادشاہ کے حضور میں پیش ہونا ہوگا۔ اور اس دن وہی سرخ رو ہوگا۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے اور اس کی رسوائی کا کیا ٹھکانا! جو وہاں ناکام ٹھہرے!

باب ۱۲۱

خدا اور زمانہ

(۲۸۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ عزوجل یوذینی ابن آدم یسبّ الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار؛

(۲۸۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، وہ زمانہ کو بُرا کہتا ہے[1]۔ حالانکہ زمانہ میں ہوں، ہر چیز میرے ہاتھ میں ہے، میں رات اور دن کو الٹتا پلٹتا رہتا ہوں۔

---

[1] جسے وہ زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

ناسمجھی

لوگ اکثر، فلکِ ناہنجار، "دُنیائے دُوں" اور گردشِ لیل ونہار" کا رونا رویا کرتے ہیں۔ یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ زمانہ کو بُرا کہنا خدا کو بُرا کہنا ہے۔ اِس لئے کہ زمانہ اور زمانے کے اثرات کس کے پیدا کئے ہوئے ہیں؟ جواب میں خدا کے سوا کس کا نام لیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا آدمی جب زمانہ کو بُرا کہتا ہے تو وہ خدا کی جناب میں گستاخی کرتا ہے۔

اقبال اور برگساں

مجھے اچھی طرح یاد ہے جامعۂ ملّیہ اسلامیہ دہلی کے عہد طالب علمی کا قِصّہ ہے۔ علامہ اقبال سفر یورپ اور دورۂ اسپین سے فارغ ہو کر اپنے وطن تشریف لائے تھے۔ جامعہ کے طلبا اور اساتذہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اُنہوں نے فرانس کے مشہور اور یکتائے روزگار فلسفی برگساں کا ذکر کیا۔ اس سے الٰہیات، اسلامیات اور فلسفۂ اسلام پر جو گفتگو ہوئی تھی، اس کا ذکر فرمایا۔ پھر مذکورہ حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے فرمایا۔ میں نے یہ حدیث جب برگساں کو سُنائی تو وہ دنگ اور ششدر رہ گیا۔ گویا اُسے اپنے سلسلۂ افکار کی ایک نئی کڑی دستیاب ہو گئی۔

باب ۱۲۲

اہلِ جنّت اور اہلِ دوزخ

(۲۸۴) عن سعید بن خالد قال سمعت حارثة بن وھب الخزاعی قال سمعت النبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم یقول الا اخبرکم باھل الجنة کلّ ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لابرّہ الا اخبرکم باھل النّار کلّ عتلّ جواظ مستکبر۔

(۲۸۴) حضرت سعید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حارثہ بن وہب الخزاعی

کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ کیا خبردار نہ کردوں میں تمہیں اہلِ جنّت سے؛ ہر ضعیف متضعف[1] اگر اللہ کی قسم کھائے تو وہ (خدا ضرور (اس) کی قسم) پوری کرے گا (وہ جنتی ہے) کیا میں نہ خبردار کردوں تم کو اہلِ جہنم سے؛ ہر عتل[2] جواظ[3] مستکبر[4]، (دوزخی ہے)

باب ۱۲۳

فضائلِ قرآن ——— ثلث قرآن

(۲۸۵) عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہُ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایعجز احدکم ان یقرء ثلث القرآن فی لیلۃ فشق ذٰلک علیھم وقالوا اینا یطیق ذٰلک یا رسول فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد الخ ثلث القرآن ؎

(۲۸۵) حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی رات بھر میں ثلث[5] قرآن پڑھنے سے عاجز ہے؛ صحابہؓ کو یہ دشوار معلوم ہوا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلعم اتنی کس میں سکت ہے، بھلا؟" آپ نے فرمایا سُورہ اخلاص (جس میں اللہ، واحد، صمد، کے صفات مذکور ہیں) تہائی قرآن ہے[6]؎

(۲۸۶) وعن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذی اوی الیٰ فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرأ فیھما قُل ھُو اللہ اَحدٌ وقُل اعوذُ بربّ الفلق وقُل اعوذ برب الناس ثم یمسح بھما ما استطاع من جسدہ یبدأ بھما علیٰ راسہ ووجہ و

---

[1] منکسر اور متواضع؛ [2] گنہگار؛ [3] موٹا تازہ؛ [4] فاجر فاسق؛ [5] تہائی [6] بلحاظ معنوی اور افادی جامعیت کے؛

ما اقبل من جسدہ لا یفعل ذٰلک ثلاث مراتٍ ؎

(۲۸۶) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرماتے تو ہر رات اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے کرکے ان پر "قل ھو اللہ"۔"قل اعوذ برب الفلق"۔ اور۔"قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر دم کرتے تھے۔ پھر انہیں اپنے تمام بدن پر پھیرتے تھے۔ پہلے اپنے سر اور چہرے پر پھیرتے تھے۔ بعد ازاں اپنے تمام اگلے جسم پر، جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا۔ یہ فعل تین مرتبہ کرتے تھے۔

فضلِ قرآن

(۲۸۷) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم مثل المؤمن الذی یقرء القرآن ویعمل بہ کالاترجۃ طعمہا طیّب وریحہا طیّب والذی لا یقرء القرآن ویعمل بہ کالتمرۃ طعمہا طیّب ولا ریح لہا ومثل الفاجر الذی یقرء القرآن کمثل الریحانۃ ریحہا طیّب وطعمہا مرّ ومثل الفاجر الذی لا یقرء القرآن کمثل الحنظلۃ طعمہا مرّ ولا ریح لہا ؎

(۲۸۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مومن شخص قرآن پڑھتا رہتا ہے، اور اس پر عمل کرتا رہتا ہے اس کی مثال رنگترے کی ہے اس کا مزہ بھی اچھا اور بو بھی اچھی ہوتی ہے؎۔ اور جو مسلمان قرآن نہیں پڑھتا مگر عمل کرتا ہے وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے مگر بو کچھ نہیں اور مثال اس فاجر کی جو قرآن پڑھتا ہے ریحان کی سی ہے کہ اس کی بو اچھی اور مزہ کڑوا ہوتا ہے؎ اور مثال اس فاجر کی جو قرآن نہیں پڑھتا، اندرائن کی سی ہے جسکا مزہ کڑوا اور بو کچھ نہیں

؎ حصولِ برکت اور شر سے حفاظت کے لئے ؛ ؎ دونوں چیزیں اچھی ہیں ذائقہ بھی اور خوشبو بھی۔ ؎ لہٰذا غیر نافع ؛

قرآن کا سیکھنا سکھانا

(۲۸۸) عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلّم القراٰن وعلّمہٗ ؎

(۲۸۸) حضرت عثمان بن عفان رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ تم میں سب سے افضل وہؓ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے؛

قرآن کا یاد رکھنا

(۲۸۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قال انما مثل القراٰن کمثل صاحب الابل المعقلۃ اِن عاھدَ عَلَیْھَا امسکھا وان اطلقھا ذھبت ؎

(۲۸۹) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، صاحبِ قرآن کی مثال ابل معقلہؑ کے مالک کی سی ہے اگر وہ ان اونٹوں کی رکھوالی کرے گا تو رکے رہیں گے اور اگر چھوڑ دے گا تو چلے جائیں گے؛

استذکارِ قرآن

(۲۹۰) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما لاحدان یقول نسیت اٰیۃ کیت وکیت بل نسی واستذکروا القراٰن فانہ اَشد تفصیًا من صدور الرجال من النعم ؎

(۲۹۰) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ یہ بہت بری بات ہے کہ تم میں سے کوئی کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھولؒ گیا، بلکہ یہ کہے کہ وہ آیت مجھے بھلادی گئی اور قرآن یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے چلے جانے میں وحشی جانور سے تیز ہے۔

لہ یعنی ہدایت قبول کرے اور دوسروں کو ہدایت دے؛ ؏ بندھے ہوئے اونٹ؛ ؎ بے ادبی ہے۔

مغز و مفہوم

قرآن خدا کا آخری پیام ہے۔ اس کا یاد رکھنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کی برکتوں سے مستفید ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مذکورہ حدیثوں میں قرآن کی اِن ہی خصوصیتوں اور اس کی بعض سورتوں کے افادی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب ۱۲۴

نکاح ——— طلاق ——— خلع

اور

متعلقہ مسائل و احکام ——— سُنتِ رسُول

(۲۹۱) عن انس بن مالك رضی الله عنه جآء ثلاثة رهطٍ الیٰ ازواج النبیّ صلی الله علیه وسلم یسألون عن عبادة النبیّ صلی الله علیه وسلم کلما اخبروا بها کانّهم تقالّوها، فقالوا واین نحن من النبیّ صلی الله علیه وسلم قد غفرله ماتقدم من ذنبه وما تأخر قال احدهم اما انا فأصلی اللیل ابدا وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال آخر انا اعتزل النسآء فلا اتزوج ابدا فجآء رسول الله صلی الله علیه وسلم الیهم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا اما والله انی لاخشاکم لله و اتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النسآء فمن رغب عن سُنّتی فلیس منی۔

(۲۹۱) حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی ازواجِ مطہرات رضؓ کے پاس تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے جب اُن سے بیان کیا گیا تو اُنہوں نے آپ کی عبادت بہت کم[1] خیال کی۔ پھر اُنہوں نے کہا ہم آپ کی برابری کہاں کر سکتے ہیں کیونکہ

---

[1] یعنی ضرورت سے کم۔

آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کئے جا چکے ہیں۔

ان میں سے ایک بولا۔ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا۔ میں مسلسل روزے رکھا کروں گا اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا۔ اور عورت سے الگ رہوں گا۔ اتنے میں رسول اللہؐ تشریف لے آئے، آپؐ نے فرمایا تم ہی لوگ یہ، یہ کہہ رہے تھے، بخدا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور اس سے خوف کرنے والا ہوں۔ مگر بایں ہمہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ خبردار۔ جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

عورت کی خصوصیت

(۲۹۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تنکح المرأۃ لاربع لمالھا، ولحسبھا، ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک۔

(۲۹۲) حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، کسی عورت سے چار باتوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے۔

(۱) عورت کا مال[۱] ——— (۲) عورت کا نسب[۲] ——— (۳) عورت کا حسن[۳]

(۴) عورت کا دین[۴] ——— تجھے چاہیئے کہ دیندار کو حاصل کرے۔

طلاق کا سوال

(۲۹۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تسال طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا فانما لھا ما قدر لھا۔

---

[۱] آپ خواہ عبادت کریں یا نہ کریں۔ [۲] لہٰذا عبادت کا ذوق و شوق تم سے زیادہ رکھتا ہوں۔

[۱] جو طمع کا موجب بنتا ہے، [۲] جو شرف کا سبب بنتا ہے۔ [۳] جو دلی ربط کا سبب ہے، [۴] جو تزکیہ کا سبب ہے۔

(۲۹۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی عورت کو جائز نہیں ہے کہ اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا سوال پیدا کرے[1]۔ تاکہ اس کی رکابی کو اپنے واسطے فارغ کرے، کیونکہ اس کی تقدیر میں جو ہوگا اس کو وہی ملے گا۔

ولیمہ

(۲۹۴) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتھا۔

(۲۹۴) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص ولیمہ کے لئے بلایا جائے تو ضرور اس[2] میں شرکت کرے۔

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

(۲۹۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یؤذی جارہ واستوصوا بالنساءِ خیراً فانھن خلقن من ضلعٍ وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیراً۔

(۲۹۵) حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرے[3]۔ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے اگر تو اسے سیدھا[4] کرنا چاہے تو ٹوٹ جائیگی اور جو یونہی رہنے دے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرو۔

---

[1] کسی ذاتی مقصد و منفعت کے لئے۔ [2] دعوت ولیمہ۔ [3] ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ [4] سختی کرے۔

عورتوں کا نفلی روزہ

(۲۹۶) وعنہ ایضاً عن النبی صلی اللہ علیہ قال لا تصوم المرءۃ وبعلھا شاھدٌ الا باذنہٖ ٭

(۲۹۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، اگر شوہر موجود ہو تو عورت بغیر اس کی اجازت کے روزہ[1] نہ رکھے۔

غیرت

(۲۹۷) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا اُمّۃ محمد ما احدٌ اغیر من اللہ ان یری عبدہٗ اوامتہٗ یزنی یا اُمّۃ محمدؐ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرًا ٭

(۲۹۷) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے[2] محمدؐ کی اُمّت! خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں، کہ اپنے کسی بندے یا بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے۔ اے محمدؐ کی اُمّت! اگر تم کو وہ معلوم ہوتا، جو میں جانتا ہوں تو تمہیں ہنسی کم آتی، اور رونا زیادہ!

عورت اور مسجد

(۲۹۸) عن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استأذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا

(۲۹۸) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کی بیوی مسجد[3] جانے کی اجازت چاہے تو اُسے منع مت کرو۔

نکاح کی ضرورت اور اہمیت

انسان اگر مدنی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو لازمی ہے کہ وہ قیدِ نکاح میں رہ کر زندگی بسر کرے۔ نکاح کے بغیر سوسائٹی میں، نہ کوئی نظام قائم رہ سکتا ہے، نہ پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے

---

[1] نفل روزہ، ورنہ فرض روزہ تو فرض ہی ہے وہ ہر حالت میں رکھا جائے گا٭ [2] اے مسلمانو٭ [3] عبادت کے لئے٭

اور نہ اولاد کا نسب محفوظ رہ سکتا ہے اور جب نسب محفوظ نہیں رہ سکتا، تو پھر میراث اور ترکہ کا مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا۔ نہ مرد و عورت کے لئے پاکدامنی اور عفت کی زندگی بسر کرنی ممکن ہے، میاں بیوی میں اگر اتفاق ہو تو اُن کی باہمی محبت اور اس سے زندگی کی تلخیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ قرآن ازواج کا مقصد، تسکین، اور مودت و رحمت قرار دیتا ہے۔ فرمایا :- لِتَسْكُنُوٓا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ؕ

غرض ہر لحاظ اور ہر جہت سے نکاح ایک بہت اہم اور ضروری فعل ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام اور شارح اسلام نے نکاح پر بہت زور دیا ہے ؛

نکاح کی رسم

اسلام دُنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے۔ جس میں پیشہ ور مذہبی فرقہ "PEREST HOOD" نہیں ہے۔ ہندوؤں میں برہمن کے بغیر، عیسائیوں میں پادری کے بغیر اسی طرح دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں مذہبی رہنما کے بغیر، نکاح، طلاق اور دوسرے مسائل حیات طے نہیں ہو سکتے۔ لیکن اسلام میں یہ لغویتیں نہیں ہیں، یہاں ہر شخص امام اور خلیفہ بن سکتا ہے۔ ہر شخص اپنے شخصی اور اجتماعی مسائل طے کر سکتا ہے اور مراسم بجا لا سکتا ہے ——— یہی کیفیت نکاح کی ہے، یہ بہت سادہ رسم ہے اگر مرد اور عورت بالغ ہیں، تو دو گواہوں کی موجودگی میں اگر ایک دوسرے سے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا، دوسرے کی طرف سے جواب ملے میں نے قبول کیا۔ تو بس نکاح ہو گیا۔ اسی طرح اگر لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوں اور دونوں کے ولی یہی الفاظ گواہوں کے سامنے کہہ دیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ نہ قاضی کی ضرورت ہے نہ خطبہ واجب ہے البتہ اگر قاضی قرآن و حدیث کے حوالہ کے ساتھ نکاح پڑھائے اور خطبہ دے، تو یہ زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

گواہی کے شرائط

نکاح بغیر گواہ کے نہیں ہو سکتا۔ نکاح ایک نیک کام ہے! اس کے گواہ بھی ہونے چاہئیں

اور تشہیر بھی ہونی چاہیئے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو، اور اگر کسی عدالت یا قاضی تک کبھی معاملہ پہنچے تو نکاح کا ثبوت مل سکے۔

گواہی کیلئے شرائط یہ ہیں :۔

(۱) کم سے کم دو مرد گواہ ہونا چاہئیں ——— (۲) ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے ——— (۳) صرف عورتیں ہی عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں ——— (۴) گواہوں کا عاقل بالغ اور مسلمان ہونا ضروری ہے۔

نکاح اور وکالت

نکاح وکیل کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص سے کہے کہ میرا نکاح کسی سے کردو، میں نے تمہیں اپنا وکیل بنایا تو اب وکیل جس سے چاہے نکاح کردے وہ منعقد ہو جائے گا اور انکار مانا نہ جائے۔ ——— یا اگر وکیل سے یہ کہا جائے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے کردو، اس صورت میں وکیل صرف معین شخص ہی سے نکاح کر سکتا ہے اور وہ جب اس سے نکاح کردے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور انکار قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

جن سے نکاح نہیں ہو سکتا

جن لوگوں سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے وہ یہ ہیں :۔

(۱) اپنی اولاد کے ساتھ۔

(۲) پوتے پرپوتے اور نواسے کے ساتھ۔

(۳) باپ، دادا، نانا، پردادا، پرنانا وغیرہ۔

(۴) بھائی، ماموں، چچا، بھتیجے، بھانجے وغیرہ کے ساتھ۔

——— بھائی وہ ہے جس کے ماں باپ ایک ہوں، یا باپ ایک ہو، ماں دو ہوں یا ماں ایک ہو، باپ دو ہوں۔ شرعی اعتبار سے یہ سب بھائی مانے جائیں گے۔

(۵) داماد ـــــ خواہ لڑکی کی رخصتی ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو، ہر حالت میں حرام ہے!

(۶) ماں نے شوہر کی وفات کے بعد، ایک شخص سے شادی کی۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ نئے شوہر نے طلاق دے دی یا ماں کی وفات ہو گئی تو اس ماں کی لڑکی ماں کے دوسرے نام نہاد شوہر سے نکاح کر سکتی ہے؛

(۷) سوتیلی اولاد ـــــ (۸) خسر اور اس کے باپ دادا۔

(۹) بہنوئی، جب تک بہن اس کے نکاح میں ہے!

(۱۰) اگر دو بہنوں کی شادی ایک ہی مرد سے کر دی جائے تو جس کا نکاح پہلے ہوا وہ صحیح ہے جس کا بعد میں ہوا وہ غلط۔

(۱۱) بیوی کی بھتیجی، خالہ، بھانجی اور پھوپھی سے نکاح حرام ہے جب تک بیوی نکاح میں ہے۔ (۱۲) زیادہ صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جن دو عورتوں کے مابین ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی مرد ہوتا تو شادی نہ ہو سکتی تو یہ دونوں عورتیں ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔

(۱۳) شوہر اپنی مطلقہ یا متوفیہ بیوی کی لڑکی سے جو اسکی صلب سے نہ ہو نکاح کر سکتا ہے۔

(۱۴) متبنٰے، یعنی جسے لڑکا، یا لڑکی بنا لیا جائے ـــ سے نکاح جائز ہے۔

(۱۵) دُور کے رشتے کا اعتبار نہیں۔

(۱۶) ماموں زاد، خالہ زاد، چچا زاد بہنیں بیک وقت ایک آدمی سے نکاح کر سکتی ہیں؛

(۱۷) رضاعت کا وہی احترام ہے، جو نسب کا ہے۔ لہٰذا جس کا دُودھ پیا ہے، اس کے شوہر لڑکے، لڑکی، بھائی وغیرہ سے نکاح حرام ہے۔

(۱۸) مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح حرام ہے،

ولایت

اگر لڑکی یا لڑکے کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو، تو دادا، وہ نہ ہو تو پردادا ورنہ بھائی ؎

ورنہ چچا، وہ بھی نہ ہو، تو پھر ماں کو ولی بننے کا حق ہے، وہ بھی نہ ہو تو نانی، پھر نانا، پھر بہن،
ولی اگر لڑکی کا نکاح کر دے تو وہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر نابالغ لڑکی کا نکاح کیا ہے
تو وہ بالغ ہو کر، فوراً اُسے توڑ سکتی ہے، بالغہ کا کیا ہے، تو رضامندی شرط ہے۔ نارضامندی
کا اظہار خبر سنتے ہی یا بالغ ہوتے ہی کر دینا چاہیئے۔ ورنہ انکار نہیں مانا جائے گا۔

بالغ لڑکی، اپنی مرضی سے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن اگر نکاح غیر کفو میں
کیا ہو، یا مہرِ مثل سے کم پر کیا ہو، تو ولی قاضی کی عدالت میں رجوع ہو کر اُسے فسخ کرا سکتا
ہے۔ البتہ اگر باپ نے جسے سب سے پہلے حق ولایت حاصل ہے، غیر کفو میں کر دیا ہے یا مہر
سے کم پر کیا ہے تو وہ فقہاء حنفیہ میں جائز ہے لیکن قرآن و حدیث کی رو سے بلوغ کے بعد
چونکہ لڑکی کو حق خیار حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر وہ چاہے تو اُسے فسخ
نہ کر سکے۔

کفو

کفو ــــــــــ کہتے ہیں، ہم نسب و ہم ذات کو، اسلام میں اگرچہ ذات پات
کی قید نہیں، سب مسلمان برابر ہیں، لیکن اگر کوئی شخص کفو کا سوال اُٹھائے تو اس پر توجہ
کی جائے گی۔ کیونکہ عدم توجہ کی صورت میں فتنہ اور شر کا احتمال ہے اور اگر کوئی شخص کفو
کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو تو کوئی بات نہیں غیر کفو سے مراد ہے بے جوڑ کی شادی، مثلاً
تفاوتِ عمر، تفاوتِ علم، تفاوتِ مال، تفاوتِ خاندان، ان سب صورتوں میں اگر
یہ سوال اُٹھایا جائے تو قاضی اس پر غور کرے گا۔

مہر

(۱) مہر بہت ضروری ہے، اتنا ضروری، کہ نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے
تو بھی مہر واجب ہو جائے گا۔ یا کوئی شرط کرلے کہ میں مہر نہیں دوں گا تو نکاح جائز ہوگا۔
شرط باطل ہو گی، اور مہر واجب ہو گا۔

(۲) مہر نہ بہت زیادہ ہونا چاہیئے نہ بہت کم، اتنا ہو کہ آسانی کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔

لوگ یہ سمجھ کر مہر باندھ دیتے ہیں کہ معاف کرالیں گے۔ اور یہ سوچ کر، نوبت ہزارہا ہزار اور لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ مہر یہ سوچ کر مقرر کرنا چاہیئے کہ ادا کرنا ہے، اور جلد از جلد ادا کرنا ہے۔ مہر ایک قرض ہے جسے تمام دوسرے قرضوں پر ترجیح ہے۔

(۳) کم سے کم مہر پونے تین روپے کے برابر چاندی ہے۔ زیادہ سے زیادہ حسب تراضیٔ طرفین

(۴) مہر مثل خاندانی مہر کو کہتے ہیں، اگر مہر کی تعیین پہلے سے کرلی گئی ہے تو کم یا زیادہ جو بھی طے ہو گیا وہی دینا پڑے گا۔ اگر تعیین نہیں کی گئی تو مہر مثل دلایا جائے گا۔

(۵) اگر خلوت ہو گئی تو پورا مہر واجب ہے، نہیں ہوئی اور طلاق دے دی، تو نصف۔

(۶) دھمکی یا سختی سے اگر مہر معاف کرالیا جائے تو اس کا اعتبار نہیں۔ مہر واجب رہیگا

(۷) مہر میں روپیہ کے بجائے جائیداد زمین، مکان، باغ وغیرہ بھی دے سکتے ہیں۔

(۸) مہر کی دو قسمیں ہیں:- الف۔ مہر معجل ؛ ب۔ مہر مؤجل۔

معجل، عند الطلب ادا کر دیا جائے گا، مؤجل جو مدت مقرر کی گئی ہو، اسکے بعد، لیکن مدت معین ضرور کرنی چاہیئے۔ مؤجل کا مفہوم جو لوگ یہ لیتے ہیں کہ جب چاہیں گے دے دیں گے یہ بالکل غلط اور لغو ہے۔

تعدد ازواج

ضرورت کے ماتحت (نہ کہ محض شوق کی خاطر) آدمی چار تک بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن یہ کام ظاہر میں جتنا آسان ہے عملاً اتنا ہی مشکل ہے۔

اگر بیویوں کے درمیان عدل و مساوات میں ذرا بھی کمی ہوئی تو سخت گناہ ہو گا۔ کھانے، پینے، رہنے، سہنے، برتاؤ، روپے پیسے، کپڑے، لباس ہر چیز میں کامل یکسانیت رہنی چاہیئے، ذرا بھی امتیاز اور تفوق کا برتاؤ اگر کیا گیا تو یہ قابلِ مواخذہ ہے۔

عقدِ ثانی، یا ثالث، یا رابع، آدمی کو اسی وقت کرنا چاہیئے۔ جب واقعی حالات ایسے

مجبور کر دیں۔ مثلاً بیوی بیمار رہتی ہو، بانجھ ہو، یا پاگل ہو جائے یا شوہر کے پاس رہنے کے مقابلہ میں ماں باپ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتی ہو، لیکن اگر وہ اطاعت گزار ہو، اور زندگی اچھی طرح سکون و اطمینان سے گذر رہی ہو۔ تو پھر دوسری شادی سے احتراز کرنا چاہیئے، اسلئے کہ اگر وہ عدل نہ کر سکا تو قابلِ مواخذہ ٹھہرے گا۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ "فتذروھا کالمعلقۃ" دوسری جگہ فرمایا "اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی رکھو فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً"۔

طلاق

طلاق صرف شوہر دے سکتا ہے۔ بیوی نہیں دے سکتی۔ نابالغ اور پاگل کی طلاق معتبر نہیں، طلاق وکیل کے ذریعہ بھی دی جا سکتی ہے۔ یعنی کسی آدمی کی طرف سے اس کا وکیل بھی طلاق دے سکتا ہے۔ مرد کو طلاق دینے کا حق اسلئے ہے کہ وہ مہر ادا کرتا ہے۔ نفقہ برداشت کرتا ہے۔ عورت کے جملہ مصارف کا کفیل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حق اسی کو ملنا چاہیئے تھا۔

طلاق کی قسمیں

طلاق کی قسمیں یہ ہیں:۔

(۱) طلاق رجعی؛ ——— (۲) طلاق بائنہ؛ ——— (۳) طلاق مغلظہ ———

اور میرے نزدیک ایک چوتھی قسم بھی ہے۔

(۴) طلاق جبری؛ ——— پھر طلاق کی دو نوعیتیں ہیں:۔

(۱) طلاق صریح؛ ——— (۲) طلاق کنایہ۔ ———

ہم الگ الگ ان کا ذکر کرتے ہیں تاکہ صورتِ مسئلہ صاف ہو جائے؛

طلاق رجعی

طلاق رجعی میں مرد کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے لے،

عورت اسے اس فعل سے باز نہیں رکھ سکتی ،

اگر مرد طلاق واپس لے لے تو بغیر مزید نکاح کے وہ پھر اس کے حبالہ عقد میں آ جائے گی ؛

لیکن ضروری ہے کہ طلاق ، عدّت طلاق ختم ہونے سے پہلے واپس لے لی جائے، خواہ الفاظ سے ، خواہ طرزِ عمل سے ، یعنی پیار اور محبت کی باتیں وغیرہ !۔

طلاق رجعی کے سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر نکاح کے بعد مجامعت نہیں کی اور طلاق دے دی تو وہ رجعی نہیں ہوگی ۔ بلکہ بائنہ ہی ہوگی ۔

طلاق بائنہ

طلاق بائنہ وہ ہے کہ رجعت کا وقت گذر جائے یعنی عدّت کی مدت ختم ہو جائے تو پھر مرد اپنی مرضی سے بیوی کو نہیں روک سکتا اب تجدید نکاح ضروری ہے !

لیکن تجدید نکاح یکطرفہ نہیں ہوگی یعنی شوہر صرف اپنی مرضی سے تجدید نکاح نہیں کر سکتا ۔ مطلقہ کی مرضی کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے اگر وہ راضی ہے تو دوبارہ نکاح منعقد ہو سکتا ہے اور وہ راضی نہیں ہے تو شوہر بے بس ہے کسی طرح بھی تجدید نکاح نہیں ہو سکتی ۔ اب عورت آزاد ہے ۔ اسے اختیار ہے کہ جس سے چاہے نکاح کر لے !

طلاق مغلّظہ

تین طلاقیں ، خواہ ایک ایک مہینہ کر کے دی جائیں یا بیک وقت دی جائیں ۔ یہ طلاق مغلّظہ ہو گئی ۔ اب تجدید نکاح کا اختیار میاں بیوی میں سے کسی کو نہیں رہتا جب تک حلالہ نہ ہو جائے ۔ بیک وقت تین طلاقیں دینا معصیت ہے ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایسے شخص کے کوڑے مارتے تھے پھر تفریق کرا دیتے تھے ۔

حلالہ کی صورت یہ ہے ، مطلقہ کی شادی ، کسی اور مرد سے ہو ۔ پھر وہ وفات پا جائے یا طلاق دے دے ، تو عدّت گذارنے کے بعد پھر پہلے مرد سے شادی ہو سکتی ہے ۔

لیکن یاد رہے اس حلالہ کا کوئی اعتبار نہیں ۔ جو اس عہد یا شرط پر ہو کہ نکاح کرتے ہی

طلاق دے دی جائے۔ حلالہ کے لئے مباشرت ضروری ہے۔ بغیر اسکے نکاح کر لینا شریعت کے ساتھ مذاق ہے۔ رسول اللہؐ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کی ہے۔ "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ"

طلاق جبری

اگر کوئی آدمی چاقو دکھا کر، پستول دکھا کر، یا کسی اور طرح سے مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ طلاق دے دے، تو حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی۔ کیونکہ اُن کے نزدیک طلاق انشاءات میں سے ہے۔ یہ لفظ منہ سے نکلا اور واقع ہوا۔ خواہ مرضی سے نکلے خواہ خلافِ مرضی، لیکن شوافع، حنابلہ اور مالکیوں کے نزدیک طلاق جبری واقع نہیں ہوتی۔ اس طرح طلاق دلا کر عورت سے اگر کوئی شادی کرلے گا تو وہ فعلِ حرام کا مرتکب ہوگا۔

طلاق مغلّظہ اور دوسرے مذاہب

فقہاء اسلام میں حضراتِ حنفیہ کے ہاں اگر ایک وقت میں تین طلاقیں دی جائیں تو واقع ہو جائیں گی۔ یعنی اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسرے ائمہ فقہ کے ہاں ایک وقت میں اگر تین نہیں تین ہزار طلاقیں دی جائیں تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ طلاق کے لئے شرط ہے کہ ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے۔ اس طرح جب تین طلاقیں مکمل ہوں گی۔ تب وہ مانی جائیں گی۔

بظاہر عقل اور فطرت سے یہی مسلک قریب ہے۔ غصہ میں، یا کسی اور بات سے متاثر ہو کر آدمی اگر تین طلاق دے دے تو اس کا اعتبار کر کے، اسے اتنے بڑے ابتلاء سے گزارنا بڑا کٹھن کام ہے۔ بہر حال جو لوگ مسلکِ حنفیہ پر عامل ہیں انہیں اسی مسلک پر عمل کرنا چاہیئے اور جو لوگ دوسرے ائمہ کے مسلک پر بھی اپنی عقل و بصیرت کی رہنمائی میں عمل کر لیتے ہیں انہیں دوسرا مسلک اختیار کرنا چاہیئے۔ خود حضرات حنفیہ بھی کبھی

کبھی دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً مفقود الخبر کے بارے میں خود علمائے احناف مسلک حنیفہ پر عمل نہیں کرتے، بلکہ امام مالک کے مسلک پر عمل کرتے ہیں کتب فقہیہ سے تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ ہم بھی آگے چل کر اجمالی ذکر کریں گے۔

طلاق صریح

طلاق صریح وہ ہے جو صاف اور واضح الفاظ میں دی جائے خواہ نیت ہو یا نہ ہو خواہ ہنسی اور مذاق ہی میں کیوں نہ دی گئی ہو، یہ واقع ہو جائے گی!

طلاق کنایہ

اگر گول مول الفاظ میں دی جائے۔ تو اگر نیت تھی تو طلاق واقع ہو گئی ورنہ نہیں البتہ اگر قرینہ نیت کی شہادت دے تو طلاق پڑ جائے گی۔ مثلاً ہنسی ہنسی میں طلاق کہہ دیا اپنی بیوی کو، تو یہ طلاق ہو گئی۔

طلاق مشروط

طلاق کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ ہے طلاق مشروط کی یعنی کسی شرط کے ساتھ طلاق وابستہ ہو۔ مثلاً کسی آدمی نے کسی عورت سے کہا، اگر میں تجھ سے نکاح کر لوں، تو تجھ پر طلاق، تو اب نکاح ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔ طلاق کی اگر صراحت یا تکرار نہیں ہے تو رجعی پڑے گی۔ جو واپس لی جا سکتی ہے۔ بہر حال الفاظ کا اعتبار ہو گا۔ جیسے الفاظ ہوں گے ویسی طلاق ہو گی۔

طلاق کا حق

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ طلاق کا حق انسان کو صرف تین ہی مرتبہ ہے۔ خواہ اسے روک روک کر استعمال کرے، یا بیک وقت استعمال کرے، پہلی، دوسری طلاق کے بعد اگر تجدید نکاح کر لے، تو کر سکتا ہے۔ لیکن اب صرف ایک طلاق اس کے قبضہ میں ہے جب بھی طلاق کا ارتکاب کرے گا، مغلظہ ہو جائے گی۔

مفقود الخبر

اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو گیا ہو اور کچھ معلوم نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ تو حنفی مسلک کے مطابق اسے اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے۔ جب تک کہ شوہر کی عمر نوّے برس کی نہ ہو جائے۔ پھر اس کے مرنے کا حکم لگایا جائے گا۔ پھر عورت عدت پوری کرے گی، پھر وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

لیکن حنفیہ کا یہ مسلک اتنا ناممکن العمل ہے کہ خود علمائے احناف اس پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ امام مالکؒ کے مسلک پر عمل کرے اور چار برس انتظار کے بعد، عورت کو عقدِ ثانی کر لینے کی اجازت ہے۔ تمام ممالکِ اسلامیہ میں اسی پر عمل ہوتا ہے، "محمڈن لا" میں بھی یہی عمل جاری ہے؛

اسلام نے عورت پر زیادتی کسی حال میں روا نہیں رکھی ہے، پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ مفقود الخبر کے بارے میں وہ ایک عورت کو مجبور کرتا کہ زندگی بھر بیٹھی انتظار کرتی رہتی کیا اس طرح اس کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا زیادہ سے زیادہ اندیشہ نہیں تھا، طلاق اور ایلا کی صورت میں (ایلا کا ذکر آگے آتا ہے) واضح احکام ہیں کہ نہ عورت کو معلق چھوڑ دیا جائے، نہ چار مہینہ کے بعد ایلا جاری رکھا جائے، کیوں؟ صرف اسلیئے کہ یہ اللہ کے مقرر کیئے ہوئے حدود سے تجاوز ہے۔ اور اس سے بہت زیادہ امکان اس امر کا پایا جاتا ہے کہ کہیں عورت فتنہ میں مبتلا ہو کر اپنی آبرو نہ گنوا بیٹھے، نکاح کا مقصد سوا تحفظ ناموس و حرمت کے کیا ہے؟ پھر اگر یہی مقصد فوت ہو رہا ہو، تو پھر نکاح کے قائم رکھنے سے فائدہ؟

یہی وجہ ہے کہ علمائے احناف مفقود الخبر کے معاملہ میں فقہ مالکیہ پر عمل کرتے ہیں، لیکن اس کی صرف ایک شق پر تمام شقوں پر نہیں، اِس باب میں مالکیہ کے احکام تفصیلی اجمال کے ساتھ یہ ہیں:۔

(۱) لاپتہ شخص، اپنے پیچھے کچھ مال و زر نہیں چھوڑ گیا، کہ بیوی گذران کر سکے۔ ایسی صورت

میں حاکم (قاضی) انتظار نہیں کرائے گا۔ تحقیق احوال کے بعد، وہ خود، مفقود الخبر شخص کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق دے گا یا بیوی کو اجازت دے گا کہ وہ اپنے اوپر طلاق وارد کر لے ــــــــ شوافع اور حنابلہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عدم نفقہ تفریق کا کافی سبب ہے۔

۲۔ لاپتہ شخص نے، عورت کے گذر بسر کے لیے مال تو چھوڑا ہے لیکن اگر زیادہ مدت تک یونہی بیٹھی رہے تو اسکے مبتلائے معصیت ہونے کا اس کے جوان ہونے کے باعث اندیشہ ہے۔ ایسی صورت میں حاکم (قاضی) اس کو چھ مہینہ، ایک سال یا جتنی مدت مناسب سمجھے انتظار کا حکم دے گا۔ پھر تفریق کر دے گا ــــــــ حنابلہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

۳۔ لاپتہ شخص اتنا مال واملاک چھوڑ گیا ہے کہ عورت کی گذر بسر ہو سکتی ہے، اور عورت عمر کی اس منزل پر ہے کہ مبتلائے معصیت ہونے کا اندیشہ بھی نہیں تو۔

الف۔ اگر لاپتہ شخص کسی اسلامی ملک میں یا ایسے ملک میں جہاں سے پتہ چلانا ممکن ہے، کھویا گیا ہے تو چار سال تک عورت کو انتظار کرایا جائے گا۔

ب۔ اگر وہ میدان جنگ میں کھویا گیا ہے تو امکانی حد تک تلاش و جستجو کے بعد ایک سال تک انتظار کیا جائے گا۔

ج۔ اگر وہ کسی مقامی ہنگامہ یا فساد میں کھویا گیا ہے تو فساد و ہنگامہ فرو ہونے کے بعد تلاش و جستجو کی امکانی کوشش کی جائے گی۔ پھر انتظار مزید کے بغیر اس کی بیوی سے کہا جائے گا کہ وہ عدتِ وفات گذار لے، اور اس کے بعد جس سے چاہے شادی کر لے۔

د۔ اگر وہ ایسے ملک میں کھویا گیا ہے۔ جہاں سے رسل و رسائل اور مواصلات کے تعلقات نہیں ہیں، نہ تلاش کرنا ممکن ہے۔ نیز وہ کافی نفقہ چھوڑ گیا ہے اور عورت کے مبتلائے معصیت ہونے کا بھی (عمر رسیدگی کے سبب) کوئی اندیشہ نہیں ہے، تو اسے شوہر کی عمر طبعی تک انتظار کرنا ہوگا۔

گم شدہ شوہر کی واپسی

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت نے انتظار کیا، عدت گذاری، اور دوسری شادی کر لی اور پھر اچانک پہلا شوہر، جو گم ہو گیا تھا واپس آگیا!

اب کیا ہو گا ——— ؟ ——— عورت کس شوہر کے پاس رہے گی؟ آنے والے شوہر کے پاس، یا جس سے نکاح کر چکی ہے، اس کے پاس؟ ——— ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر عورت کے نکاح ثانی سے پہلے گم شدہ شوہر واپس آگیا، تو وہ اسی کو ملے گی۔ اور اگر وہ نکاح کر چکی ہے، اور خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ ہر حالت میں شوہر اول محروم ہو جائے گا اور جس سے نکاح ہو چکا ہے وہی اس کا جائز شوہر قرار دیا جائے گا، امام مالک کا مسلک بھی یہی ہے!

حضرت علیؓ کا فیصلہ

حضرت علیؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر حالت میں عورت پہلے شوہر کو واپس ملیگی اگرچہ نئے شوہر سے اس کی اولاد بھی ہو چکی ہو۔ بلکہ نیا شوہر مہر کی رقم بھی ادا کرے گا ——— حنفیہ کا مسلک یہی ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بعد میں اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علیؓ کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک یہ رجوع ثابت نہیں ہے، لہٰذا وہ اپنے مسلک پر قائم ہیں!

حضرت عثمانؓ کا فیصلہ

حضرت عثمانؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر گم شدہ شوہر واپس آجائے تو اس سے سوال کیا جائیگا۔ تجھے بیوی چاہیئے یا مہر؟ اگر اس نے مہر واپس لینے یا معاف کرالینے کو پسند کیا تو بیوی نئے شوہر کے پاس رہے گی بصورت دیگر نئے شوہر سے چھڑا کر پہلے شوہر کے پاس آجائے گی۔

(حقوق الزوجین)

عملی حیثیت

عملی نقطۂ نظر سے حضرت عمرؓ کا فیصلہ زیادہ قابلِ عمل ہے، کیونکہ اگر یہ دھڑکا رہا کہ یہ عورت چھن جائے گی تو مفقود کی بیوی سے شادی کرنے پر کون راضی ہوگا؟ نیز جب مفقود کی عدم موجودگی میں قاضی نے اس کی طرف سے طلاق دے دی، تو اب اس کے حبالۂ عقد میں آنے کے کیا معنی؟

ایلاء

ایلا ——— یعنی، اگر آدمی کسی بات سے متاثر ہو کر یہ قسم کھالے، یا اعلان کر دے کہ وہ اب اپنی بیوی کے پاس کبھی نہیں جائے گا تو یہ ایلا ہے۔

اگر چار مہینے کے اندر شوہر بیوی کے ساتھ رہنے لگے، تو اُسے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا، یعنی

(۱) دس فقیروں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا ——— (۲) یا ایک غلام آزاد کرنا (۳) یا تین دن کے روزے رکھنا (مسلسل)

اگر چار مہینہ کی مدّت گذر جائے اور وہ بیوی کو بیوی کی طرح نہ رکھے یعنی تعلقات زن و شوہر قائم نہ کرے، تو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اب بغیر تجدید نکاح کے یہ دونوں میاں بیوی کی طرح زندگی نہیں گذار سکتے۔

اگر چار مہینے سے کم مدّت کی قسم ہو تو وہ "ایلاء" نہیں ہوگا۔ اس مدّت کے دوران میں اگر وہ اپنی قسم توڑ دے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔

قرآن مجید میں آیا ہے:-

للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر۔ یعنی

"جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں، انہیں چار مہینہ تک کی مہلت ہے"۔ اس کے بعد یا رجوع کر لیں، یا طلاق دے دیں۔

ظہار

کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو بہن، یا بیٹی، یا پھوپھی یا ماں وغیرہ سے تشبیہ دے، تو اگر اس تشبیہ سے مقصود بزرگی، عظمت اور محبت ہے تو کوئی ہرج نہیں، اور اگر مقصود ترک تعلق ہے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، یا طلاق بھی مقصود نہیں تھی، بلکہ مدعا یہ تھا کہ اب تم سے زن و شوہر کے تعلقات نہیں قائم رکھوں گا، تو یہ ظہار ہے؛

ظہار کی صورت میں نکاح تو قائم رہتا ہے، لیکن زن و شو کے تعلقات نہیں قائم ہو سکتے۔ جب تک کفارۂ ظہار نہ ادا کر لیا جائے؛ ظہار کا کفارہ قرآن مجید نے یہ مقرر فرمایا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یظھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا، ذٰلکم توعظون به والله بما تعملون خبیر فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا، فمن لم یستطع فاطعام سِتِّین مِسکینًا۔

یعنی ——— "جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، اور پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ جسے کہہ چکے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک غلام کو آزاد کرنا ہے ——— یہ تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔ پھر جسے غلام میسّر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو چاہیئے کہ) دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے۔ جسے روزے رکھنے کی سکت نہ ہو، وہ ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے"۔

ظہار کا کفارہ بھی وہی ہے جو روزہ توڑنے کا کفارہ ہے۔

لعان

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکرداری کی تہمت لگائے اور گواہی نہ رکھتا ہو۔ یا اولاد کے بارے میں کہے کہ یہ میری نہیں ہے۔ خدا جانے کس کی ہے؛ ایسی صورت میں عورت قاضی کے پاس جو شرعی حاکم ہوگا حاضر ہوگی۔ قاضی پہلے شوہر سے قسمیہ بیان لے گا کہ میں نے جو تہمت

لگائی ہے وہ صحیح ہے - چار مرتبہ یہ بیان دے کر پانچویں مرتبہ وہ کہے گا - اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت، پھر عورت چار مرتبہ بیان حلفی دے گی کہ یہ جھوٹے ہیں اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو -

اب قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا - طلاق بائن واقع ہو جائے گی - اولاد ماں کے حوالے کر دی جائے گی - باپ کی طرف منسوب نہ ہو گی ؛

خلع

اگر شوہر بیوی کو ناپسند ہو تو وہ مہر معاف کر کے، یا کچھ تھوڑی بہت اور رقم دے کر خلع لے سکتی ہے - مرد اگر خلع سے انکار کرے تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ مرد کو مجبور کر کے تفریق کرا دے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر مرد نہ چاہے تو خلع نہیں ہو سکتی یہ غلط خیال ہے - اگر قاضی مطمئن ہو تو وہ مرد کو خلع کے لئے پابند کر سکتا ہے جس طرح طلاق مرد کا حق ہے - اسی طرح خلع عورت کا حق ہے - جس طرح مرد اپنی ناپسندیدگی کی بنا پر طلاق دے سکتا ہے - اسی طرح عورت اپنی ناپسندیدگی کی بنا پر خلع لے سکتی ہے ؛

" تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فأولئك هم الظلمون "

" یعنی ——— " یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو لوگ حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں "

خلع اور طلاق !

خلع اور طلاق کا حق استعمال صرف اس وقت برتنے کی اجازت ہے جب ربط و اتصال صلح صفائی، اور مودت و محبت کا کوئی امکان باقی نہ رہ جائے - یعنی اس حق کو صرف آخری چارۂ کار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے " تنوع " کے لئے نہیں! چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا :- إن الله لا يحب الذواقين والذواقات "

یعنی :۔ "اللہ تعالےٰ مزہ چکھنے والوں (بار بار طلاق دینے والوں) اور مزہ چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا"۔

جس طرح طلاق دینے والوں کے لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا :۔

"لعن اللہ کل ذواق مطلاق"

یعنی :۔ "ہر طالب لذت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ لعنت کرتا ہے"۔

اسی طرح خلع لینے والیوں کے لئے بھی فرمایا :۔

ایما امرأۃ اختلعت من زوجھا بغیر نشوز فعلیھا لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۔

یعنی :۔ "جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے اس کی کسی زیادتی کے بغیر خلع لیا اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ طلاق اور خلع کا حق ذرا ذرا سی بات پر نہیں استعمال کیا جا سکتا۔ یہ صرف اس صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے جب فتنہ معصیت اور حدود اللہ سے تجاوز کا اندیشہ ہو۔ اسلئے کہ عقد نکاح کا مقصد "تسکین" اور مودت و رحمت ہے۔ اگر یہ مقصد نہیں حاصل ہوتا تو پھر عقدِ نکاح قائم رہنے سے فائدہ ؟

قرآن مجید کی سورۂ بقر میں فرمایا ہے :۔

"فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ"

یعنی :۔ "اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر عورت کچھ معاوضہ دے کر عقدِ نکاح سے آزادی حاصل کر لے"!

خِفتُم کے مخاطب اولی الامر ہیں، اگر باہمی طور پر خلع کا فیصلہ نہ ہو یعنی مرد راضی نہ ہو تو قاضی یا حاکم خلع دلوادے گا۔ بشرطیکہ وہ مطمئن ہو جائے، کہ حدود اللہ کے ٹوٹنے کا امکان ہے۔

جس طرح مرد طلاق دیتا ہے اور مہر کی رقم ادا کرتا ہے اسی طرح عورت خلع لیتی ہے، اور مہر معاف کرتی ہے ۔

نظائرِ خلع

(۱) ثابت رضؓ کی بیوی جمیلہ نے، خلع کی درخواست خدمتِ رسولؐ میں پیش کرتے ہوئے خلع کی وجہ یہ بیان کی:۔

"واللہ ماکرھت منہ دیناً ولاخلقاً الاانی کرھت دمامتہ ـــــ واللہ لولا مخافۃ اللہ لبصقت فی وجھہ ـــــ یارسول اللہ بی من الجمال ماتری وثابت رجل دمیم ـــــ"

یعنی ـــ "خدا کی قسم میں دین یا اخلاق کی کسی خرابی کے باعث اس کو ناپسند نہیں کرتی۔ بلکہ مجھے اس کی بدصورتی ناپسند ہے ـــ خدا کی قسم، اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آیا تھا۔ میں اس کے منہ پر تھوک دیتی ـــ یا رسول اللہؐ جیسی میں خوبصورت ہوں، آپ دیکھتے ہیں، اور ثابت ایک بدصورت شخص ہے"۔ اس بیان پر رسول اللہؐ نے کوئی جرح نہیں فرمائی۔ صرف یہ پوچھا:۔

"ثابت نے جو باغ تمہیں دیا تھا، وہ واپس کر دو گی؟"

بولیں:۔ "اگر وہ چاہے تو اس سے زیادہ بھی دوں گی!"

فرمایا:۔ "امّا الزیادۃ فلا ولکن حدیقتہ"

یعنی:۔ "زیادہ تو نہیں اس کا باغ واپس کر دو"

پھر ثابت رضؓ سے فرمایا:۔

"اقبل الحدیقۃ وطلقھا فطلقھا۔

یعنی ـــ "باغ قبول کر لو، اور اسے ایک طلاق دے دو!"

(۲) حضرت عمر رضؓ کے سامنے ایک ایسا ہی مقدمہ پیش ہوا۔ آپؓ نے عورت کو شوہر کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا۔ جسے اس نے قبول نہ کیا۔ آپ نے ایک کوٹھڑی میں جہاں کوڑا کرکٹ تھا اسے تین دن بند رکھا۔ پھر نکالا اور پوچھا:۔

"تیرا کیا حال رہا؟"

وہ بولی:۔ "خدا کی قسم، اِن ہی تین راتوں میں راحت نصیب ہوئی!"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے شوہر کو حکم دیا:۔ "اخلعھا" (اسے خلع دے دو)

ان نظائر سے ثابت ہوا کہ قاضی حکماً تفریق کرا سکتا ہے (حقوق الزوجین)

خلع کی نوعیّت اور معاوضہ

خلع کی طلاق، طلاق بائن ہوتی ہے، یعنی مرد رجعت نہیں کر سکتا عورت راضی ہو، تو تجدید نکاح ہو سکتی ہے۔ حلالہ کی شرط نہیں ہے۔

خلع کا فدیہ یا معاوضہ، رقم مہر سے کم ہو سکتا ہے یا اس کے برابر اس سے زیادہ نہیں، آنحضرتؐ نے اُسے بالکل نہیں پسند فرمایا، فرمایا ہے:۔

لا یاخذ الرجل من المختلعۃ اکثر مما اعطاھا۔

یعنی۔ "شوہر نے عورت کو جو (مہر) دیا ہے اس سے زیادہ نہیں لینا چاہیئے"

حضرت علیؓ اور دوسرے ائمہ کا بھی یہی فیصلہ ہے بلکہ اگر شوہر کی زیادتی ہو تو اُسے کچھ بھی نہیں لینا چاہیئے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے:۔

"وان کان النشوز من قبلہ یکرہ ان یاخذ منھا عوضا"

یعنی:۔ "اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو اُسے خلع کا کچھ بھی معاوضہ نہیں لینا چاہیئے"

اگر نشوز (زیادتی) نہ ثابت کر سکے، تو مہر کی رقم اگر ادا ہو گئی ہو تو واپس کر دی جائے گی۔ ورنہ معاف کرا دی جائے گی۔

تحکیم

اگر میاں بیوی میں اختلاف بڑھ جائے تو وہ اپنا ایک ایک حکم مقرر کر کے فیصلہ کرا سکتے ہیں تحکیم کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔ یہ دونوں فریق کے لئے نافذ العمل ہوگا۔ قرآن میں ہے:۔

"فابعثوا حکماً من اھلہ وحکما من اھلھا" اسی بنیاد پر حضرت علیؓ نے

ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ شوہر نے کہا، اگر حکم ہمیں ملا دے تو اس کا فیصلہ منظور کرتا ہوں، اگر تفریق کرائے تو نامنظور کرتا ہوں ــــ عورت نے کہا وہ جو فیصلہ کر دے گا مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے شوہر سے کہا:۔

"لیس ذٰلك لك ولست ببارح حتّٰی ترضی بمثل ما رضیت بہ"

یعنی ــــ "تجھے اس کا (رد تحکیم کا) حق نہیں، تو یہاں سے نہیں جا سکتا، جب تک تو بھی اسی طرح رضامندی کا اقرار نہ کرے جیسا کہ عورت نے کیا ہے"۔

حتی الامکان۔ تحکیم سے کام لینا چاہیئے۔

عِدّت

نکاح ٹوٹنے کے بعد، خواہ وہ شوہر کی وفات سے ٹوٹا ہو، یا طلاق سے، یا خلع سے، یا ایلاء، وغیرہ سے۔ ایک معینہ مدت تک عورت نہ کسی سے نکاح کر سکتی ہے۔ نہ کہیں اپنے گھر سے باہر جا سکتی ہے یہی عدت ہے۔

(۱) عدت کی مدت طلاق کی صورت میں تین حیض کا زمانہ ہے جب یہ زمانہ گذر جائے، تو وہ آزاد ہے۔ (۲) نابالغہ لڑکی، یا سن یاس کو پہنچی ہوئی عورت کی عدت تین مہینہ کی ہے۔

(۳) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، جیسے ہی وضع حمل ہو گا عدت ختم ہو جائے گی۔ خواہ طلاق کے ایک منٹ کے بعد ہی کیوں نہ وضع حمل ہوا ہو۔

(۴) خلوت سے پیشتر اگر طلاق ہو تو عدت قطع ہو جاتی ہے۔

(۵) عدت کے زمانہ میں عورت کے مصارف طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں۔

(۶) عدت کے زمانہ میں طلاق دینے والے شوہر سے عورت کو پردہ کرنا چاہیئے۔

(۷) اگر شوہر وفات پا جائے تو عورت کو چار مہینے اور دس دن تک عدت میں بیٹھنا چاہیئے۔

(۸) اگر عدت کی مدت گذرنے کے بعد، شوہر کی وفات کی خبر ملی، تو اب عدت واجب نہیں ہو گی۔

(۹) عورت اگر خود کفیل نہ ہو، تو عدت کے زمانہ میں بھی وہ باہر جا کر کام کاج کر سکتی ہے۔ عدت

کے لئے ضروری ہے کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔ عدت کا اصل مقصد یہ ہے کہ نسب کا تحفظ رہے یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ عورت پیٹ سے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے، تو یہ اولاد کس کی ہے۔

عورت کا نفقہ

(۱) بیوی کا نفقہ (کھانا کپڑا) شوہر پر واجب ہے، خواہ وہ کتنی ہی دولت مند ہو۔

(۲) رخصتی ہو یا نہ ہو لیکن نان ونفقہ مرد پر واجب ہے۔ البتہ اگر مرد کے اصرار کے باوجود رخصتی نہ کی جائے۔ تو نان ونفقہ اس پر واجب نہیں رہے گا۔

(۳) شوہر کی اجازت سے والدین کے گھر جتنی مدت تک بیوی رہے نان ونفقہ شوہر سے لینے کی مستحق ہے۔

(۴) نان ونفقہ حسب حیثیت دلایا جائے گا۔

(۵) بیوی کے لئے گھر کا فراہم کرنا بھی شوہر کے واجبات میں سے ہے۔

(۶) جس طرح عورت شوہر سے الگ گھر مانگ سکتی ہے جس میں شوہر کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اسی طرح وہ بھی عورت سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ اسکے گھر میں بیوی کے رشتہ داروں یا عزیزوں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

مسائلِ مُتفرقہ

(۱) مرد اگر طلاق نہ دینا چاہے اور عورت پر زبردستی کرے کہ وہ خلع لے لے اور عورت مجبور ہو کر ایسا کرے یعنی خلع طلب کرے تو یہ خلع نہیں ہوگی۔ طلاق ہو گی۔ مرد کو مہر ادا کرنا پڑے گا۔

(۲) اگر شوہر یہ کہے کہ تجھ کو طلاق دے دوں گا۔ اگر تو نے فلاں کام کیا، تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(۳) اگر کسی نے طلاق دے کر "انشاء اللہ" بھی فوراً کہہ دیا۔ تو طلاق نہیں واقع ہو گی اور اگر کچھ رک کر کہا تو واقع ہو جائے گی۔

(۴) آدمی اگر سوتے میں بڑبڑاتا ہوا طلاق دے دے۔ خواہ الفاظ صریح ہوں یا کنایہ تو طلاق

واقع نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ نیند کی باتوں کا اعتبار نہیں؀

(۵) شراب کے نشہ میں طلاق دینے سے واقع ہوجاتی ہے؀

(۶) غصہ میں بھی طلاق پڑجاتی ہے۔

(۷) نکاح کا گواہ اگر بہرہ ہو یا اندھا ہو تو اس کی گواہی معتبر نہیں ہوگی؀

(۸) خلوت سے مراد خلوتِ صحیحہ ہے یعنی ہم بستری، لیکن اگر دونوں کافی دیر تک تخلیہ میں رہیں۔ خواہ ہم بستری ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو، تب بھی وہ خلوت ہی مانی جائے گی۔ اور وہی حکم نافذ ہوگا جو خلوت کا ہے؀

(۹) مہر کی نیت سے شوہر نے اپنی بیوی کو کچھ دیا اور بیوی نے لے لیا۔ خواہ مرد نے الفاظ میں یہ کہا ہو یا نہ کہا ہو کہ یہ مہر ہے تو بھی جتنا ادا کرچکا ہے ادا ہوگیا۔

(۱۰) اگر مہر میں کوئی مبہم بات کہی جائے۔ مثلاً یہ کہا کہ میں ایک جانور دوں گا۔ مگر اس کی تصریح نہ کی تو مہر مثل، یعنی خاندانی مہر واجب ہوگا۔ اور اگر تصریح کردی جائے تو وہی دینا پڑے گا جس کی تصریح کی ہے۔

(۱۱) مہر مقرر ہوجانے کے بعد اگر شوہر کبھی خود اپنی خوشی سے مہر کی رقم میں اضافہ کردے مثلاً ہزار روپیہ مہر کہا۔ شوہر نے بیوی سے کہہ دیا۔ ہم تمہیں ڈیڑھ ہزار دیں گے۔ تو اب اُسے ڈیڑھ ہزار ہی دینا پڑے گا، یہی واجب ہے؀

(۱۲) عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مہر کا کچھ حصہ یا پورا کا پورا معاف کردے؀

(۱۳) اگر شوہر نے مہر معاف کرنے پر مجبور کیا، اور عورت نے مجبور ہو کر معاف کردیا، تو یہ معافی تسلیم نہیں کی جائے گی۔ شوہر سے پورا مہر دلایا جائے گا۔

(۱۴) تعددِ ازدواج کی صورت میں مرد خواہ بیمار ہو، یا تندرست عدل اور مساوات، ہر حالت میں بھی وہ کسی بیوی پر کسی دوسری بیوی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(۱۵) بچہ کو بغیر باپ کی اجازت کے کوئی دوسری عورت، ماں کے سوا دُودھ نہیں پلا سکتی۔

(۱۶) جب بچہ نے کسی عورت کا دودھ پی لیا، تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی، اور جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہوتے ہیں، وہ اس خاندان (رضاعی ماں باپ) کے بھی حرام ہو گئے۔

باب ۱۲۵
نفقات

خدا کی راہ میں خدا کی خوشنودی کے لئے
خدا کا وعدہ

(۲۹۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالیٰ انفق یا ابن اٰدم انفق علیک۔

(۲۹۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ "اے ابنِ آدمؑ خرچ کر[1]، میں تجھ پر خرچ کروں[2] گا۔"

اہل وعیال پر صدقہ

(۳۰۰) عن ابی مسعود الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انفق المسلم نفقۃ علیٰ اھلہ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ۔

(۳۰۰) حضرت ابومسعود انصاری رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ "جب مسلمان اپنے اہل[3] پر کچھ خرچ[4] کرتا ہے۔ نیت خدا کی رضا کی کرتا ہے تو وہ اسکے لئے صدقہ بن جاتا ہے"۔

صدقہ کا ثواب

(۳۰۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ تعالیٰ اوکالقائم

---

[1] میری راہ میں، [2] تجھے برکت دوں گا، [3] بیوی، اولاد، اقارب، وغیرہ، [4] زرومال۔

لا یفترو کالصائم لا یُفطر۔

(۳۰۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا مجاہد[1] فی سبیل اللہ کی طرح ہے یا اس قائم اللیل اور صائم النہار کی طرح جو نہ تھکتا ہے اور نہ افطار کرتا ہے"۔

سامانِ نبیؐ

(۳۰۲) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبیع نخل بنی النضیر ویحبس لاھلہ قوت سنتھم۔

(۳۰۲) حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے بنو نضیر[2] کی کھجوریں فروخت کرکے اپنے اہل وعیال[3] کے لئے سال بھر کا سامان جمع کرلیتے تھے۔

جود و عطا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو زر و مال عطا فرمایا ہے۔ اس کا ایک حصہ خدا کی راہ میں صرف کرنے کی ہدایت کی ہے، خدا کی راہ میں، جو مال خرچ کیا جائے گا وہ رائیگان نہیں جائے گا اس کا اجر ملے گا۔ اس مال میں برکت ہوگی اور صرف کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ ثواب ملیگا۔

صدقہ کی اہمیت

صدقہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ صرف غریبوں اور تنگدستوں ہی پر جائز نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اہل وعیال پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ بیوی، شوہر، اولاد، آقارب ان سب کی جو مدد کی جائے اور مالی اعانت کی جائے اس کا شمار صدقہ میں ہوگا۔ اور اس کا پورا پورا ثواب ملے گا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی اہمیت شارع کی نظر میں کتنی زیادہ ہے

---

[1] اسے وہی ثواب ملے گا جو ایک مجاہد اور عابد کو ملتا ہے۔ [2] یہ بھی آپؐ ہی کے تصرف میں تھا جو پہلے خیبر کے یہودی قبیلہ بنو نضیر کی ملکیت تھا۔ [3] ازواجِ مطہرات وغیرہ۔

اور اس کا اجر کتنا زیادہ ہے ۔ حالانکہ اولاد اور ازدواج پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے وہ گویا اپنے ہی اوپر خرچ کیا جاتا ہے، پھر بھی اسے صدقہ میں خدا نے شامل کر لیا ہے، یعنی اگر اس صرفہ سے نیت رضامندی خداوندی ہو تو اس کا وہی ثواب ملے گا جو صدقہ کا مقرر ہو چکا ہے۔

صدقہ کی نوعیت

متعدد دوسری حدیثوں میں فرمایا گیا ہے کہ صدقہ مال میں اضافہ اور خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے۔ صدقہ کی تاکید ہر حالت میں اور کیفیت میں ہے۔ چنانچہ "الانفاق فی الاقتار" کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں یعنی مفلسی کی حالت میں صدقہ کرنے کا اجر اور زیادہ ہے۔

صدقہ راس المال سے نہیں، بلکہ اس کے نفع سے دینا چاہیئے۔

"ان یکون ذٰلک الانفاق من الربح لا من صلب المال"

یعنی "صدقہ مال کے نفع میں سے ہونا چاہیئے راس المال سے نہیں"۔

ایک حدیث میں ہے :۔ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی ۔

اس سے بھی یہی مراد ہے۔

یاد رہے، یہاں صدقہ سے مراد، صدقہ تطوع ہے یعنی رضاکارانہ صدقہ، نہ کہ صدقہ، واجب، وہ تو بہر حال دیا جائے گا۔

اس میں راس المال اور نفع کی کوئی تخصیص نہیں۔

باب ۱۲۶

آدابِ طعام ــــــــ تادیب

(۳۰۳) عن عمر بن ابی سلمۃ قال کنت غلامًا فی حجر رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وکانت یدی تطیش فی الصحفۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا غلام سم اللہ و کل بیمینک و کل مما یلیک۔ قال عمر فما زالت تلک طعمتی بعدُ۔

(۳۰۳) عمر بن ابی سلمہ رضؓ کہتے ہیں، میں رسول اللہؐ کی تربیت میں تھا اور ابھی[1] بچہ ہی تھا، ایک بار (کھانا آیا) میں رکابی میں ہر[2] طرف ہاتھ ڈالنے لگا (یہ دیکھ کر) رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا: "اے لڑکے، اللہ کا نام[3] لے کر کھا۔ داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھا[4]!"

عمر کہتے ہیں کہ پھر میرے کھانے کا یہی اصول اور دستور ہو گیا۔

برکت

(۳۰۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام الاثنین کافی الثلاثۃ وطعام الثلاثۃ کافی الاربعۃ۔

(۳۰۴) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے اور تین کا چار آدمیوں کے لئے کافی ہے[5]۔

ایک اور سات

(۳۰۵) وعنہ ان رجلا کان یاکل اکلا کثیرا فاسلم فکان یاکل اکلا قلیلا فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان المؤمن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء

(۳۰۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص بہت زیادہ کھانا کھایا کرتا تھا۔ مگر جب وہ اسلام لے آیا کم خور ہو گیا۔ اس بات کا ذکر آنحضرتؐ کے سامنے ہوا۔ آپؐ نے فرمایا، مومن ایک آنت بھر کھاتا ہے، اور کافر سات آنت بھر کھاتا[6] ہے۔

کھانے کے ساتھی

(۳۰۶) عن نافع مولی ابن عمر قال کان ابن عمر لا یاکل حتی یؤتی

---

[1] ناسمجھ۔ [2] جدھر سے جو ملا کھا لیا۔ [3] یعنی بسم اللہ کہہ کے۔ [4] اِدھر اُدھر منہ نہ مار۔ [5] اجتماع کی برکت سے۔ [6] حکماء کا قول ہے کہ جو معدہ کھانے سے لبالب بھرا ہو اس میں حکمت نہیں داخل ہو سکتی۔ جو کم کھائے گا وہ کم پیئے گا جو کم پیئے گا وہ کم سوئے گا۔ اس کی عمر میں برکت ہوگی۔

بمسکین یاکل معہ فادخلت رجلاً یاکل معہ فاکل کثیراً فقال یانافع لاتدخل ھذا علی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول المؤمن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء۔ [1]

(۳۰۶) نافع ابن عمرؓ کے خادم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب تک کوئی مسکین، اُن کے ساتھ شریک طعام نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا، جو بہت بسیار خور تھا۔ آپؓ نے فرمایا، اے نافع، اب اس آدمی کو میرے پاس نہ لانا۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ مومن ایک آنت کھاتا ہے اور کافر سات آنت!

تکیہ لگا کر کھانا

(۳۰۷) عن ابی جحیفۃ السوائی قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا اکل متکئاً۔

(۳۰۷) حضرت ابوجحیفہ سوائی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ وہ فرمارہے تھے:۔ "میں [2] تکیہ لگا کر [3] نہیں کھاتا۔"

ترک و اختیار

(۳۰۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ماعاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً قط ان اشتھاہ اکلہ وان کرھہ ترکہ۔

(۳۰۸) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کھانے میں عیب کبھی نہیں لگاتے تھے۔ رغبت ہوئی کھالیا۔ ناپسند ہوا ترک کردیا!

---

[1] کیونکہ اس میں صفت کافرانہ "بسیار خوری" پائی جاتی ہے۔ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ کم خور ہے!

[2] میں جب کھاتا ہوں! [3] ایک اور جگہ آپ نے تکیہ لگا کر کھانا کھانے کی کراہت کا اظہار فرمایا۔ لانہ من فعل المتنظمین ماخوذ من ملوک العجم۔ یعنی یہ ارباب جاہ و دولت کا شیوہ ہے جو ملوکِ عجم سے ماخوذ ہے!

نقرئی اور طلائی برتن

(۳۰۹) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تلبسوا الحریر ولا الدیباج ولا تشربوا فی اٰنیۃ الذھب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافھما فانھا لھم فی الدنیا ولنا فی الاٰخرۃ۔

(۳۰۹) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ آپؐ کہہ رہے تھے: "ریشم اور دیبا نہ پہنو۔ نہ سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیو نہ سونے چاندی کی رکابیوں میں کھانا کھاؤ۔ کیونکہ یہ چیزیں کافروں[۱] کے لیئے دُنیا میں ہیں، اور ہمارے لئے آخرت[۲] میں۔

قاطع زہر دافع سحر

(۳۱۰) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذٰلک الیوم سم ولا سحر۔

(۳۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جو شخص ہر روز صبح صبح[۳] سات کھجوریں عجوہ[۴] کی کھا لیا کرے اسے اُس دن زہر اور جادو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

لہسن اور پیاز

(۳۱۱) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا۔

(۳۱۱) جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو لہسن اور پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے (یا فرمایا) ہماری مسجد سے الگ رہے۔

ہدایات

آپ دیکھیں گے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جو نگاہِ نبوی سے

---

[۱] عارضی طور پر۔ [۲] ہمیشہ کے لئے۔ [۳] کسی اور چیز کے کھانے سے پہلے۔ [۴] خاص قسم کی کھجور۔
[۵] کھا کر ہمارے پاس آنا چاہیے۔ [۶] قریب آئے بدبو کے باعث۔ [۷] ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

نظر انداز ہو گیا ہو، ہر بات اور ہر معاملہ میں صاف اور واضح ہدایات موجود ہیں جن پر عمل کر کے اور جن کی تعمیل کر کے زندگی کے ہر گوشہ کو، زندگی کے ہر شعبہ کو تابناک اور منور بنایا جا سکتا ہے۔ اسلام صرف مسجد ہی کا مکین نہیں ہے، وہ جس طرح مسجد میں رہتا ہے، اسی طرح ہر گھر میں بھی رہتا ہے، وہ جس طرح یہ دیکھتا ہے کہ ایک مسلمان عبادت کس طرح کرتا ہے، نماز کس طرح پڑھتا ہے؟ اسی طرح وہ یہ بھی دیکھتا ہے اور احتساب کرتا ہے، کہ ایک مسلمان گھر میں کس طرح زندگی بسر کرتا ہے، کھاتا کیونکر ہے، پیتا کس طرح ہے؟ سوتا کیسے ہے؟ گھر والوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کی کیا نوعیت ہے؟ جس طرح اسکے نزدیک عبادات کی اہمیت ہے، بالکل اسی طرح وہ معاملات پر بھی کڑی نگاہ رکھتا ہے۔

باب ۱۲۷

عقیقہ! ——— عقیقہ کی ہدایات

(۳۱۲) عن سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما وامیطوا عنہ الاذی۔

(۳۱۲) حضرت سلمان بن عامر ضبیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا۔ کہ "لڑکے کا عقیقہ کرنا لازم ہے اس کی طرف سے خون گراؤ[1] - اور اس سے گندگی کو دور کرو[2]"

عقیقہ کی اصل

عقیقہ ——— ان بالوں کو کہتے ہیں جو بچہ کے سر سے اس کے پیدا ہونے کے بعد مونڈ دیئے جاتے ہیں۔ پھر مجازی طور پر، اس بکری کو کہنے لگے، جو بال مونڈتے وقت ذبح

---

[1] قربانی کرو، لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک؛ [2] بال سر کے مونڈ دو۔

کی جاتی ہے اور اس طرح یہ لفظ چل پڑا۔

قربانی

ابوداؤد ـــــ جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے ـــــ کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ

عقیقہ کی جو قربانی کی جائے، وہ لڑکا ہو تو دو بکری یا بکرے اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بکرا۔ عقیقہ کی قربانی کے بھی وہی شرائط ہیں جو قربانی کے ہیں اس کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ فقراء کو تقسیم کردیا جائے، اور باقی دو حصے پڑوسیوں اور عزیزوں میں تقسیم کردیئے جائیں۔ احناف کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے اور دوسرے ائمہ فقہ کے نزدیک سنت۔ ترجیح آخری قول کو ہے۔

عقیقہ کے مسائل

(۱) بہتر یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کردیا جائے ورنہ جب بھی کیا جائے ٹھیک ہے۔

(۲) گائے کے سات حصے ہوتے ہیں۔ اگر کسی گائے میں شرکت کی جائے تو لڑکے کی صورت میں دو حصے لئے جائیں اور لڑکی کی صورت میں ایک حصہ۔

(۳) جس جانور کی قربانی جائز ہے، اس کا عقیقہ بھی جائز ہے، اور جس کی قربانی جائز نہیں۔ اس کا عقیقہ بھی درست نہیں۔

(۴) عقیقہ کا گوشت پکا کر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے اور یوں ہی کچا بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ دعوت کرکے بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

(۵) عقیقہ کا گوشت، باپ، دادا، نانا۔ سب کھا سکتے ہیں۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں۔

(۶) اگر کوئی آدمی نادار ہے تو وہ لڑکے کے لئے ایک بھیڑ یا بکری، یا گائے کا ایک حصہ بھی کرسکتا ہے، یا بالکل نہ کرے تو بھی مضائقہ نہیں۔

باب ۱۲۸

مشکوک ذبیحہ ——— ایک اہم سوال

(۳۱۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان قوما قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قوما یأتونا باللحم۔ لا ندری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا فقال صلی اللہ علیہ وسلم سموا علیہ انتم وکلوہ، قالت عائشۃ رض وکانوا حدیث عہد بالکفر؛

(۳۱۳) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا:۔ ہمارے پاس[1] بعض لوگ گوشت لائے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم، اس پر خدا کا نام لیا گیا ہے[2] یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ اس پر خدا کا نام لے لو۔ اور کھا لو[3]" حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں، یہ لوگ نو مسلم تھے (ابھی حال میں اسلام لائے تھے)

حکمت و مصلحت

طیبی کا قول ہے کہ رسول اللہؐ کا یہ فرمانا کہ اب خدا کا نام لے لو۔ اور کھا جاؤ۔ بہت بڑا حکیمانہ اسلوب ہے۔ گویا ان اعراب کو تلقین یہ کی گئی کہ اسے اہمیت نہ دو کہ اس گوشت کے ذبیحہ پر تسمیہ کیا گیا ہے یا نہیں، نہ اسوقت اور اب اس کی پوچھ گچھ کرو۔ تمہارے لئے سب سے زیادہ ضروری اور مناسب بات جو ہے وہ یہ کہ اب خدا کا نام اس پر لے لو اور کھا لو۔ یہ کافی ہے۔

باب ۱۲۹

قربانی ——— حکمت و مصلحت کا ایک اہم پہلو

(۳۱۴) عن سلمۃ بن الاکوع قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحی

---

[1] بادیہ سے، یعنی دیہات سے۔ [2] ذبح کے وقت۔ [3] یہ تسمیہ، ذبیحہ کے تسمیہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تسمیہ دراصل کھانے پر قرار دیا جائے گا۔

منکم فلا یصبحن بعد ثالثۃٍ وفی بیتہٖ منہ شیٌٔ فلما کان العام المقبل قالوا یارسول اللہ نفعل کما فعلنا فی العام الماضی قال صلی اللہ علیہ وسلم کلوا واطعموا وادخروا فان ذٰلک العام کان بالناس جھد فاردت ان تعینوا فیھا۔

(۳۱۴) حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو تم میں سے قربانی کرے اُسے چاہیئے کہ تین روز سے زیادہ قربانی کا گوشت نہ رکھے[۱]۔ جب دوسرا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا: "یارسول اللہؐ کیا اس مرتبہ بھی ہم پچھلے سال کی طرح کریں[۲]؟" آپؐ نے فرمایا: "کھاؤ کھلاؤ اور جمع کرو، اُس سال[۳] چونکہ لوگوں پر مصیبت[۴] تھی۔ لہٰذا میں نے چاہا تھا تم اس طرح ان کی مدد کرو۔"

دعوتِ رسولؐ

دعوت رسولؐ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جو حکمت و مصلحت سے خالی ہو جس میں اُمت کی صلاح و فلاح، اور مفادِ عمومی کا خیال نہ رکھا گیا ہو یا جس کے ذریعہ خیر اور خیرات کا پہلو نہ نکلتا ہو قحط کے سال آپؐ نے لوگوں سے وہ حق چھین لیا جس سے وہ فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔ یعنی حسبِ مرضی قربانی کا گوشت رکھ کر کھانا۔ اسلیئے کہ مفادِ عمومی کا تقاضا یہی تھا۔ لوگ قحط سے پریشان اور مضطر ہو رہے تھے، ان کی امداد و اعانت ضروری تھی اور وہ اسی طرح کی جا سکتی تھی۔ کہ ان کے دُکھ میں سب لوگ بحصّۂ رسدی شریک کر دیئے جائیں۔ پھر جب تکلیف کے بادل چھٹ گئے اور پھر وہی پہلی سی کیفیت پیدا ہو گئی تو آپؐ نے سابقہ حکم واپس لے لیا۔ اور لوگ پھر اسی سہولت سے بہرہ ور ہونے لگے جس سے وہ عام طور پر بہرہ ور ہوا کرتے تھے۔

باب ۱۳۰
حرام کو حلال کرنا

(۳۱۵) عن ابی مالک او ابی موسیٰ الاشعری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ تقسیم کر دیں اتنے عرصہ کے اندر؛ ۲؎ پورا تقسیم کر دیں؛ ۳؎ گذشتہ سال؛ ۴؎ قحط۔

یقول لیکونن من اُمّتی اقوامٌ یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازفَ۔

(۳۱۵) حضرت ابو مالکؓ یا ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے، جو حر[1]۔ اور حریر[2]۔ خمر[3] اور معازف[4] کو حلال کر لیں گے"۔

فعلِ شنیع

کسی چیز کو حرام قرار دینا، یا حلال کرنا، صرف خدا کے اختیار میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کو خدا نے یہ اختیار نہیں دیا۔ ایک مرتبہ ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر آپؐ نے شہد نہ کھانے کا عہد کر لیا تھا۔ اس پر آیتِ قرآنی نازل ہوئی، کہ ہم نے جسے حلال کر دیا ہے تم اُسے حرام کرنے والے کون؟ چنانچہ آپؐ اپنے عہد سے باز آ گئے۔ اور شہد کا استعمال آپؐ نے پھر سے شروع فرما دیا، تاکہ یہ غلط فہمی رفع ہو جائے کہ کوئی بندہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے سکتا ہے ——— پھر ان لوگوں سے بڑھ کر بدبخت اور نامراد کون ہو سکتا ہے جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اپنی ہوائے نفس اور ہوس کے فریب میں آ کر حلال قرار دے لیں۔ جنہیں خدائے بزرگ و برتر نے حرام کر دیا ہے؛ اس سے بڑھ کر ناواجب و ناروا جسارت کوئی نہیں ہو سکتی اور یہ ایسا گناہ اور اتنی شدید معصیت ہے جس کی سزا اور عقوبت سے دُنیا میں بھی دوچار ہونا پڑے گا، اور دُنیا کے بعد دُوسری دُنیا ہے وہاں بھی انجام بخیر نہیں۔

باب ۱۳۱

کھڑے کھڑے پانی پینا

(۳۱۶) عن عبد الملك بن میسرة عن النزال قال اُتیَ علیٌّ رضی اللہ تعالیٰ عنه فشرب قائمًا فقال انّ ناسًا یکرہ احدھم ان یشرب وھو قائم وانی رایت النبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم فعل کما رأیتمونی فعلت۔

---

[1] ایسے نام کے مسلمان، [2] آزاد، [3] ریشم، [4] شراب، آلاتِ لہو ولعب۔

(۳۱۶) حضرت عبدالملک بن میسرہؓ نزال رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ تشریف لائے اور آپؓ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ پھر فرمایا:"بعض لوگ اسے مکروہ سمجھتے ہیں کہ کوئی کھڑا ہو کر پانی پیئے۔ میں نے رسول اللہ ؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے بھی ایسا ہی کیا، جیسا تم نے مجھے ابھی کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔

گلاس میں سانس لینا

(۳۱۷) عن ابی قتادۃ الحٰرث رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذا شرب احدکم فلا یتنفس فی الاناءِ ؛

(۳۱۷) حضرت ابوقتادہ حارث رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، تم میں سے جب کوئی شخص پانی پئے، تو برتن میں سانس نہ لے ؛

باب ۱۳۲
کفارۂ مرض

(۳۱۸) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن مصیبۃ تصیب المسلم الا کفر اللہ بھا عنہ حتی الشوکۃ یشاکھا ؛

(۳۱۸) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا:"مسلمان کو جب کوئی بھی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کا کفارہ کر دیتا ہے، یہاں تک کہ کانٹا چبھ جانے کا بھی؛

تکلیف کا مداوا

(۳۱۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] آپ نے بھی کھڑے پانی پیا ؛ [2] سانس لینے کے لیے برتن سے منہ ہٹا لے، برتن کے اندر سانس نہ لے ؛ [3] تکلیف ؛ [4] اس کی خطائیں معاف کر کے ؛ [5] اس تکلیف کا معاوضہ بھی ملتا ہے۔

قال مایصیب المسلم من نصیب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکة یشاکھا الا کفر اللّٰہ بھا من خطایاہ۔

(۳۱۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "مسلمان کو جب بھی کوئی نصیب[1]، وصب[2]، ہم[3]، حزن، اور اذیت و غم پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسکے کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کر کے کفارہ کر دیتا ہے"۔

بھلائی اور دکھ

(۳۲۰) عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من یرد اللّٰہ بہ خیرا یصب منہ۔

(۳۲۰) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "خدا جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، اُسے دکھ[4] دیتا ہے"۔

دو[2] اجر

(۳۲۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ اتیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی مرضہ وھو یوعك وعکا شدیدا وقلت انك لتوعك وعکا قلت ان ذاك بان لك اجرین قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم اجل ما من مسلم یصیبہ اذی الا حات اللّٰہ عنہ خطایاہ کما تحات ورق الشجر۔

(۳۲۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں آپؐ کی علالت کے وقت حاضر ہوا۔ آپؐ کو بہت تیز بخار چڑھا ہوا تھا، میں نے عرض کیا، آپؐ کو بہت تیز بخار ہے (پھر) میں نے کہا۔ شاید اسلئے کہ آپؐ کو دو اجر ملیں گے، آپؐ نے فرمایا، ہاں، یہ اسی باعث ہے، بلاشبہ کسی مسلمان کو جب کوئی تکلیف[5] پہنچتی ہے تو اللہ اسکے گناہ اس طرح[6] گرا دیتا ہے

---

[1] تعب، [2] بیماری، [3] صدمہ، [4] تاکہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جائے اور اس کا درجہ بلند ہو جائے، [5] بیماری وغیرہ کی صورت میں، [6] تکلیف جھیلنے کے بدلے میں۔

جیسے خشک درخت کے پتے جھڑنے لگتے ہیں۔

اندھے کو بشارت

(۳۲۲) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان الله تعالیٰ قال اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیه فصبر عوضته منهما الجنة۔

(۳۲۲) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا :۔ "اللہ تبارک و تعالیٰ کہتا ہے۔ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب[1] چیزوں کی تکلیف دیتا ہوں اور وہ صبر کر لیتا ہے۔ تو ضرور ان دونوں چیزوں کے عوض اسے جنت[2] دونگا۔

رسولؐ کی چشم پُرنم

(۳۲۳) عن اسامة بن زید رضی الله عنهما ان ابنة للنبی صلی الله علیه وسلم ارسلت الیه وهو مع النبی صلی الله علیه وسلم و سعد و ابی ان ابنها قد حضره الموت فاشهدنا فارسل الیها السلام و یقول ان لله ما اخذ وله ما اعطی و کل شیء عنده باجل مسمی فلتحتسب ولتصبر فارسلت الیه تقسم فقام النبی صلی الله علیه وسلم وقمنا فرفع الصبی الی حجر النبی صلی الله علیه ونفسه تتقعقع ففاضت عینا النبی صلی الله علیه وسلم فقال له سعد ما هذا یا رسول الله قال هذه رحمة وضعها الله فی قلوب من شاء من عباده ولا یرحم الله من عباده الا الرحماء۔

(۳۲۳) حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ کی ایک صاحبزادی[3] نے آپؐ کو بلا بھیجا، اسوقت اسامہ آنحضرتؐ کے پاس تھے۔ اور سعد بن عبادہ و ابی بن کعب بھی موجود تھے کہ میرا بچہ عالم نزع میں ہے۔ آپؐ نے انہیں سلام بھیجا اور فرمایا :۔ بیشک اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لے لیا اور دے دیا۔ ہر چیز کا وقت اسکے نزدیک مقرر ہے۔ پس خدا سے اجر

---

[1] آنکھوں سے مراد ہے، انسان کو آنکھ سے زیادہ کس چیز سے محبت ہو سکتی ہے؟ [2] یہ سب سے بڑا بدلا ہے۔
[3] زینب ؓ

کی اُمید رکھنا اور صبر کرنا چاہیئے ۔ اس پر صاحبزادی نے آپؐ کو قسم دلاتے ہوئے بلا بھیجا، آپؐ کھڑے ہو گئے ۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے ۔ پھر بچہ آنحضرتؐ کی گود میں دے دیا گیا ۔ اس کی سانس اکھڑ رہی تھی (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؐ سے سعدؓ نے عرض کیا:۔ "یا رسول اللہؐ یہ کیا![1]" ـــــ آپؐ نے فرمایا:۔ "یہ رحمت[2] ہے جسے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے[3] ـــــ اور اللہ اپنے ان ہی بندوں پر رحم کرتا ہے، جو (خود بھی) رحمدل ہوتے ہیں؎

موت کی تمنّا

(۳۲۴) عن انس ابن مالکؓ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضرٍّ اصابہ فان کان لا بدّ فاعلاً فلیقل اللّٰھم احینی ما کانت الحیاۃ خیرًا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرًا لی ؎

(۳۲۴) حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف[4] کے سبب موت کی تمنّا اور آرزو نہ کرے، اور اگر ایسا ہی کرنا ہو تو اُسے چاہیئے کہ کہے[5] ـــــ "اے اللہ مجھے زندہ رکھ، اگر میری زندگی میرے لئے مناسب اور بہتر ہے اور (یا) موت عطا فرما اگر موت میرے لئے بہتر اور مناسب[6] ہے!

موت کی آرزو

(۳۲۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لن ید خل احدًا عملہ الجنۃ قالوا ولا انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ بفضل ورحمۃ فسددوا وقاربوا ولا یتمنین احدکم الموت اما

---

[1] یعنی آپ بھی روتے ہیں ؎ [2] یہ رقت قلب ؎ [3] خدا کی دین ہے ؎ [4] بیماری وغیرہ ؎ [5] تمنا کرنی ہو۔ دعا کرے ؎ [6] پھر خدا جو مناسب سمجھے گا، کرے گا ؎

محسنا فلعلّه الّیزداد خیرًا و امّا مُسیئًا فلعلّه ان یستعتب۔

(۳۲۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ کسی شخص کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہیں کریں گے[1]۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ کو بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں مجھے بھی نہیں، سوائے اسکے کہ خدا اپنی رحمت کے دامن میں مجھے چھپا لے، تمہیں چاہیئے کہ میانہ روی اختیار کرو۔ اللہ کی قربت حاصل کرو، موت کی آرزو نہ کرو، کیونکہ اگر نیک آدمی ہے تو شاید اپنی نیکی (کچھ اور) اضافہ کرلے گنہگار ہے تو توبہ کرلے۔

بیماری اور شفا

(۳۲۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال ما انزل اللہ داءً الّا انزل لہ شفاءً۔

(۳۲۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اُتاری کہ جس کی دوا[2] بھی پیدا نہ کی ہو۔"

تین شفائیں[3]

(۳۲۷) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال الشفاء فی ثلاثۃ فی شرطۃ محجم او شربۃ عسل او کیّۃ بنار و انھٰی اُمّتی عن الکیّ۔

(۳۲۷) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "شفا تین چیزوں میں ہوتی ہے۔ (۱) پچھنا لگوانا، (۲) شہد کا استعمال (۳) آگ سے داغ لگوانا۔ لیکن اپنی امت کے لئے کیّ[4] منع کرتا ہوں۔"

---

[1] مطلب یہ کہ اگر مدار نجات صرف اعمال پر ہو تو جنت پانا مشکل ہے کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ ممکن نہیں کہ اس سے لغزش نہ ہو لہٰذا نجات کا اصل مدار خدا کی رحمت و شفقت پر ہے۔

[2] علاج، شفا ؛ [3] داغ لگوانا ؛

بخار کا علاج

(۳۲۸) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحمٰی من فیح جہنم فاطفئوھا بالماء۔

(۳۲۸) حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :- "بخار جہنم کا فیح ہے۔ پس اسکو پانی سے ٹھنڈا[1] کرو!

طاعون

(۳۲۹) عن اسامۃ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا منھا

(۳۲۹) حضرت اسامہ بن زیدؓ رسول اللہ صؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "جب تم سنو کہ کسی جگہ پر طاعون موجود ہے تو جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر وہاں[2] طاعون ہو جہاں تم ہو تو وہاں سے بھاگو نہیں"۔

بیمار اور تندرست

(۳۳۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا توردوا الممرض علی المصح۔

(۳۳۰) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا :- "بیمار اونٹ کو تندرست[3] اونٹ کے پاس نہ لے جاؤ"۔

حضرت ابو بکرؓ کا سوال

اس سے قبل وہ حدیث نبویؐ گذر چکی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کو جب کوئی تکلیف کسی سلسلہ میں ہوتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی خطاؤں کا کفارہ نیکیاں عطا کر کے دیتا ہے۔ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :- "وَمَن یعمل سُوءًا یجزبہ" یعنی جو کچھ

---

[1] پانی پی کر یا غسل کر کے۔ [2] تاکہ تم مبتلائے مصیبت نہ ہو جاؤ اور نہ کوئی تمہارے سبب مبتلائے مصیبت ہو۔
[3] تاکہ وہ اس کی بیماری سے متاثر نہ ہو۔

بُرائی کرے گا، بدلہ دیا جائے گا"

تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا۔ "اس آیتِ شریفہ کے بعد فلاح کی کیا صورت ہے؟" ــــ آپ نے فرمایا۔ "اے ابوبکرؓ خدا تیری مغفرت کرے، کیا تو بیمار پڑتا ہے؟ کیا تجھے تعب پہنچتا ہے؟ کیا تجھے اذیت پہنچتی ہے؟

ابوبکرؓ نے کہا:۔ "جی ہاں یا رسول اللہؐ"

آپؐ نے فرمایا:۔ "وہی بدلہ ہے (خطاؤں کا) جو تمہیں دیا گیا"۔ (رواہ احمد)

بشارت

درحقیقت یہ ایک بشارت ہے جو آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کو دی ہے ۔ وہ کون آدمی ہے جس سے غلطی اور لغزش نہ ہوتی ہو ۔ پھر اگر ہر کام کا پورا پورا بدلہ ملے تو سوائے انبیا معصومین کے کون ہے جو جنت میں جاسکے، کم یا زیادہ، چھوٹے یا بڑے گناہ، انسان سے سرزد ہو ہی جاتے ہیں ۔ ان گناہوں کا کفارہ انسان کی دُنیاوی تکلیف کو قرار دے دیا ۔ یعنی بیماری، آزاری، دُوسرے قسم کے صدمات، رنج اور محن، یہ سب آدمیوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں ۔

اس طرح دُنیا ہی میں اُس سے ان لغزشوں اور گناہوں کا "بدلہ" مل جاتا ہے جو اس سے سرزد ہوتے ہیں ۔ یہ اتنی بڑی سہولت اور آسانی ہے جس کا فخر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی کو حاصل ہو سکتا تھا ۔

باب ۱۴۳

لباس ــــ اسراف اور غرور

(۴۳۱) وقال النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کلوا واشربوا وتصدّقوا من غیر اسرافٍ ، ولا مخیلۃٍ ۔

(۳۳۱) رسول اللہ صؐ نے ارشاد فرمایا: "کھاؤ، پیو، اور صدقہ کرو، بغیر اسرافؔ کے اور بغیر مخیلہؔ کے۔

ٹخنے سے نیچے

(۳۳۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال مااسفل من الکعبین من الازار ففی النّارِ۔

(۳۳۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس نے تہ بندؔ کو ٹخنوںؔ سے نیچا رکھا۔ وہ آگ میںؔ جلے گا۔

غرور سے اجتناب

کبر و غرور کا شمار، رذائل میں ہے، فضائل میں نہیں، جو انسان اپنے تئیں اونچا سمجھتا ہے اور دوسروں کو پست، وہ خدا اور رسولؐ کی نگاہ میں کوئی وقعت حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا نے تمام انسان کو برابر بنایا ہے اور یکساں بنایا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں، کہ ایک بڑا ہو، اور دُوسرا ادنیٰ۔ ہاں! اگر فرق و امتیاز قائم ہو سکتا ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔ زہد و عبادت اور ریاضت کی بنا پر۔

عربوں میں دستور تھا کہ وہ اپنے جذبۂ افتخار کی نمائش اس طرح کرتے تھے کہ اپنا ازار لٹکائے ہوئے چلتے تھے، یہ گویا کبر و غرور کا مظاہرہ تھا، آنحضرتؐ نے اُسے ناپسند فرمایا۔ لہٰذا اسراف و مخیلہ یعنی فضول خرچی اور غرور کے لحاظ سے نیچا لباس استعمال کرنا غلطی ہے۔

باب ۱۳۴

عملِ دائم ـــــــ رسولؐ کی چٹائی

(۳۳۳) عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا ان النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان یحتجر حصیرًا باللّیل فیصلّی ویبسطہ بالنّھار فیجلس علیہ فجعل

۱؎ حد سے تجاوز کرنا ۲؎ غرور اور تکبر کرنا ۳؎ پاجامہ یا پتلون ۴؎ ازراہ غرور و تکبر۔ ۵؎ جہنم۔

الناس یثوبون الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلون بصلاتہ حتی کثروا فاقبل فقال یاایھا الناس خذوا من الاعمال ماتطیقون فان اللہ لایمل حتی تملوا وان احب الاعمال الی اللہ مادام وان قل

(۳۳۳) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم چٹائی کو حجرہ کی طرح بنا لیتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے، رات کو (اور دن میں اسے کھول کر) بچھا دیتے تھے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے، پھر لوگ آپؐ کے پاس آنے لگتے تھے اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ اس میں کثرت[1] کرنے لگے پھر آپؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :۔

"اے لوگو! اتنا ہی کام[2] کرو[3] جتنی تم میں طاقت ہو بلاشبہ خدا اس وقت تک ملول نہیں ہوتا جب تک تم ملول نہ ہو جاؤ[4]۔ اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو اگرچہ کم ہوں، لیکن دائمی[5] ہوں۔"

حکمت و مصلحت

اس حدیث نبوی میں حکمت و مصلحت کی بات یہ ہے، کہ آدمی کو حریص اور طامع، کثرتِ کار کے اعتبار سے نہ ہونا چاہیئے، بلکہ نوعیت کار کے لحاظ سے ہونا چاہیئے۔

ہمیں اس کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم دن میں پانچ پاروں کی تلاوت کر لیا کریں۔ خواہ کتنے ہی تھک جائیں اور تلاوت کے باعث دوسرے ضروری کاموں کو نظرانداز کر کے اس حالت کو پہنچ جائیں کہ زبان سے تو تلاوت کر رہے ہیں اور دماغ دوسری الجھنوں میں گرفتار ہے۔ کچھ اور سوچ رہا ہے یا ایک دن بڑے جوش و خروش کے ساتھ پانچ پارے پڑھ ڈالے پھر پندرہ دن تک ایک بھی رکوع پڑھنے کا وقت نہ نکال سکے، یہ غلط ہے، ہونا یہ چاہیئے کہ خواہ ہم ایک ہی رکوع روز پڑھیں لیکن پوری پابندی اور استقامت کے ساتھ، یعنی

---

[1] زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرتے؛ [2] عبادت؛ [3] طاقت سے زیادہ کام مت کرو۔ [4] کام کرتے کرتے دِل شکستہ نہ ہو جاؤ؛ [5] مستقل؛

ایک رکوع کبھی اور کسی حالت میں ناغہ نہ ہو۔ نیز ہم جو کچھ تلاوت کریں وہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر کریں، ایک ایک آیت جملہ اور لفظ کے معنی ہمارے ذہن نشین ہوں۔

اسی طرح عبادت میں ہونا چاہیئے یعنی یہ نہیں کہ کبھی لہر میں آئے تو اشراق، چاشت تہجد تک کی پابندی کرنے لگے۔ اور کبھی جی ہٹا، تو فرض نماز یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب عشاء تک کو فراموش کر بیٹھے۔ عبادت میں بھی یہی اصول مدِنظر رہنا چاہیئے کہ عبادت گو کم سے کم ہو، لیکن پوری پابندی اور استقامت کے ساتھ، اس میں کبھی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ نہ کمی آنی چاہیئے۔ یہی عبادت خدا کی بارگاہ سے سند قبول حاصل کر سکتی ہے، اور اسی پر اجر و ثواب مل سکتا ہے۔ جو شخص اس اصول کو ملحوظ رکھتا ہے وہ کامیاب رہتا ہے، جو اسے نظر انداز کر دیتا ہے، وہ ناکام رہتا ہے۔

باب ۱۳۵
مشابہت غیر

(۳۳۴) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال

(۳۳۴) حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن مردوں[۱] پر لعنت فرمائی ہے۔ جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر[۲] (بھی) لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

---

[۱] لباس صورت شکل، انداز اور اطوار میں۔ [۲] مردوں جیسے طور طریق اور لباس استعمال کریں۔

باب ۱۳۶

ماں کا درجہ

(۳۳۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ثم ابوك۔

(۳۳۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے پوچھا:- "یا رسول اللہؐ سب سے زیادہ میری (رفاقت اور) خدمت کا مستحق کون ہے؟" ——— آپؐ نے فرمایا:- "تیری ماں" ——— پوچھا:- "پھر کون؟" فرمایا:- "تیری ماں" ——— کہنے لگا:- "پھر؟" ——— ارشاد ہوا:- "تیری ماں!" دریافت کیا:- "اس کے بعد؟" ——— رسول اللہؐ نے فرمایا:- "پھر تیرا باپ!"

سبق اور ہدایت

اس حدیث سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ وہ کونسی ہدایت ہے، جو اس حدیث نبویؐ سے ہمیں حاصل ہوتی ہے؟

ماں کی فضیلت ——— اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اسکے رسولؐ کی نظر میں ماں کی کتنی زیادہ منزلت اور عظمت ہے؟ سائل ایک ہی سوال چار مرتبہ دُہراتا ہے۔ تین مرتبہ زبانِ نبویؐ سے جواب ملتا ہے وہ "ماں" ہے اور چوتھی بار باپ کا نام زبانِ نبویؐ پر آتا ہے۔

ماں اور باپ

اس سے باپ کے درجہ کی نفی نہیں ہوتی نہ اس کی کوئی توہین ہوتی ہے لیکن جو حق ہے وہ حق ہی رہے گا، ایک ماں اپنے بچہ کے لیے جس طرح جو جو دُکھ اور مصیبت جھیلتی ہے۔ لیکن بچہ پر آنچ نہیں آنے دیتی ہے، جس طرح اُسے دُودھ پلاتی ہے، جس طرح اسکے لیے مصائب برداشت کرتی ہے

جس طرح اس کی تیمارداری اور خبر گیری کرتی ہے، جس طرح اسکے لئے کسی سخت سے سخت ایثار سے دریغ نہیں کرتی۔ جس طرح ضرورت پڑنے پر اپنی جان تک اس پر قربان کر دیتی ہے۔ اس کا کم سے کم صلہ یہی ہو سکتا ہے کہ اولاد کی نظر میں خدا اور رسولؐ کے بعد سب سے بڑا درجہ اسی کا ہو، اسی کی مرضی، گھر میں، ہر ایک کی مرضی پر غالب ہو، اس کی آواز کسی سے دبی ہوئی نہ رہے۔

ماں کی عظمت اور فضیلت

خدا کی نظر میں ماں کی عظمت اور فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنی ماں کی مرضی کے خلاف اسلام قبول کر لیا۔ ظاہر ہے یہ معاملہ خدا کا تھا۔ دین و مذہب کا تھا اس میں ماں کی خوشنودی یا ناخوشی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ اسلام، اسلام کے ارکان و عبادات سے بہت چڑتی تھیں۔ بیٹا ماں کی خدمت بھی کرتا تھا۔ اور اسلام کی پیروی بھی۔ جب رسول اللہؐ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا:۔

"ماں کے سامنے نماز نہ پڑھا کرو"

اِس ہدایت سے مقصد یہ تھا کہ اس کے دِل کو تمہاری طرف سے تکلیف نہ پہنچے۔ یا اگر پہنچے تو کم سے کم پہنچے۔ شدید نہ ہو۔ کیا ماں کے ادب و احترام اور عظمت و منزلت کا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے؟ ——— اور بھی متعدد حدیثوں میں ماں کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اور اسکے ادب و احترام کی تاکید کی گئی ہے۔

عورت کا درجہ

دُنیا کے کسی مذہب نے، بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھیئے۔ دُنیا کی کسی آزاد خیال سے آزاد خیال قوم، مملکت اور ملک نے، عورت کو ماں کی حیثیت سے، بیٹی کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے وہ درجہ اور منصب نہیں دیا ہے جو اسلام نے دیا ہے۔ خواہ وہ وراثت کا مسئلہ ہو، یا عام آزادی اور انسانی حقوق کا، یہ دوسری بات ہے

کہ خود مسلمان ان حقوق اور احکام وہدایات کو فراموش کر بیٹھے ہیں - اور انہی حقوق و مراعات اور احکام وہدایات کا کیا ذکر، وہ تو مجموعی حیثیت سے اس وقت اسلام ہی کو فراموش کیے ہوئے ہیں - ورنہ آج اُن کی یہ حالت ہوتی ؟ ـــــ کلاّ ثمّ کلاّ ۔

باب ۱۳۷

جہاد اور والدین

(۲۳۶) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاھد؟ قال ألک ابوان؟ قال نعم قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ففیھما فجاھد ۔

(۲۳۶) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہؐ سے ایک آدمی نے پوچھا۔ "کیا میں جہاد کروں[1]؟" ـــــ آپؐ نے پوچھا: "کیا تیرے والدین[2] ہیں؟" جواب دیا: "ہاں، یا رسول اللہؐ!" ـــــ آپؐ نے فرمایا: "انہیں میں مجاہدہ[3] کر۔"

مصلحت

مصلحت یہ کہ والدین کی خدمت کر، یہ خدمت تجھے اتنا ہی ثواب دے گی، جتنا کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا ملتا ہے۔

باب ۱۳۸

والدین پر لعنت بھیجنا

(۲۳۷) وعنہ ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل یارسول وکیف یلعن الرجل

---

[1] اجازت ہے مجھے جہاد کرنے کی ؟ [2] زندہ ہیں ؟ [3] ان کی خدمت کر ۔

والدیہ قال یسب الرجل ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ؛

(۳۳۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے[1] ——— سوال کیا گیا: ———

"یارسول اللہؐ ماں باپ پر کوئی لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے[2]"! ——— فرمایا: "اس طرح کہ کوئی کسی کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے، اسکی ماں کو گالی دے[3]"!

باب ۱۳۹

کافر ماں باپ

(۳۳۸) عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا قالت قدمت امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش ومدتھم اذ عاھدوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابیھا فاستفتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان امی قدمت علی وھی راغبۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم صلی امک؛

(۳۳۸) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ[4] فرماتی ہیں کہ میری ماں میرے پاس مع اپنے والد کے آئیں۔ حالانکہ وہ مشرکہ تھیں۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب قریش سے (ترک مقاتلہ کا معاہدہ تھا، پس میں نے رسول اللہؐ سے فتویٰ[5] پوچھا۔ میں نے کہا، میری ماں میرے پاس آئی ہیں اور وہ مشرک ہیں کیا میں ان کے ساتھ کچھ سلوک کروں؟"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "ہاں اپنی ماں کے ساتھ (اچھا) سلوک کر[6]!"

---

[1] لعنت بھیجنے کا موجب بنے؛ [2] یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے؛ [3] یعنی جو گالی دے جواب میں وہی سن لے۔ ماں باپ کو گالی دینا، سننا؛ [4] خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے مجاہد جلیل کی والدۂ محترمہ؛ [5] مذہبی نقطۂ نگاہ سے کوئی سوال یا مسئلہ دریافت کرنا؛ [6] شرعاً اس میں کچھ قباحت نہیں؛

استفادہ

اس حدیث میں سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی بہترین سلوک کرنا چاہیئے۔ ان کی خدمت کرنا چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہیئے۔

باب ۱۴۰
قاطع رحم

(۳۳۹) عن جبیر بن مطعم انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یدخل الجنة قاطعٌ۔

(۳۳۹) حضرت جبیر بن مطعم رضؓ نے رسول اللہ صلعم کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلعم نے فرمایا۔ "جنت میں قاطع[1] نہیں داخل ہو سکے گا"۔

ٹوٹا ہوا رشتہ

(۳۴۰) عن الاعمش ورفعه الحسن الی النبی صلی الله علیه وسلم قال لیس الواصل بالمکافیٔ ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها۔

(۳۴۰) حضرت اعمش رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:- "واصل[2] وہ نہیں جو مکافات[3] کرتا ہے، بلکہ واصل[4] وہ ہے جو ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑتا ہے"۔

دوزخ سے حجاب

(۳۴۱) عن عائشه رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم حدثته قالت جاءتنی امرأة معها ابنتان تسألنی فلم تجد عندی غیر تمرة واحدة فاعطیتها فقسمتها بین ابنتیها ثم قامت فخرجت فدخل

---

[1] بغیر سبب کے قطع رحم کرنے والا، سنگدل، ظالم۔ [2] صلہ کرنے والا [3] جو پورا پورا بدلہ لے لیتا ہے کسی ظلم یا زیادتی کا۔ [4] صلہ رحمی کرنے والا۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من یلی، من هذه البنات شيئاً فاحسن اليهن كن له ستراً من النار۔

(۳۴۱) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی، اسکے ساتھ دو لڑکیاں تھیں، مجھ سے سوال[1] کیا ایک تمر سے زیادہ میرے پاس اور کچھ نہ پا سکی۔ وہی[2] میں نے دے دیا۔ وہ (ایک کھجور) اس نے اپنی دونوں لڑکیوں کے مابین تقسیم کر دی۔ پھر باہر جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔ اتنے میں رسول اللہ ؐ تشریف لے آئے میں نے اُن سے ماجرا بیان کر دیا۔ رسول اللہ صؐ نے فرمایا، جو ان لڑکیوں سے اچھا[3] سلوک کرے گا۔ ان کی خبر گیری کرے گا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے حجاب[4] بن جائیں گی۔

استفادہ

اس حدیث سے غریب، نادار، اور لاوارث لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر ثابت ہوتا ہے، چونکہ لڑکیاں لڑکوں کے مقابلہ میں بہت جلد فتنہ میں مبتلا کی جاسکتی ہیں۔ اسلئے شارع علیہ السلام نے ان کو زیادہ اہمیت دی۔ بخلاف لڑکوں کے، اگرچہ ان کے ساتھ بھی حسنِ سلوک موجبِ اجر و ثواب ہے۔ لیکن اس خصوص میں لڑکیوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

بچوں کو پیار کرنا

(۳۴۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال تقبلون الصبيان فما نقبلهم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم او املك لك ان نزع الله من قلبك الرحمة۔

(۳۴۳) حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں، کہ ایک اعرابی رسول اللہ ؐ کے پاس آیا اور کہا آپ بچوں کو چومتے ہیں (مگر) ہم نہیں چومتے۔ —— آپ ؐ نے فرمایا: میں اسے کیا کروں[5]

---

[1] غربت کے سبب سوال کیا۔ [2] ایک ہی کھجور تھی۔ [3] ان پر خرچ کرے، اچھی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرے مناسب جگہ شادی کر دے۔ [4] جو جہنم میں داخل نہ ہونے دے گا۔ [5] یعنی جب خدا نے تیرے دل سے رحمت چھین لی تو میں اسے تیرے سینے میں کیونکر ڈال سکتا ہوں۔

کہ خدا نے تیرے دل سے رحمت چھین لی ہے"!

رحم کرو، رحم پاؤ گے

(۴۴۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی وعندہ الاقرع بن حابس التمیمی جالسًا فقال الاقرع ان لی عشرۃ من الولد ما قبلت منھم احدًا فنظر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من لا یرحم لا یُرحم

(۴۴۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت حسن ابن علیؓ کو پیار کیا (چوما) اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس تمیمیؓ بھی بیٹھے تھے۔ اقرع نے کہا:- میرے دس لڑکے ہیں، مگر میں نے ان میں سے ایک کو بھی پیار نہیں کیا"!
رسول اللہؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا:- "جو رحم نہیں کرتا[1]، اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا"!

مخلوقات کا حصہ

(۴۴۴) وعنہ ایضًا قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء فامسك تعالیٰ عندہٗ تسعًا وتسعین جزءًا وانزل فی الارض جزءًا واحدًا فمن ذٰلك الجزء یتراحم الخلق حتی ترفع الفرس حافرھا عن ولدھا خشیۃ ان تصیبہٗ

(۴۴۴) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:- "اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ[2] زمین پر اُتارا اور اس ایک میں سے ساری مخلوقات رحم کا اظہار کرتی ہے حتیٰ کہ گھوڑا بھی اپنے بچے کے اوپر سے پاؤں اُٹھا لیتا ہے کہ کہیں اُسے تکلیف نہ ہو"!

---

[1] رحم نہ کرنے والوں پر خدا بھی رحم نہیں کرتا۔ بچوں سے پیار کرنا بھی رحم ہے! [2] ساری دنیا میں اسی ایک حصہ کی تقسیم ہوئی، ماں کی ممتا، باپ، بھائی، بہن، دوست، احباب کی محبت اسی کا ظہور ہے۔

باہمی محبّت

(۳۴۵) عن عامر الشعبی عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضواً تداعی لہ سائر جسدہٖ بالسھر والحمّٰی۔

(۳۴۵) حضرت عامر شعبیؒ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔ تو مسلمانوں کو ان کے باہمی رفق[۱] ومحبت وعطوفت[۲] میں ایک بدن کی طرح دیکھتا ہے کہ اگر کوئی عضو بیمار ہو، تو سارا بدن[۳] سہر[۴] اور بخار کی شکایت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حقائق ومعارف

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں مذکور ہوئیں وہ اس حقیقت پر دال ہیں کہ اسلام نے اخوت اور بھائی چارہ کا جو رشتہ مسلمانوں کے مابین قائم کیا ہے وہ کتنا مستحکم، اٹل اور ناقابل انفصال ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے یا اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے تو وہ اس معاشرہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ جو اسلام نے مسلمانوں کے لئے قائم کر دیا ہے۔ اسلام قبول کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ نظام حیات بھی قبول کر لیا گیا جو اسلام نے تیار کیا ہے، وہ فلسفۂ زندگی بھی مان لیا گیا جو اسلام نے تعمیر کیا ہے زندہ رہنے اور زندگی بسر کرنے کا وہ خاکہ بھی قبول کر لیا گیا، جو اسلام کے نبیؐ نے خدا کے حکم سے پیش کیا ہے ـــ اور اس دستور ونظام، اس اصول وفلسفہ کی اصل واساس رشتۂ اخوت پر ہے۔ کوئی دو مسلمان جب آمنے سامنے آتے ہیں، جب مل کر بیٹھتے ہیں۔ جب کہیں ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں تو وہ اجنبی نہیں ہوتے۔ دو ایسے شخص نہیں ہوتے جن کا ایک دوسرے سے کوئی ربط وتعلق نہیں ہے، بلکہ دو ایسے انسان ہیں جو ایک خاص دین

---

[۱] ایک دوسرے سے اخوتِ اسلامی کے رشتہ کی بنا پر رحم کا برتاؤ کرنا۔ [۲] ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ [۳] یعنی جو نسبت بدن کو تمام اعضا سے ہے وہی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ہے۔ [۴] سہر ـ بے خوابی اس لئے کہ اذیت کا نتیجہ نیند کا نہ آنا ہوتا ہے اور بے خوابی بخار کا سبب بن جاتی ہے۔

ایک خاص نظام، اور ایک خاص زندگی کے حامل ہیں۔ یہ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایسے بھائی کہ اس رشتہ مؤاخاۃ کے سامنے نسلی اور خاندانی رشتۂ اخوت کوئی اہمیت نہیں رکھتا!

یہ ہو سکتا ہے کہ دو سگے بھائی آپس میں جھگڑ لیں، ایک دوسرے پر زیادتی کر لیں، لیکن یہ ناممکن ہے کہ دو مسلمان ہوں اور یہ ایک دوسرے سے لڑیں جھگڑیں، ایک دوسرے پر زیادتی کا خیال بھی دل میں لائیں یہ ہو سکتا ہے کہ دو سگے بھائی، ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا ہو جائیں۔ لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کہ دو مسلمان ایک دوسرے کے حریف ــــ (سوائے امورِ خیر، برّ اور نیکی کے) ــــ بن سکیں۔

جنگ کی مثال

جنگ کے میدان میں ایک کافر اور ایک مسلمان بھائی ایک دوسرے کے خلاف تلوار چلا سکتے ہیں۔ لیکن اسلام کے نام لیوا صرف اسی سے لڑیں گے جو خدا کا منکر ہے، جو رسول اللہؐ کی رسالت کا انکار کرتا ہے۔ جو قرآن کے پیام، اس کی تعلیم اور اسکے اصول کا مخالف ہے، لیکن جو خدا کو مانتا ہے۔ رسولؐ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ قرآن کے پیام، اس کی تعلیم، اور اس کے اصول کا قائل ہے وہ ان کا بھائی ہے، بلکہ یہ ایک معمولی رشتہ ہے۔ بھائی سے بھی کہیں زیادہ ہے، کہیں زیادہ بہتر، برتر اور افضل ہے!

اسلام کا یہی وہ سبق ہے جس نے صدرِ اوّل میں اسلام کے نام لیواؤں کو بامِ عروج پر پہنچا دیا تھا اور جس وقت سے یہ سبق مسلمانوں نے فراموش کر دیا تو فوراً ہی ان کے انحطاط و ادبار اور سقوط و زوال کا دور شروع ہو گیا۔ مسلمان جب تک صرف نام کے مسلمان ہیں وہ ان برکتوں کو نہیں حاصل کر سکتے جو اسلام نے صرف مسلمانوں یعنی اسلام کے سچے پرستاروں کے لئے وقف کر دی ہیں، وہ ان تمام مصائب کے شکار ہوں گے، جن سے عام انسان دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمان ایک شاندار ماضی کے مالک ہیں تاریخ کے اوراق بتلاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے کتنے گراں بہا فوائد مادی اور روحانی، ہر قسم کے حاصل کئے

اور اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے اپنے تئیں مسلمان کہتے ہوئے اسلام سے تغافل کرنے کے نتائج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، پس کیا ہم یہ نہیں کر سکتے کہ حال سے قطع تعلق کر کے ایک مرتبہ پھر اپنے شاندار اور قابلِ فخر ماضی سے رشتہ جوڑ لیں — ؟!

باب ۱۴۱
حق ہمسائیگی

(۳۴۶) عن ابی شریح نِ الخزاعی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :- واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن، قیل من یا رسول اللہ قال الذی لا یامن جارہ بوائقہ -

(۳۴۶) حضرت ابو شریح خزاعی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا :- اللہ امن نہیں دے گا، اللہ امن نہیں دے گا، اللہ امن نہیں دے گا؛ سوال کیا گیا "کس کو[1]؟" آپؐ نے فرمایا :- " جو اپنے پڑوسی کو اپنے شر[2] سے امن نہیں دیتا"

وراثت کا اندیشہ

(۳۴۷) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال یوصینی جبریل بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ -

(۳۴۷) حضرت عائشہ رضؓ رسول اللہ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا :- " جبریلؑ ہمیشہ مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت[3] کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے "

نکتہ

پڑوسی کے حق میں اس سے زیادہ تاکید نہیں ہو سکتی - یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے

---

[1] کس کو امن نہیں دے گا؟ [2] زیادتی سے [3] حسنِ سلوک کی تاکید۔

کہ اسلام نے پڑوسی اور ہمسایہ کو کتنے اور کیسے حقوق عطا فرمائے ہیں، اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلعم گمان فرمانے لگے، کہیں ہمسایہ وراثت میں شریک کردیا جائے۔

وراثت اس حق کو کہتے ہیں جو کسی وفات پائے ہوئے مسلمان کے مال میں اس کے اقارب اور اعزّہ اور اولاد کو شرعی طور پر تقسیم ہوکر ملتا ہے۔

واضح رہے پڑوسی کے لیے مسلمان ہونے کی تخصیص ہرگز نہیں ہے، پڑوسی خواہ مسلمان ہو یا کافر، عابد ہو یا فاسق، دوست ہو یا دشمن، ضرر پہنچانے والا ہو یا نفع پہنچانے والا، اس سے قطعاً کوئی بحث نہیں محض ہمسایہ ہونا ہی اسے تمام وہ "حقوق ہمسائیگی" عطا کردیتا ہے جو اسلام نے پڑوسی کو بخشے ہیں۔

ہمسایہ کو ایذا

(۳۴۸) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یؤذ جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیراً او لیصمت۔

(۳۴۸) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

(۱) جو اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے۔

(۲) جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے۔

(۳) جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ (جب کچھ بولے تو) نیک بات کہے، یا پھر خاموش رہے۔

فائدہ

پڑوسی، مہمان اور کلمۂ خیر کی جو اہمیت اسلام کی نظر میں ہے، وہ کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی۔ سوال ہوسکتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ ان چیزوں کو صرف سرسری طور پر بیان کردینے پر اکتفا کیوں نہیں کیا گیا ہے۔

اس کا جواب بالکل واضح ہے، اسلام صرف ایک مذہب نہیں ہے، صرف چند رسوم و عقائد کا مجموعہ نہیں ہے، صرف چند عبادات کا مرکب نہیں وہ ایک مستقل نظام ہے، ایک مستقل اصول ہے ایک مستقل ضابطۂ حیات ہے، ایک مستقل دستورِ زندگی ہے، وہ جہاں یہ بتاتا ہے کہ عبادت کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، صدقہ کرو، خیرات کرو، زکوٰۃ دو، حج کرو وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ زندگی کس طرح بسر کرو اپنے دوستوں سے، عزیزوں سے، بیوی سے، شوہر سے، بھائی بہن سے، ہمسایہ سے، کیا سلوک کرو؟

اگر تم عبادت ذوق و شوق سے کرتے ہو۔ نماز خضوع اور خشوع سے پڑھتے ہو، روزے پابندی سے رکھتے ہو۔ رات رات بھر جاگتے ہو اور دن دن بھر عبادت کرتے ہو، لیکن تم اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتے، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش نہیں آتے، خادم اور نوکر سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے، تمہارے شر سے تمہارا پڑوس محفوظ نہیں۔ تمہاری شرارت سے تمہارے متعلقین کو امان نہیں، تو یقیناً تم خدا سے بھی امن نہیں طلب کرسکتے، اگر تم دوسروں پر رحم نہیں کرتے تو تمہیں حق نہیں کہ خدا سے رحم کی امید کرو۔ اگر تم دوسروں کے عیب نہیں چھپاتے۔ تو ضرور تمہاری حرکتیں بھی طشت از بام کی جائیں گی۔ اسلام صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے تم دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو چاہتے ہو کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دوسروں سے بدسلوکی کرو اور توقع یہ رکھو کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے —— کلجگ نہیں، کرجگ ہے، اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے!

اسلام ایک ایسی سوسائٹی کی تشکیل کا مدعی ہے جہاں کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ کسی کا حق نہیں مارا جاتا، کسی کے ناموس پر حملہ نہیں کیا جاتا۔ جس کا ہر فرد ایک دوسرے کے لئے ہر ممکن ایثار کے لئے تیار رہتا ہے جس کے ارکان اپنے دوسرے ہمعصروں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اسکے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کی مصیبت میں کام آتے ہیں۔

اس کے دُکھ سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس کی خوشی سے مسرور ہوتے ہیں کبھی اور کسی حالت میں بھی اسکے دُکھ اور ایذا کو برداشت نہیں کر سکتے ہر حالت میں اسکے سُکھ اور خوشی کے جویا ہوتے ہیں؛ ——— وہ باتیں جو بظاہر بہت چھوٹی اور معمولی معلوم ہوتی ہیں جنہیں ہم ہر روز نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ زندگی کے ہر لمحہ میں پوری بے پروائی اور بے فکری بلکہ سرکشی اور طغیان کے ساتھ جن کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا۔ اسلام کی نظر میں ان کی کتنی زیادہ اہمیت ہے؛ اسلام نے ان کو کتنا اہم قرار دیا ہے؛ بلکہ سچ پوچھیے، تو انہی پر نجات اور بخشش کا دارومدار ہے!۔

مسلمان بننے کی پہلی شرط یہ نہیں ہے کہ آدمی عبادت کتنی کرتا ہے ریاضت میں کتنا وقت صرف کرتا ہے۔ مجاہدۂ نفس میں دن اور رات کی کتنی گھڑیاں گذارتا ہے بلکہ یہ اور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں؛ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرتا ہے یا نہیں؛ انہیں اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے یا نہیں؛

اگر یہ شرط پوری نہیں ہوتی تو ہر عبادت اور ہر ریاضت ہیچ ہے، بے کار ہے!

باب ۱۴۲
صدقہ کی وسعت

(۲۴۹) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کُلُّ معروفٍ صدقۃ۔

(۲۴۹) حضرت جابر بن عبد اللہؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "ہر معروف[1] چیز صدقہ ہے"۔

---

[1] نیک کام؛

کلمہ طیّبہ

(۳۵۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ۔

(۳۵۰) حضرت ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ "کلمہ طیبہ[1] صدقہ ہے"!

باب ۱۴۳

نرمی۔ ہر حالت میں ——— خلق رسولؐ

(۳۵۱) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت دخل رھط من الیھود علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا السام علیکم قالت عائشۃ ففھمتھا فقلت وعلیکم السام واللعنۃ قالت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مھلا یا عائشۃ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ فقلت یا رسول اللہ اولم تسمع ما قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قلت وعلیکم۔

(۳۵۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر[2] ہوئی۔ یہودیوں نے (آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے) کہا،۔ "السام[3] علیکم" (یعنی آپ کو موت آئے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (میں مطلب) سمجھ گئی۔ میں[4] نے کہا:۔ "وعلیکم السام واللعنۃ" (یعنی تم پر موت آئے اور لعنت ہو) رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "نرمی برتو عائشہؓ، اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں رفق کو پسند[5] فرماتا ہے"

---

[1] اچھی بات [2] ازراہ شرارت [3] السلام علیکم اور السام علیکم میں حرفی اعتبار سے بہت کم فرق ہے، یہود یہ سمجھے کہ رسول اللہؐ پورا لفظ سن نہیں پائیں گے درہم اپنے دل کی بات کہہ دیں گے! [4] جوش محبت رسول میں! [5] خواہ کتنا ہی اشتعال انگیز موقعہ کیوں نہ ہو۔

میں نے کہا:۔ "یارسول اللہ ؐ کیا آپ ؐ نے نہیں سُنا اُنھوں نے کیا کہا"؟[1]

رسول اللہ ؐ نے فرمایا:۔ میں نے کہہ دیا تھا وعلیکم![2] (یعنی تم پر) "انہوں نے کہا تم پر موت آئے، میں نے کہا تم پر" بس یہ کافی ہے!"

سبق و ہدایت

اس حدیث سے آنحضرت ؐ کی حیاتِ طیبہ اور صفاتِ کاملہ کا ایک اور روشن ترین رُخ سامنے آتا ہے۔ جو ہر مسلمان، بلکہ ہر انسان کے لئے ایک مینارۂ نور ہے ایک ایسی ہدایت ہے جس سے تا قیامِ قیامت، انسانیت فیض حاصل کرے گی، ــــ ذرا غور کیجئے۔ آپ کے پاس ایک شخص آتا ہے، آپ ؐ اس سے اخلاق و تپاک سے پیش آتے ہیں، وہ آپ کے سامنے بیٹھتا ہے آپ ؐ پر سلامتی نہیں بھیجتا بلکہ آپ ؐ کو موت کی بددُعا دیتا ہے۔

آپ ؐ نہ صرف اس تلخ، ناپسندیدہ، غیر شریفانہ، غیر انسانی اور سراسر اشتعال انگیز بات کو برداشت کر لیتے ہیں۔ بلکہ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضؓ اس بدزبانی یاوہ گوئی، بیہودگی کی تاب نہ لاسکیں، اور انہوں نے تُرکی بترکی جواب دیا، تو آپ ؐ نے انہیں اس طرزِ عمل سے روکا، منع فرمایا: اور روکتے ہوئے کہا:۔ "نرمی اختیار کرو عائشہ رضؓ!" اور پھر فرمایا:۔ "اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی اور رِفق کو پسند فرماتا ہے۔"

خوب غور کر لیجئے، آپ ؐ نے فرمایا:۔ "ہر معاملہ میں" ــــ اس پر حضرت عائشہ رضؓ بیقرار ہو کر پوچھتی ہیں:۔ "کیا آپ ؐ نے سُنا نہیں، ان کم بختوں نے کیا کہا!"

رحمۃ للعالمین نے اسکے جواب میں فرمایا:۔ میں نے "وعلیکم" کہہ دیا، گویا ان بدزبانوں اور مفسدوں کی ساری خباثتِ نفس اور کلام کا جواب صرف اتنا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ دُنیا نے آدم ؑ کے وقت سے اس وقت تک اربوں انسان

---

[1] کیسی سخت اور نا روا بات کہی؛ [2] بس اتنا سا جواب کافی تھا ان کے جواب میں ویسے ہی الفاظ نہیں دہرائے اور بات کا جواب بھی ہو گیا؛

پیدا کیے اور قیامت تک ابھی اور نہ جانے کتنے آدمی اس کی گود میں ملیں گے۔ لیکن محمدؐ ابن عبداللہ جیسا انسان کامل آج تک نہ پیدا ہوا ہے، نہ قیامت تک پیدا ہو سکے گا۔ آپؐ کی ذات رحمۃ للعالمین تھی آپؐ کی رحمت سب پر عام تھی۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، دوست ہو یا دشمن خیر خواہ ہو یا بدخواہ۔ فاسق و فاجر ہو یا مومن دیندار، اس رحمت کی تخصیص کسی کے ساتھ نہ تھی۔

اثر انگیزی

آپؐ کا یہی وہ طرز عمل تھا، رفق و نرمی کا یہی وہ برتاؤ تھا۔ جو منکروں اور کافروں کے سینے کھول دیتا تھا، وہ مخالف بن کر آتے تھے، دوست بن کر واپس جاتے تھے۔ وہ دین مبین کو بیخ و بن سے نیست و نابود کرنے کے ارادہ سے دربار رسالت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے خدا کی وحدانیت اور محمدؐ بن عبداللہ کی رسالت کا صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ اعتراف و اقرار کر کے واپس جاتے تھے۔ کیا دنیا میں اس کردار کی اس سیرت کی، اس عفو و رحمت کی کوئی مثال آج تک مل سکی ہے واقعات و حقائق کا جواب صرف ایک ہی ہے۔ "نہیں!" صلی اللہ علیہ وسلم!

باب ۱۴۴

شفاعت حسنہ

(۳۵۲) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا اتاہ السائل او صاحب الحاجۃ قال اشفعوا فلتوجروا و یقض اللہ علی لسان رسولہ ما شاء۔

(۳۵۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس جو کوئی سائل آتا، یا ضرورتمند حاضر ہوتا، تو آپ (ہم سے مخاطب ہو کر) فرماتے:۔ شفاعت[1] کرو اجر پاؤ گے[2]، اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے پورا کرتا ہے۔

---

[1] سفارش ! [2] کسی ضرورت مند کی مجھ سے سفارش کرو، تو اب ملے گا!

نکتہ

اس حدیث میں نکتہ یہ ہے کہ آدمی کو دوسرے کی مشکل اور تکلیف کو محسوس کرنا چاہیے نہ صرف یہ کہ خود کسی کا سوال رد نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ اگر کسی کے سامنے کوئی سوال کرنے والا آئے تو حاضرین کو چاہیئے۔ کہ صاحبِ معاملہ سے اس کی سفارش کریں تا کہ اس کا کام نکلے، اس کی مصیبت دور ہو، اس طرح سفارش کرنے والے کو سفارش کا اجر ملے گا۔ یعنی اس کے چند کلمات خیر ایک مصیبت زدہ کی حاجت روائی کے کام آئیں گے۔

باب ۱۴۵

رسُول کا غصّہ

(۳۵۳) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبّابًا ولا فحّاشًا ولا لعّانًا۔ کان یقول لاحدنا عند المعتبة ماله ترب جبینہٗ

(۳۵۳) حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ نہ سبّاب[۱] تھے، نہ فحاش[۲]، نہ لعّان[۳]، اگر کبھی غصّہ آتا تو ہم میں سے کسی کو (جس پر غصّہ ہوتا) مخاطب کر کے فرماتے۔ سے اسے کیا ہوا ہے۔ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔[۴]

باب ۱۴۶

اَلحُبُّ فِی اللہِ

(۳۵۴) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یجد احدٌ حلاوة الایمان حتّٰی یحب المرءَ لا یحبه الا للہ وحتّٰی ان

---

[۱] گالی دینے والے، [۲] فحش الفاظ استعمال کرنے والے، [۳] لعنت بھیجنے والے۔

[۴] یہ آپؐ کے غصّہ کی انتہا تھی۔

يقذف فی النار احب اليه من ان يرجع الى الكفر بعد اذ انقذه

الله وحتى يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما۔

(۳۵۴) حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایمان کی حلاوت سے لذت آشنا نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ جس کسی آدمی سے وہ محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے اس سے محبت کرے اور یہاں تک کے آگ میں ڈال دیا جانا اس کے لئے زیادہ پسندیدہ ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ کفر میں واپس جائے جس سے وہ نکالا جا چکا تھا اور یہاں تک اللہ اور اسکے رسول کی محبت (اس کے دل میں سب سے زیادہ ہو۔

باب ۱۴۷

کفر کا فتویٰ!

(۳۵۵) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ

ان لم یکن صاحبہ کذلک۔

(۳۵۵) حضرت ابوذر رضؓ رسول اللہ صؐ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا، جو آدمی کسی آدمی کو فاسق[۱] بتاتا ہے یا کفر سے منسوب کرتا ہے تو (یہ کفر و فسق) اس کی طرف لوٹ[۲] آئیں گے، اگر وہ شخص[۵] ایسا نہ ہوا۔

کفر کی لعنت

(۳۵۶) عن ابی قلابۃ ان ثابت الضحاک وکان من اصحاب شجرۃ

الرضوان حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حلف

---

[۱] صحیح معنی میں پورے طور پر۔ [۲] صرف اللہ کے لئے۔ [۳] فسق کا الزام لگاتا ہے۔ کفر سے متہم کرتا ہے۔ [۴] یعنی وہی شخص فاسق یا کافر قرار پائے گا۔ [۵] جس پر الزام لگایا گیا ہے۔

علیٰ ملّة غیر الاسلام فهو کما قال ولیس علیٰ ابن آدم نذر فیما لایملك ومن قتل نفسه بشئ فی الدنیا عذّب به یوم القیٰمة ومن لعن مؤمنًا فهو کقتله ومن قذف مؤمنًا بکفر فهو کقتله ؎

(۳۵۶) حضرت ابوقلابہ سے حضرت ثابت بن ضحاک رض نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا جس نے ملتِ غیر اسلام کا حلف لیا تو وہ اپنے قول کے مطابق ہوگا[1] - ابنِ آدم پر کوئی نذر[2] نہیں ہے ان چیزوں میں جن کا وہ مالک نہ ہو اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا[3] تو وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا اور جس نے کسی پر لعنت کی تو یہ اس کے قتل کے برابر ہے، اور جس نے کسی مومن کو کافر کہا تو یہ بھی اسکے قتل کے برابر ہے۔

ماحصل

احادیثِ بالا کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کفر یا فسق کا فیصلہ کر دے - اگر ایک شخص اپنے تیئں مسلمان کہتا ہے، تو کسی دوسرے مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اس کی بات سے برہم ہو کر، یا اس کے کسی ناپسندیدہ فعل سے متاثر اور مشتعل ہو کر اسکے کفر یا فسق کا فتویٰ دے دے۔

اسی طرح مومن پر لعنت کرنا بھی اتنا بڑا گناہ ہے جتنا کہ کسی قتل کا۔

آج کل تکفیر اور تفسیق کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے کہ جسے چاہا کافر کہہ دیا۔ جس پر چاہا فسق کا الزام دے دیا۔ یہ بہت غلط اور روحِ اسلام کے قطعاً منافی ہے۔ مسلمان کا کام دوسروں کو مسلمان بنانا ہے نہ کہ مسلمانوں کو کافروں کی صف میں پہنچا دینا - اسلام اور شارعِ اسلام کی نظر میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں کہ ایک مسلمان کسی مسلمان پر لعنت بھیجے، یا اُسے کافر قرار دے یا اسکے فسق کا اعلان کرے، اندیشہ ہے کہ کہیں یہ کفر و فسق کا اعلان غلط ہونے کی صورت میں خود اسی پر نہ لوٹ آئے۔

---

[1] مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ اگر اس نے یہ کام کیا تو وہ یہودی یا عیسائی متصوّر ہو تو وہ ویسا ہی سمجھا جائے گا

[2] مثلاً یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو زید کا غلام آزاد ہو جائے گا - یا میں زید کا گھر صدقہ کر دوں گا۔

[3] خودکشی کر لی۔

باب ۱۴۸
چغل خوری اور منافقت

(۳۵۷) عن حذیفة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنہ قتات ۔

(۳۵۷) حضرت حذیفہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔ "جنت میں قتات[1] نہیں داخل ہو سکے گا"

ذوالوجہین

(۳۵۸) عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تجد من شر الناس یوم القیمة عند اللہ ذاالوجہین الذی یأتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ ۔

(۳۵۸) حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا:۔" قیامت کے دن اللہ کے نزدیک شر الناس[1] "ذو وجہین" یعنی دو[2] مونہہ والے کو پاؤ گے جو اسکے سامنے کچھ کہتا ہے ۔ اور اسکے سامنے کچھ!

باب ۱۴۹
ناشکرا بندہ

(۳۵۹) وعنہ ایضاً قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل امتی معافی الا المجاھرین وان من المجانة ان یعمل الرجل باللیل عملا

---

[1] چغل خور ۔ [1] بد ترین خلائق ۔ [2] دو منہ والا ، جو ہر شخص کے ساتھ اس کی ہمنوائی کرتا ہے یعنی زید کے ساتھ ملا ، تو زید کا ہو گیا ۔ اور بکر کے ساتھ ملا تو اس کا ۔

ثم یصبح وقد سترہ اللہ فیقول یافلان قد عملت البارحۃ کذا وکذا وقد بات یسترہ ربہ ویصبح یکشف ستر اللہ عنہ۔

(۳۵۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سُنا میری ساری اُمّت کو معافی[1] مل سکتی ہے مگر مجاہرین[2] کو نہیں اور مجانت (یعنی بے حیائی) یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی[3] کام کرے پھر صبح ہو اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ[4] ڈال دیا ہو۔ پھر وہ کہے اے فلاں میں نے یہ کام[5] کیا۔ حالانکہ اس نے اس طرح رات گذاری کہ اس کے ربّ نے اس کے کام پر پردہ ڈال دیا تھا۔ مگر صبح کو وہ اس کا انکشاف کرتا پھرے جسے خدا نے چھپایا تھا۔

مفاد

خدا کے رحم و کرم کی حد نہیں، وہ اپنے خطا شعار، گناہگار اور نافرمان بندوں کو بھی نوازتا رہتا ہے۔ وہ گناہ کرتے ہیں، حدِ اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں، شریعت کے احکام کو توڑتے ہیں، خدا کے فرمان کی نافرمانی کرتے ہیں، فسق و فجور، لعب و لہو اور عصیان و طغیان میں مبتلا رہتے ہیں۔ پھر بھی وہ خطا بخش، عصیان پوش اور سراپا رحم و کرم، ربّ اسکے گناہوں کو چشمِ مردم سے چھپاتا ہے تاکہ اس کی رسوائی نہ ہو، بدنامی نہ ہو، ذلّت اور حقارت کی نظر سے یہ نہ دیکھا جائے؛ مگر وہ بندہ خدا کے اس رحم و کرم کا شکر نہیں کرتا، گناہ سے تائب نہیں ہوتا، آئندہ کے لئے پاکی اور پاکبازی کی زندگی بسر کرنے کا، اپنے نفس، ضمیر اور خدا سے عہد نہیں کرتا۔ اگر کرتا ہے تو یہ ہے کہ فخریہ اپنے گناہوں کا اعلان کرتا ہے۔ اپنی عصیان شعاری کا، اپنے دوست و احباب کے حلقہ میں ذکر کرتا ہے، گویا اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس پر اسے فخر زیبا ہے اور مسرت رَوا ہے، حالانکہ اس میں فروتنی پیدا ہونی چاہیئے تھی،

---

[1] گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ [2] اپنے گناہوں کے کاموں کا فخر سے اعلان کرنے والے۔ [3] گناہ کرے۔ [4] ازراہ رحم و کرم اس کا گناہ پوشیدہ رکھا اور چشمِ خلائق اسے نہ دیکھ سکی۔ [5] گناہ۔

ایسا شخص کسی رحم و رعایت اور سلوک کا مستحق نہیں وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے، اور خدا رحم کے بعد جب سزا دیتا ہے، تو بہت ہی سخت دیتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی سبق ملے اور عبرت ہو۔

باب ۱۵۰

مسلمان مسلمان کی لڑائی

(۳۶۰) عن ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا و یعرض ھذا و خیرھما الذی یبدأ بالسلام۔

(۳۶۰) حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی شخص کے لئے یہ جائز[1] نہیں ہے کہ وہ مسلسل تین دن سے زیادہ اپنے بھائی[2] سے جدا رہے یہ اس سے اعراض کر لے اور وہ اس سے اعراض[3] کرے اور ان دونوں[4] میں بہتر شخص وہ ہے جو سلام میں پہل[5] کرتا ہے۔

موجبِ فلاح

اوّل تو مسلمان مسلمان میں لڑائی نہیں ہونی چاہیئے اور اگر کسی بات پر ہو بھی جائے تو زیبا نہیں کہ یہ لڑائی تین دن سے زیادہ مدت تک جاری رہے۔ یعنی لڑائی کی تلخی تین دن کے اندر اندر ختم ہو جانی چاہیئے۔ اور لڑنے والوں میں جو شخص سلام میں پہل کرتا ہے، وہ بہتر ہے، لہٰذا موجبِ فلاح یہ ہے کہ جنگِ باہمی کو طول نہ دیا جائے اور صلح جلد کر لی جائے۔

---

[1] حلال۔ [2] مسلمان بھائی سے۔ [3] لڑائی جھگڑے کے باعث۔ [4] لڑنے والوں میں۔
[5] ابتداء۔

باب ۱۵۱

جھوٹ، سچ اور غصّہ

(۳۶۱) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتّٰی یکتب عنداللہ صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتّٰی یکتب عنداللہ کذابا قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ؛

(۳۶۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ صدقؔ نیک کاموں کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیک کام جنت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں انسان سچ بولتے بولتے اللہ کے ہاں سچوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور بلاشبہ کذبؔ بُرے کاموں کی ہدایت کرتا ہے، اور بُرے کام دوزخ میں لے جاتے ہیں، اور بلاشبہ انسان جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے ہاں جھوٹوں میں شمار ہونے لگتا ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّادقینؔ ؛ یعنی — "اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"!

غصّہ

(۳۶۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

۱؎ سچ ؛ ۲؎ خدا کی بارگاہ میں ؛ ۳؎ جھوٹ ؛ ۴؎ جو اللہ کے دین مبین میں نیت، قول اور فعل کے اعتبار سے صادق ہیں ؛

قال لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب ۔

(۳۶۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "کشتی میں (قوت دکھانے والا) مضبوط نہیں ہے۔ بلکہ مضبوط وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے"

غصّہ مت کرو

(۳۶۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رجلاً قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصنی قال لاتغضب فردد مرارا قال لاتغضب ۔

(۳۶۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ "مجھے کچھ وصیت کیجئے" آپؐ نے فرمایا: "غصّہ مت کیا کر!" اس آدمی نے کئی بار یہی سوال دہرایا، ہر مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا "غصّہ مت کیا کر"۔

تشریح

غصّہ رذائلِ اخلاق میں سے ہے غصّہ کے وقت انسان اپنے آپے میں نہیں رہتا۔ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور ایسی حرکتیں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں، جو بعد میں تکلیف دہ اور شرمناک ثابت ہوتی ہیں۔ جن پر بعد میں اسے پچھتانا پڑتا ہے جو اس کی شرمندگی اور رسوائی کا موجب ہوتی ہیں۔

شارع اسلام علیہ التحیّۃ والسّلام نے، غصّہ سے انسان کو منع فرمایا، اور ارشاد کیا اصل بہادری دشمن یا حریف کو سرِ میدان پچھاڑ دینا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو پچھاڑو۔ یعنی تمہیں غصّہ آئے مگر تم بے قابو نہ ہو، اپنے نفس پر اقتدار رکھو، اور کوئی ایسی بات نہ کر گذرو۔ جس پر انجام کار تمہیں افسوس کرنا پڑے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے:۔

"وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ" ۔

---

۱ یعنی دست و بازو کی قوت و طاقت کوئی چیز نہیں ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان اپنے سب سے بڑے حریف نفس کو قابو میں رکھے۔ ۲ یعنی مجھے کچھ ہدایت اور نصیحت فرمائیے۔ ۳ یعنی اپنے نفس پر قابو رکھ۔

یہاں "کبائر الاثم" سے مراد بدعات ہیں، شبہات، فواحش اور امور شہوانیہ، جن میں غیظ و غضب بھی شامل ہیں، مراد ہیں — اور — ایک اور مقام پر خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: — "اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ !

یعنی — " جو لوگ فراخ دستی اور تنگ حالی اور رنج و مسرت کے موقع پر راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کے وقت ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور اگر کسی سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو اس سے مواخذہ نہیں کرتے (ان کا مقام جنت ہے) اور بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، احسان کے معنی ہیں کسی غلطی یا برائی پر اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا۔

باب ۱۵۲

حیا ——— مدارات

(۳۶۴) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم الحیاء لا یأتی الا بخیر۔

(۳۶۴) حضرت عمران بن حصین رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "شرم و حیا[1] سے خیر کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

مقامِ شرم

(۳۶۵) عن ابن مسعود قال قال النبی صلی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلم ان مما ادرک الناس مِنْ کلام النبوۃ الاولی اذا لم تستحِ فاصنع ما شئت۔

(۳۶۵) حضرت ابو مسعود رضؓ روایت کرتے ہیں کہ نبوت کی پہلی بات جو لوگوں نے پائی یہ[2] ہے کہ "جب تم نے شرم چھوڑ دی تو جو تمہارا جی چاہے کرو!

---

[1] اس لئے کہ شرم کرنے والا انسان ارتکاب محارم سے بچتا ہے اور دور رہتا ہے؛ [2] اب تمہیں امور قبیحہ سے روکنے والا کوئی نہیں ؛

لین دین

(۳۶۶) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال خالط الناس ودینك لا تکلمنہ ۔

(۳۶۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "لوگوں سے ملوجلو[1]، لیکن اپنے دین کو مجروح نہ ہونے دو"

استفادہ

فطرت انسانی میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، ان میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہیں مثلاً حرص وطمع وغیرہ اور جو کچھ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو نجات و ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں، مثلاً شرم و حیا وغیرہ۔

ایک آدمی اگر بے شرم اور بے حیا بن چکا ہے تو اس سے ہر قبیح امر سرزد ہو سکتا ہے۔ ہر گناہ وقوع میں آسکتا ہے کیونکہ برائی سے روکنے والا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، اس کے برعکس اگر ایک شخص شرم وحیا کی نعمت سے مالا مال ہے، تو اگرچہ شیطان اسے بہکائے، اگرچہ دوسرے حالات واثرات اُسے بھلائی کی طرف متوجہ کر دیں، اگرچہ اسکے سامنے لبھانے والے روپ میں پیش کی جائے۔ مگر وہ برا نہیں بن سکتا برائی کی طرف اس کا ایک قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا۔ کیونکہ اسکی حیا کا ضمیر زندہ ہے اور وہ عزم وارادہ کے باوجود کسی قسم کا گناہ اس سے سرزد نہیں ہونے دیگا۔ وہ گناہ کرنا چاہے گا تو بھی نہیں کر سکے گا، کیونکہ شرم اُسے روکے گی اور حیا اسکے پاؤں پکڑے گی۔

باب ۱۵۳

مؤمن کی شناخت

(۳۶۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یعنی ہر طرح کی آزادی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ دین میں خلل نہ آئے۔

انّه قال لایلدغ المؤمن من جحرٍ واحدٍ مرّتین ؎

(۳۶۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "مسلمان ایک ہی بِل[1] سے دو دفعہ نہیں ڈسا[2] جاتا۔"

فائدہ

مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ بار بار دھوکا کھائے۔ بار بار غلطی کرے۔ ایک ہی قسم کی غلطیاں اس سے بار بار سرزد ہوں، بلکہ مومن کی شان حزم و احتیاط ہے وہ ایک مرتبہ غلطی کرتا ہے، تو چوکنا اور ہوشیار ہو جاتا ہے، پھر اس طرح کی کوئی غلطی وہ نہیں کرتا ہمیشہ کے لیے چوکس ہو جاتا ہے ؎

باب ۱۵۴
شعر و شاعری

(۳۶۸) عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال اِنّ من الشعر لحکمۃ ؎

(۳۶۸) حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "بعض[3] شعر حکمت (پر مبنی) ہوتے ہیں۔"

لبید شاعر

(۳۶۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم اَصدَق کلمۃٍ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الاکُلّ شیءٍ ما خلا اللہ باطِلٌ۔

(۳۶۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "سب سے زیادہ

---

[1] سوراخ ؎ [2] یعنی ایک ہی غلطی اس سے دو مرتبہ سرزد نہیں ہوتی ؎ [3] یعنی سچائی پر مبنی اور حق کے مطابق ہوتے ہیں جو جہل اور گناہ سے روکتے ہیں۔ مثلاً وعظ و امثال ؎

سچی بات وہ ہے جو شاعر لبیدؔ[1] نے کہی ہے۔ یعنی ۔ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل "اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے"۔ ؎ ذاتِ معبود جاودانی ہے
باقی جو کچھ کہ ہے وہ فانی ہے

مدحِ نبیؐ

(۳۷۰) وعنه ایضاً یذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اخاً لکم لا یقول الرفث یعنی ابو ھریرۃ عبد اللہ بن رواحۃ قال یمدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم :۔ ؎

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ — اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا — بہ موقنات ان ما قال واقع

(۳۷۰) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے۔ تمہارا بھائی[2] بیہودہ نہیں کہتا، یہ اشارہ ہے ابوہریرہؓ کا عبد اللہ بن رواحہؓ[3] کی طرف جنہوں نے آنحضرتؐ کی مدح کرتے ہوئے کہا تھا :۔ ؎

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ — اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا — بہ موقنات ان ما قال واقع

یعنی :۔ "ہم میں خدا کا رسولؐ ہے جو اس کی کتاب (قرآن) کی تلاوت کرتا ہے صبح طلوع آفتاب کے وقت۔

جس نے ہمیں گمراہی[4] کے بعد ہدایت کا راستہ دکھایا، ہمارے قلوب اس پر ایمان لے آئے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے اور واقع ہو کر رہے گا۔

ہمارے قلوب اس پر ایمان لے آئے ہیں، کہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے۔

---

[1] عرب کے دورِ جاہلیت یعنی قبل از اسلام کا مایہ ناز اور مشہور شاعر جو عربوں کی نگاہ میں بہت دقیع اور معزز تھا۔
[2] شاعر۔ [3] مادحِ رسولؐ۔ [4] پہلے ہم گمراہ تھے کفر و شرک کی وادی میں بھٹکتے تھے۔ اب مسلمان ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

شعر کی بُرائی

(۳۷۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم

قال لان یمتلیٔ جوف احدکم قیحاً خیرٌ لہ من ان یمتلیٔ شعراً ؎

(۳۷۱) حضرت ابن عمرؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ[1] نے فرمایا:۔

”تم میں سے کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھر جائے۔“

حکمت و معرفت

آنحضرتؐ نے شعرو شاعری کا ذکر کرکے موقع پر شعر کی تعریف بھی فرمائی اور اس کی مذمّت بھی کی، اسے کلام حکمت بھی قرار دیا، اور پیپ سے بد تر بھی فرمایا۔

یہ تضاد قول نہیں ہے بلکہ یہ ارشادِ نبویؐ سراسر حکمت و معرفت پر مبنی ہے۔ اچھا شعر وہ ہے جو سننے والے کے اندر نیکی کا جذبہ پیدا کرے، اُسے دین کی طرف مائل کرے اس میں اچھائی اور شرافت کی رُوح پیدا کرے، اور بُرا شعر وہ ہے جو اللہ کے ذکر سے قلوب کو غافل کر دے۔ لوگوں میں عاداتِ رذیلہ پیدا کر دے، انسان کے جذبات و حسیات کو غلط راستے پر ڈال دے، اُن سے عصمت چھین لے، خواہ وہ عمل کی ہو یا خیال کی۔ اور ان میں فحش و قبیح رجحانات پیدا کرکے ان کی روح اور ضمیر کو پامال کر دے اور انہیں ایسی گمراہی اور معصیت میں مبتلا کر دے جس سے نجات پانا مشکل ہو جائے۔

باب ۱۵۵

سرگوشیاں

(۳۷۲) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال اذا کانوا ثلاثۃ فلا یتناجی اثنان دون الثالث ؎

---

[1] شعرو شاعری کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔

(۳۷۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جب[1] تین آدمی (مجتمع) ہوں، تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ[2] کر، سرگوشیاں نہ کرنے لگیں[3]۔

حکمت و دانش

اس سے بڑھ کر کج خلقی، اور بد تہذیبی کیا ہو سکتی ہے، کہ تین آدمیوں کے مجمع میں دو آدمی تو سرگوشی میں منہمک ہوں اور تیسرا چپ چاپ بیٹھا منہ تکتا رہے۔ لہٰذا اس کج خلقی کی اسلام نے ممانعت کی ہے اور اُسے ناپسند فرمایا ہے۔

باب ۱۵۶

دُعا!

دوزخ سے سپر، سیّد الاستغفار، فوائد و منافع

دُعائے نبوی

(۳۷۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لِکلّ نبیّ دعوۃ یدعوبھا واریدان اختبئ دعوتی شفاعۃ لامّتی فی الاٰخرۃ۔

(۳۷۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہر ایک نبی کی دُعا مستجاب[4] ہے۔ جو وہ کرے گا۔ میں نے اپنی دُعا کو آخرت[5] میں اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے مخفی رکھا[6] ہے۔

دُعا کی ماہیّت و حقیقت

دُعاء ایک خالص دینی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "ادعونی استجب لکم" دُعا

---

[1] کسی موقعہ پر۔ [2] نظر انداز کر کے۔ [3] کہ یہ آداب اخلاق اور اصول تہذیب کے منافی ہے۔
[4] قبول ہوتی ہے۔ [5] قیامت میں۔ [6] جو کسی طرح رد نہ ہوگی۔

"یعنی مجھ سے دعا مانگو، میں اسے قبول کروں گا۔" گویا خود اللہ تعالےٰ دعا کا حکم دیتا ہے اور اجابت کا یعنی قبول کر لینے کا وعدہ فرماتا ہے، اس لئے کہ دعا انواع طاعات میں سب سے بہتر اور اشرف چیز ہے۔ اللہ اور بندہ کے درمیان اگر کوئی وسیلۂ مناجات اور ذریعۂ گفت گو ہے تو وہ صرف دعا ہی ہے۔ حضرت انسؓ کی ایک حدیث میں خدا سے مانگنے کے لئے یہ دعا مروی ہے:۔

ادعوك يا رحمٰن أن ترحمني وتغفر لي ذنوبي وتوفقني لطاعتك و تدخلني جنتك و تحشرني في زمرة الابرار والصالحين وتبارك في ذرّيتي وتكثر نسلي وتبعد عني الاذى واعوذبك من عذاب القبر و عذاب النار ومن فتنة المحيا والممات ان الله على كل شئ قدير۔

یعنی — "یا رحمٰن میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما میرے گناہ بخش دے مجھے اپنی اطاعت کی توفیق دے، مجھے اپنی جنت میں داخل فرما، مجھے ابرار و صالحین کے زمرہ میں (آخرت کے دن) اٹھا، میری اولاد میں برکت دے، میری نسل کو بڑھا، مجھ سے اذیّت کو دور کر، میں تیری پناہ چاہتا ہوں، عذابِ قبر سے، عذابِ دوزخ سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، بیشک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس دعا کی جامعیت، معنویت اور افادیت اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف سے ظاہر ہے۔ —— ابن ماجہ کی ایک حدیث میں دعا کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے:۔

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ ترمذی کی ایک حدیث میں دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے:۔

الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

حاکم مستدرک میں، ایک حدیث مروی ہے جس میں دعا کو مومن کا ہتھیار بتایا گیا ہے۔

الدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، اپنے ربّ سے تضرع کے ساتھ مخفی طور پر دعا کرو۔

— "ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ"۔

ایک اور جگہ مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ خیرات میں تیز دست ہوتے ہیں۔ اور ہم سے رغبت اور خوف کے ساتھ دُعا مانگتے — انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا۔

بخاری کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر اپنے رب سے دُعا کی تو وہ مستجاب ہوگی، خواہ جلد خواہ بدیر — "من توضأ فاحسن الوضوء ثم صلی رکعتین فدعا ربہ الا کانت دعوتہ مستجابۃ معجلۃ او مؤخرۃ"۔

غرض دُعا کو انسان کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

سیّد الاستغفار

(۳۷۴) عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سیّد الاستغفار ان تقول اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعتُ اعوذ بک من شر ما صنعت ابوءُ لک بنعمتک علیّ وابوءُ بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انتَ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قالھا من النھار موقناً بھا فمات من یومہ قبل ان یُمسی فھو من اھل الجنۃ ومن قالھا من اللیل وھُو موقن بھا فمات قبل ان یصبح فھو من اھل الجنۃ۔

(۳۷۴) حضرت شدّاد بن اوس رضؓ رسول اللہ صؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ سیّد الاستغفار[۱] یہ ہے کہ تم کہو: ـ "یا اللہ، تو میرا رب[۲] ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود[۳] نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا۔ میں تیرا بندہ ہوں اپنے امکان بھر جو تجھ سے جو وعدہ اور عہد[۴] کر چکا ہوں،

---

[۱] استغفار کے معنی ہیں خدا سے مغفرت طلب کرنا۔ [۲] پالنے والا۔ [۳] تو اکیلا معبود ہے۔ [۴] ایمان کا۔

اس پر قائم ہوں میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے شر[1] سے جو مجھ سے سرزد ہوا اپنے اُوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو مجھ پر ہیں، اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری مغفرت[2] فرما، تیرے سوا کون ہے جو گناہ معاف کرے "۔

رسول اللہ ؐ نے فرمایا:۔ جس شخص نے ایمان[3] و ایقان کے ساتھ (استغفار کو) دِن میں پڑھا، اور اسی روز شام سے پہلے مرگیا تو وہ جنّت میں جائے گا، اور جس نے رات کو صِدقِ دِل کے ساتھ[4] پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے وفات پاگیا، وہ جنّتی ہے۔

شرطِ استغفار

استغفار کی شروط یہ ہیں:۔

(۱) صحت نیت ——— (۲) خالص توجہ الی اللہ ——— (۳) ادب کامل۔

ایسی دُعا اپنی معنویت کے اعتبار سے سید الاستغفار قرار پائی ہے یعنی تمام استغفاروں کی سرداری اس کے حصّہ میں آئی، اس دُعا کے اندر وہ تمام باتیں آجاتی ہیں جو بندہ کو اپنے ربّ کے حضور گڑگڑا کر عرض کرنی چاہئیں اور جن کے پُورے ہونے کے بعد پھر کوئی چیز ایسی نہیں رہ جاتی جو طلب کی جائے یا جس کی ضرورت محسوس کی جائے۔

قال اللہ تعالیٰ استغفروا ربکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنّٰت ویجعل لکم انھارا۔

یعنی ــ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اپنے رَبّ سے مغفرت طلب کرو وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے، تمہارے اوپر بارش بھیجتا ہے بہت زیادہ، تمہارے مال میں اور اولاد میں اضافہ کرتا ہے۔ جس نے تمہارے لئے باغ بنائے اور نہریں بنائیں (تاکہ تم ان باغوں سے فائدہ اُٹھاؤ، اور نہروں سے اپنے کھیتوں اور باغوں کو سینچو")

---

[1] غلطیوں اور خطاکاریوں۔ [2] گناہ بخش دیں۔ [3] دِل کی گہرائی کے ساتھ۔ [4] یہ استغفار۔

اللہ تعالیٰ کی ان کھلی ہوئی نعمتوں اور بخششوں سے بھی اگر کوئی فائدہ نہ اُٹھائے تو اُس کی بدقسمتی میں کون شک کرسکتا ہے؟

رسولؐ کی توبہ

(۳۷۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لأستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔

(۳۷۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کو میں نے کہتے ہوئے سُنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ "خدا کی قسم میں اللہ تعالےٰ سے ہر روز ستر مرتبہ سے زیادہ[1] استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں[2]"

سبق

رسول اللہؐ بحیثیت نبی کے معصوم تھے، آپؐ سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوسکتا تھا۔ آپؐ کی تمام اگلی پچھلی لغزشیں خدائے تبارک و تعالےٰ نے معاف کردی تھیں، نہ دنیا میں آپؐ کو کوئی اندیشہ تھا، نہ آخرت میں کسی قسم کا کھٹکا۔ آخرت میں آپؐ کی منزلت کا یہ عالم کہ آپؐ شفیع المذنبین قرار پائے آپ کی شفاعت یعنی سفارش پر اُمت کے گنہ گار بخشے جائیں گے۔ آپؐ محبوبِ خدا تھے، خدا آپؐ سے کلام کرتا تھا۔ آپؐ کے پاس پیامبر بنا کر اپنے فرشتے کو بھیجتا تھا۔ آپؐ پر وحی نازل کرتا تھا۔ لیکن ان تمام خصوصیات نبوت اور امتیازات رسالت کے باوجود آپؐ دن بھر میں ستّر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔ خشیت الٰہی کی یہ سب سے بڑی اور بہتر مثال ہے۔

جب رسول کریمؐ کا یہ عالم تھا تو ہم گنہ گاروں کو کیا کرنا چاہیئے، کیا ہمیں دُعا، توبہ اور استغفار سے بالکل ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے اگر نہیں تو پھر ہم کیوں نہیں دُعا مانگتے، کیوں نہیں اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواتے، کیوں نہیں تضرع اور زاری کے ساتھ اسکے حضور

---

[1] یں بھی نبی ہونے کے باوجود؛ [2] خوشنودئ رب کے لئے؛

میں توبہ کرتے ؛ وہ رحمٰن ورحیم ہے ، غفار وکریم ہے ، دِل سے نکلی ہوئی دعاؤں کو سنتا ہے اور اپنے کرم سے انہیں قبول بھی فرماتا ہے گناہ بخش دیتا ہے اور نعمت ورحمت کے دروازے اپنے خطا شعار لیکن تائب بندوں کے لئے کھول دیتا ہے ۔

مؤمن اور فاجر

(۳۷۶) عن عبداللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المؤمن یری ذنوبہ کانہ قاعد تحت جبل یخاف ان یقع علیہ وان الفاجر یری ذنوبہ کذباب مرّ علی انفہ فقال بہ ھکذا۔

(۳۷۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ، مؤمن[1] اپنے گناہوں کو ایسا خیال کرتا ہے جیسے[2] پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا شخص یہ خوف[3] کرتا ہے ، کہیں پہاڑ اس پر آجائے اور فاجر[4] اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ناک پر سے مکھی[5] اڑ گئی اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح ۔

دُعائے تہجد

(۳۷۷) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل یتھجد قال اللّٰھُمّ لک الحمد اَنْتَ نور السمٰوات والارض ومَنْ فیھنّ ولک الحمد اَنْتَ قیّم السّمٰوات والارض ومن فیھن ولک الحمد اَنْتَ الحق ووعدک حَقّ وقولک حق ولقاءک حَقّ والجنۃ حق والنّار حَقّ والسّاعۃ حَقّ والنبیّون حقّ ومحمدٌ حق اللّٰھم لک اَسْلَمْتُ وعلیک توکّلتُ وبک اٰمنتُ والیک انبت وبک خاصمتُ والیک حاکمتُ فاغفر لی ماقدّمتُ وما اخّرتُ وما اسررت وما اعلنت اَنْتَ المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الّا انت

---

[1] سچا مسلمان ؛ [2] آنا بڑا اور عظیم ؛ [3] اندیشہ ؛ [4] فاسق ؛ [5] معمولی بات ۔

وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ ؎

(۳۷۷) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب تہجد کے لئے رات کے وقت اُٹھتے تھے، توفرماتے تھے[1]:- "یا اللہ ساری تعریف تیرے لئے ہے، توزمین اور آسمان اور ان کے موجودات کا نور ہے، ساری تعریف تیرے ہی لئے ہے[2] توزمین و آسمان اور ان کے موجودات کا قیم[3] ہے اور ساری تعریف تیرے ہی لئے ہے، توحق[4] ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے، تیری لقا[5] حق ہے، اور جنّت حق ہے- دوزخ حق ہے- قیامت حق ہے- تمام انبیا حق ہیں- اور محمّدؐ حق ہیں، یا اللہ، میں نے اسلام قبول کیا- تجھ پر میں نے توکل کیا[6]- تجھ پر میں ایمان لایا، تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں- تیرے ہی بل پر میں مقابلہ[7] کرتا ہوں- تیرا ہی فیصلہ مانتا ہوں- پس میرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے وہ گناہ جو میں نے چوری چھپے کئے اور وہ جو علی الاعلان کئے- تو ہی مقدم ہے تو ہی مؤخر ہے- کوئی معبود نہیں ہے، تیرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے تیرے سوا؎

بخل سے پناہ

(۳۷۸) عن مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال کان النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم یعلّمنا ھؤلاء الکلماتِ اللّٰھُمّ اِنّی اعوذ بک من البخلِ واعوذ بک من الجبن واعوذ بک ان نردّ الٰی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدّنیا وعذاب القبر؎

(۳۷۸) حضرت مصعب بن سعد بن وقاص رضؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ یہ کلمات ہمیں سکھایا کرتے تھے:- "اے اللہ میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں- اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوٹا دیا جاؤں ارذل عمر[8]

---

[1] یہ دعا پڑھتے تھے؎ [2] ہر تعریف کا تو ہی سزاوار ہے؎ [3] نگہبان- [4] برحق؎ [5] میدان حشر میں تیرا دیدار؎ [6] بھروسہ؎ [7] اعدائے اسلام کا دلیل اور تلوار سے جیسا موقعہ ہو- [8] ناقابل برداشت بڑھاپا؎

کی طرف، دُنیا کے فتنہ سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں؛

طلب مغفرت

(۳۷۹) عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان یدعوا بھذہ الدعاء رب اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری کلہ وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی خطایای وعمدی وجھلی وھزلی وکل ذٰلک عندی۔ اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر وانت علیٰ کل شیءٍ قدیرٌ؛

(۳۷۹) حضرت ابوموسیٰ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:۔ "یا اللہ میری خطائیں بخش دے، میری جہالت اور تمام امور میں میرے حد[1] سے تجاوز کرنے کو معاف فرما، اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ یا اللہ میری غیر ارادی و ارادی کوتاہیاں اور جہالت اور لایعنی گفتگو کو معاف فرما، یہ سب چیزیں میرے پاس[2] ہیں، یا اللہ میرے مقدم اور مؤخر گناہ بخش دے، جنہیں میں نے چھپ کر کیا یا کھلے بندوں تو ہی مقدم ہے اور تو ہی مؤخر ہے، اور تو ہی ہر چیز پر قادر[3] ہے؛

ایک اچھی دُعا

(۳۸۰) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من قال سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ فی یوم مائۃ مرۃٍ حطت خطایاہُ وان کانت مثل زبد البحرِ؛

(۳۸۰) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ جس نے دن[4] میں سو مرتبہ[1] "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھا اسکے تمام گناہ[5] مٹا دیئے جائیں گے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ[6] سے

---

[1] تیرے مقرر کئے ہوئے حدود سے تجاوز کو؛ [2] میری یہی کائنات ہے؛ [3] توانا؛

[4] متفرق طور پر یا سلسل؛ [5] حقوق العباد نہیں صرف حقوق اللہ؛ [6] زیادہ سے زیادہ؛

کے برابر کیوں نہ ہوں ۔"

دو جملے

(۳۸۱) وعنہ ایضًا عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال کلمتان خفیفتان علی اللّسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سُبحان اللہ و بحمدہٖ ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

(۳۸۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :" دو کلمے زبان پر بہت ہلکے[1] پھلکے، میزان میں وزنی[2] اور خدا کے نزدیک محبوب[3] ہیں (اور) یہ ہیں[4] :۔
سُبحان اللہ و بحمدہٖ ، سُبحان اللہ العظیم "۔

زندہ اور مُردہ

(۳۸۲) عن ابی موسیٰ عبداللہ الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَثَلُ الّذی یذکر ربّہ وَالّذی لایذکر مثل الحیّ والمیّت ۔

(۳۸۲) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :" اللہ کو یاد کرنے[5] والے ، اور نہ یاد کرنے والے کی مثال زندہ[6] اور مُردے کی سی ہے ۔"

اہل ذکر

(۳۸۳) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انّ لِلّٰہ مَلٰئکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قومًا یذکرون اللہ عزّوجلّ تنادوا ھلمّوا الی حاجتکم قال فیحفونھم باجنحتھم الی السّماء الدنیا فیسألھم ربھم عزّوجلّ وھو اعلم بھم ما یقول عبادی قال یقولون یسبّحونک

---

[1] آسان ۔ [2] قیامت کے دن اعمال مجسّم ہو کر سامنے آئیں گے لہٰذا ان کا وزن ہو گا ۔ [3] پسندیدہ ۔
[4] انہیں بار بار پڑھنا چاہیئے ۔ [5] ذکر الٰہی کرنے والا ۔ [6] قلب زندہ اور قلب مردہ ۔

ویکبرونك ویحمدونك ویمجدونك فیقول عزّوجلّ هل رأونی فیقولون لاوالله ما رأوك فیقول تعالیٰ کیف لورأونی قال یقولون لورأوك کانوا اشدّ لك عبادة واشدّلك تمجیداً واکثرلك تسبیحاً فیقول فماذا یسألون قال یقولون یسألونك الجنة قال یقول تعالیٰ وهل رأوها قال یقولون لاوالله یارَبّ مارأوها قال یقول فکیف لوانهم رأوها قال یقولون لوانهم رأوها کانوا اشدّ علیها حرصاً و اشدّ لها طلباً واعظم فیها رغبة - قال تعالیٰ فَمِمَّ یتعوّذون قال یقولون من النّار قال یقول تعالیٰ وهل رأوها قال یقولون لاوالله ما رأوها قال یقول تعالیٰ فکیف لورأوها قال یقولون لورأوها کانوا اشدَّ منها فراراً واشدّ لها مخافة قال فیقول تعالیٰ فاشهدکم انّی قد غفرت لهم قال یقول ملك من الملائکة فیهم فلان لیس منهم انما جاءَ لحاجة قال تعالیٰ هم الجلساء لا یشقیٰ بهم جلیسهم -

(۳۸۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں ذکر کرنے والوں[۱] کو تلاش کرتے ہیں اور جب ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مل جاتے ہیں تو وہ آواز دیتے ہیں[۲] کہ آؤ اپنی حاجت[۳] کی طرف، آپؐ نے فرمایا- یہ فرشتے ان لوگوں کو اپنے پَروں سے زمین سے آسمان تک ڈھانک لیتے ہیں، پھر خدا ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ اُن سے زیادہ باخبر ہے، کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں۔ تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کر رہے تھے، خدا فرماتا ہے[۴] کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، خدا کی قسم اُنہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے، اللہ

---

[۱] ذکرِ الٰہی؛ [۲] اپنے ساتھی فرشتوں کو پکارتے ہیں [۳] گوہرِ مقصود مل گیا - [۴] یہ سوال حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہے۔

فرماتا ہے۔ پھر اگر وہ مجھے دیکھتے تو کیا ہوتا[1]؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ تجھ کو دیکھتے تو اور زیادہ جوش و خروش سے تیری تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا کرتے اور عبادت کرتے، آپؐ نے فرمایا۔ پھر اللہ فرماتا ہے۔ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں[2]؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت[3] کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، نہیں دیکھا۔ خدا پوچھتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو بڑی شدت سے اس کی خواہش کرتے، ان کی حرص، طلب اور رغبت اور بڑھ جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں دوزخ سے۔ اللہ پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے جہنم[4] کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ نہیں، خدا کی قسم نہیں، خدا دریافت کرتا ہے۔ اگر دیکھ لیتے تو؟ تو وہ اس سے بڑی تیزی سے بھاگتے[5]۔ اور اس سے بہت زیادہ ڈرتے، پھر اللہ فرماتا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔ پھر ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان ذکر کرنے والوں میں فلاں شخص نہیں تھا، کسی کام سے وہاں چلا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم نشیں محروم نہیں رہتا!

باب ۱۵۷
یہ دُنیا

(۳۸۴) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

---

[1] کیا کرتے یہ لوگ؛ [2] کیا مانگتے ہیں؛ [3] جو اس کی طلب میں اس قدر بے چین ہیں؛
[4] نہیں دیکھا تو پناہ کیوں مانگتے ہیں؛ [5] جہنم میں پہنچانے والے کاموں سے؛

وعد نفسك من اهل القبور وكان ابن عمر رضی اللہ عنہما يقول

اذا امسيت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء و

خذ من صحتك لمرضك ومن حياتك لموتك ؏

(۳۸۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے میرے ایک عضو کو پکڑ کر فرمایا :- دنیا میں مسافر کی طرح رہو یا راستہ چلنے والے کی طرح - اور ابن عمرؓ فرماتے تھے - کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا :- جب رات آئے تو صبح کا انتظار نہ کرو - جب صبح ہو تو رات کی امید نہ رکھو صحت میں مرض کی تیاری کر لو - اور زندگی میں موت کا سامان کر لو -

فائدہ

اس حدیث میں بتایا گیا ہے، کہ دنیا ایک سرائے ہے جہاں مسافر آتے ہیں، مختصر سا قیام کرتے ہیں - اور پھر اپنی منزلِ مقصود کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں؛ اس عارضی قیام گاہ کو دائمی و ابدی سمجھ لینا حماقت ہے - تقاضائے عقل و دانش یہ ہے کہ اس سے دل نہ لگایا جائے، قیام کی اس مختصر مدت سے فائدہ اٹھایا جائے، اور کل کی فکر آج کر لی جائے - آج جو موقعہ حاصل ہے سہولت میسر ہے بہت ممکن ہے کہ کل میسر آسکے، لہٰذا کل کا انتظار نہ کرنا چاہیئے جو کچھ ہو سکتا ہے آج اور ابھی کر لیا جائے ؏

حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں، جسے حاکم نے اپنی مسند میں درج کیا ہے، بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے غنیمت سمجھ -

(۱) جوانی بڑھاپے سے پہلے ___ (۲) صحت بیماری سے پہلے ___ (۳) دولت غربت سے پہلے ___ (۴) فراغ شغل سے پہلے ___ (۵) زندگی موت سے پیشتر -

---

۱؎ دل نہ لگاؤ ؏ ۲؎ زندگی کو عارضی چیز سمجھو ؏ ۳؎ ممکن ہے صبح ہونے سے پہلے مر جاؤ ؏

۴؎ ممکن ہے رات ہونے سے پہلے مر جاؤ ؏ ۵؎ احتیاط ؏ ۶؎ عمل خیر ؏

اگر ان چیزوں کی قدر بروقت نہ کی، تو انجام کار وہ پچھتاوا حاصل ہوگا جس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکے گا۔

باب ۱۵۸

طُولِ اَمل ——— فتنۂ مال

(۳۸۵) عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یکبر ابن ادم ویکبر معہ اثنان حب المال وطول العمر

(۳۸۵) حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا:۔
"انسان (کی عمر) جیسے جیسے[1] بڑھتی ہے دو[2] چیز اور اسکے ساتھ بڑھتی ہیں:۔
(۱) حبِ مال ——— (۲) طولِ عمر ———

مومن کا صبر

(۳۸۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قال یقول اللّٰہ تعالیٰ مالعبدی المؤمن عندی جزاء اذا قبضت صفیہ من اھل الدنیا ثم احتسبہ الا الجنۃ۔

(۳۸۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا:۔
اللہ تعالٰے فرماتا ہے ایسے مومن بندہ کی میری طرف سے جزا[3] جس کا چہیتا[4] دنیا والوں میں سے وفات پائے، اور وہ اچھی طرح سے برداشت[5] کرلے کچھ نہیں مگر جنت ÷

کلمۂ توحید

(۳۸۷) عن عتبان بن سالم الانصاری قال غدا علیّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

---

[1] جیسے جیسے انسان دنیا دیکھتا اور دنیا میں پھنستا ہے۔ [2] قرطبی کہتے ہیں زیادتی عمر کی تمنا اور مال کی حرص کرنا مکروہ ہے÷ [3] ثواب۔ [4] اولاد، بھائی اور ہر وہ شخص جس سے وہ محبت کرتا ہو۔ [5] صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی توقع رکھے ÷

فقال لن یوافی عبد یوم القیٰمۃ یقول لَآ اِلٰہ اِلّا اللہ یبتغی بھا وجہ اللہِ اِلّا حَرَّم اللہُ علیہِ النّارَ ؀

(۳۸۷) حضرت عتبان بن سالم انصاری رضؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز صبح صبح رسول اللہؐ میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا رضائے الٰہی کے لئے جو بندۂ[1] لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوگا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے یہ بدلہ دے گا کہ آگ[2] اس پر حرام کر دے گا۔

حرصِ مال

(۳۸۸) عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنھما یقول سمعت النبیَّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول لو کان لابن اٰدم وادیان من مال لا بتغٰی ثالثا ولا یملأُ جوف ابن آدم اِلّا التراب ویتوب اللہ علٰی من تاب ؀

(۳۸۸) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے سُنا اگر ابن آدم کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں، تو بھی وہ تیسری کی تمنا کرے[3] گا، اور ابن آدم کا پیٹ[4] مٹی ہی سے بھرے گا، اور یہ جو توبہ کرتا[5] ہے، خدا اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

ہدایت

انسان کو مال و دولت کی حرص نہ کرنی چاہیئے، کہ یہ آنی جانی اور فانی چیز ہے۔ انسان کو حرص کرنی چاہیئے نیکی اور سچائی کی، انسان کو لمبی عمر کی بھی تمنا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر تمنا کرنی ہے تو عملِ خیر، اور عمل صالح کی کرے کیونکہ زندگی کو دوام نہیں، موت کا آنا یقینی ہے وہ ٹل نہیں سکتی پھر کیوں نہ حوصلہ کے ساتھ استقبال کیا جائے؛ اور کیوں نہ زندگی ایسے سانچہ میں ڈھالی جائے، کہ پھر آئندہ زندگی کے لئے کوئی اندیشہ اور وسوسہ باقی نہ رہے ؀

---

[1] مومن۔ [2] جہنم۔ [3] حرص وطمع میں کمی نہیں آئے گی [4] دنیا سے سیر نہ ہوگا جب تک موت نہ آجائے۔ [5] جو گناہ سے توبہ کر لے ؀

باب ۱۵۹

فقر کی فضیلت

(۳۸۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس۔

(۳۸۹) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "یہ غنا[1] کثرتِ عرض[2] سے نہیں ہے بلکہ غناء، غنائے[3] نفس کو کہتے ہیں۔"

امیر اور غریب

(۳۹۰) عن سھل بن سعدٍ رضی اللہ عنہ قال مرّ رجل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجلٍ عندہٗ جالس ما رأیك فی ھٰذا فقال رجل من اشراف الناس ھٰذا واللہ حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع قال سھل فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم مرّ رجل فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیك فی ھٰذا فقال یا رسول اللہ ھٰذا رجل من فقراءِ المسلمین ھٰذا حری ان خطب ان لاینکح وان شفع ان لایشفع وان قال ان لایسمع لقولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذا خیر من ملءِ الارض من مثل ھٰذا۔

(۳۹۰) حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہؐ کے پاس سے گزرا۔ آپؐ نے ایک شخص سے جو قریب[4] بیٹھا ہوا تھا فرمایا[5]: "اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے جواب دیا: "یہ شخص اشراف[6] ناس میں سے ہے۔ خدا کی قسم، یہ اس لائق ہے،

---

[1] مالداری؛ [2] متاعِ دنیا؛ [3] نفس کی بے نیازی؛ [4] قریب ہے؛ [5] دریافت فرمایا؛ [6] شریف اور معزز ہے۔

کہ اگر کہیں پیغام[1] دے تو شادی کردی جائے۔ اگر کسی کی سفارش کرے، تو وہ قبول کرلی جائے۔" سہل رض کہتے ہیں۔ رسول اللہ ص نے سکوت[2] فرمایا:۔

پھر ایک دوسرا آدمی گذرا، آپ ص نے پوچھا[3]: "اِس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" جواب دیا: "یا رسول اللہ یہ شخص فقرائے مسلمین میں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں پیام دے تو شادی نہ کی جائے[4]۔ کسی کی شفاعت کرے تو وہ قبول نہ کی جائے۔ اگر کوئی بات کہے تو اس بات پر دھیان[5] نہ دیا جائے۔"

پھر[6] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شخص[7] اس شخص[8] جیسے تمام انسانوں سے بہتر ہے۔"

حفظِ لسان

(۳۹۱) وعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔

(۳۹۱) حضرت سہل رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا:۔ "جو شخص اپنے دونوں جبڑوں اور ٹانگوں کی درمیانی چیزیں یعنی زبان[9] اور شرمگاہ[10] حفاظت کی ضمانت دے میں اسکے داخلۂ جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اچھے اور بُرے بول

(۳۹۲) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی بالاً یرفع اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا بالاً یھوی فی جھنم۔

---

[1] شادی کا پیام۔ [2] یہ سن کر۔ [3] جس سے پہلے سوال کیا تھا۔ [4] پیام رد کر دیا جائے۔ [5] فقر وغربت کے باعث۔ [6] یہ سن کر۔ [7] یہ فقیر۔ [8] امیر۔ [9] گناہ کی باتیں نہیں کرتا۔ [10] بدکاری سے مجتنب اور محتاط رہتا ہے۔

(۳۹۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "بندہ اگر ایسا بول بولتا ہے۔ جو خدا کی خوشنودی کے موجب ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے۔ اور اگر بندہ ایسے بول بولتا ہے جو خدا کو خفا کرنے والے ہوں تو اس کا ٹھکانہ جہنم میں بن جاتا ہے۔"

فکر و قول

صبح سے شام تک نہ جانے ہمارے مُنہ سے کتنی باتیں نکلتی ہیں؛ نہ جانے ہم کیا کیا کہتے ہیں؛ نہ جانے کس کس کے بارے میں ہم اظہارِ خیال کرتے رہتے ہیں ——

بلاشبہ ہمیں باتیں کرنے کا حق ہے۔ جو چاہیں ہم وہ کہہ سکتے ہیں۔ جس شخص پر چاہیں نقطہ چینی بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے سوچا، جو کلمات ہمارے منہ سے نکلتے ہیں، یہ کیسے ہیں؟ کس قسم کے ہیں؟ ان کے اثرات و نتائج کیا مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان سے فائدہ پہنچ سکتا ہے یا نقصان؟ ان سے حالات سنورتے ہیں یا اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں؟ اگر ہم یہ سوچنا شروع کر دیں، اور بات منہ سے نکالنے سے پہلے یہ سوچ لیا کریں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور ہمیں کیا کہنا چاہیئے، تو خدا کی قسم کوئی بات ہمارے منہ سے ایسی نہیں نکلے گی جو خدا کو خفا کرنے والی ہو۔ ہر بات ایسی ہی ہو گی جس سے رضائے الٰہی میں اضافہ ہو، اور ہمارے درجات بڑھیں۔

کیا ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم قبل اس کے کہ کوئی بات کہیں، بار بار سوچ لیں، کیا کہہ رہے ہیں، اور کیا کہنا چاہیئے؟

---

[1] ایسے کلمات منہ سے نکالتا ہے۔ [2] ثواب میں اضافہ کر دیتا ہے۔
[3] خلاف شرع ہوں۔

باب ۱۶۰
مُسلم اور مہاجر

(۳۹۳) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلم مَنْ سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ والمہاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہُ ؂

(۳۹۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "مسلمان[1] وہ ہے جو مسلمانوں[2] کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے محفوظ[3] رکھے، اور مہاجر وہ ہے جو اس کام کو ترک کر دے، جس سے اللہ تبارک و تعالےٰ نے منع فرمایا ہے[4]۔

یعنی

ہجرت سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی گھر بار چھوڑ کر رضائے خدا کے لئے کسی اور جگہ نقل مکان کر لے، بلکہ اصل "ہجرت" کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ان تمام باتوں کو ترک کر دے جن کی خدا نے ممانعت کی ہے؛

"ہجر" کے لفظی معنی ہیں، چھوڑ دینے اور ترک کر دینے کے؛

باب ۱۶۱
جنّت اور دوزخ کا فاصلہ

(۳۹۴) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم الجنۃ اقرب الیٰ احدکم من شراك

---

[1] صاحب ایمان؛ [2] خواہ مسلمان مرد ہو یا عورت؛ [3] حد شرعی تعزیر یا تادیب اس میں شامل نہیں؛ [4] بواسطہ رسول اللہؐ؛

نعلہ والنار مثل ذٰلک ؛

(۳۹۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد کیا :۔ جنت تم میں سے ہر شخص کے شراک نعل[1] سے بھی زیادہ قریب[2] ہے اور (بالکل) اسی طرح جہنم بھی[3] ۔

فائدہ

مطلب یہ کہ چھوٹے سے چھوٹا خیر بھی ترک نہ کرنا چاہیئے ۔ ممکن ہے وہی معمولی سی اچھائی سبب رحمت بن جائے ، اسی طرح چھوٹی سے چھوٹی برائی سے بھی بچنا چاہیئے مبادا وہ معمولی سی برائی غضب الٰہی کی صورت اختیار کر لے ۔

باب ۱۶۲

بلند و پست

(۳۹۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال اذا نظر احدکم الٰی من فضّل علیہ فی المال والخلق فلینظر الٰی من ھو اسفل مِنْہُ ؛

(۳۹۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا :۔ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس پر مال اور خلق کے اعتبار سے فضیلت[4] رکھتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ ایک نظر اس پر بھی ڈال لے جو اس سے پست[5] ہے ؛

خدا کا انصاف

(۳۹۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم فیما یروی عن ربّہ عزّوجلّ قال ان اللہ عزّوجلّ کتب الحسنات و

---

[1] چپل کا تسمہ ؛ [2] عمل صالح کی صورت میں ؛ [3] معصیت الٰہی کی صورت میں ؛

[4] برتری ؛ [5] اس طرح اسے سکون ملے گا ۔ اور وہ کائنات کے اصول حیات کا رمز شناس ہو جائے گا ؛

السیئات ثم بین ذٰلك فمن همّ بحسنة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة کاملة فان هو همّ بها فعملها کتبها الله له عنده عشر حسنات الیٰ سبع مائة ضعفٍ الیٰ اضعاف کثیرة ومن همّ بسیئة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة کاملة فان هو همّ فعملها کتبها الله له سیئة واحدة ۔

(۳۹۶) حضرت ابن عباسؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :- خدائے عزوجل حسنات[1] اور سیئات[2] کو رقم فرماتا ہے جس نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ۔ لیکن اس پر عمل نہیں کیا[3] ۔ تو اللہ تعالےٰ اسکے لئے ایک پوری نیکی لکھ لے گا ۔ اور جس نے ارادہ[4] کیا اور اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالےٰ اس کی دس سے ستر[5] تک کئی گنا اضافہ کرتا ہوا نیکیاں لکھ لے گا ، اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کیا ۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے ایک پوری نیکی لکھ لے گا[6] ۔ اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کر لیا ۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی ایک برائی لکھے گا[7] ۔

رحمت الٰہی

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں پر کس درجہ رحم فرماتا ہے نیکی کا بدلہ اخلاص و حضور قلب کے باعث دس سے سات سو تک ملتا ہے — اور برائی کا اگر ارادہ کیا جائے مگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو پوری نیکی کا ثواب ملتا ہے ۔ اور اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو ایک ہی برائی نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے یعنی نیکیوں پر زیادہ سے زیادہ انعام ملتا ہے اور برائی پر پورا پورا انصاف اور عدل کیا جاتا ہے ۔ نہ کسی قسم کی زیادتی نہ کسی طرح کی کمی ؛

---

[1] نیکیاں ؛ [2] برائیاں ؛ [3] کسی مجبوری کے باعث ؛ [4] نیک کام کا [5] صدق و اخلاص اور عزم حضور قلب کے اعتبار سے ؛ [6] کیونکہ اس نے برائی کا ارتکاب نہیں کیا ؛ [7] اضافہ نہیں ہوگا ؛

باب ۱۶۳

اللہ کی ملاقات ـــــــ دیدارِ الٰہی

(۳۹۷) عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہٗ قالت عائشة (او بعض ازواجہ رضی اللہ عنھن) انا لنکرہ الموت قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لیس ذاك ولکن المؤمن اذا حضرہ الموت بشر برضوان اللہ عزوجل وکرامتہ فلیس شیٔ احب الیہ مما امامہ فاحب لقاء اللہ واحب اللہ لقاءہ وان الکافر اذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ فلیس شیٔ اکرہ الیہ مما امامہ کرہ لقاء اللہ وکرہ اللہ لقاءہ۔

(۳۹۷) حضرت عبادہ بن صامت رضؓ رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :- جو اللہ کی لقا[۱] پسند کرتا ہے - خدا بھی اس کی لقا پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی لقا کو ناگوار محسوس کرتا ہے - خدا بھی اس کی لقا کو ناپسند کرتا ہے " حضرت عائشہ رضؓ یا ازواج مطہرات میں سے کوئی اور فرماتی ہیں ہم موت سے کراہت[۲] کرتے تھے ، رسول اللہ صلعم نے فرمایا :- ایسا نہیں ہونا چاہیئے - مومن[۳] کے سامنے جب موت آتی ہے تو اسے رضوان[۴] اللہ کی ، اور خدا کے رحم وکرم کی بشارت دی جاتی ہے - پھر اسکے لئے اس چیز سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوتی جو اسکے سامنے[۵] ہوتی ہے - پس وہ اللہ کی لقا کو پسند کرنے لگتا ہے ، اور خدا اُس کی لقا کو ، اور کافر کے سامنے جب موت آتی ہے تو اُسے عذاب[۶] الٰہی اور عقوبت خداوندی کی

[۱] ملاقات ؛ [۲] ناپسند ؛ [۳] کیونکہ ؛ [۴] رضائے الٰہی ؛ [۵] موت ؛ [۶] کفر وشرک کی بنا پر

بشارت دی جاتی ہے پس اسکے لئے اس سے زیادہ کراہت[1] والی اور کوئی چیز نہیں ہوتی جو اس کے سامنے[2] ہوتی ہے، وہ اللہ کی لقا سے کراہت محسوس کرتا ہے اور خدا اس کے لقا سے،

بندۂ مومن

(۳۹۸) عن ابی قتادة الانصاری رضی اللہ عنه انه کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علیه بجنازة فقال مستریح او مستراح منه قالوا یا رسول اللہ ما المستریح والمستراح منه قال صلی اللہ علیہ وسلم العبد المؤمن یستریح من نصب الدنیا واذاها الی رحمة اللہ عزوجل والعبد الفاجر یستریح منه العباد والبلاد والشجر والدواب ۔

(۳۹۸) حضرت ابوقتادہ انصاری رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صؐ کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا، آپؐ نے فرمایا۔ مستریح ہے یا مستراح منہ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ[3] مستریح اور مستراح منہ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا:۔" بندۂ مومن[4] دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات پا جاتا ہے اور اللہ کے دامن رحمت میں پہنچ جاتا ہے، اور عبد[5] فاجر سے بندگان خدا[6]، شہر، شجر اور جانور نجات پا جاتے ہیں۔

باب ۱۶۴
ذکر قیامت

(۳۹۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صار اهل الجنة الی الجنة واهل النار الی النار جیئ

---

[1] ناپسندیدہ اور تکلیف دہ۔ [2] موت۔ [3] مرکر۔ [4] جہاں اسے راحت ملتی ہے۔ [5] گناہگار۔ [6] اس کے شر اور شرارت سے۔

بالموت حتّٰی یُجعَلَ بین الجنۃ والنار ثمّ یذبح ثمّ ینادی منادیا اھل الجنہ لاموت یا اھل النار لاموت فیزداد اھل الجنۃ فرحًا الٰی فرحھم و یزداد اھل النار حزنا الی حزنھم۔

(۳۹۹) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔" جب اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں داخل ہو چکیں گے[1]، تو موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر دیا جائے گا اور منادی پکارے گا۔ اے اہلِ جنت موت نہیں[2] ہے، اور اے اہلِ دوزخ موت نہیں[2] ہے اور اے اہلِ دوزخ موت نہیں ہے اہلِ جنت کی مسرت میں اضافہ[3] ہوگا اور اہلِ دوزخ کے غم میں[4]۔

اللہ کا سوال

(۴۰۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہُ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان اللہ تبارک و تعالیٰ یقول لاھل الجنہ یا اھل الجنہ یقولون لبیّک ربّنا وسعدیک فیقول جلّ وعلا ھل رضیتم فیقولون ومالنا لانرضی وقد اعطیتنا مالم تعط احدًا من خلقک فیقول سُبحانہٗ و تعالیٰ انا اعطیکم افضل من ذٰلک قالوا یارب وای شیءٍ افضل من ذٰلک فیقول جلّ جلالہ اُحلّ علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدًا۔

(۴۰۰) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ اہلِ جنت کو مخاطب کر کے کہے گا۔ اے اہلِ جنت، وہ کہیں گے اے رب ہم حاضر ہیں۔ پھر اللہ کہے گا، کیا تم خوش[5] ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیونکر خوش نہ ہوں،

---

[1] یعنی عذاب و ثواب کا فیصلہ ہو چکے گا۔ [2] اب تم موت کے خوف سے آزاد ہو۔ [3] کیونکہ یہ مسرت دائمی ہوگی۔ [4] کیونکہ یہ غم ہمیشہ رہے گا۔ [5] میرے انعام سے۔

حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں۔ جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو مرحمت نہیں فرمائیں۔ خدا کہے گا میں انؐ سے بھی بڑھ کر ایک چیز تمہیں بخشتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے۔ اے رب وہ کیا چیز ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہے، اللہ کہے گا:۔ میں نے اپنی خوشنودی[2] تمہیں عطا کر دی۔ اب کبھی تم سے خفا نہ ہوں گا۔"

مستحق شفاعت

(۴۰۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلت یارسول الله من اسعد الناس بشفاعتك یوم القیمة قال اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمة من قال لا اله الا الله خالصًا من قبل نفسه۔

(۴۰۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا، یارسول اللہؐ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ آپؐ کی شفاعت کا کون خوش قسمت مستحق[3] ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا:۔ "قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ وہ خوش قسمت[4] مستحق ہوگا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ سچے دل اور خلوصِ کامل سے کہے گا۔"

باب ۱۶۵

نذر ـــــ تعزیر ـــــ دیت

(۴۰۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم من نذر ان یطیع الله فلیطعه ومن نذر ان یعصیه فلا یعصیه۔

(۴۰۲) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے یہ نذر مانی

---

[1] عطا کردہ انعامات سے۔ [2] اب تم ہمیشہ رضوان الٰہی کے سایہ میں زندگی بسر کرو گے۔
[3] کسی عمل کی بنا پر۔ [4] از روئے عمل۔

کہ وہ خدا کی اطاعت[1] کرے گا، تو اسے اطاعتِ الٰہی کرنی چاہیئے اور جس نے یہ نذر مانی، کہ وہ خدا کی معصیت[2] کرے گا، تو اسے خدا کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے[3]۔

نذرِ طاعت

یہ حدیث رسول اللہ صلعم اس بات پر دلیل ہے کہ اس نذر کا پورا کرنا ضروری اور لازمی ہے جو خدا کی اطاعت سے تعلق رکھتی ہو اور ایسی نذر جو معصیت اور خدا کی نافرمانی سے تعلق رکھتی ہو ہرگز پوری نہیں کرنی چاہیئے مثلاً کسی نے یہ نذر مانی، کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے، تو میں غلام آزاد کردوں گا، یا اتنے روزے رکھوں گا یا اتنے فقیروں کو کھانا کھلادوں گا۔ یا اتنا روپیہ خیرات کردوں گا، تو یہ نذر شرعی نقطۂ نظر سے ٹھیک ہے۔ اسے پورا کرنا چاہیئے اسکے برعکس اگر کسی نے یہ نذر مانی، کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں عید کے دن روزہ رکھوں گا، یا اپنے بیٹے کی قربانی کروں گا' تو یہ نذر باطل ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ اس کا پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ اس کا پورا کرنا معصیت ہے ؛

شرابی کی سزا

(۴۰۳) عن انس بن مالك رضی اللہ عنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم ضرب فی الخمر بالجریدة والنعال و جلد ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنه اربعین ؛

(۴۰۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلعم نے شراب کے بارے میں چھڑی سے اور نعال سے مارا[4]، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی نے[5] چالیس کوڑوں کی سزا دی ؛

---

[1] خدا کے احکام۔ [2] نافرمانی ؛ [3] ایسی نذر کا پورا نہ کرنا ہی اچھا ہے ؛ ؛
[4] سزا دلوائی ؛ [5] اپنے عہدِ خلافت میں۔

شراب کی حد

شراب پینے والے کی سزا بالکل واضح طور پر متعین نہیں ہے رسول اللہؐ نے شرابی کو سزا تو دلائی لیکن وہ ضرب تک محدود رہی ! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے جاری کئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے عہدِ خلافت میں بھی یہی جاری رہا۔ لیکن جو شخص شراب پی کر فتنہ وفساد میں مبتلا ہو جاتا تھا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی ۸۰ کوڑوں تک بھی سزا دی۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ شرابی اگر دورانِ سزا میں ہلاک ہو جائے۔ تو اس کی دیت (خوں بہا) دوں گا۔ کیونکہ (ان رسول اللہ لم یسنہ) کیونکہ آپؐ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔

چور کی سزا

(۴۰۴) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال تقطع ید السارق فی ربع دینار۔

(۴۰۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا: "چوتھائی دینار کی چوری پر چور کے ہاتھ کاٹا جائے گا۔[۱]

ہتھیار اٹھانا

(۴۰۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال:۔ "من حمل علینا السلاح فلیس منّا۔"

(۴۰۵) حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس نے ہم پر[۲] ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں[۳] ہے۔"

---

[۱] یعنی اتنی چوری پر حد جاری ہو گی اور اسے شرعی سزا ملے گی۔ [۲] باہمی جنگ اور خونریزی کے لئے بغیر کسی وجہ کے۔ [۳] ہماری سنت پر نہیں چلتا۔

قتلِ باہمی

(۴۰۶) عن الاحنف بن قیس قال ذھبت لانصر ھذا الرجل فلقینی ابوبکرۃ فقال این ترید قلت انصر ھذا الرجل قال ارجع فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :- اذا التقی المسلمان بسیفھما فالقاتل والمقتول فی النار قلت قال ابوبکرۃ یارسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان حریصاً علی قتل صاحبہ

(۴۰۶) حضرت احنف بن قیس رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک[1] آدمی کی مدد کے لئے چلا راستہ میں ابوبکرہ ملے - اُنہوں نے پوچھا :" کہاں جارہے ہو ؟"
میں نے جواب دیا :-" میں اس آدمی کی مدد کروں گا "
ابوبکرہ رضؓ نے کہا :" واپس جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ جب دو مسلمان تلوار[2] سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے "۔
ابوبکرہ رضؓ کہتے ہیں :" میں نے کہا، یارسول اللہ صلعم قاتل تو خیر، لیکن مقتول کیوں[3] ؟
آپ صلعم نے فرمایا ـــــ " وہ بھی اپنے مقابل کے قتل پر حریص[4] تھا ۔"

نکتہ

اس حدیث سے اس نکتہ پر روشنی پڑتی ہے کہ اگر معصیت کا ارادہ کرلیا جائے خواہ کسی مجبوری کے باعث وہ ارادہ عمل میں نہ آسکے تو بھی عزمِ معصیت پر سزا ملتی ہے ؎

---

[1] اشارہ ہے حضرت علی رضؓ کی طرف - یہ واقعہ جنگ جمل کا ہے ؎ [2] ذاتی غرض یا دنیاوی مقصد کے لئے - لیکن اگر یہ لڑائی دین کے لئے یا رفع فساد کے لئے ہو تو نہ صرف جائز ہے بلکہ موجب ثواب ہے ؎
[3] یعنی وہ تو مظلوم ہے ؎ [4] اُسے موقع ملتا تو وہ بھی اقدام قتل سے نہ چوکتا ؎

قتل جائز

(۴۰۷) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق من الدین التارک بالجماعۃ۔

(۴۰۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس مسلمان کا خون[۱] جائز نہیں جو خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، سوائے ان تین صورتوں میں سے ایک کے،

(۱) جان[۲] کے بدلے جان۔ ——— (۲) شادی[۳] شدہ زانی۔ ———

(۳) دین اسلام کا ترک کرنے والا اور جماعت مسلمین سے الگ ہو جانے والا۔

مبغوض خدا

(۴۰۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغض الناس الی اللہ ثلاثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرئ بغیر حق لیھریق دمہ

(۴۰۸) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض[۴] تین شخص ہوں گے۔

(۱) حرم کعبہ[۵] میں ظلم کرنے والا ——— (۲) اسلام میں جاہلیت[۶] کے طریقے تلاش کرنیوالا

(۳) وہ جو ناحق[۷] کسی کا خون بہانا چاہے۔

---

[۱] قتل ؛ [۲] کسی مسلمان کے خونِ ناحق کا بدلہ ؛ [۳] مرد یا عورت جو شادی شدہ ہوں کی سزا قتل ہے۔ غیر شادی شدہ کو کوڑے لگائے جائیں گے ؛ [۴] خدا کا ناپسندیدہ اور مستحق عذاب ؛ [۵] کعبہ کی تکریم نہ کرنے والا ؛ [۶] غیر اسلامی طریقوں کو جائز سمجھنے والا ؛ [۷] بغیر کسی جائز سبب کے ؛

فائدہ

جاہلیت، یعنی عہد کفر و شرک کے طور پر طریقوں کو پسند کرنے والا، اور انہیں اسلام میں رواج دینے کی کوشش کرنے والا بھی خدا کے نزدیک ایک مبغوض ہوگا۔ مسلمان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ آج اُنہوں نے اپنے اسلام میں کتنی ایسی چیزیں داخل کر لی ہیں۔ جن کا اسلام سے۔ اسلام کی تعلیمات سے، اسلام کے احکام و شرائع سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے مگر وہ اسلام کے اصول کی حیثیت سے برتی جاتی ہیں، اور ذرا نہیں سوچا جاتا، کہ اس گمراہی نے اسلام کا نام لینے والوں کو سچے اور اصل اسلام سے کتنا زیادہ دُور کر دیا ہے اور اسلام ان سے کس درجہ بیزار ہو چکا ہے۔ اسلام میں صرف وہی چیزیں جائز اور مستحسن ہیں جو اسلام کی تعلیمات اور اسلام کے اصول سے مطابقت رکھتی ہوں، ورنہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے اور اسلام اس سے بری ہے ۔

گھر میں جھانکنا

(۴۰۹) عن ابی هریرة رضی الله عنه یقول انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ یقول لو اطلع فی بیتك احدٌ ولم تاذن لهٗ وحذفته بحصاة حذقت عینه ما کان علیك من جناح ۔

(۴۰۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سُنا ۔ اگر تمہارے گھر میں کوئی جھانکے[1]، اور اس نے اجازت نہ لی ہو، اور تم پتھر مارو[2]، پھر اُس کی آنکھ جاتی رہے[3] تو کوئی مضائقہ نہیں۔

استفادہ

اسلام ایک کے حق پر دوسرے کو چھاپہ مارنے کی اجازت نہیں دیتا ایک آدمی اپنے

---

[1] یہ دیکھنا چاہے کہ تمہارے گھر میں کیا ہو رہا ہے ۔ [2] اس کی اس شرارت پر ۔

[3] وہ اندھا ہو جائے ۔

گھر میں کیا کر رہا ہے ، اس کی چھان بین کرنے کی کسی کو ضرورت نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر اسے اپنے فعل بد کی سزا بھگتنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ پھر وہ کسی رحم و رعایت یا مروت اور سلوک کا مستحق نہیں ہے ۔ اسلام ایک شخص کے حقوق کا کتنا احترام کرتا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک شرابی کے ہاں بھی تاک جھانک کی اجازت نہیں ہے۔ گھر انسان کا قلعہ ہے وہاں اسے نگاہِ احتساب سے محفوظ رہنا چاہیئے ۔ ہاں، کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جو پھوٹ پڑنے یا اجتماعی امور کے لئے ناگوار ہو تو بیشک امور خانہ میں مداخلت بھی کی جا سکتی ہے، اور تعزیر و عقوبت کا سلسلہ بھی جاری کیا جا سکتا ہے ۔

قتل ذمّی

(۴۱۰) عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قتل نفسًا معاهدًا[۱] لم یرح رائحة الجنة وانّ ریحها یوجد من مسیرة اربعین عامًا ۔

(۴۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا ، اور جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے سنگھائی دیتی ہے ۔

سبق اور ہدایت

اس حدیث رسول سے اندازہ ہوتا ہے ۔ کہ آنحضرتؐ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی کتنا خیال فرماتے تھے اور اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کا کیا درجہ اور مقام تھا ؛ آج دنیا کے اس ترقی و عروج کے دور میں جو تہذیب و تمدن اور معراج انسانیت کا دور کہا جاتا ہے

---

[۱] جس غیر مسلم کی جان و مال کی حفاظت کا مسلمانوں نے عہد کیا ہو اس کا خون مسلمان ہی کے خون کی طرح حرام ہے ۔

"اکثریت" اور "اقلیت" یا حاکم اور محکوم کے مابین جو ننگِ انسانیت حوادث ہو رہے ہیں۔ اکثریت جس طرح اقلیت کی جان، مال، عزت، آبرو، اور ناموس پر دن دہاڑے ڈاکے ڈالتی ہے اور حاکم و محکوم کے ساتھ جو خلافِ انسانیت سلوک رَوا رکھتا ہے۔ ذرا ان دراز دستیوں اور سفاکیوں کا مقابلہ اسلام کے ذمی اور معاہد سے تو کیجئے، کیا دنیا کی تاریخ میں کبھی ایسی "اکثریت" نے یا "حاکم" نے کسی محکوم، یا غیر مذہب کی اقلیت کو اتنے مساوی حقوق سے نوازا ہے؟ واقعات اور حقائق کا جواب نفی میں ہے۔ پھر بھی اسلام بدنام ہے کہ وہ اقلیت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا، اور ماتحتوں کے ساتھ ظلم روا رکھتا ہے۔ سچ ہے:۔ ع

"خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد"

باب ۱۶۶
رویائے صالحہ

(۴۱۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم یقول لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا یارسول الله ما المبشرات قال صلی الله علیه وسلم الرؤیا الصالحة۔

(۴۱۱) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ نبوت[1] میں سے اب مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا[2] یارسول اللہ صلعم مبشرات سے کیا مراد ہے؟

رسول اللہ نے فرمایا، "رؤیاتِ[3] صالحہ"۔

---

[1] اجزائے نبوت میں سے۔ [2] دریافت کیا۔ [3] اچھے خواب جو بشارت دینے والے ہوں۔

دیدارِ رسولؐ

(۴۱۲) وعن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ایضًا قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی۔

(۴۱۲) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ــــ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب[1] مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔ اور شیطان[2] میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔

جھوٹا خواب

(۴۱۳) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما عن النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال من تحلّم بحلمٍ لم یرہ کلّف ان یعقد بین شعیرتین ولن یفعل۔

(۴۱۳) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس نے وہ خواب بیان کیا، جو اس نے نہیں دیکھا۔ تو اُسے قیامت میں دو[2] جَو[3] میں گرہ لگانے کی تکلیف دی جائے گی۔ اور وہ کام نہیں کر پائے گا۔"

سب سے بڑا جھوٹ

(۴۱۴) قال ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال من افری الفری ان یری عینیہ مالم ترہ۔

(۴۱۴) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "یہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے، کہ آدمی اپنی آنکھوں[4] وہ چیز دکھائے، جو اُنہوں نے نہ دیکھی ہو!

---

[1] قیامت کے دن۔ [2] شیطان رسول اللہؐ کی صورت اختیار کر کے دھوکا نہیں دے سکتا۔

[3] کنایہ ہے استمرارِ تعذیب کی طرف۔

[4] یعنی جھوٹا خواب بیان کرے جسے حقیقۃً اس نے نہ دیکھا ہو۔

فائدہ

خواب، اب محض "خواب و خیال" نہیں ہے۔ جدید علم النفس نے خواب اور اسکی تعبیر کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ فرائڈ۔ ایڈلر۔ اور ینگ، جو موجودہ دور کے ماہرین اور ائمہ علم النفس میں شمار ہوتے ہیں، تحلیل نفسی کے سلسلہ میں خواب اور اس کی تعبیر کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، چنانچہ "خواب" اور "تعبیر خواب" پر متعدد، طویل اور ضخیم کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ خواب بھی ایک حقیقت ہے، اور وہ بھی اتنے ہی غور و فکر کا مستحق ہے جتنا کوئی اور عمل۔

باب ۱۶۷

اطاعتِ امیر

اسلام کا ایک اہم اور بنیادی مسئلہ

(۴۱۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کرہ من امیرہ شیئًا فلیصبر فانہ من خرج من السلطان شبرًا مات میتۃً جاھلیۃً۔

(۴۱۵) حضرت ابن عباسؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔ جو اپنے امیر[1] سے کوئی ناگوار بات پائے اُسے چاہیئے کہ صبر[2] کرے! اگر کوئی شخص ایک بالشت بھی سلطان سے نکلا[3] وہ جاہلیت کی موت مرے گا!

---

[1] جو جائز طور پر درجۂ امارت اور خلافت، یا ریاست پر فائز ہوا ہو، یعنی مسلمانوں نے اُسے منتخب کر لیا ہو۔
[2] برداشت کرلے! [3] اطاعت امیر سے[4] کفر کی موت!

فلسفۂ ضبط و نظم

اسلام میں امیر، یا رئیسِ دولت و مملکت کو منتخب کرنے کا پورا اختیار عامۂ مسلمین کو دیا گیا ہے، لیکن اگر ایک شخص امیر یا رئیس منتخب ہو جائے جائز طور پر مسلمان اس کی امارت یا ریاست کو تسلیم کر لیں پھر اس وقت تک اس کی اطاعت واجب ہے، جب تک وہ کتاب و سنت کے مطابق حکم دیتا ہے، خواہ اس کے احکام ناگوار ہی کیوں نہ گذریں۔ کیونکہ امیر کے احکام شخصی اور ذاتی رعایات کو ملحوظ رکھ کر نہیں نافذ ہوتے، وہ اجتماعی مصالح کو پیشِ نظر رکھ کر جاری کئے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی حکم ذاتی طور پر کسی شخص کے لئے تکلیف دہ ہو، یا ناپسندیدہ ہو، لیکن اجتماعی مصلحت اس کی متقاضی ہو، پس اس کی اطاعت فرض ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا حکم دے جو کتاب اللہ یا سنت رسول ؐ سے ٹکراتا ہو، تو نہ اس کی اطاعت کی جائے نہ اُس کی امارت تسلیم کی جائے کیونکہ:۔

"لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق"

اسلام کا امیر، بیک وقت امیر ریاست، سپہ سالار فوج، اور امام مسجد بھی ہوتا ہے اس کا کوئی حکم، اور کوئی کام قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو وہ ناقابلِ قبول ہے۔

بیعتِ طاعت

(۲۱۶) عن جنادة بن ابی اُمیة قال دخلنا علی عبادة بن الصامت وهو مريض قلنا اصلحك الله حدث بحديث ينفعك الله به سمعته من النبی صلی الله عليه وسلم قال دعانا النبی صلی الله عليه وسلم فبايعناه فقال فيما اخذ علينا ان بايعنا علی السمع والطاعة فی منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا وان لا ننازع الامر اهله الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان ؎

(۴۱۶) جنادہ بن امیہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کے پاس گئے۔ وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا خدا تمہیں اچھا کر دے، کوئی ایسی حدیث بیان کرو، جو تم نے رسول اللہ صلعم سے سنی ہو۔ کہنے لگے، رسول اللہ صلعم نے ہمیں بلایا، پس ہم نے آپ کی بیعت[۱] کر لی، جن باتوں کا آپؐ نے ہم سے عہد لیا[۲] اُن میں یہ بھی تھی کہ آپؐ نے فرمایا:۔ کہو ہم نے بیعت کی، سمع وطاعت[۳] پر، خوشی و رنج، تنگی اور فراخی[۴] کے عالم میں، اور یہ کہ ہم اہل (حکومت) سے جھگڑا[۵] نہ کریں۔ مگر (حضورؐ نے فرمایا) جب تم کفر جلی[۶] دیکھو، جس میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس دلیل[۷] ہو،

امام کے خلاف خروج

جب تک امام کے خلاف کوئی واضح دلیل یعنی نصِ قرآن یا حدیثِ صحیح اسکے کسی فعل کے خلاف موجود نہ ہو۔ اس وقت تک امام کے خلاف خروج نہیں کیا جا سکتا، نہ بغاوت کی جا سکتی ہے۔ نہ اس کی حکومت کا تختہ اُلٹا جا سکتا ہے۔ خروج اور بغاوت اس وقت جائز ہے جب آیاتِ قرآنی یا حدیثِ رسول کی کوئی تاویل و توجیہ نہ کی جا سکتی ہو۔ لیکن اگر تاویل ممکن ہو تو پھر امیر کا پلہ بھاری رہے گا۔ اور اسکے خلاف نہ بغاوت جائز ہے نہ خروج۔

باب ۱۶۸

ہتھیار سے اشارہ

(۴۱۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل

---

[۱] بیعت عقبہ۔ [۲] کئی باتوں کا عہد لیا۔ [۳] فرمانبرداری۔ [۴] یعنی امیر کے لئے خواہ ہمارے لئے پسندیدہ ہو یا نہ ہو۔ [۵] ان کا حکم مانیں [۶] خلاف کتاب وسنت۔ [۷] واضح۔

الشیطان ینزع من یدہٖ فیقع فی حفرۃ من النار ؛

(۴۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ[1] نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا ۔ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کو چھڑا[2] دے ، اور وہ اس[3] کے باعث دوزخ کے گڑھے میں جا گرے ؛

مشاہدہ

یہ بات آئے دن مشاہدہ میں آتی رہتی ہے ، کہ مذاق ہی مذاق میں " یا یوں ہی دکھاتے دکھاتے پستول یا بندوق کا گھوڑا چل گیا ، اور بالکل بلا ارادہ گولی چل گئی ، اور ایک انسانی جان ضائع ہوگئی ۔ لہٰذا تقاضائے احتیاط یہی ہے کہ ہتھیار اسی وقت ہاتھ میں لیا جائے ، جب اس کے ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہو ۔ یعنی دشمن کی کارروائی کا جواب دینے کے لئے اور یا پھر خریدتے وقت ؛

باب ۱۶۹

انصاف اور غصّہ

(۴۱۸) کتب ابوبکر رضی اللہ عنہ الی ابنہ وکان بسجستان بان لا تقضی بین اثنین وانت غضبان فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یقضین حکم بین اثنین وھو غضبان ؛

(۴۱۸) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے جو سجستان[4] میں تھے ۔ ایک خط لکھا "غصّہ کی حالت میں دو آدمیوں کے مابین[5] کوئی فیصلہ نہ کرو ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے

---

[1] مذاق یا دھمکی کی صورت میں نہیں ؛ [2] چھوٹ جائے ؛ [3] اشارہ کرنے والا ۔
[4] منصب قضا پر فائز تھے ؛ [5] کسی نزع اور قضیہ کا ۔

ہوئے میں نے سنا ہے کہ کوئی حکم[1] اس حالت میں دو آدمیوں کے مابین فیصلہ نہ کرے جبکہ وہ حالتِ غضب میں ہو۔

نکتہ

غصّہ اور غضب کی حالت میں انسان، حق اور عدل سے تجاوز کر سکتا ہے۔ اِسی بنا پر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے، کہ ہر اس کیفیت میں جس سے فکر و خیال میں تغیر واقع ہو سکتا ہو، فیصلہ اور قضا سے احتراز کرنا چاہیئے مثلاً غصّہ، بھوک، بیماری، درد، خوف، مسرت بے پایاں، غلبۂ نیند، شدید گرمی وغیرہ۔

باب ۱۷۰

امیر کی تعریف

(۴۱۹) قال مزاحم بن زفر قال لنا عمر بن عبد العزیز الاموی

خمس اذا أخطأ القاضی منهن خصلة كانت فیه وصمة ان یكون

فهمًا حلیمًا عفیفًا، صلیبًا، عالمًا، سئولًا عن العلم۔

(۴۱۹) حضرت مزاحم بن زفر رض فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے حضرت عمر بن عبد العزیز[2] رض نے کہا: " پانچ چیزیں[3] ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر ایک خصلت بھی قاضی[4] میں نہ ہو تو (سمجھ لینا چاہیئے) اس میں نقص[5] ہے:

(۱) اس کو فہیم حلیم[6] ہونا چاہیئے ——— (۲) اُسے عفیف[7] ہونا چاہیئے ———

(۳) اسے صلب[8] ہونا چاہیئے ——— (۴) عالم[9] ہونا چاہیئے ———

(۵) بہت سی باتوں کا جواب[10] معلوم ہونا چاہیئے۔

---

[1] یعنی حاکم۔ [2] اموی۔ [3] خصلتیں۔ [4] حاکم۔ [5] کوتاہی، کمی۔ [6] بردبار جذبات پر ضبط ہو۔ [7] پاکباز۔ [8] قوی۔ [9] فقیہ۔ [10] جو معاملہ بھی درپیش ہو عقلی دلائل سے جواب دے۔

باب ۱۷۱
کراہت اختلاف

(۴۲۰) عن جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرءوا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنہ۔

(۴۲۰) حضرت جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کی اس وقت تک تلاوت کرو، جب تک تمہارے قلوب اس میں لگے رہیں، اور جب طبیعت گھبرا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

باب ۱۷۲
سوتے وقت خدا کو یاد کرنا

(۴۲۱) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی الی فراشہ قال اللّٰھم باسمك احیا واموت واذا اصبح قال "الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور" ط

(۴۲۱) حضرت حذیفہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم جب اپنی خوابگاہ میں تشریف لاتے[1] تھے تو فرماتے تھے :۔ "اللّٰھم باسمك احیا واموت"۔ یعنی اے اللہ! تیرے نام پر زندہ ہوں اور اسی پر مروں گا"۔ پھر جب صبح ہوتی تو آپ فرماتے :۔ "الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور"۔ یعنی ساری تعریف خدا کے لئے ہے جس نے موت[2] کے بعد ہمیں پھر سے زندہ کیا اور اسی کی طرف واپس[3] جانا ہے"۔

---

[1] سونے کے ارادہ سے؛ [2] نیند بھی ایک قسم کی موت ہے؛ [3] انجام کار؛

باب ۱۷۳
بندہ اور خدا

(۴۲۲) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ وسلم یقول اللہ فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم وان تقرب الیّ بشبر تقربت الیہ ذراعًا

وان تقرب الی ذراعًا

تقرّبت الیہ باعًا وان اتانی یمشی اتیتہٗ ھرولۃً

(۴۲۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ میں اپنے بندہ کے میرے ساتھ ظن کے مطابق[1] ہوں، اور میں اسکے ساتھ ہوں[2] جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، میں بھی اپنے دل میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ گھما گھمی میں (زور شور سے) مجھے یاد کرتا ہے۔ تو میں ملاءِ اعلیٰ میں اُسے یاد کرتا ہوں جو (اس کی جماعتوں[3] سے) اچھا ہے۔ اگر وہ میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک گز بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک گز بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف باع بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

باب ۱۷۴
غیرت

(۴۲۳) عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ قال قال سعد بن عبادۃ لو رائیت رجلًا

---

[1] جیسا وہ مجھے خیال کرتا ہے ویسا ہی میں ثابت ہوتا ہوں۔ [2] رحمت، ہدایت، رعایت اور اعانت کے ساتھ۔ [3] جہاں وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

مع امرأتی لضربته بالسیف غیر مصفح فبلغ ذٰلك رسول اللّٰه
صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقال تعجبون من غیرة سعد واللّٰه لا انا اغیر
منه واللّٰه اغیر منّی ومن اجل غیرة اللّٰه حرّم الفواحش ما ظهر
منها وما بطن ولا احد احبّ الیه العذر من اللّٰه ومن اجل ذٰلك
بعث المبشرین والمنذرین ولا احد احب الیه المدحة من اللّٰه
عزّوجلّ ومن اجل ذٰلك وعد اللّٰه الجنة ۔

(۴۲۳) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سعد بن عبادہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں، تو میں تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دوں ۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ کیا تم سعدؓ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو ۔ خدا کی قسم ، میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں ۔ اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے ۔ اللہ نے اپنی غیرت کے باعث علانیہ[۲] اور پوشیدہ[۳] فواحش[۴] کو حرام فرمایا ہے ۔ اور اللہ کے نزدیک معذرت بہت پسندیدہ ہے ۔ اسی لئے اس نے مبشرین[۵] اور منذرین[۶] بھیجے اور اللہ کے نزدیک مدحت[۷] بھی بہت پسندیدہ ہے ، اسی لئے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ۔

باب ۱۷۵
مصیبت کے وقت

(۴۲۴) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال کان النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم
یقول عند الکرب لا اله الّا اللّٰه العظیم الحلیم لا اله الّا اللّٰه رب

---

[۱] قبیلہ خزرج کے سردار ؛ [۲] جیسے دور جاہلیت میں سوتیلی ماؤں سے شادی جائز تھی ؛ [۳] زنا ؛ [۴] امر قبیح ؛ [۵] بشارت دینے والے پیمبر ؛ [۶] خدا سے ڈرانے والے رسول ؛ [۷] ثنائے الٰہی ۔

العرش العظیم لا الٰہ الا اللہ ھو رب السمٰوات و رب الارض و رب العرش الکریم۔

(۴۲۲) حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کرب[1] کے وقت یہ کہا کرتے تھے :۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا ہے اور بردبار ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زمین و آسمان کا مالک اور پالنے والا ہے۔ اور بزرگی والے عرش کا مالک ہے۔

باب ۱۷۶

حسد جائز ہے

(۴۲۳) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حسد الا فی اثنتین رجل اٰتاہ اللہ القراٰن فھو یتلوہ اٰناء اللیل و اٰناء النھار فھو یقول لو اوتیت مثل ما اوتی ھذا لفعلت کما یفعل و رجل اٰتاہ اللہ مالاً فھو ینفقہ فی حقہ فیقول لو اوتیت مثل ما اوتی عملت فیہ مثل ما یعمل

(۴۲۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :۔ "دو باتوں میں حسد[2] جائز ہے۔ (۱) وہ شخص جسے اللہ نے قرآن دیا، پس وہ دن اور رات اس کی تلاوت کرتا ہے تو وہ کہتا[3] ہے۔ اگر مجھے بھی وہ چیز حاصل ہوتی جو اسے حاصل ہے، تو میں بھی وہ کرتا جو یہ کرتا ہے[4]، (۲) وہ شخص جسے خدا نے دولت دے رکھی ہے اور وہ اسے راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے پس[5] وہ کہتا ہے اگر مجھے بھی وہ چیز حاصل ہوتی جو اُسے حاصل ہے تو میں بھی وہ کرتا جو یہ کرتا ہے"۔

۱؎ تکلیف اور مصیبت ۔ ۲؎ حسد بمعنی غبطہ یعنی رشک ۔ ۳؎ رشک کرنیوالا ۔ ۴؎ قرآن سے مراد قرأت قرآن ۔ ۵؎ رشک کرنے والا ۔

باب ۱۷۷
شاکر و صابر

(۴۲۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطاعم الشاکر، مثل الصائم الصابر۔

(۴۲۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "شکر گذار کھانے والا صبر کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے"

فائدہ

وہ بندہ، جسے جو کچھ روکھی سوکھی ملے شکر کر کے کھا لیتا ہے اُسے وہی اجر ملے گا جو ایک روزہ دار کو ملتا ہے جو بھوک کی تکلیف صبر کے ساتھ بغیر حرفِ شکایت زبان پر لائے ہوئے برداشت کر لیتا ہے۔

باب ۱۷۸
نظر، اور شگون

(۴۲۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العین حق۔

(۴۲۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔ "نظر برحق ہے[1]"

فائدہ

نظر لگنا ثابت ہے اور اس کے مشاہدات بھی ہوتے رہتے ہیں نظر لگتی ہے، تیزی سے

---

[1] یعنی نظر لگنا حقیقت ہے۔

لگتی ہے اور بہت زیادہ سریع النفوذ ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ کی ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ کوئی شخص اگر کسی ایسی چیز کو دیکھے جو اُسے بہت پسند آئے تو اُسے چاہیئے کہ "مَاشَاءَ اللہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ" کہے پھر کوئی مضرت نہیں پہنچے گی۔

باب ۱۸۹

رسولؐ کی دعائیں

جو کتب حدیث میں درج ہیں

(۴۲۸) وعن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدعاء ھو العبادۃ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

(۴۲۸) حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"دعا ہی عبادت ہے" (حسبِ روایت ابوداؤد و ترمذی)

نیکی کی طلب

(۴۲۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال کان اکثر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (متفق علیہ)

(۴۲۹) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ اکثر جو دعا[1] مانگا کرتے تھے، یہ تھی۔
"اے اللہ ہمیں دنیا میں نیکی دے، آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا"
(بخاری و مسلم)

---

[1] جو دعا آپ کے ورد زبان رہتی تھی۔

اطاعت کی دُعا

(۴۳۰) عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھم مصرّف القلوب صرف قلوبنا علیٰ طاعتِکَ ۔
(رَوَاہُ مُسْلِم)

(۴۳۰) حضرت عمرو بن عاص رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ص نے فرمایا :۔
"اے اللہ دِلوں کے پلٹنے[1] والے ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری پر پلیٹ دے"۔
(مسلم شریف)

شر سے پناہ

(۴۳۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ کان یقول فی دعائہٖ :۔ اَللّٰھُمَّ اِنّیْ اَعُوْذُبِكَ من شرِّ ما عملت ومن شرّ ما لم اعمل ۔
(رَوَاہُ مُسْلِم)

(۴۳۱) حضرت عائشہ رض سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ص اپنی دُعا میں فرمایا کرتے تھے:۔
"اے اللہ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس شر سے جس کا میں مرتکب ہوا، اور اس شر[2] سے جس کا ارتکاب میں نے نہیں کیا"۔
(مسلم شریف)

عذاب قبر

(۴۳۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعوا بھٰؤلاء الکلمات "اللّٰھم انی اعوذ بكَ مِنْ فتنۃ القبر وعذاب النار ومن شرّ الغنی والفقر"۔
(رَوَاہ ابو داؤد والترمذی)

(۴۳۲) حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے :۔

---

[1] پھیر دینے والے ۔ [2] لیکن اس کا الزام عائد کیا گیا ۔

"اے اللہ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں فتنۂ قبر[1] سے، عذابِ دوزخ سے، امارت اور غربت کے شر سے!" (ابوداؤد، ترمذی)

بیماری سے پناہ

(۴۳۳) عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ من البرصِ والجنون وَالجذام وسیّئ الاسقامِ" (رواہ ابوداؤد)

(۴۳۳) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ یہ دعا فرمایا[1] کرتے تھے :-

"اے اللہ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں، برص سے، جنون سے، جذام سے اور تمام بُری بیماریوں سے۔" (ابوداؤد)

دو کلمے

(۴۳۴) عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم اباہ حُصیناً کلمتین یدعوبھما :- "اَللّٰھُمَّ اَلھِمنِی رشدی واعذنی من شرِّ نفسی۔" (رواہ الترمذی)

(۴۳۴) حضرت عمران بن حصینؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان کے والد حصینؓ[2] کو دو کلمے سکھائے جنہیں وہ بطور دُعا پڑھا کرتے تھے:-

"یا اللہ مجھے رُشد[3] کی توفیق دے اور نفس کے شر سے مجھے بچا۔" (ترمذی)

عافیت کا سوال

(۴۳۵) عن ابی الفضل العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ علمنی شیئاً اسأله اللہ تعالیٰ قال سلوا اللہ العافیۃ

---

[1] فتنۂ قبر سے مراد عذاب قبر ہے۔ [2] صحابی۔ [3] ہدایت۔

فمکثت ایامًا ثم جئت فقلت یا رسول اللہ علمنی شیئًا اسأله

اللہ تعالیٰ قال لی یا عباس یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلوا اللہ العافیہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (رواہ الترمذی)

(۴۳۵) حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا مجھے وہ چیز بتایئے جو میں خدا سے مانگوں۔ فرمایا: "اللہ سے عافیت کا سوال کرو" چند روز ٹھہر کر میں پھر حاضر خدمت ہوا میں نے عرض کیا: —— یا رسول اللہؐ مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو میں اللہ سے مانگوں" آپؐ نے فرمایا، "اے عمِ رسولؐ اللہ سے دُنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرو"! (ترمذی)

ثبات قلب کی دُعا

(۴۳۶) عن شهر بن حوشبٍ قال قلت لأم سلمة رضی اللہ عنها یا اُمّ المؤمنین ما اکثر دعاءِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان عندکِ قالت کان اکثر دعائه "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک" (رواہ الترمذی)

(۴۳۶) حضرت شہر بن حوشبؓ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے عرض کیا۔ "اے ام المومنین رسول اللہ جب آپ کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے تو زیادہ تر کون سی دُعا آپ کے لبوں تک آیا کرتی تھی؟

فرمانے لگیں، رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔ "اے دلوں کو بدل ڈالنے والے، میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت کر دے"! (ترمذی)

حضرت داؤد کی دعا

(۴۳۷) عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ

---

۱ عمِ رسولؐ؛ ۲ یہ مل جائے تو سب کچھ حاصل ہے؛ ۳ نہایت محبت کے عالم میں فرمایا۔
۴ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

علیہ وسلم کان من دعاءِ داؤد علیہ السلام :- اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وحُبَّ من یحبك وَالعملَ الّذی یبلّغنی حبّكَ اللّٰھمّ اجعَل حبّكَ احبَّ اِلیَّ مِنْ نفسی واَھلی ومن الماءِ البارد۔

(رواہ الترمذی)

(۴۳۷) حضرت ابوالدرداء رضؓ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعا یہ تھی :-[1]

"اے اللہ، میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہو، اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت مجھ میں پیدا کردے اے اللہ اپنی محبت کو میری نظر میں، میری جان، اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ومرغوب بنادے"

(ترمذی)

رسُولؐ کی متابعت

(۴۳۸) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال دعا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بدعاءٍ کثیر لم نحفظ منہ شیئًا قلنا یارسول اللہِ دعوتَ بدعاءٍ کثیر لم نحفظ منہ شیئًا فقال الا ادلکم علیٰ ما یجمع ذٰلِكَ کلّہ تقول اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ما سألك منہ نبیّك محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم واعوذ بك من شرّ ما استعاذ منہ نبیّك محمّد صلّی اللہ علیہ وَسلّم وانت المستعان وعلیك البلاغ ولاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ۔ (رواہ الترمذی)

(۴۳۸) حضرت ابوامامہ رضؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ؐ نے بہت سی دُعائیں فرمائیں[2] جو

---

[1] اکثر یہی دُعا مانگا کرتے تھے۔

[2] یاد کرائیں۔ لیکن ہم بھول چوک گئے۔

ہمیں یاد نہیں رہیں۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں پڑھیں لیکن ہمیں ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا، فرمایا:۔ کیا میں تمہیں ایسی دعا بتاؤں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو؟

اے اللہ میں تجھ سے اس راستہ پر چلنے کی توفیق مانگتا ہوں جس پر تیرے نبی محمد نے گام فرسائی کی۔ اور اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے نبی محمد نے پناہ مانگی تو مستعان[1] ہے، تجھ پر بلاغ[2]، قوت و طاقت کا مالک خدا کے سوا کوئی نہیں۔

سُوءِ اَخلاق

(۴۳۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم انی اعوذ بک من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق۔

(۴۳۹) حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے:۔

"اے اللہ، میں تیری پناہ میں آتا ہوں شقاق[3] سے، نفاق[4] سے اور سوء اخلاق سے۔

زوالِ نعمت

(۴۴۰) عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وتحوّل عافیتک وفجاءۃ نقمتک وجمیع سَخَطِکَ۔

(۴۴۰) حضرت عبداللہ بن عمر رض سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمتوں کے زوال سے، تیری عطا کی ہوئی عافیت کے تحوّل[5] سے، تیری تعزیرا انتقام سے، اور تیرے ہر طرح کے غصہ سے۔

---

[1] مدد کرنے والا۔ [2] ہر بات کی انتہا پیغام کا پہنچا دینا۔

[3] اختلاف و نزع۔ [4] دورخا پن قول و عمل میں۔ [5] بدل جانے سے۔

بہر حال شکر

(۴۴۱) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اَللّٰهُمَّ انفعنی بما علمتنی وعلمنی ماینفعنی وزدنی علمًا الحمد لله علیٰ کُلِّ حالٍ واَعوذ بالله من حالِ اهل النار ؁

(۴۴۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہؐ نے فرمایا[1] :۔
"اے اللہ تو نے مجھے جو کچھ سکھایا۔ اس سے نفع اٹھانے کی توفیق دے مجھے وہ سکھا جس سے مجھے نفع پہنچے۔ میرے علم میں اضافہ فرما۔ ہر حالت میں اللہ کی تعریف[2] ہے، اور میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اہلِ دوزخ کے حال[3] سے،

طلب رزق

(۴۴۲) عن ابی مالك رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اللّٰهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی

(۴۴۲) حضرت ابومالک رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا[4] :۔ "اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم کر۔ میری ہدایت کر، مجھے عافیت بخش (اور) مجھے رزق دے ؛

بے نیازی کی تمنا

(۴۴۳) عن علی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اَللّٰهُمَّ اکفنی بحلالِكَ عن حَرامِكَ وَاَغننی بفضلك عمّن سواك ؛

(۴۴۳) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے :۔
"اے اللہ، اپنے حلال کے ذریعہ سے مجھے اپنے حرام[5] سے بچالے، اور اپنے فضل[6] سے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے"

---

[1] بطور دعا، [2] شکر، [3] انجام ؛ [4] بطور دعا ؛ [5] حلال پر قناعت عطا فرما کہ حرام پر رغبت نہ ہو، [6] فضل الٰہی پر بھروسہ کر کہ کسی طرف نظر ڈالنے کی حاجت نہ رہے ؛

ہدایت اور تقویٰ

(۴۴۴) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اسئلُكَ الھدیٰ والتقیٰ والعفاف والغنیٰ؛

(۴۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلعم نے (بطور دعا) فرمایا:۔ "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا[1]، تقویٰ کا، پاک دامنی کا، اور بے نیازی کا!

رفیقِ اعلیٰ

(۴۴۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:۔ "اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی وَارحَمنِی وَاَلحِقنِی بالرَّفیقِ الاَعلٰی"

(۴۴۵) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔
"اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، اور مجھے رفیقِ اعلیٰ[2] سے ملا دے:

شکور و صبور

(۴۴۶) عن بریدۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:۔ اَللّٰھُمَّ اجعلنی شکورًا واجعلنی صبورًا واجعلنی فی عینی صغیرًا وفی اعین الناس کبیرًا۔

(۴۴۶) حضرت بریدہؓ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"اے اللہ! مجھے شکور[3] کر دے۔ مجھے صبور[4] کر دے۔ مجھے خود میری نگاہ میں صغیر[5] اور لوگوں کی نگاہ میں کبیر[6] کر دے:

---

[1] راہِ ہدایت پانے کا: [2] ذاتِ الٰہی: [3] بہت زیادہ شکر گذار؛ [4] بہت زیادہ صابر؛ [5] ہیچ۔ چھوٹا؛ [6] بڑا صاحب عزت:

کریم

(۴۴۷) عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :- اَللّٰھُمَّ انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنّی ۔

(۴۴۷) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :-

"اے اللہ تو عفو[1] و کریم ہے ، تو عفو[2] کو پسند کرتا ہے ، پس مجھے معاف کر دے[3]"

اَدْعِیّہٴ ماثُورہ

اوپر جو حدیثیں دُعاؤں کی صورت میں مذکور ہوئیں وہ مختلف اوقات میں زبانِ رسالت پر جاری ہوئیں - ان دُعاؤں میں جو التجائیں خدائے تعالےٰ سے کی گئی ہیں وہ سب کی سب یا ان میں سے کچھ دعائیں ہر مسلمان کو وردِ زبان رکھنی چاہئیں کہ ان میں دین کی سعادت بھی ہے اور دُنیا کی بھی ، جسم کی اور روح کی بھی - فکر کی بھی ، عمل اور قول کی بھی !

---

[1] درگذر کرنے والا ؛ [2] معاف کرنے کو ؛ [3] میری خطائیں بخش دے ۔

باب ۱۸۰

مسئلہ میراث

اسلام نے دنیا پر بہت سے احسانات کئے ہیں خصوصاً مظلوموں اور کمزوروں پر، اسلام سے قبل، دُنیا نے ایک دُوسرے کو جو "حقوق" تقسیم کئے تھے۔ وہ یکسر خودغرضی پر مبنی تھے، خواہ یہ کام وقت کی حکومت نے کیا ہو، یا دین کے پیشواؤں اور رہبروں نے حکومت اور پیشوایان مذہب نے انسانیت کے جس عضو ضعیف کو ہدف ستم بنایا، وہ عورت تھی۔ اسلئے کہ وہ کمزور تھی، شوہر نے اُسے بے زبان قیدی سے زیادہ حیثیت نہ دی، باپ نے اُسے خاموش لونڈی سے زیادہ رتبہ نہ دیا۔ بھائی نے اُسے زبان نہ رکھنے والی خادمہ سے زیادہ نہ مانا، اور بیٹے نے اُسے گونگے بوجھ سے زیادہ وقعت نہ دی، یہ سب زندگی بھر اس سے کام لیتے رہے، اور جب اس دُنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے مال متروکہ میں سے سب کو بقدر حصہ رسدی دیا، نہ دیا تو عورت کو، جائداد و املاک میں، ماں کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے، بیٹی کی حیثیت سے، بیٹی کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، عورت کا کوئی حصہ نہ تھا، خواہ وہ ہندومت ہو یا عیسائی مذہب ۔

اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے، جس نے باقاعدہ طور پر عورت کو شریک وراثت کیا، اور اُسے وہ حق دیا جس کی وہ واقعی مستحق تھی۔ آج ہندو اور عیسائی، عورتوں کو حق دے رہے ہیں، یہ اپنے مذہب اور رواج سے بے تعلق ہو کر اور اسلام سے متاثر ہو کر دے رہے ہیں، ورنہ اُن کے مذہب اور سوسائٹی اور رواج میں عورت کا کوئی درجہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ پھر جس کا وجود ہی نہیں اُسے ملے کیا؟ دیں کیا؟ پائے کیوں کر؟ اور پھر عورت ہی کا ذکر؟ دوسروں کو جو حصص اور حقوق دیئے ہیں،

وہ بھی چونکہ انسانی فہم و دماغ پر مبنی ہیں، اس لئے ان میں بھی وہ معدلت نہیں نظر آتی جو انسان کے پیدا کرنے والے کے قانون میراث، یعنی قرآن میں ہے اس نے جس کو حصّہ دیا، وہ فطرت، ضرورت اور مصلحت کے عین مطابق ہے؛

میراث کا مسئلہ چونکہ کافی پیچیدہ ہے اور اسکے فہم و ادراک کے لئے حساب دانی کی بھی بہت ضرورت ہے۔ لہٰذا وراثت کی عام فہم اور خاص خاص صورتیں درج کی جاتی ہیں۔ عام ضروریات کے لئے یہ بہت کافی ہیں؛

اَولاد کا حِصّہ

قرآن نے اولاد کا یہ حصّہ مقرر کیا ہے :۔

(۱) لڑکے کو لڑکی سے دوگنا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے، کہ ترکہ پدری میں، یا ترکہ مادری میں، لڑکے اور لڑکی کے درمیان امتیاز روا رکھا جائے، لیکن اسلام نے جو اصول مدنظر رکھا ہے وہ ضرورت اور مصلحت کے بالکل مطابق ہے۔

لڑکے کو اپنی زندگی خود بنانی پڑتی ہے۔ لڑکی کو بنی بنائی زندگی ملتی ہے۔ لڑکا جب شادی کرتا ہے، تو اُسے مہر ادا کرنا پڑتا ہے، لڑکی کو جب شادی ہوتی ہے تو اُسے مہر بھی ملتا ہے، اور جہیز بھی، لڑکے کے ذمّہ بہتوں کی کفالت ہوتی ہے، اور لڑکی کی کفالت شوہر پر واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا لڑکے اور لڑکی کے مابین، یہ فرق امتیاز پر مبنی نہیں ہے۔ ضرورت اور مصلحت پر مبنی ہے؛

(۲) لڑکیاں اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی حِصّہ ہے:۔
فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ یہ دو ثلث ادا کرنے کے بعد دوسرے حقداروں کو ان کا حِصّہ ملے گا۔

(۳) اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو آدھے ترکہ کی مالک ہے :۔

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ترکہ کی عزیزوں میں تقسیم، قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

شوہر اور بیوی کا حصّہ

(۱) اگر بیوی کا اس حالت میں انتقال ہو جائے، کہ وہ لاوارث تھی۔ تو شوہر کو بیوی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا:۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ

(۲) اور اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مری ہو تو شوہر کو چوتھائی حصّہ ترکہ میں ملے گا:۔

فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ

(۳) اگر شوہر لاولد فوت ہو جائے تو بیوی کو چوتھائی حصّہ ترکہ میں سے ملیگا:۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔

(۴) اگر شوہر اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کو آٹھواں حصّہ ملے گا:۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

اگر کسی آدمی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو چوتھے یا آٹھویں حصّے میں سب بہ حصّہ مساوی شریک قرار دی جائیں گی۔

ماں باپ کا حصّہ

(۱) ماں اور باپ دونوں کو الگ الگ اولاد کے ترکہ میں سے، اگر وہ صاحب اولاد ہو کر مرے ہوں، چھٹا حصّہ ملے گا:۔

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ

(۲) اور اگر لاولد اولاد کا انتقال ہوا ہو تو صرف والدین وارث قرار دیئے جائیں گے۔ ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو ملے گا:۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

بھائی بہن کا حصّہ

(۱) اگر کوئی شخص ایسا مر جائے، جس کے نہ والدین حیات ہوں اور نہ کوئی اولاد ہو صرف ایک بھائی ہو اور ایک بہن تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملیگا۔

وَلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

(۲) اور اگر بھائی بہن کی تعداد، دو سے زائد ہو تو ایک تہائی حصّہ میں سب مساوی طور پر شریک کر دیئے جائیں گے۔ یعنی بہن بھائی کو یکساں حصّہ ملے گا۔ کمی یا زیادتی نہ ہوگی:۔

فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ

سگے بھائی بہن کو عینی یا حقیقی کہتے ہیں۔

بھائیوں بہنوں کی مختلف صورتیں

(۱) اگر بھائی کی صرف ایک بہن ہو، کوئی اولاد نہ ہو تو اس کو تمام ترکہ کا نصف ملیگا۔

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ

(۲) اگر بہن لاولد فوت ہو جائے تو اسکے ترکہ کا وارث بھائی قرار پائے گا۔

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

(۳) سگی بہنیں، اگر دو ہوں یا دو سے بھی زیادہ ہوں تو بھائی کے ترکہ میں سے دو تہائی حصّہ پائیں گی:۔

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ

(۴) اگر بھائی بہن ملے جلے ہوں، تو دو عورتوں کے برابر بھائی حصّہ پائے گا:۔

وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔

مزید شرکت

(۱) اگر سگی بہنیں بھی ہوں اور بیٹیاں یا پوتیاں بھی ہوں تو یہ بہنیں عصبہ قرار دی جائیں گی۔ یعنی بیٹیاں اور پوتیاں اپنا حصّہ لے لیں گی۔ پھر جو کچھ بچے گا وہ بہنوں کو دیا جائے گا۔

(۲) اگر سگی بہنیں بھی ہوں۔ اور بیٹا، پوتا، یا باپ اور دادا بھی ہوں۔ یعنی اصل یا فرع موجود ہو تو پھر بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

سوتیلی بہن کا حصّہ

سگے بھائیوں، بہنوں کے عنوان کے ماتحت جو چار صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سوتیلی بہنوں میں بھی مشترک ہیں۔ باقی صورتیں یہ ہیں:۔

(۱) اگر ایک سگی بہن ہو، اور ایک سوتیلی، تو چھٹا حصّہ پائے گی،

(۲) دو یا زیادہ سگی بہنیں ہوں تو پھر سوتیلی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

(۳) دو یا زیادہ سگی بہنیں ہوں۔ اور سوتیلی بہن مع سوتیلے بھائی کے ہو۔ تو یہ بہنیں عصبہ قرار دی جائیں گی —— اور باقی ترکہ "عورت کو اکہرا" اور مرد کو دوہرا حصّہ کے اصول کے ماتحت تقسیم ہو گا۔

(۴) اگر میّت نے پسماندگان میں بیٹا، پوتا، باپ، دادا (اصل و فرع) یا سگا بھائی یا سگی بہن، بصورتِ عصبہ چھوڑی ہو تو سوتیلی (علاتی) بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

پوتی کا حصّہ

(۱) "اولاد کا حصّہ" کے زیرِ عنوان جو تین صورتیں بیٹی کے حصّہ پانے کی مرقوم ہیں، وہی پوتی پر بھی چسپاں ہوتی ہیں۔ باقی صورتیں حسبِ ذیل ہیں۔

(۲) میّت نے ایک بیٹی اور ایک پوتی چھوڑی ہو تو پوتی کو چھٹا حصّہ ملے گا۔

(۳) دو بیٹیاں جو عصبہ نہ ہوں اور ایک پوتی میت نے چھوڑی ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

(۴) بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں بھی محروم قرار دی جائے گی،

ورثاء کی قسمیں

ورثاء کی دو قسمیں ہیں :۔

(۱) اصحاب فروض ———— (۲) عصبات ————

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اصحاب فروض

اصحاب فروض بارہ نفوس پر مشتمل ہیں، جو یہ ہیں :۔

مرد :۔ (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) بھائی۔

عورتیں :۔ (۵) ماں (۶) دادی (۷) بیوی (۸) بیٹی (۹) پوتی۔

(۱۰) بہن (ماں جائی) (۱۱) سوتیلی بہن (۱۲) حقیقی بہن ؛

عصبہ

شرع نے رشتہ داروں کی تین نوعیتوں کا لحاظ و اعتبار کیا ہے۔

(۱) **اصل** ۔ اصل جڑ کو کہتے ہیں یعنی والدین وغیرہ۔

(۲) **فرع** ۔ شاخ کو کہتے ہیں یعنی لڑکی وغیرہ۔

(۳) **عصب** ۔ پٹھے کو کہتے ہیں۔ یہ اصل و فروع، اصحاب فروض کی موجودگی میں ترکہ کے بقیہ حصہ کے وارث قرار پاتے ہیں، اور اگر اصحاب فروض نہ ہوں تو پھر سارا ترکہ انہی کو ملتا ہے؛

حقیقی وارث

شرع نے حقیقی وارث عصبہ ہی کو قرار دیا ہے، اسی لئے بیٹا عصبات میں آتا ہے

اصحاب فروض میں نہیں آتا۔ کیونکہ شرع نے دُوسرے رشتہ داروں کے جو حصص مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کے ادا کرنے کے بعد تمام مال متروکہ کا وارث وہی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوں تو بلاشرکت غیرے وارث بن جاتا ہے۔

عصبہ کے اقسام

عصبہ کی تین قسمیں ہیں، اُنہیں غور اور توجہ سے ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

عَصَبہ بِنَفسِہٖ

اصل عصبہ یہی ہے، کیونکہ اگر یہ موجود ہو تو دوسرے عصبات خود بخود محروم ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے عصبات کی عصوبت مستقل نہیں ہے۔

عصبۃُ بنفسِہٖ اسے کہتے ہیں۔

(۱) جو اصحاب فروض سے نہ ہو۔ (۲) مرد ہو۔ (۳) اور میت سے اس کی قرابت، جتنے واسطوں سے ہو وہ سب واسطے مرد کے ہوں۔

عَصَبۃُ بِالغَیر

عصبہ بالغیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ

(۱) عورت ہو ——— (۲) اصحابِ فروض میں سے ہو۔ مگر کسی عصبہ کے باعث عصبہ بن گئی ہو۔ جیسے بہن بھائی کے باعث، پوتی پوتے کے باعث عصبہ بن جاتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ جو عورت اصحابِ فروض میں سے نہ ہو وہ اپنے سے برابر درجہ کے عصبہ کے ساتھ عصبہ نہیں قرار پاتی جیسے پھوپھی چچا کے ساتھ۔

عَصَبۃُ مَعَ الغَیر

یہ وہ عورت ہے جو اصحابِ فروض میں سے ہو۔ لیکن کسی ایسی عورت کے ساتھ جو خود بھی اصحابِ فروض میں سے ہو عصبہ ہو گئی ہو جیسے بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ

ہو جاتی ہے۔ اصحاب فروض کی فہرست سے خارج ہو جاتی ہے؛

عَصَبَۃٌ مَعَ الغَیرِ، وہ سگی یا سوتیلی بہن ہوتی ہے جو بیٹی کے ساتھ جمع ہو۔

عصبات میں یہ اصول مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جو عصبہ میّت سے قریب تر ہو گا وہ اس عصبہ سے جو میّت سے اپنے رشتہ کے لحاظ سے دُور ہو، حصّہ میں مقدم قرار دیا جائے گا۔ مثلاً چچا، چچا کے بیٹے سے، اور چچا کا بیٹا، چچا کے پوتے سے مقدم مانا جائے گا۔

قریبی رشتے دار

قریبی رشتے دار شرع کی اصطلاح میں "ذوی الارحام" کہلاتے ہیں۔ ان کا درجہ اصحابِ فروض اور عصبات کے بعد کا ہے۔ ذوی الارحام میں شمار ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ

(۱) عورت ہو۔ اگر اس میں اور میّت میں واسطے مَرد ہوں؛

(۲) اس میں اور میّت میں تمام واسطے مَرد کے نہ ہوں۔ نہ اس کا شمار اصحاب فروض میں ہو نہ عصبات میں؛

اس ضمن میں نواسا نواسی، نیز ان کی اولاد، جو عصبہ اور صاحبِ فروض نہ ہوں، نیز بہن کی اولاد، بھائی کی لڑکی، نیز پھوپھی چچی وغیرہ۔ ذوی الارحام میں بھی یہی اصول کارفرما ہے کہ حصّہ میں مقدم اس کو مانا جائے گا۔ جسے میّت سے زیادہ سے زیادہ نسلی اور خونی قرابت ہو۔

مجحُوب

حجاب کے لغوی پردے اور آڑ کے ہیں۔ بعض وارث ایسے ہوتے ہیں کہ کامل یا ناقص طور پر، دوسرے وارث یا ورثاء کو متاثر کر دیتے ہیں۔ یعنی یا تو ان کا حصّہ کم ہو جاتا ہے یا بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ ان متاثر ہونے والوں کو مجحوب کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے حجب کی دو قسمیں قرار پائیں۔

(۱) حُجبِ نُقصَان ______ (۲) حُجبِ حِرمَان ______

حجب نقصان

حُجبِ نُقصَان :- یعنی کمی کی صُورت یہ ہے ، کہ ایک وارث کا حِصّہ معیّن، کسی دوسرے وارث کے سبب کم ہو جائے - مثلاً اگر بیوی لاولد فوت ہو تو شوہر کو نصف ترکہ ملے گا - اگر اولاد ہو تو بجائے نصف کے ربع یعنی چوتھائی ملے گا - گویا اولاد نے شوہر کے حِصّہ کو کم کر دیا - اسی طرح اگر شوہر لاولد ہو تو بیوی کو ربع حِصّہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو صرف آٹھواں - گویا اولاد ماں کے حِصّہ میں روک بن گئی - اور اس کا آدھا حِصّہ چھن گیا - یعنی چوتھائی کے بجائے آٹھواں حِصّہ ؛

اسی مثال پر دُوسری صورتوں کو بھی بہ آسانی قیاس کیا جا سکتا ہے ؛

حُجبِ حِرمَان :- اس صورت میں ایک وارث دوسرے وارث کو بالکل محروم کر دیتا ہے - حجبِ حرمان کے دو پہلو ہیں :-

(۱) اصل واسطہ اگر موجود ہے ، تو نیچے کا ، یعنی کمتر واسطہ محروم الارث ہو جائیگا - مثلاً کسی شخص کے دو بیٹے ہیں - ان دونوں بیٹوں کو باپ کی وفات کے بعد ترکہ پدری ملے گا - لیکن باپ کی زندگی میں ایک لڑکا مر گیا - تو اب مرحوم لڑکے کی اولاد کے لیے چچا حجب بن گیا - یعنی سارا ترکہ چچا کو مل جائے ، پوتے پوتوں کو کچھ نہیں ملے گا - یا مثلاً میّت کے باپ دادا ، دونوں زندہ ہیں ، تو اب باپ کو تو حِصّہ ملے گا لیکن دادا کو نہیں ؛

(۲) یکساں نوع کے وارثوں میں ______ نوع کو خاص طور پر ذہن میں رکھیئے ______ قریب تر وارث بعید کا حاجب ہو گا - مثلاً پوتا ، پرپوتے کا حاجب ہو گا - اسلیئے کہ یہ ایک نوع ہوئی - مگر پوتی کے باعث پرپوتا محروم نہیں ہو گا - اسلیئے کہ نوعیت بدل گئی ؛

موانع وراثت

کچھ ایسی چیزیں بھی۔ جو انسان کو حق وراثت سے محروم کردیتی ہیں یعنی پھر وہ وارث ہونے کے باوجود کوئی حصّہ نہیں پاتا۔ مثلاً

(۱) مورث کا قتل۔ خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ؛

(۲) اختلاف دینین :۔ یعنی دین و مذہب کا اختلاف یعنی کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اور مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔

(۳) غلامی :۔ ـــــــــ غلام بھی کسی کا وارث نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۴) اختلاف دارین :۔ ـــــــــ یعنی وارث اور مورث دو ایسے الگ الگ ممالک کے باشندے ہوں۔ جہاں سے تبادلۂ زر ممکن نہ ہو!

مذکورہ اساس و اصول وراثت کے علاوہ اور بھی متعدد صورتیں ہیں، جن میں حصّہ گھٹ بڑھ سکتا ہے، یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی ہوسکتی ہے۔ لیکن وہ اتنے پیچیدہ مسائل ہیں کہ ان کا ذکر کرنا نامناسب معلوم ہوا۔ وہ باقاعدہ تعلیم و تعلم ہی سے سمجھ میں آسکتے ہیں ؛

مسائلِ متفرّقہ

ذبیحہ، حلال وحرام جانور، اور شرط وغیرہ

اب چند دوسرے اہم اور ضروری مسائل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، چونکہ ان مسائل کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا مقصود نہیں ہے، اس لیے انہیں الگ الگ باب میں تقسیم نہیں کیا ہے بلکہ ایک ہی باب میں مختلف ذیلی عنوانات کے ماتحت ان کا اہم خلاصہ درج کیے دیتے ہیں:۔

ذبیحہ

(۱) ہر دھار دار چیز سے ذبیحہ جائز ہے۔ خواہ وہ لکڑی ہو یا دھات، یا کوئی اور چیز۔

(۲) مسلمان خواہ پاک ہو یا ناپاک، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے، اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مذہب کے مطابق ذبیحہ کرتے ہوں، اگر مشین سے، یا بغیر مذہبی طریقہ استعمال کیے ذبیحہ استعمال کرتے ہوں جیسا کہ آج کل عیسائی ذبیحہ میں بہت بے پروائی کرتے ہیں ــــــ تو ان کا ذبیحہ کھانے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ عیسائیوں کے ذبیحہ سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔ البتہ یہودیوں کا ذبیحہ باطمینان تمام کھایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اب بھی اپنے مذہب کے سختی سے پابند ہیں۔ خاص طور پر ماکولات میں ان کا ذبیحہ بالکل اپنے مذہبی اصول اور طریقہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ میں جہاں عیسائی ہوٹلوں سے احتراز اولیٰ ہے۔ وہاں یہودی ہوٹلوں میں باطمینان ان کے ذبیحہ کا استعمال جائز ہے۔ مشرکوں کا ذبیحہ حرام ہے:۔

(۳) کند چھری سے جانور کو ذبح کرنا منع ہے۔ جانور کے ذبح کرنے میں کوئی ایسا طریقہ

استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ جس سے اُسے زیادہ تکلیف ہو۔ ہونا یہ چاہیئے کہ تکلیف کم سے کم ہو، اور کم سے کم وقت میں ذبح ہو جائے، بندوق اور غلیل کا شکار بغیر ذبیح مرجائے تو وہ حرام ہے۔ سدھا ہوا شکاری کُتّا اگر تکبیر پڑھ کر چھوڑا اور اس نے شکار پر حملہ کیا اور وہ مرگیا تو وہ جائز ہے۔

(۴) ذبح کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کہنا چاہیئے اگر یہ جانتے ہوئے نہیں کہا تو ذبیحہ مُردار ہو جائے گا، اور اس کا استعمال حرام ہوگا۔ البتہ اگر سہواً نہیں کہا تو جائز ہے۔

(۵) جانور کو قبلہ رُخ لٹا دینا چاہیئے۔ پھر چھری چلانی چاہیئے۔ اس کا لحاظ رہے کہ نرخرہ، دو شہ رگیں اور وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے۔ اچھی طرح کٹ جائیں۔ اگر مذکورہ چار کے بجائے دو رگیں کٹیں تو ذبیحہ ناجائز ہوگیا۔ تین کٹ گئیں، تب بھی جائز ہے۔

حلال اور حرام جانور

یہ بھی ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کون سے جانور حلال ہیں، اور کون سے حرام؟ اصول یہ ہے کہ جانور اور پرندے جو شکاری ہیں یعنی دوسرے جانداروں کا شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں، مثلاً۔

(۱) شیر ________	(۶) بندر ________
(۲) گیدڑ ________	(۷) باز ________
(۳) کُتّا ________	(۸) شِکرا ________
(۴) بھیڑیا ________	(۹) گدھ ________
(۵) بِلّی ________	(۱۰) چیتا وغیرہ ________

اور جو جانور اس فہرست میں نہیں آتے وہ حلال ہیں۔ جیسے

(۱) طوطا	(۲) مینا	
(۳) کبوتر	(۴) فاختہ	یہ جانور "ذومخلب"
(۵) مُرغابی	(۶) بٹیر	ہیں نہ "ذوناب" یعنی
(۷) گوریّا	(۸) گائے	نہ دانت سے شکار کرتے
(۹) نیل گائے	(۱۰) ہرن	ہیں نہ پنجہ سے کرتے ہیں
(۱۱) بطخ	(۱۲) خرگوش	

لاباس، باکل الارنب، لان النبیؐ اکل منه حین اهدی

الیه مشویا وامر اصحابهؓ بالاکل منه لانه لیس من السباع

لا من اکلة الجیف فاشبه بظبی ؎

یعنی :۔ خرگوش کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں بھنا ہوا خرگوشت پیش کیا تو آپؐ نے اس میں سے کھایا۔ اور صحابہؓ کو بھی کھانے کا حکم دیا، وجہ یہ کہ نہ وہ درندہ ہے، نہ مُردار خور بلکہ ہرن سے مشابہ ہے"۔ (کما فی درالمختار)

نجس جانوروں کا کھانا بھی جائز نہیں، مثلاً :۔ سوّر۔ کُتّا وغیرہ۔

دریائی جانوروں میں صرف مچھلی جائز ہے اور اسے بغیر ذبح کیے کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح ٹڈی کو بھی بغیر ذبح کئے کھا سکتے ہیں، ان دو کے علاوہ بغیر ذبح کئے کسی جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے :۔

احلت لنا میتتان، السمك والجراد ودمان الکبد

والطحال ؎

"مرنے کے بعد کسی جانور کو ذبح نہیں کیا جاسکتا۔ وہ حرام ہوگیا۔

سونے چاندی کے برتن

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ اسی طرح چاندی سونے کے چمچے، خلال، سلائی، وغیرہ کا استعمال بھی حرام اور ناجائز ہے۔ سونے، چاندی کی چوکی پر بیٹھنا، پلنگ پر لیٹنا، یا جس چوکی یا پلنگ کے پائے سونے چاندی کے ہوں اس کا استعمال کرنا حرام ہے:

سونے کا دانت

لیکن اگر صحت یا طب کے اعتبار سے کوئی موقع استعمال کا پیش آجائے تو جائز ہے مثلاً اگر کوئی شخص سونے کا دانت لگوائے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ سونے کے دانت میں بدبو نہیں آتی، اور اس سے مس کر کے جو لعاب دہن میں جاتا ہے وہ معدہ کے لئے مفید ہے:

ریشم

جس طرح مرد سونے کی انگوٹھی تک نہیں پہن سکتے۔ اسی طرح خالص ریشم کا استعمال بھی مردوں کے لئے جائز نہیں بلکہ حرام ہے:

شرط

دو طرفہ شرط ناجائز ہے۔ مثلاً زید نے بکر سے کہا:"اگر تم پانچ میل پیدل چل لو تو میں پانچ روپے دوں گا۔ اور اگر نہ چل پائے، تو تم سے پانچ روپے لے لوں گا" یہ ناجائز ہے۔ زید اگر بکر سے یہ کہے کہ "اگر تم پانچ میل پیدل چل لئے تو میں پانچ روپے دوں گا۔ یہ جائز ہے:

ماخذ

عربی اور فارسی کی فقہی کتب متداولہ کے علاوہ (۱) حقوق الزوجین، (۲) الطہارۃ فی الاسلام، (۳) الحقوق والفرائض، (۴) بہشتی زیور وغیرہ

تحریر کنندہ علی محمد خوش نویس: